عقل رہنمائے اِسلام

اور

نفسِ اِنسانی

(قرآن الحکیم و احادیث سے اِستدلال)

حِصّہ دوّئم

مُصنّف
سیّد شوکت حسین رضوی

ALLAMA M. ABBAS KUMAILI M.A

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

محترم جناب سید شوکت حسین رضوی صاحب جو کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ (ایم فل، لندن) روشن فکر، بالغ نظر شخص ہیں، آپ نے ایک بہترین کوشش "عقل رہنمائے اسلام اور نفس انسانی" نہایت عرق ریزی اور تحقیق عمیق کے ساتھ تصنیف کی اور اسی کتاب کا دوسرا حصہ قارئین کے سامنے پیش کر رہے ہیں جس میں بھی تحریر و تصنیف کے ساتھ ساتھ زبان کے تمام محاسن کو بھی پیش نظر رکھتے ہوئے قاری کا دل موہ لینے والے اسلوب کو اختیار کیا گیا ہے۔

ہمارے لئے ہدایت سوائے اللہ، اسکے رسول ﷺ ان کے اسوہ اور آئمہ اطہار کی سیرت و اقوال کے اور کہاں ہے۔ یہی ہماری روشنی کی دنیا ہے جو لامتناہی ہے اُس کے علاوہ تو جاہلیت اور ظلمت ہے، اسی دنیا سے ہر گنہگار اپنے جادۂ حیات پر سفر کرنے کے لئے اپنی ضرورت اور ظرف کے مطابق روشنی کی کوئی جھلک مستعار لے لیتا ہے لیکن جب تک عقل انسان کی رہنمائی نہ کرے انسان اس روشنی اور جھوٹی چمک دمک میں تمیز نہیں کر سکتا کیونکہ عقل ہی وہ عنصر ہے جس کی وجہ سے انسان کو اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائض کیا گیا ہے۔ صادق آل محمد ﷺ امام جعفر صادقؑ کا قول (ماحکم بہ العقل حکم بہ الشرع وما حکم بہ الشرع حکم بہ العقل) عقل جس بات کا حکم دے شریعت بھی اسی بات کا حکم دیتی ہے اور شریعت جس بات کا حکم دیتی ہے عقل بھی اس کا حکم دیتی ہے۔ حدیث معصوم کی رو سے عقل انسان کی ہدایت کا فریضہ بطریق احسن انجام دے سکتی ہے بشرطیکہ عقل ہو نکراء نہ ہو (صادق آل محمد ﷺ کے بقول نکراء سے مراد انسان کے اندر موجود عقل سے ملتی جلتی ایک وہ شے ہے جو انسان کو چالاکی اور مکاری کے ذریعے غلط ذرائع سے حصول مفادات کی طرف لے جائے)۔ کیونکہ انسان کے حواس اس کے علم کا ذریعہ ہیں، آنکھ، ناک، کان، زبان علم حاصل کر کے دماغ تک پہنچاتے ہیں اور وہ

ان کو جمع کر کے اپنا مقصد پورا کرتا ہے، گویا یہ حواس مثل نالیوں کے ہیں اور دماغ مثل حوض کے ہے اب ان نالیوں سے اگر ناجائز اور گندا علم پہنچتا ہے تو دماغ اس کو اسی غلط اور بد راستے پر ڈال دے گا اور اگر اچھی معلومات پہنچتی ہیں تو پھر بہترین معلومات سے بہرا ور ہوگا اسی لئے شریعت نے حواس پر پہرا لگا دیا ہے تاکہ غلط خیالات وافکار جمع نہ ہوں۔

عقل اور شریعت میں تضاد نہیں ہو سکتا، جس بات کا حکم شریعت دے عقل کا بھی وہی فیصلہ ہوگا عقل جس بات پر اصرار کرے وہی حکم شریعت ہے لیکن یہ فیصلہ انسان ہی کو کرنا ہوگا یہ عقل ہے یا نکراء کیونکہ اسی فیصلے پر اس کی آخرت کا دارومدار ہے۔ اسکے برعکس ہوائے نفسانی کی پیروی انسان کو صریح طور پر گمراہی میں مبتلا کرتی ہے کیونکہ نفس امارہ کا کام ہی انسان کو بدی اور برائی کی طرف رغبت دلانا ہے جبکہ نفس لوامہ (مطیع عقل) انسان کو برائی سے روک کر نیکی کی طرف لاتا ہے۔

سید شوکت حسین رضوی نے ان تمام موضوعات سے انصاف کیا ہے جن کی اس دور میں سخت ضرورت ہے اور نئی نسل کو اللہ، رسول ﷺ اور آئمہ کرام کی معرفت سے بہرا ور کرنے کے لئے اس قسم کی تحریریں بہت ضروری ہیں۔ میں سید شوکت حسین رضوی کو مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ اس قلمی جہاد کے فریضے سے بخوبی آشنا ہیں۔

علامہ عباس کمیلی

265 Amil Colony No-1, Mohd. Ali Habib Road, Karachi-Pakistan.
Tel : Res : 7210351, 7229174 . Off. 2621214, 6322792, 6311968 . Fax : 262214

Syed Hasan Zafar Naqvi

Sultan -ul- Afazil

سید حسن ظفر نقوی

سلطان الافاضل

بسم تعالیٰ

جناب سید شوکت حسین رضوی صاحب کی تصنیف ''عقل رہنمائے اسلام اور نفس انسانی'' پر اگر چہ میں حصہ اول میں اپنی شکستہ بیانی کا اظہار کر چکا ہوں مگر ان کے بے حد اصرار پر دوسرے حصہ کے لیے بھی چند سطریں پیش خدمت ہیں۔

پہلے حصے میں جو تشنگی باقی تھی مصنف نے دوسرے حصے میں پوری کوشش کی ہے کہ اس تشنگی کو دور کیا جا سکے خاص طور پر اصول دین کی بحث کے بعد جس خوبصورتی سے وسیلہ، جانشینی پیغمبر جیسے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کر کے اپنی تحریر کو چار چاند لگا دیئے ہیں اور اصول دین پر گفتگو کے درمیان جو شکوک وشبہات اور سوالات پیدا ہوئے تھے ان کا مطمئن کر دینے والا جواب لاشعوری طور پر دیدیا ہے۔ لیکن میں پھر یہی کہوں گا کہ کلام الٰہی کے سوا کوئی کلام ایسا نہیں جو حشو وزوائد سے پاک ہو۔

میری ذاتی خواہش یہ ہے کہ اب مصنف جب تیسرا حصہ تحریر فرمائیں تو ایک اور عقلی مسئلہ یعنی مسئلہ تقلید کو بھی زیر بحث لائیں۔ کیونکہ آج کے دور میں کچھ مہربان تقلید کے مسئلے

کو عقل سے متصادم قرار دیکر تقلید کو رد کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جبکہ وسیلہ اور جانشینی کی مانند تقلید بھی ایک خالصتاً عقلی مسئلہ ہے اور دنیا کا ہر فرد فطری طور پر مقلد پیدا ہوتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ مصنف کے ذہن میں یہ بات موجود ہے اور وہ یقیناً اس کتاب کے تیسرے حصے میں اس عقلی مسئلہ کو بھی زیر بحث لائیں گے۔

بہر حال میں محترم دانشور سید شوکت حسین رضوی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اس قحط الرجال کے دور میں اپنی زندگی کے مقصد کو پانے کو سعی پیہم میں مصروف ہیں۔ پروردگار عالم کے حضور میری دلی دعا ہے کہ وہ بحق رسولؐ و آلِ رسولؐ اپنے قلم سے اسی طرح دین کی خدمت کرتے رہیں اور آنے والی نسلوں کے لیئے مشعل راہ ثابت ہوں۔

والسلام

احقر العباد

سید حسن ظفر نقوی

۱۸ محرم الحرام

۱۴۲۵ھ

العارف محمدی ڈیرہ ملیر کالونی۔ کراچی فون: 4517892

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عقل رہنمائے اسلام
اور
نفس انسانی

(حصہ دوئم)

صفحہ نمبر	
محترم علامہ کمیلی صاحب کے تاثرات	I-II
محترم مولنا سید حسن ظفر نقوی صاحب کے تاثرات	III-IV
" عقل رہنمائے اسلام اور نفس انسانی (حصہ دوئم)	V
جملہ حقوق	VI
فہرست کتب	VII
آیات قرآن الحکیم کے حوالے کا طریقہ وغیرہ۔	VIII
مقصد تصنیف	IX-XIII

مضامین

باب (۶):	توحید (اللہ وحدہ لاشریک) عقل انسانی کا فطری اقرار ہے یہی نہیں بلکہ رسولؐ اور علیؑ بھی فطری اقرار ہیں۔	۱ تا ۷۴
باب (۷):	عدل (اللہ تعالیٰ عادل ہے)	۷۵ تا ۸۲
باب (۸):	وسیلہ انبیا و اوصیا علیہم السلام	۸۳ تا ۱۹۰
باب (۹)	جانشین انبیا علیہم السلام	۱۹۱ تا ۲۸۷
باب (۱۰):	جہنم اور جہنمی	۲۸۸ تا ۲۹۲
باب (۱۱):	بہشت اور صاحبان ایمان کا ذکر	۲۹۳ تا ۳۰۴

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب	:	عقل رہنمائے اسلام اور نفس انسانی (حصہ دوئم)
زیر اہتمام	:	سید شوکت حسین رضوی
طباعت	:	دسمبر ۲۰۰۵ء
قیمت/ہدیہ	:	۲۷۰ روپیہ
کمپوزنگ	:	خلیل الرحمٰن (2214697)
ناشر	:	مجاہد بک اسٹال

محمد بن قاسم روڈ آف آئی آئی چندریگر روڈ کراچی

بسم الله الرحمن الرحيم

فہرست کتب

عدد شمار	نام کتاب	مترجم یا مصنف	ناشر
۱-	قرآن الحکیم	مولانا حافظ سید فرمان علیؒ اعلی اللہ مقامہٗ	پیر محمد ابراہیم ٹرسٹ کراچی نمبر ۵
۲-	القرآن الکریم	شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب، شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی (مفسر)	''شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس''، مدینہ منورہ
۳-	قرآن عظیم	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی (مفسر)	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی-لاہور-راولپنڈی
۴-	''کنز الایمان''	اعلیٰ حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں صاحب بریلوی صدر الافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی (مفسر)	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی-لاہور-راولپنڈی
۵-	القرآن الحکیم	مع ترجمہ فتح الحمید	تاج کمپنی لمیٹڈ کراچی-لاہور-ڈھاکہ

نوٹ: آیات قرآن الحکیم کے حوالے کا طریقہ ملاحظہ ہو- آیات عربی میں نہیں بلکہ ان کا ترجمہ بیان کیا گیا ہے

مثلاً سورۃ المائدۃ آیت ۳۵ کا اظہار (۵:۳۵)

سورۃ الاعراف آیت ۱۵۷، آیات ۹۷ تا ۱۱۵ کا اظہار (۷:۱۵۷)، (۷:۹۷ تا ۱۱۵) یا (۷:۹۷-۱۱۵)

سورۃ الکافرون آیت ۶ (۱۰۹:۶)

سورۃ المعارج آیت ۲۸ (۷۰:۲۸)

اگر کسی آیت کا اظہار یہ (۳۳:۵۶) ہو تو سورۃ ۳۳ سورۃ الاحزاب ہے اس کی آیت ۵۶ ہے-

آیت ۱۱۲ (۴:۱۱۲)-سورۃ النساء کا عدد ۴ ہے-

آیات کا اظہار یوں (۴:۲۵، ۳۰، ۴۱ تا ۵۰، ۱۵-۲۳) بھی کیا گیا ہے یعنی سورۃ النساء کی آیات ۲۵، ۳۰، ۴۱ تا ۵۰ اور ۱۵ تا ۲۳ ہیں-

ؐ - صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم / صلوٰۃ اللہ علیہا

ؑ - علیہ السلام

مقصد تصنیف

"عقل رہنمائے اسلام اور نفس انسانی" کے مقصد کے تحت حصہ اوّل میں تین اولیا (اللہ، رسولؐ اور مومنینؑ) کا ذکر آیا یعنی انھی پر ایمان لانا واجب ہے۔ دنیا کا ہر انسان ان کی عظمتوں کو پہچانتا اور مانتا ہے کہ یہ کس انداز سے انسان کی مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنی عقل کی اعلیٰ رہنمائی کے باوجود عموماً انسان اپنی عقل کی فرمانبرداری نہیں کرتا اس لیے وہ ان اولیاء سے مدد حاصل کرنے کے بعد بھی بے رخی اختیار کرتا ہے۔ اس طرح وہ فسادی، خودغرض اور احسان فراموش رہ کر زندگی بسر کرتا ہے۔ ان اولیا کی سب سے اہم مددگاری یا سرپرستی یہ ہے کہ ہر برائی سے بچا کر انسان کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں لیکن جاننے، پہچاننے کے بعد بھی عقل کی نافرمانی کر کے انسان ان اولیا پر ایمان نہیں لاتا بلکہ ایک راہ فرار نکال کر اپنے نفس (امارہ) کی پیروی کرتا ہے۔ یہ اولیا آیت ۵۵ (۵:۵۵) کے تحت زیر بحث ہیں۔ ان تینوں کے مناصب وصفات، اولوہیت وولایت، رسالت و ولایت اور امامت وولایت ہیں۔ ولایت تینوں میں مشترک ہے۔ یہ تینوں اپنے دائرۂ کار میں منفرد و منظم ہیں۔ اس ولایت میں کوئی دوسرا پیغمبر بھی شریک نہیں اس لئے رسولؐ تمام انبیاء پر گواہ ہیں۔ اِسی طرح مومنینؑ یا آئمہ طاہرینؑ بھی اپنے زمانہ کی رسالت کے گواہ ہیں (۱۳:۴۳)۔ انسانوں کی اکثریت اللہ و رسولؐ ہی کی منکر ہے۔ دنیا کے اسّی (۸۰) فیصد انسان رسولؐ کے منکر ہیں۔ صرف بیس فیصد رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں لیکن ان میں منافقین بھی شامل ہیں۔ انسان کا نفس تمام سیم وزر اور دنیوی حکمرانی کی لذات کا خواہاں ہو کر عقل کی مخالفت کرتا ہے۔ یہ نفس مادیت میں الجھ جاتا ہے حالانکہ عقل راہ حق (صراط مستقیم) بتاتی ہے کیونکہ یہی واحد راستہ احدیت (دین اسلام) ہے صرف یہی راہ فساد سے بچاتی ہے۔ نفس اگر عقل کی پیروی نہ کرے تو انسان کے لیے تمام راہیں فساد ہی فساد ہے۔

ان اولیاء (اللہ ورسولؐ ومومنینؑ) کے دنیا میں بالترتیب تین گروہ (مشرکین وکفار اور منافقین) ہی مدِ مقابل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مدمقابل مشرکین، رسولؐ ورسالت کے منکرین کفار ہیں۔ مومنینؑ (حضرت علیؑ امیر المومنین) کے خصوصاً منکر منافقین (اللہ ورسول کو فریب دینے وگمراہ کرنیوالے ۴:۱۴۲، ۱۱۳) ہیں۔ منافقین بھی مسلمین ومومنین کے درمیان قیام پذیر ہیں۔ اس تصنیف میں مشرکین وکفار اور منافقین کے کردار کو آیات میں

تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ منافقین کا کردار خصوصاً باب ۹ میں پڑھئے۔

اللہ تعالیٰ نے تخلیق ارواح کے بعد عالم بالا میں ان سے اپنے وحدہٗ لاشریک ہونے کا وعدہ لیا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انسان ہر مصیبت و پریشانی کے وقت اللہ کو ہی وحدہٗ لاشریک سمجھ کر کیونکر پکارتا۔ اسی بنا پر عقل اللہ تعالیٰ کی طرف ہی رہنمائی کرتی ہے۔ ولی (سرپرست) دنیا میں بھی تین اولیاء (اللہ و رسولؐ و مومنینؑ) ہیں (۵:۵۵)۔ یہی آخرت میں تمام انسانوں کے نامہ اعمال کا مشاہدہ بھی کرینگے (۹:۱۰۵)۔ ہر انسان اس لئے ان اولیاء کے سامنے تنہا پیش ہوگا (۱۹:۹۵) جیسا کہ حصہ اوّل میں آیات سے وضاحت کی گئی کہ انسان ان اولیاء کو پہچاننے اور ماننے (اعلیٰ اوصاف) کے باوجود ایمان نہیں لاتا۔ اس سے یقین ہوتا ہے کہ ارواح انسانی کا نہ صرف اللہ تعالیٰ بلکہ دوسرے اولیاء (رسولؐ و مومنینؑ) سے بھی تعارف تھا ورنہ عقل رسولؐ و مومنینؑ کے فضائل کو کس طرح سمجھتی۔ جب اللہ تعالیٰ نے دوسرے اولیاء کو اپنی ولایت (سرپرستی) میں شریک فرمایا تو ان کا تعارف بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذمہ داری تھی۔

اس تمام پیش بندی کے باوجود انسان ایک گروہ میں نہ رہا سات گروہوں میں تقسیم ہوگیا اس لئے حصہ اوّل میں بھی سات گروہوں (مسلمین، مومنین، یہود، نصاریٰ، مشرکین، کفار اور منافقین) کی نفسیاتی کیفیت پیش کی گئی۔ بظاہر حضورؐ کا دور رسالت چودہ سو سال قبل سے قیامت تک رہیگا لیکن اللہ و رسولؐ کے ساتھ ولایت میں مومنینؑ بھی آیت ۵۵ (۵:۵۵) میں شریک ہیں۔ اس آیت پر مسلمین و مومنین (عوام الناس) کا ایمان ہونیکی وجہ سے یہ دونوں اللہ و رسولؐ کی ولایت کے ساتھ مومنینؑ (آئمہ طاہرین علیہم السّلام) کی ولایت پر ایمان لاتے ہیں لیکن منافقین نہ صرف یہ کہ اللہ و رسولؐ کے منکر (۶۳:۱) ہیں بلکہ خصوصاً مومنینؑ کی ولایت کے بھی منکر ہیں۔ منافقین ہمیشہ سے یہ تاثر دیتے آئے ہیں کہ وہ گروہ مسلمین میں ہیں۔ ان (منافقین) کا سب سے زیادہ گمراہ کن عندیہ یہی ہے جبکہ یہی (منافق) اسلام و مسلمان کا اندرونی دشمن حیات طیبہ (حضورؐ کی) سے ہے۔ اس حصہ دوئم میں بھی سات گروہوں کا مزاج آیات میں صراحت سے بیان کیا گیا ہے۔

اگر عقل کی رہنمائی نفس پر حاوی ہو جائے تو انسان ان اولیا پر ایمان لا کر نیک عمل بجالائے تاکہ دنیوی و اخروی زندگی کامیاب رہے۔ یہ سب اس لئے دہرایا جارہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بھی ان مقاصد کو دہرایا ہے تاکہ انسان پر ہدایت اثر انداز ہو فرار اختیار نہ کرے لیکن وہ تین اولیا کو سمجھ بوجھ کر بھی ان کی ہدایات پر عمل نہیں کرتا بلکہ سیم و زر اور حکومت (دنیوی) کو ترجیح دیتا آرہا ہے کیونکہ انسان مال کا بڑا حریص ہے۔ یہ تصورات محض اس

لئے کہ انسان عقل کی فرمانبرداری سے گریزاں ہو کر نفس (امارہ) کی پیروی کرتا ہے۔

انبیاء واوصیاء (ہادیان ناطق) علم وحکمت وصبر وتقویٰ کی ہدایت دیتے آئے ہیں اس ہدایت سے انحراف اختیار کرنا ہی شرک وکفر اور منافقت ہے مسلم معاشرے میں اسلام کا نام لے کر تمام منافقین فساد پھیلاتے ہیں۔

تین اولیا کی شان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلا ولی کہ جس کی قدرت کاملہ سے خصوصاً تخلیق اور ربوبیت وابستہ ہے۔ بغیر اذن الٰہی، انسان تخلیق سے قاصر، صرف تحقیق کر سکتا ہے۔ رسولؐ دوسرے ولی عبادت ومشقت میں منفرد کہ آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے ریاضتوں میں کمی کے لیے ارشاد فرمایا اس لیے تمام انبیاء پر گواہ بھی بنا دیا اسی بناء پر رسول کا نفس اللہ تعالیٰ کی مرضی کا مکمل ترجمان قرار فرمایا گیا (۵۳:۳) مومنینؑ تیسرے اولیاء ہیں خصوصاً حضرت علیؑ امیر المومنین ہیں۔ رسولؐ آیہ مباہلہ (۳:۶۱) کی تفسیر کے لیے چار شخصیتوں (حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ) کو ہمراہ لائے جو کہ ''رجس'' سے پاک ہیں اس لیے حضرت علیؑ نفس رسولؐ قرار پائے۔ امام حسنؑ وامام حسینؑ ابناء رسولؐ کی جگہ آئے۔ ان شخصیتوں کے علاوہ کوئی دوسرا 'رجس' سے پاک نہ تھا۔

انسان محتاج ہدایت ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء واوصیاء کو ہدایت کے ساتھ بھیجا تا کہ عوام الناس ان کی فرمانبرداری کریں اور ہدایات کی پیروی کریں۔ انبیاء واوصیاء کے لئے دنیا کی حکومت کی کوئی حیثیت نہیں۔ مثلاً جناب ابرہیمؑ کے دورِ نبوت میں نمرود جیسا بادشاہ تھا اور جناب موسیٰؑ کے دور میں فرعون تھا۔ نبی یا جانشین نبی اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہادیان برحق ہیں۔ انؑ حضرات کا صاحبِ حکومت (دنیوی) ہونا ضروری نہیں۔ اب دیکھتے ہیں کہ آخر ان تینوں اولیا (اللہ، رسولؐ اور مومنینؑ) کی کتنی توجہات انسانوں کی طرف ہیں۔ چند مثالوں سے وضاحت کی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کو کس قدر لگاؤ ہے کہ اس کی ہدایت کی پیروی کر کے انسان برائی سے نجات حاصل کرے اور جنت کا مستحق ہو جائے۔ مثال کے لئے جناب موسیٰؑ کا دور کہ جب فرعون (خدائی کا دعویدار) مشرک بادشاہ تھا لیکن یہ غور فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کی خواہش کہ کسی طور ایمان لائے تا کہ بخشش کی جائے اور آتش جہنم سے بچایا جائے چنانچہ جناب موسیٰؑ وہارونؑ کے لئے پیغام بھیجا کہ فرعون بڑا سرکش ہو گیا ہے لیکن موسیٰؑ نرمی سے بات کرنا شائد بدل جائے۔ سرکشی قابل عذاب کیفیت ہے اب یہ اللہ کی مصلحت کہ اسے عذاب میں مبتلا فرمائے یا آخرت کے لیے ملتوی کیا جائے۔ فرعون ایمان نہ لایا پوری قوم (فرعونی) غرق آب کی گئی۔ اب اللہ تعالیٰ کا عدل غور طلب ہے کہ جناب آسیہ (زوجہ فرعون) کو مومنین کے لیے مثال بنا دیا کہ جنتی ہیں (۶۶:۱۱) مصیبت کے وقت دنیا کا ہر انسان اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھ کر پکارتا ہے اس لئے دو اصول دین یہ

بھی ہوئے یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک وعدل فرمانے والا ہے۔ رسولؐ دوسرے ولی ہیں اب رسولؐ کا تبلیغ دین میں انہماک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ارشاد فرمانا پڑا کہ کافر کو مومن بنانے کے لیے اے رسولؐ اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالیں (۳:۲۶)۔ کسی دوسرے پیغمبر کے لیے اس کیفیت کی کوئی آیت نہیں۔ جناب موسیٰؑ سے یہ انداز کہ ''موسیٰؑ نرمی سے بات کرنا'' یہ انداز شائستگی کمال مظہر تبلیغ اسلام اس ذات کی طرف سے ہے کہ جو خالقِ انسان و کائنات ہے۔

تیسرے مومنینؑ بھی اولیا میں ہیں۔ کئی آیات میں ان مومنین (ائمہ طاہرینؑ) کا ذکر ہے۔ ائمہ طاہرینؑ نفس رسولؐ ہیں۔ ان ائمہ میں سے امام حسینؑ کے انداز تبلیغ پر ایک مثال غور طلب ہے۔ آٹھ محرم کا واقعہ ہے کہ امام حسینؑ نے عمر بن سعد (کربلا میں لشکر یزید کا سپہ سالار) سے ملاقات کے لئے پیغام میں وقت ومقام کا تعین فرمایا چنانچہ اس ملاقات میں امامؑ نے بہترین انداز تبلیغ اختیار فرمایا تاکہ وہ اپنی بدترین سرکشی سے باز آئے۔ عمر بن سعد نے اظہار کیا کہ مال کی خاطر جنگ پر آمادہ ہے۔ انسان خود ہی اپنی حقیقت بیان کر دیتا ہے یہ مال کا لالچی تھا۔ امام حسینؑ نے اس کو متبادل زمین کی بھی پیشکش فرمائی کہ جس سے وہ مطمئن ہو گیا لیکن پھر بھی وہ کیفیت نفس (امارہ) سے مجبور تھا۔ امامؑ خیمہ گاہ پر واپس تشریف لائے اس کے علاوہ یوم عاشور امام حسینؑ نے جتنے بھی خطبات میدان کربلا میں دیئے وہ سب اسی امر کی عکاسی فرماتے ہیں کہ اپنی تمام معصومیت اور بدترین دشمن کی اصلاح کی کوشش کے باوجود بھی اس لشکر (یزیدی) کے مظالم سے نہ بچے۔ اس مثال میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ارشاد نہیں بلکہ امامؑ نے ازخود اس انہماک کا اظہار فرمایا۔ یہی انداز حضورؐ کا بھی ہے (۳:۲۶) اس لیے یہ تصدیق ہوتی ہے کہ یہ مومنینؑ بھی نفس رسولؐ ہیں۔ آیات واحادیث بھی یہی ثبوت پیش فرماتی ہیں۔ یہ مومنینؑ قرآن ناطق و ہادی ہیں۔ اسی بناء پر آیات کے یہ نفس نفیس ترجمان ہیں۔ جناب موسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے فرعون کی سرکشی پر خود بھیجا تاکہ حق سرپرستی ادا ہو جائے لیکن ان مومنینؑ کی فضیلت یہی ہے کہ سرکشوں کو ازخود راہ راست پر لانا چاہتے ہیں۔ قارئین ان اعلیٰ نفوس کا جائزہ لیں۔ کلام الٰہی سند ہے کہ ان کے نفس کا سودا کر کے جنت ان کے حوالے کر دی (۹:۱۱۱) مسلمین ومومنین دونوں ان مومنینؑ کی ولایت پر ایمان لاتے ہیں اس لیے دونوں غیر فسادی ہیں۔ آیت ۳۵ (۳۳:۳۵) میں دونوں کی بخشش کا وعدہ فرمایا گیا لیکن منافقین عموماً یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ یہ گروہ مسلمین میں سے ہیں حالانکہ منافقین بڑے جھگڑالو اور فسادی ہیں۔ منافقین کی دشمنی جنگ اُحد سے ہی واضح ہو چکی ہے۔ ہم دین ابراہیمی پر ہیں۔ جناب ابراہیمؑ کو نبوت وامامت دونوں عطا ہوئیں اور یہ مومنینؑ بھی منصب امامت پر فائز ہیں اس لیے سب امام ہیں۔ اس طرح دو اصول دین نبوت اور امامت بھی ہوئے لیکن

قیامت کے بعد یوم حساب میں یہی تین اولیاء تمام انسانوں کے نامہ اعمال کا مشاہدہ بھی فرمائیں گے (۹:۱۰۵) اس لیے پانچ اصول دین اسلام ہوئے۔ پہلا توحید (اللہ واحدہ لاشریک) دوسرا عدل، تیسرا نبوت، چوتھا امامت، پانچواں قیامت ہے۔ حقیقتاً عقل انھی تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) پر ایمان لانے کی رہنمائی کرتی ہے لیکن آیات سے واضح کیا گیا کہ انسان راہ فرار نکال کر کسی نہ کسی ولی کا انکار کر جاتا ہے۔ کسی ایک ولی کا انکار تینوں ہی کا منکر ہونا ہے۔

حصہ اوّل میں تین اولیا کے بارے میں مختصر کیفیت آیات قرآن الحکیم واحادیث پیش کی گئیں لیکن گروہی نفسیات کا بھی خاکہ بیان کیا گیا ہے انسان عقل کی بنیاد پر نہیں بلکہ شدت نفس کے تحت مختلف عقائد کے ساتھ اپنی زندگی گروہوں میں بسر کرتا ہے۔ چنانچہ سات گروہوں کی نفسیات تحریر میں آئی ہیں حصہ دوئم میں انھی تین اولیاء کے اعلیٰ وعرفہ مقام کا علیحدہ علیحدہ بھی آیات واحادیث کی مدد سے کچھ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کی گروہی نفسیات کا بھی خاکہ کھینچا گیا ہے۔

علماء کرام جناب علامہ محمد عباس کمیلی صاحب اور مولانا سید حسن ظفر نقوی صاحب کا راقم تہ دل سے ممنون ومشکور ہے کہ انتہائی مصروفیت کے باوجود اپنا قیمتی وقت حصہ اوّل ودوئم کے مطالعہ پر صرف فرما کے اپنے تاثرات بیان کئے۔ امید ہے کہ دیگر علماء کرام اور قارئین اپنی آراء سے اس تحریر کو بہتر بنا کر راقم کو شکر گزار رہنے کا موقع فراہم فرمائینگے۔

وَآخِرِ دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

اللّٰھم صل علیٰ محمدٍ وّآل محمد

والسلام

راقم

سید شوکت حسین رضوی

باب ٦

توحید (اللہ وحدہٗ لاشریک)

اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی تخلیق فرمائی خواہ ارضی ہوں کہ سمٰوی لیکن اللہ تعالیٰ نے انبیا و اوصیا علیہم السلام کو خصوصاً ہدایت کی نعمت کے ساتھ بھیجا تا کہ انسان (عوام الناس) اس ہدایت کی پیروی کر کے دنیا میں بغیر فساد کے زندگی بسر کرے مگر وہ اللہ تعالیٰ کے مدمقابل بت بناتا (گروہ مشرکین) ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرمانبرداری چاہتا ہے۔ مشرک فساد برپا کرتا ہے کیونکہ اس کی عقل کے فیصلے اور نفس (قوت عمل) میں اختلاف کے سبب فساد ہے اس لیے فسادی ہو کر اللہ کے مدمقابل بت بناتا ہے۔ اگر انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرے یعنی اپنی عقل کی فرمانبرداری کرے تو فسادی نہ ہو۔ گزشتہ حصہ سے پیوستہ کرنے کے لیے مختصراً دہرایا جائے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خلاقیت سے پہچان کراتا ہے پھر انسان کی بوقت پریشانی دعا قبول کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک منوالیتا ہے لیکن قبولیت دعا کے تشکر کے بجائے فوراً اللہ تعالیٰ سے منہ موڑ کر نفس امارہ کی پیروی کرتا ہے (۶۵:۲۹) (۶۷:۱۷) اس پر بھی اللہ تعالیٰ خاموش تماشائی ہے بلکہ ارشاد الٰہی ہے کہ جعلی خداؤں (بتوں) کو بھی برا نہ کہو ورنہ تمہارے اصلی کو برا نہ کہا جائے (۱۰۸:۶) مشرک (منافق بھی) کو اللہ تعالیٰ کی ولایت (سرپرستی یا مددگاری) پر بھی یقین ہے اس لیے مدد حاصل کرتا ہے لیکن راہ فرار اختیار کر کے ایمان نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ کی ولایت بھی لامحدود ہے کہ جس میں حضور کو بھی شریک فرماتا ہے بلکہ ولایت میں حضرت علیؑ بھی شریک ہیں (۵۵:۵) ''کنزالایمان'' آیت ۵۵ (۵۵:۵) میں تین ولی (اللہ، رسولؐ اور مومنینؑ) شرکاء ہیں۔ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا دین اور رسول مکمل مرضی الٰہی یا اسلام کے عملی ترجمان ہیں (۵۳:۳۔۵) اب جو مومنینؑ رسولؐ سے متصل متذکر ہیں یہ مخصوص ہیں۔ حضورؐ کے ساتھ دیگر آیات میں بھی شریک ہیں (۳۳:۳۳)، (۱۰۵:۹)، (۶۳:۸) وغیرہ۔ اللہ کے ساتھ رسولؐ اور مومنینؑ یوم حساب تمام انسانوں کے نامہ اعمال کا فرداً فرداً (۹۵:۱۹) مشاہدہ فرمائیں گے اس لیے آیت ۵۵ (۵۵:۵) کے مومنینؑ دیگر مومنین (عوام الناس) سے جدا ہیں (المائدہ کی آیت ۵۶ کے تحت سرپرست مان لینے والے آیت ۵۵ کے مومنینؑ پر ایمان لاتے ہیں) آیت ۵۵ کے مومنینؑ منفرد ہو کر اپنے زمانہ کے

مُمتَحِن کی حیثیت رکھتے ہیں جب کہ انھی کے زمانہ کے مومن و مسلمان کا معاملہ مُمتَحَن کا ہوگا یعنی آخرت (یوم حساب) میں وَلی ممتحِن اور مومن (عام) و مسلمان مُمتَحَن ہوگا۔ آیت ۵۵ اللہ تعالیٰ کا لشکر ہے اور آیت ۵۶ (۵۶:۵) کا آنے والا شخص (مُمتَحَن) ان مُمتَحِنین کو اولیا تسلیم کر کے اللہ کے لشکر میں آجائے گا۔ آیت ۵۵ میں سب مُمتَحِنین ہیں اور انفرادی طور پر مُمتَحِن ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ رسولؐ کی بھی فرمانبرداری کی جائے (۳۲:۳) لیکن کافر انکار ہی نہیں کرتا (۴۳:۱۳) بلکہ رسالت کا اختیار (۱۲۴:۶) چاہتا ہے یعنی کافر نے رسولؐ اور رسالت دونوں کی فضیلت پہچانی لیکن فسادی ہے۔ کافر ہی رسولؐ کا منکر ہے اور یہ انکار جاری رہے گا جب تک امام مہدیؑ کا ظہور نہ ہو۔ جناب مولانا عثمانی نے بھی جانشین رسولؐ کے انداز میں امامؑ مہدیؑ کا ذکر فرمایا ہے۔ کافر نے رسولؐ کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی گواہی کے ساتھ ایک شخص کو علم کتاب کے ساتھ رسالت کا گواہ بنا دیا (۴۳:۱۳) علم کتاب جانشین رسولؐ کو ہی عطا ہوتا ہے (۴۸:۲۱) یہاں ایک اور غور طلب مسئلہ کا حل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ''راسخون فی العلم'' (۱۶۲:۴) بھی ایسی شخصیتوں کے متعلق فرمایا ہے اور یہ ''علم کتاب''، معصوم شخصیتوں (مثلاً جناب ہارونؑ) ہی کو عطا ہوتا ہے۔ رسالت کا گواہ شخص کو بنا دیا (۴۳:۱۳) اور پھر مومنینؑ کو بھی اپنے (اللہ تعالیٰ) و رسولؐ کے ساتھ ولایت میں شریک فرمایا (۵۵:۵) یہ تمام حکمتیں اللہ تعالیٰ کی مصلحت و امتحان تاکہ انسان قلبی امراض کا شکار ہو کر فسادی نہ ہو لیکن انسان خود غرض ہو کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرا کر مشرک ہو جاتا ہے۔ رسولؐ کا انکار کر کے انسان کافر ہے۔ مومنینؑ (امیر المومنین حضرت علیؑ) کی بدگوئی اور انکار سے انسان منافق ہوتا ہے (۵۸:۳۳) (۵۵:۵) لیکن منکرین کے انکار کے باوجود ہر ولی (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) اپنے دشمن یا منکر (مشرک و کافر اور منافقین) کی بالترتیب مدد بھی فرماتا ہے۔ شان ولایت یہی ہے کہ جب بھی منکر مصیبت کے وقت پکارتا ہے مصلحتاً اس کی مدد بھی کی جاتی ہے۔ زندگی کے ہر لمحہ و مقام و کیفیت وغیرہ پر انسان کو مدد چاہئے اور ولایت کی یہی شان ہے کہ یہ صاحبان اختیار یعنی اولیا ہی مدد فرما سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان پر کاش ہم (مسلمان و مومن) غور کریں کہ مشرک کا خالق و رب ہے جب مصیبت کے وقت پکارے تو دعا قبول فرماتا ہے پھر بھی مد مقابل بت بناتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی سنتا ہی نہیں بلکہ الزام تراشی بھی کرتا ہے کہ ''اللہ چاہتا تو ہم بت پرستی نہ کرتے۔'' لیکن اللہ تعالیٰ اس انسان (مشرک) کی کیسی ناز برداری فرماتا ہے! مشرک کی بے رُخی اور اللہ تعالیٰ کی ناز برداری مقام تفکر ہے! بعینہ اللہ کے رسولؐ اپنے منکر کافر کی ناز برداری فرماتے ہیں کہ عین جہاد میں بھی پناہ مانگے تو دیں (۶:۹) رسولؐ بھی کافر کے کردار سے کڑھن

محسوس فرماتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ تسلی دیتا ہے (۲۳:۳۱) حضرت علیؑ بھی اس مددگاری یا سرپرستی میں شامل ہیں۔ حضرت علیؑ نفس رسولؐ ہیں (۶۱:۳) اس لیے حضورؐ کی طرح مدد فرماتے ہیں۔ اسلام میں اعلیٰ ترین اخلاقیات کے عمل کی تلقین ہے کہ جس کا اظہار اس طرح سرپرستی یا مددگاری کے معاملے میں ہے۔ اسلام کو منوانے میں سوائے اعلیٰ اقدار کے زبردستی کا شائبہ ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ وحدانیت کو براہ راست تسلیم کراتا ہے۔ انسان مصیبت میں گرفتار ہو کر اللہ تعالیٰ کو مدد (سرپرستی) کے لیے پکارتا ہے یہی اس کی دلیل ہے کہ دنیا کا ہر صاحب عقل اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک سمجھ کر پکارتا ہے یعنی دنیا کا ہر انسان ''یا اللہ'' ہی پکارتا ہے۔ کافر و مسلمان دونوں پکار سکتے ہیں۔ مشرک و کافر کی مصیبت دور ہوئی بغاوت اختیار کر گئے یعنی انسان کس تیزی سے اور کتنی جلدی بدلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مطالبہ کہ رسولؐ کی بھی فرمانبرداری کی جائے کیونکہ ولایت میں شریک ہیں (۵۵:۵) لیکن کافر ہی رسولؐ سے باغی ہے اس لیے یہ بھی ''یارسول اللہ'' نہیں کہے گا لیکن کوئی فرد ''یارسول اللہ'' کہے تو یہ تصدیق فراہم کرتا ہے کہ یہ مسلمان فسادی بھی نہیں ہے لیکن منافقین بھی ''یارسول اللہ'' کو نظر انداز کرا دیتا ہے کہ صرف ''یا اللہ'' یا ''یا اللہ مدد'' کہنے کی سعی کرتا ہے کیونکہ منافق مسلم معاشرے میں رہ کر فسادی اور جھگڑالو ہے (۲۰۴:۲) یہ (منافق) تاثر دینا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ افضل اس لیے ''یا اللہ'' کہا جائے ''یارسول اللہ'' اس طرح انداز کرا دیتا ہے۔ مختصر یہ کہ انسان کی جسارت و بغاوت اللہ و رسولؐ سے بغیر کسی سبب مقام فکر ہے۔ مشرک و کافر کا نفس خود اس کا ذمہ دار ہے۔ حضورؐ جیسی شخصیت کے خلاف انسان (کافر) مکر کرتا ہے (۳۰:۸) امن و سکون کا انداز اختیار کر کے فساد برپا کرتا ہے۔ توحید و رسالت پر ایمان لانے والوں کو فساد کا نشانہ بناتا ہے۔ آیت ۵۵ (۵۵:۵) میں ان اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کے بالترتیب تین ہی گروہ (مشرکین، کفار اور منافقین) منکر ہیں یعنی مشرکین ہی اللہ تعالیٰ کے منکر و دشمن لیکن اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کا سرپرست و رب ہے۔ اسی طرح رسولؐ و رسالت کے دشمن کفار ہیں حالانکہ رسولؐ ان (کفار) کے سرپرست و کوشاں کہ یہ (کفار) کسی طور مومن ہو جائیں (۲۶:۳) بعینہٖ مومنینؑ (خصوصاً حضرت علیؑ) کے منکر و دشمن منافقین ہیں خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ و رسولؐ اور مومنینؑ (امیر المومنین حضرت علیؑ) کسی انسان کے دشمن نہیں بلکہ سرپرست و نجات دہندہ ہیں۔ اس سے بڑی مدد (سرپرستی) کیا ہو گی کہ یہ اولیا (۵۵:۵) اپنے دشمنوں کو جہنم سے بچانا چاہتے ہیں۔ اب جو انسان بھی ان میں سے کسی ولی کو اپنا دشمن سمجھے وہ خود فسادی اور اپنا ہی دشمن ہے۔ اللہ و رسولؐ کے یہ (منافقین) دشمن مسلمانوں اور مومنین سے دشمنی نکالتے ہیں۔ منافق (مشرک و کافر بھی ہے) مسلم معاشرے میں بڑا فسادی ہے جب کہ

مسلمان آیت ۵۵ (۵:۵۵) پر مکمل ایمان رکھتا ہے اس لیے مسلمان و مومن کی نیت و عمل میں بھی فساد نہیں انھیں دونوں (مسلمان و مومن) کی بخشش ہوگی (۳۵:۳۳) اللہ و رسولؐ پر صدق دلی سے ایمان رکھنے والے فسادی نہیں ہوتے لیکن منافق ہی اللہ تعالیٰ کو فریب دینا (۴:۱۴۲) اور رسول کو بھی بہکانا (۴:۱۱۳) چاہتا ہے پھر یہ مسلمانوں یا مومنین کے مختلف گروہوں میں بھی فساد کرانا چاہتا ہے۔ جہاد سے فرار اختیار کرتا ہے یہی خودغرضی ہے' مال کا لالچی ہے۔ برصغیر (ہندوپاک) میں مسلمان و مومن صدیوں سے ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو کر رہتے چلے آئے ہیں لیکن بعض اوقات منافق (منافقت) کی وجہ سے اختلاف رونما ہو جاتا ہے۔ انسانی مزاج میں اس قدر تلوّن ہے کہ سگے بھائیوں کے درمیان بھی اختلاف ہو جاتا ہے اس لیے انسان (خصوصاً مومن و مسلمان) بھی اپنے نفس کو قابو میں رکھے صبر اختیار کرے کیونکہ دین (اسلام) میں صبر و تحمل کی تلقین ہے۔ چونکہ بھائیوں کے درمیان اختلاف کا مسئلہ درپیش آ گیا اس لیے سورۂ یوسف کی طرف توجہ ہونی چاہیے تاکہ بات سمجھ میں آئے۔ جناب یوسفؑ نے اپنے بھائیوں (دس) کی خطاؤں کو معاف فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف فرمائے۔ آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ جب تم (بھائیوں کو) جاہل ہو رہے تھے تو تم نے یوسفؑ اور اس کے بھائی (بنیامین) کے ساتھ کیا کیا سلوک کیے۔ یہ باتیں آیات ۸۹ تا ۹۲ (۱۲:۸۹-۹۲) میں پڑھی جائیں۔ جناب یوسفؑ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ صبر کا اجر عطا فرماتا ہے۔ بھائیوں کی غلطیوں کو معاف فرمانا کوئی معمولی بات نہیں لیکن انبیاء بھی جس درگزر سے کام لیتے ہیں ایک عام انسان کو سمجھنا بھی مشکل ہے۔ جناب یعقوبؑ نے بھی لڑکوں (دس) کی مغفرت کی دعا کا وعدہ فرمایا (۱۲:۹۸) اللہ تعالیٰ نے دعائیں قبول فرمائیں ورنہ رد فرما دیتا۔ جناب یوسفؑ نے اظہار فرمایا کہ میرے اور بھائیوں کے درمیان شیطان نے فساد ڈلوایا (۱۲:۱۰۰) جناب یوسف کے بھائیوں کے درمیان زبان و مقام و رنگ و نسل اور فرقہ کا کوئی فرق نہ تھا کہ سب جناب یوسف کے دشمن ہو گئے۔ انبیاء کی نافرمانی سے انسان جاہل ہو جاتا ہے۔ شیطان کی زد سے نبی کی اولاد بھی محفوظ نہیں تو عوام الناس کو بطور خاص اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری پر توجہ دینی چاہیے تاکہ شیطان سے بچے اس کے علاوہ مسلمان و مومن کو منافقین کے مکر سے بھی ہشیار رہنا ضروری ہے کیونکہ منافق ہی شیطان سے زیادہ خطرناک ہے۔

آیت ۵۵ (۵:۵۵) پر اجمالی گفتگو کے بعد نتیجہ برآمد ہوا کہ انسان اس آیت ۵۵ پر مکمل ایمان لانے کے بعد عمل کرے تو اس مسلمان و مومن کے ذہن سے یا نیت سے فساد خارج ہو جائے گا۔ قرآن حکیم تمام

انسانوں کے لیے نصیحت ہے لیکن وہ (انسان) ایمان لانے کے لیے بڑی مشکل سے تیار ہوتا ہے۔ آیات میں بین الاقوامیت اور اقوام کے متحد ہونے کا راز پنہاں ہے لیکن انسان اللہ ورسولؐ کی فرمانبرداری کرے تو فساد سے نجات ملے۔ حضورؐ کی حیات طیبہ میں عیسائی بھی ایمان نہ لایا۔ روز اوّل سے یہ مسئلہ طے ہے کہ اللہ تعالیٰ و پیغمبرؐ کی فرمانبرداری میں معاشرہ فساد سے بچا رہے گا اور نافرمانی (اللہ تعالیٰ کی) میں فساد ہوگا بالکل سیدھی بات ہے۔ اقوام متحدہ میں اندرونی و بیرونی فساد جاری رہے گا جب تک اللہ ورسولؐ کی فرمانبرداری نہ ہو۔ مال دنیا (دولت و حکمرانی) مظاہرۂ طاقت (ایٹمی بم) ان مسائل کا حل نہیں ہے۔ جناب موسیٰؑ سے قارون علم کیمیا میں مہارت حاصل کرنے کی وجہ سے انتہائی مالدار تھا۔ جناب موسیٰؑ کے دور کا سائنس داں تھا لیکن یہ سب علم و دولت کام نہ آیا کیونکہ اللہ ورسول (جناب موسیٰؑ) کا فرمانبردار نہ تھا آخر کار قارون عذاب میں گرفتار کیا گیا نتیجہ یہ ہے کہ اس زمانہ یا دور (حضورؐ کے) میں اللہ ورسولؐ کی فرمانبرداری اور تین (اللہ، رسول اور مومنینؑ) اولیا پر ایمان لا کر اجر رسالت ''مودۃ فی القربیٰ'' کی ادائیگی ہو تو انشاءاللہ بخشش ہوگی۔ اگر انسان ''یارسول اللہ'' کو نظر انداز کر کے تمام عمر ''یا اللہ'' پکارتا رہے تب بھی مسئلہ حل نہ ہوگا اور وہ جہنم میں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے حضورؐ کی شخصیتؐ ایسی منسلک ہے کہ کوئی اس کو جدا نہیں کر سکتا یہی نہیں بلکہ یہی کیفیت مومنینؑ کی آیت ۵۵ (۵:۵۵) میں ہے کہ اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ (حضرت علیؑ امیر المومنین) تینوں کی ولایت پر ایمان لائے بغیر انسان جنتی نہ ہوگا۔ بموں (کسی طرح کے) کی ایجاد اللہ ورسولؐ سے بغاوت کا نتیجہ ہے اس لیے بغاوت سے دفاع کے لیے صاحبان ایمان کو بھی ان بموں وغیرہ کو حاصل کرنے کی صلاحیت رکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ ان معاملات کو آیات مبارکہ کے ذریعے سمجھا جائے۔

مندرجہ ذیل آیات مبارکہ سورۃ الانعام والقصص اور المائدہ سے پیش کی جاتی ہیں جو کہ عموماً توحید و نزول وحی اور کتب کے نام بیان فرما رہی ہیں۔

{(اے رسولؐ) تم پوچھو کہ گواہی میں سب سے بڑھ کر کون سی چیز ہے (تم خود ہی) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن وحی کے طور پر اس لیے نازل کیا گیا تاکہ میں تمہیں اور جسے (اس کی) خبر پہنچے اس کے ذریعہ سے ڈراؤں۔ کیا تم یقیناً یہ گواہی دے سکتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور دوسرے معبود بھی ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ میں تو اس کی گواہی نہیں دیتا (تم دیا کرو) تم ان لوگوں سے کہو کہ وہ تو بس ایک ہی اللہ ہے اور جن چیزوں کو تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں تو ان سے بیزار ہوں۔} (۶:۱۹)

{اور ہم نے بہتیری اگلی امتوں کو ہلاک کر ڈالا اس کے بعد موسیٰؑ کو کتاب (توریت) عطا کی جو لوگوں کے لیے از سرتا پا بصیرت اور ہدایت اور رحمت تھی تا کہ وہ لوگ عبرت و نصیحت حاصل کریں۔} (۲۸:۴۳)

{بے شک ہم نے توریت نازل کی جس میں (لوگوں کی) ہدایت اور نور (ایمان) ہے اسی کے مطابق اللہ کے فرمانبردار بندے (انبیائے بنی اسرائیل) یہودیوں کو حکم دیتے رہے اور اللہ والے اور علماء (یہود) بھی کتاب خدا سے حکم دیتے تھے جس کے وہ محافظ بنائے گئے تھے اور وہ اس کے عالم بھی تھے۔ پس (اے مسلمانو) تم لوگوں سے (ذرا بھی) نہ ڈرو (بلکہ) مجھی سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے میں (دنیا کی دولت جو درحقیقت بہت تھوڑی قیمت ہے) نہ لو اور جو شخص اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔ اور ہم نے اس (توریت) میں یہودیوں پر یہ (حکم) فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخم کے بدلے (ویسا ہی) برابر کا بدلہ زخم ہے۔ پھر جو (مظلوم ظالم کی) خطا معاف کر دے تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا اور جو شخص اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) کے موافق حکم نہ دے تو ایسے لوگ ظالم ہیں اور ہم نے انھیں پیغمبروں کے قدم بہ قدم مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو چلایا اور وہ اس کتاب توریت کی بھی تصدیق کرتے تھے جو ان کے سامنے (پہلے سے) موجود تھی اور ہم نے ان کو انجیل عطا کی جس میں (لوگوں کے لیے ہر طرح کی) ہدایت تھی اور نور (ایمان) اور وہ اس کتاب توریت کی جو وقت نزول انجیل (پہلے سے) موجود تھی تصدیق کرنے والی اور پرہیز گاروں کی ہدایت و نصیحت تھی} (۵:۴۴-۴۶)

المائدہ کی آیات ۴۸-۴۹ ملاحظہ ہوں:

{اور (اے رسولؐ) ہم نے تم پر بھی برحق کتاب نازل کی جو کتاب (اس سے پہلے سے) اس کے وقت میں موجود ہے اس کی تصدیق کرتی ہے اور اس کی نگہبان (بھی) ہے تو جو کچھ تم پر اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق تم بھی حکم دو اور جو حق بات اللہ کی طرف سے آ چکی ہے اس سے کترا کے ان لوگوں کی خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو اور ہم نے تم میں سے ہر ایک کے واسطے (حسب مصلحت وقت) ایک ایک شریعت اور خاص طریقہ مقرر کیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تم سب کے سب کو ایک ہی (شریعت کی) امت بنا دیتا مگر (مختلف شریعتوں سے اللہ کا) مقصود یہ تھا کہ جو کچھ تمہیں دیا ہے اس میں تمہارا امتحان کرے بس تم نیکیوں میں لپک کے آگے بڑھ جاؤ اور (یقین جانو کہ) تم سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تب (اس وقت) جن باتوں میں تم اختلاف

کرتے ہو وہ تمہیں بتادے گا اور (اے رسولؐ) ہم پھر کہتے ہیں کہ جو احکام اللہ نے نازل کئے ہیں تم اس کے مطابق فیصلہ کرواوران کی بیجا خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو بلکہ تم ان سے بچے رہو (ایسا نہ ہو کہ) کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے تم کو یہ لوگ بھٹکا دیں پھر اگر یہ لوگ (تمہارے حکم سے) منہ موڑیں تو سمجھ لو کہ اللہ ہی کی مرضی ہے کہ ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے انہیں مصیبت میں پھنسادے اور اس میں تو شک نہیں کہ بہتیرے لوگ بدچلن ہیں }۔(۵:۴۸۔۴۹)

تمام مندرجہ بالا و چند ذیلی آیات کے حوالوں سے تصدیق ہو رہی ہے کہ قرآن وہ کتاب ہے جو تمام انسانوں کے لیے ہدایت ورحمت ونعمت وعبرت اور نصیحت ہے بشرطیکہ وہ اس پر عمل کریں۔ ان آیات مبارکہ (۵:۴۸۔۴۹) میں خواہش نفسانی کی پیروی سے روکا گیا ہے۔

{اس میں بھی شک نہیں کہ یہ قرآن بنی اسرائیل پر ان کی اکثر باتوں کو جن میں یہ اختلاف کرتے ہیں ظاہر کر دیتا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ یہ (قرآن) ایمانداروں کے واسطے (ازسرتاپا) ہدایت ورحمت ہے }۔(۲۷:۷۶۔۷۷)

{(اے رسولؐ) بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو کیسی کیسی روشن نشانیاں دیں اور جب کسی شخص کے پاس اللہ کی نعمت (کتاب) آچکی اس کے بعد بھی اس کو بدل ڈالے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے }۔(۲:۲۱۱)

{ہم نے اس کو اسی طرح عربی زبان کا قرآن نازل فرمایا اور اس میں عذاب کے طرح طرح کے وعدے بیان کئے تاکہ یہ لوگ پرہیزگار بنیں یا ان کے مزاج میں عبرت پیدا کردے }۔(۲۰:۱۱۳)

{اور نہ تم طور کی کسی جانب اس وقت موجود تھے جب ہم نے (موسیٰؑ کو) آواز دی تھی مگر یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے تاکہ تم ان لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہیں ڈراؤ تاکہ یہ لوگ نصیحت وعبرت حاصل کریں }۔(۲۸:۴۶)

اس گفتگو سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ دنیا کی نصف سے کم آبادی اللہ تعالیٰ پر ایمان لائی ہے اور انبیاء ومرسلینؑ واوصیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام ایک وسیلہ ہیں اللہ اور عام انسانوں کے درمیان۔ ان تمام کتب الٰہی اور انبیاء واوصیاء نے یہی تصدیق فرمائی کہ زمین وآسمان وفرشتے وجن وانس ونباتات وحیوانات اور ہر شے کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔ دنیا کے باقی ماندہ نصف یا کچھ زائد انسان اسی حوالے سے سمجھ میں آئے۔ بظاہر یہ لوگ صرف قدرت کے قائل ہیں یا بتوں کی پوجا کرتے ہیں بالفاظ دیگر یہ آبادی لامذہب ہے لیکن سائنس کے اعتبار سے بہت ترقی

یافتہ بھی ہیں اور ترقی پذیر بھی۔ان کے پاس کوئی مستند کتاب نہیں کہ جسے یہ پیش کر سکیں۔مسلمان خوش قسمت ہیں کہ وہ قرآن حکیم کو پیش کر سکتے ہیں لیکن یہ سائنسی اعتبار سے ناتواں ہیں یہ ان کی خود بے عملی کا نتیجہ ہے ان کو اسلام تو یہ سبق دیتا ہے کہ علمی لحاظ سے انہیں دوسروں پر سبقت حاصل کرنا چاہئے تھی۔

جس طرح ایک سائنس داں یا محقق اپنا فرض سمجھتا ہے کہ وہ اپنی ایجاد یا تحقیق کے سلسلہ میں ایک مکمل مقالہ چھپواتا ہے تاکہ دوسرے لوگ فیض یاب ہوں بعینہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق (جن وانس) کو کسی زمانے میں بغیر ہدایت نہیں چھوڑا یعنی جناب آدمؑ جب پہلے تشریف لائے تو ان کو ہدایت کے ساتھ دنیا میں بھیجا اور آج بھی رسولؐ وآئمہ طاہرینؑ کا سلسلہ ہدایت کے ساتھ قائم ہے۔خلاقیت کی نسبت محض اللہ سے ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔اللہ کیا ہے اور انبیاء ومرسلین واوصیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کون ہیں یہ قرآن حکیم کے حوالے سے ہی غور وفکر ممکن ہے۔قرآن حکیم سے ان تمام امور کی تصدیق ہوتی ہے کہ جن وانس وفرشتے ونباتات وحیوانات اور اس کے علاوہ تمام اشیائے ارضی وسمٰوی اللہ تعالیٰ نے ہی خلق فرمائی ہیں اور وہی سب کی پرورش فرماتا ہے۔ خلاقیت وربوبیت شان الٰہی ہے موت وحیات اسی کے اختیار میں ہے۔وسیلہ انبیاء واوصیاء اور آئمہ طاہرین علیہم السلام اور سلسلہ ہدایت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے قائم ہے اس وسیلہ نے بھی اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک وخلاقیت سے تعبیر فرمایا۔

ذکر الٰہی اور وسیلہ ہدایت آیات کی روشنی میں ملاحظہ ہو:

{اور اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ بناؤ میں تم کو یقیناً اس کی طرف سے کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو پیغمبر آتا تو وہ اس کو جادوگر کہتے یا سڑی دیوانہ۔کیا یہ لوگ ایک دوسرے کو اس بات کی وصیت کرتے آتے ہیں۔(نہیں) بلکہ یہ لوگ ہیں ہی سرکش تو (اے رسولؐ) تم ان سے منہ پھیر لو تم پر تو کچھ الزام نہیں ہے اور نصیحت ا کئے جاؤ کیونکہ نصیحت مومنین کو تو فائدہ دیتی ہے اور میں نے جنوں اور آدمیوں کو اسی غرض سے پیدا کیا کہ وہ میری عبادت کریں نہ تو میں ان سے روزی کا طالب ہوں اور نہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلائیں۔اللہ خود بڑا روزی دینے والا زور آور زبردست ہے}۔(۵۱:۵۱۔۵۸)

((تفسیر۔ا۔ نصیحت کرنیوالوں کو دس چیزیں ضرور بیان کرنی چاہئیں تاکہ اسکا اثر ہو۔اللہ کی نعمت تکلیف وبلا کا ثواب، گناہوں کا عذاب، شیطانی وسوسے، دنیا کا زوال اور بے اعتباری، موت، قیامت، دوزخ کا عذاب، بہشت کا چین، خوف ورجا۔))

{(اے رسولؐ) تم دعا مانگو کہ اے اللہ تمام عالم کے مالک تو ہی جس کو چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو ہی جسکو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے... ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو (بڑھا کے) دن میں داخل کر دیتا ہے (تو رات بڑھ جاتی ہے) تو ہی دن کو (بڑھا کے) رات میں داخل کرتا ہے (تو دن بڑھ جاتا ہے) اور تو ہی بیجان (انڈا نطفہ وغیرہ) سے جاندار کو پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بیجان (نطفہ وغیرہ) نکالتا ہے اور تو ہی جسکو چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔} ۳:۲۶-۲۷

انسان اللہ تعالیٰ کی عظمت کا خیال نہیں کرتا۔ (تمام خلائق کا بیان مثلاً آسمان، انسان، سورج، چاند وغیرہ کی خلقت) سورۃ نوح آیات ۱۳-۲۰ ملاحظہ ہوں۔

[تمھیں کیا ہو گیا ہے کہ اللہ کی عظمت کا ذرا بھی خیال نہیں کرتے حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح کا پیدا کیا۔ کیا تم نے غور نہیں کیا کہ اللہ نے سات آسمان اوپر تلے کیونکر بنائے اور اسی نے ان میں چاند کو نور بنایا اور سورج کو روشن چراغ بنا دیا۔ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا پھر تمکو اسی میں دوبارہ لے جائیگا اور (قیامت میں اسی سے) نکال کھڑا کریگا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمھارے لئے فرش بنایا تا کہ تم اسکے بڑے بڑے کشادہ رستوں پر چلو پھرو۔] ۷۱:۱۳-۲۰

اللہ تعالیٰ یکتا معبودؐ تمام تخلیقات ارضی و سموی اللہ کی طرف سے ہیں النحل آیات ۱ تا ۲۳ ملاحظہ ہوں۔

{اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔

(اے کفار مکہ) اللہ کا حکم (قیامت) آ پہنچا تو (اے کافرو بے فائدہ) تم اس کی جلدی نہ مچاؤ جس چیز کو یہ لوگ شریک قرار دیتے ہیں اس سے اللہ پاک و پاکیزہ اور برتر ہے۔ وہی اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے وحی دیکر فرشتوں کو بھیجتا ہے کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو مجھ ہی سے ڈرتے رہو۔ اسی نے سارے آسمان اور زمین مصلحت اور حکمت سے پیدا کئے تو یہ لوگ جس کو اس کا شریک بناتے ہیں اس سے وہ (کہیں) برتر ہے۔ اس نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا پھر وہ یکا یک (ہم ہی سے) کھلم کھلا جھگڑنے والا ہو گیا۔ اسی نے چارپایوں کو بھی پیدا کیا کہ تمھارے لئے ان (کی کھال اور اون) سے جاڑوں (کا سامان) ہے۔ (اس کے علاوہ) اور بھی فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور جب تم انہیں سرشام چرائی پر سے لاتے ہو اور جب سویرے ہی سویرے چرائی پر لے جاتے ہو تو ان کی

وجہ سے تمھاری رونق بھی ہے اور جن شہروں تک بغیر جان کھپی کے پہنچ نہ سکتے تھے وہاں تک یہ چوپائے تمھارے بوجھ بھی اٹھائے لئے پھرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ تمھارا پروردگار بڑا شفیق مہربان ہے۔ اور اس نے گھوڑوں خچروں اور گدھوں کو (پیدا کیا) تا کہ تم ان پر سوار ہو اور (اس میں) زینت ہے اس کے علاوہ اور چیزیں بھی پیدا کرے گا جن کو تم نہیں جانتے اور (خشک و تر میں) سیدھی راہ (کی ہدایت) تو اللہ ہی کے ذمہ ہے اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو منزل مقصود تک پہنچا دیتا۔ وہ وہی (اللہ ہے) جس نے آسمان سے پانی برسایا جس میں سے تم پیتے ہو اور اس سے درخت شاداب ہوتے ہیں جن میں تم (اپنے مویشیوں کو) چراتے ہو۔ اسی پانی سے تمارے واسطے کھیتی اور زیتون اور خرمے اور انگور اگاتا ہے اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے)۔ اس میں شک نہیں کہ اس میں غور کرنے والے کے واسطے قدرت خدا کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اسی نے تمھارے واسطے رات کو اور دن کو اور سورج اور چاند کو (تمھارا) تابع بنا دیا ہے اور ستارے بھی اس کے حکم سے فرمانبردار ہیں کچھ شک ہی نہیں کہ اس میں سمجھ دار لوگوں کے واسطے یقیناً (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔ اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں تمھارے نفع کے واسطے پیدا کیں کچھ شک نہیں کہ اس میں بھی عبرت و نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے (قدرت خدا کی) بہت بڑی نشانی ہے۔ اور وہ ہی خدا ہے جس نے دریا، سمندر کو (بھی تمھارے) قبضہ میں کر دیا تا کہ تم اس میں سے (مچھلیوں کا) تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیور (کی چیزیں موتی وغیرہ) نکالو جن کو تم پہنا کرتے ہو اور تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ (آمد و رفت میں) دریا میں (پانی کو) چیرتی پھاڑتی آتی جاتی ہیں اور (دریا کو تمھارے تابع) اسلئے کر دیا کہ تم لوگ اس کے فضل (نفع و تجارت) کی تلاش کرو اور تا کہ تم شکر کرو۔ اور اسی نے زمین پر (بھاری بھاری) پہاڑوں کو گاڑ دیا تا کہ (ایسا نہ ہو) زمین تمھیں لے کر کہیں جھک جائے (اور تمھارے قدم نہ جمیں) اور (اسی نے) ندیاں اور راستے بنائے تا کہ (تم اپنی اپنی) منزل مقصود تک پہنچو (اسکے علاوہ رستوں میں) اور بہت سی نشانیاں ہیں اور بہت سے لوگ (ستارہ سے بھی) راہ معلوم کرتے ہیں تو کیا جو (اللہ اتنے مخلوقات کو) پیدا کرتا ہے وہ ان (بتوں) کے برابر ہو سکتا ہے جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے تو کیا تم (اتنی بات بھی) نہیں سمجھتے۔ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو تم نہیں گن سکتے ہو۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کچھ ظاہر بظاہر کرتے ہو اللہ جانتا ہے اور (یہ کفار) اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو (حاجت کے وقت) پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے (بلکہ) وہ خود بنائے ہوئے مردے ہیں۔ اور اتنی بھی خبر نہیں کہ (کب قیامت ہوگی، اور مردے) کب اٹھائے

جائینگے۔ تمھارا پروردگار یکتا خدا ہے تو جولوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے انکے دل ہی (اس وضع کے ہیں کہ ہر بات کا) انکار کرتے ہیں اور وہ بڑے مغرور ہیں۔ یہ لوگ جو کچھ چھپا کر کرتے ہیں اور جو ظاہر بظاہر کرتے ہیں۔ اللہ ضرور جانتا ہے۔ اور وہ ہرگز تکبر کرنیوالوں کو پسند نہیں کرتا۔ }۱۶:۱-۲۳

انسان کی تخلیق کا اظہار سورۃ التین کی آیت ۴ میں ملاحظہ ہو۔

{ کہ ہم نے انسان کو بہت اچھے کینڈے کا پیدا کیا۔ }۹۵:۴

دنیا کا ہر انسان اللہ ہی سے دعا مانگتا ہے- البقرۃ آیت ۱۸۶-

[(اے رسولؐ) جب میرے بندے میرا حال تم سے پوچھیں تو (کہہ دو کہ) میں ان کے پاس ہی ہوں اور جب مجھ سے کوئی دعا مانگتا ہے تو میں ہر دعا کرنیوالے کی دعا (سن لیتا ہوں اور جو مناسب ہو تو) قبول کرتا ہوں پس انہیں چاہئے کہ میرا ہی کہا مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ وہ سیدھی راہ پر آ جاویں-]۲:۱۸۶

[اور وہ تو وہی (قادر مطلق) ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور (اس وقت) اس کا عرش (فلک نہم) پانی پر تھا (اس نے آسمان و زمین کو اس غرض سے بنایا) تا کہ لوگوں کو آزمائے کہ تم میں زیادہ اچھی کارگزاری والا کون ہے اور (اے رسولؐ) اگر تم (ان سے) کہو گے کہ مرنے کے بعد تم سب کے سب دوبارہ (قبروں سے) اٹھائے جاؤ گے تو کافر لوگ ضرور کہہ بیٹھیں گے کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے-]۱۱:۷

اللہ قادر ہے اور اسی قدرت کی وجہ سے خلاقیت ممکن ہوئی- اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تخلیقات النحل کی آیات ۱ تا ۲۳ میں بھی بیان ہوئیں- لیکن صفات الٰہیہ اکثریت میں تخلیق سے ہی وقوع پذیر ہوئے اگر خلاقیت نہ ہوتی تو 'عبدٗ' نہ ہوتا اور کائنات کا وجودٗ 'عبدٗ' سے ہوا یہ نہ ہوتا تو معبود کا تعارف کون کراتا- معبودیت کی صفات کے مظہر نام یعنی 'رحمٰن' رحیم' مالک' سلام' مومن' مھیمن' 'عزیز' جبار' متکبر' خالق' باری' مصورٗ...... وغیرہ اسمائے گرامی نہ ہوتے- گزارش کا مقصد ہے کہ تخلیق کی حیثیت بڑی مرکزی ہے- چونکہ ذکر 'عبدٗ' کا آ گیا اس لئے چند آیات پیش کی جاتی ہیں- سورۃ بنی اسرائیل کی ۱-۲' الکھف کی ۱' الفرقان کی ۱' اور النجم کی ۱۰ ملاحظہ ہوں-

[اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔

وہ اللہ پاک و پاکیزہ ہے جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام (خانہ کعبہ سے مسجد اقصیٰ) تک کی سیر کرائی جس کے چوگرد ہم نے ہر قسم کی برکت مہیا کر رکھی ہے تاکہ اس کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں دکھائیں - اس میں شک نہیں کہ (وہ سب کچھ) سنتا (اور) دیکھتا ہے اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (توریت) عطا کی اور اسکو بنی اسرائیل کی رہنما قرار دیا -] (۱۷:۱-۲)

[اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔

ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر کتاب (قرآن) نازل کی اور اس میں کسی طرح کی کجی (خرابی) نہ رکھی (بلکہ) ہر طرح سے سدھ -] ۱۸:۱

[اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بڑا مہربان رحم والا ہے۔

(اللہ) بہت بابرکت ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر قرآن نازل کیا تاکہ سارے جہان کے لئے (اللہ کے عذاب سے) ڈرانے والا ہو -] ۲۵:۱

[اللہ نے اپنے بندے کی طرف جو وحی بھیجی سو بھیجی -] ۵۳:۱۰

بین الفرق 'عبد' کا نام گرامی حضرت محمد مصطفیٰؐ کے لئے آیا ہے - صرف ان آیات مبارکہ میں 'عبد' کے نام کا متفقہ فیصلہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مختلف فرقوں میں صلاحیت استنباط دی ہے - جہاں کہیں اختلاف ہوتا ہے وہ صرف نفس کی پیروی ہے - یہاں رب العالمین کا بھی اشارہ ہے کہ اس قسم کی آیات میں کہ جہاں نام نہ ہو صفات و کوائف یا احادیث کی مدد سے شخصیت یا اشخاص کا تعین کیا جائے اور اگر نیت میں خلوص ہو تو پھر یگانگت اور اتفاق رائے کا اظہار ہوتا ہے - اسی سلسلہ میں سورۃ کہف کی ۲۳ آیات (۶۰ تا ۸۲) میں جناب موسیٰؑ اور جناب خضرؑ کا تذکرہ ہے لیکن ان ۲۳ آیات میں بھی جناب خضرؑ کا نام نہیں ہے لیکن اہم فرقے اس پر متفق ہیں کہ یہ جناب خضرؑ ہیں - یہ بھی اللہ کا سخت امتحان ہے کہ اگر اخلاص نیت ہے تو ایسے مقامات پر ناموں میں فرق ہونا ہی نہیں چاہئے - اس کی تصدیق مزید سورۃ توبہ کی آیات ۱۲۴ - ۱۲۵ سے بھی ہوتی ہے -

[اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو بعض منافق (اِستہزاء کرتے اور) پوچھتے ہیں کہ اس

سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو ایمان زیادہ کیا اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں خباثت پر ایک اور خباثت بڑھا دی اور وہ مرے بھی تو کافر کے کافر-] ۹:۱۲۴-۱۲۵

آیات ۱۲۴، ۱۲۵ کے بموجب کسی نزول سورت (آیات) سے ہر صاحب ایمان ایک ہی نتیجہ پر پہنچتا ہے خواہ وہ آیات کسی فرد یا افراد کے بارے میں ہوں کیونکہ آیات سے ایمان والوں میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں- مومن کے لئے قرآن شفاء و رحمت ہے (۱۷:۸۲)- منافق (جس کے قلب میں مرض ہے) سوال کرتا ہے کہ اس سورت نے کس کا ایمان زیادہ کیا- اس سوال کے انجام میں یہ کافر ہی مرتا ہے کیونکہ ایمان نہیں ہے- آیات کے استنباط پر اختلافات کی بناء پر فرقے وجود میں آ گئے- یہ فرقے صرف آپس کی ضد اور کج بحثی کی وجہ سے وجود میں آئے- مختلف آیات ملاحظہ ہوں- المومنون کی ۵۳ اور البقرۃ کی ۲۶-۲۷ ملاحظہ ہوں-

[پھر انہوں نے آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اس سے خوش ہو رہا ہے-] ۲۳:۵۳

[بیشک اللہ مچھر یا اس سے بھی بڑھ کر (حقیر چیز کی) کوئی مثل بیان کرنے میں نہیں جھیپتا- پس جو لوگ ایمان لا چکے ہیں وہ تو بالیقین جانتے ہیں کہ یہ (مثل) بالکل ٹھیک ہے اور ان کے پروردگار کی طرف سے ہے- وہ لوگ جو کافر ہیں پس وہ بول اٹھتے ہیں کہ اللہ کا اس مثل سے کیا مطلب ہے- ایسی مثل سے اللہ بہتیروں کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور ایسی ہی (مثل) سے بہتیروں کو ہدایت کرتا ہے- مگر گمراہی میں چھوڑتا بھی ہے تو ایسے بدکاروں کو جو اللہ کے عہد و پیمان کو مضبوط ہو جانے کے بعد توڑ ڈالتے ہیں اور جن (تعلقات) کا اللہ نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور ملک میں فساد کرتے پھرتے ہیں یہی لوگ گھاٹا اٹھانے والے ہیں-] ۲:۲۶-۲۷

البقرہ کی ان دو آیات ۲۶-۲۷ میں بڑے صاف لفظوں میں وضاحت فرما دی کہ معاشرے میں فساد کون لوگ برپا کرتے ہیں- صاحب ایمان مچھر کی مثل سے بھی ہدایت حاصل کرتا ہے کہ یہ کسی خاص

مقصد کے لئے بیان (مثل) ہوئی ہے لیکن اس مثل سے جو گمراہی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ان کو بدکار کہا گیا اور انہیں کو فسادی ظاہر فرمایا گیا ہے- یہاں پر ارشاد الٰہی کی مخالفت کرنیوالا گمراہ اور فسادی ہے- اس دور میں بہت سے مسلمان (گمراہ) اس بحث میں الجھے ہوئے ہیں کہ رسول کا وسیلہ رحلت کے بعد ختم ہو گیا حالانکہ یہ یوم حساب (آخرت) میں بھی قائم رہیگا (۴۷:۱۰) (۸۹:۱۶)- جو لوگ گمراہ ہیں جائز باتوں (قرآن سے) کو بھی ناجائز بتارہے ہیں- وہ اسی قسم کی بحث میں پورے معاشرے کو الجھانا چاہتے ہیں یعنی خود بھی گمراہ اور فسادی ہیں اور پورے معاشرے کو گمراہ اور فسادی بنانا چاہتے ہیں- قرآن نے بھی دوٹوک الفاظ میں فرمادیا کہ جو بھی گمراہی میں پڑ جائے فسادی ہے- مومن و مسلمان ارشادات الٰہی پر بالکل مطمئن اور قائل نظر آتا ہے اس کے نزدیک ہر آیت حق و صداقت پر مبنی ہے- گمراہ کج بحثی پر اتر آتا ہے کج بحثی قلب میں مرض کا اظہار کرتی ہے- قلب میں مرض ہو تو منافقت آجاتی ہے اور یہی گمراہی ہے- ان آیات مبارکہ نے فسادی کی تشخیص آسان کردی- الانبیاء کی ۹۲-۹۳ اور الجاثیہ کی ۱۶-۱۷ فرقہ بندی پر ملاحظہ ہو-

[بیشک یہ تمہارا دین (اسلام) ایک ہی دین ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کرو اور لوگوں نے باہم (اختلاف کر کے) اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا (حالانکہ) وہ سب کے سب ہر پھر کے ہمارے ہی پاس آنیوالے ہیں (اس وقت فیصلہ ہو جائیگا)] ۲۱:۹۲-۹۳

[اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب (توریت) اور حکومت اور نبوت عطا کی اور انہیں عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کو دیں اور ان کو سارے جہان پر فضیلت دی- اور ان کو دین کی کھلی ہوئی دلیلیں عنایت کیں تو ان لوگوں نے علم آچکنے کے بعد بس آپس کی ضد میں ایک دوسرے سے اختلاف کیا- یہ لوگ جن باتوں میں اختلاف کررہے ہیں قیامت کے دن تمہارا پروردگار ان میں فیصلہ کردیگا-] ۴۵:۱۶-۱۷

الجاثیہ کی آیت ۱۷ وضاحت فرمارہی ہے کہ اللہ نے دین کے بارے میں مکمل دلائل دیکر اپنا حق ادا فرمادیا ہے یعنی ہر بات کا سمجھنا آسان ہے اور کسی شخصیت یا اشخاص کا تعین بالکل ممکن ہے لیکن محض ہٹ دھرمی کی وجہ سے اختلاف ہوتا ہے یہیں انسانی نفس کی پیروی کھل کر سامنے آجاتی ہے- ان اختلافی

مسائل کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں فرمائیگا- دنیاوی زندگی میں اس کو فیصلہ کرنیکی کوشش میں ایک دوسرے کوزدوکوب کرنیکی گنجائش ہی نہیں- یہی حکم الٰہی کے مترادف تصور کرنا چاہئے-سورۃ بقرۃ آیت ۲۱۳ بھی ملاحظہ ہو-

[(پہلے) سب لوگ ایک ہی دین رکھتے تھے پھر (آپس میں' جھگڑنے لگے تب) اللہ نے (نجات کی) خوشخبری دینے والے اور (عذاب سے) ڈرانیوالے پیغمبروں کو بھیجا اور ان کے ساتھ برحق کتاب بھی نازل کی تا کہ جن باتوں میں لوگ جھگڑتے تھے (کتاب خدا اس کا) فیصلہ کردے اور پھر (افسوس تو یہ ہے کہ) اس حکم سے اختلاف کیا بھی تو انہیں لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی تھی (اور وہ بھی) جب ان کے پاس اللہ کے صاف صاف احکام آچکے اس کے آپس کی شرارت سے تب اللہ نے اپنی مہربانی سے ایمانداروں کو وہ راہ حق دکھادی جس میں ان لوگوں نے اختلاف ڈال رکھا تھا اور اللہ جس کو چاہے راہ راست کی ہدایت کرتا ہے-] ۲:۲۱۳

کافر راہ حق سے روکنا چاہتا ہے اس لئے اس کے واسطے دردناک عذاب ہے-مختلف سورتوں سے چند آیات ملاحظہ ہوں-

[وہ اللہ ہی کا ہے (غرض سب کچھ) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور (آخرت میں) کافروں کے لئے جو سخت عذاب (مہیا کیا گیا) افسوسناک ہے وہ کفار جو دنیا کی زندگی کو آخرت پر (جو نعیم ابدی ہے) ترجیح دیتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ (پر چلنے) سے روکتے ہیں اور اس میں خواہ مخواہ کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں یہی لوگ بڑے پرلے درجہ کی گمراہی میں ہیں-] ۱۴:۲-۳

سورۃ ابراہیم آیات ۲-۳ میں ارشاد الٰہی ہے کہ ارض وسماوات میں سب اسی کا ہے- اللہ تعالیٰ عذاب کفار پر متاسف ہے-اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ انسان (خصوصاً کافر) اخروی زندگی کو دنیوی زندگی پر ترجیح دے-کفار ہی اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اس لئے گمراہی میں مبتلا ہیں-

[اور جب ان کے سامنے ہماری واضح وروشن آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو باہم کہتے تھے کہ یہ (رسولؐ) بھی تو بس (ہمارا ہی سا) ایک آدمی ہے یہ چاہتا ہے کہ جن چیزوں کو تمہارے باپ دادا پوجتے تھے ان

(کی پرستش) سے تم کو روک دے اور کہنے لگے کہ یہ (قرآن) تو بس نرا جھوٹ اور اپنے جی کا گڑھا ہوا ہے اور جو لوگ کافر ہو بیٹھے جب ان کے پاس حق کی بات آئی تو اس کے بارے میں کہنے لگے کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے۔] ۳۴:۴۳

سورۃ سبا کی آیت ۴۳ سے یہ پتہ چلا کہ حق کو کافر جادو کہتا ہے۔ دور حاضر میں گمراہ کرنیوالوں کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے اس لئے مسلمانوں کو حقائق و فرائض سے ہٹایا جارہا ہے۔ مسلمان عوام الناس اپنی لاعلمی کی وجہ سے گم کردہ راہ ہورہے ہیں۔ برصغیر (پاکستان و ہندوستان) کے مسلمانوں میں وسیلہ انبیاؑ و اوصیا علیہم السلام پر مکمل اعتقاد صدیوں سے چلا آرہا ہے اور یہ اعتقاد قرآنی آیات سے بھی مکمل ہم آہنگی رکھتا ہے۔ ان عقائد کے خلاف بدگمانی پیدا کرنا یا اس کو ناجائز قرار دینا منافقت ہے۔ گمراہ سب کو اپنا جیسا کرنا چاہتا ہے (۵:۷۷)۔ انسان (منافق) تو حضورؐ تک کی گمراہی کے لئے کوشش کرتا لیکن اللہ تعالیٰ کو سب کچھ علم تھا اس نے بچایا۔ النساء کی آیت ۱۱۳ ملاحظہ ہو۔

[اور (اے رسولؐ) اگر تم پر اللہ کا فضل (وکرم) اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ان (بدمعاشوں) میں سے ایک گروہ تم کو گمراہ کرنے کا ضرور قصد کرتا حالانکہ وہ لوگ بس اپنے آپ کو گمراہ کررہے ہیں اور یہ لوگ تمہیں کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اللہ ہی نے تو (مہربانی کی کہ) تم پر اپنی کتاب اور حکمت نازل کی اور جو باتیں تم نہ جانتے تھے تمہیں سکھا دیں اور تم پر تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔] ۴:۱۱۳

تخلیق کا مسئلہ فی الحال زیر بحث نہیں اور موجودہ موضوع توحید الٰہی اور وسیلہ انبیا و اوصیا علیہم السلام اور اس کے علاوہ وسیلہ سے دعا مانگنا یا یہ سمجھنا کہ انبیا و اوصیا علیہم السلام کی سفارش اللہ کے نزدیک آخرت (یوم حساب) میں کام آئیگی (۲۰:۱۰۹)۔ یہ سب درست ہے۔ یہ وسیلے اللہ نے ہی قائم فرمائے ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان رابطہ انبیاء و آئمہ طاہرین علیہم السلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت ہے۔ اس میں کسی کو اختیار نہیں کہ یہ رابطہ یا وسیلہ کیوں بنایا گیا۔ مخلوق کا کام صرف ہدایت کی فرمانبرداری ہونا چاہئے کیونکہ ہدایت اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ انسان کو سب کچھ علم ہے پھر بھی ہدایت برداشت نہیں ہے التغابن آیات ۶-۷ اور ھود کی آیت ۲۷ ملاحظہ ہوں۔

[یہ اس وجہ سے کہ ان کے پاس ان کے پیغمبر واضح و روشن معجزے لے کر آ چکے تو کہنے لگے کیا آدمی ہمارے ہادی بنیں گے غرض یہ لوگ کافر ہو بیٹھے اور منہ پھیر بیٹھے اور اللہ نے بھی (ان کی) پروانہ کی اور اللہ تو بے پرواہ سزاوار حمد ہے- کافروں کا خیال یہ ہے کہ یہ لوگ دوبارہ نہ اٹھائے جائیں گے- (اے رسولؐ) تم کہدو کہ ہاں اپنے پروردگار کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر جو جو کام تم کرتے رہے اس کے بارے میں تمکو ضرور بتا دیا جائیگا اور یہ کام اللہ پر آسان ہے-] ۶۴:۶-۷

بیشک اللہ چاہتا تو چھپی ہوئی کتاب بھی نازل فرما دیتا (۶:۷-۸) کسی پیغمبر کی ضرورت نہ ہوتی- انسانوں کے مختلف قسم کے اعتراض ہیں کہ اللہ کو ہر شخص کو براہ راست ہدایت کرنی چاہئے تھی- کسی بڑے آدمی کے ذریعہ ہدایت آتی- اس قسم کی باتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بھی انسان کی نفسیات یا مزاج کی مکمل عکاسی فرمائی ہے- اس تناظر میں انسان کو سمجھا جائے ورنہ یہ اتنا پیچیدہ ہے کہ سمجھ میں آنا دشوار ہے- درحقیقت یہ اعتراضات انہیں لوگوں کی طرف سے ہیں کہ جو وسیلے (انبیاء و اوصیاء) سے کسی طور بغض و حسد رکھتے ہیں انسان اپنے جیسے بظاہر انسان کو اس اعلیٰ مرتبہ (نبوت و امامت) پر فائز دیکھ کر حاسد ہو کر یا تو کفر ہی میں مبتلا رہتا ہے اور مسلمان ہو کر بھی منافق کا کردار ادا کرتا ہے اگر توفیق الٰہی ہو تو پھر ہدایت کو تسلیم کر کے ایمان لے آتا ہے- اس سبب سے آج بھی روئے زمین پر نصف سے زائد آبادی شرک و کفر میں مبتلا ہے- مختلف آیات پیش کی جاتی ہیں تا کہ ان باتوں کی وضاحت ہو جائے-

[اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص اس کا متمنی ہے کہ اسے کھلی ہوئی (آسمانی کتابیں) عطا کی جائیں- یہ تو ہرگز نہ ہوگا بلکہ یہ تو آخرت ہی سے نہیں ڈرتے-] ۷۴:۵۲-۵۳

[اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دو بستیوں (مکہ طائف) ۱ میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا-] ۴۳:۳۱

(تفسیر- ۱- حجاز میں حضرت رسولؐ کی بعثت کے وقت بھی دوسرے شہر تھے اور یہیں کے باشندے معزز و ممتاز اور ہر بات میں لائق و فائق سمجھے جاتے تھے- اور اب بھی شہر والے اپنے کو ایسا ہی سمجھتے ہیں اور دیہاتیوں پر فخر کرتے ہیں حالانکہ واقعہ بالکل اسکے خلاف ہے اور یہ کفار کے قول کی حکایت

ہے-)

اب جن انسانوں نے دین (اسلام) کو تسلیم کیا ہے وہ یہود و نصاریٰ اور مسلمان ہیں ان کی آبادی تقریباً نصف ہے- پھر ان تینوں نے بھی فرقے بنالئے- ان کو صرف تین شریعتوں پر عمل کرنا تھا- الانعام کی آیت ۱۵۹ مختلف فِرَق کے بارے میں ملاحظہ ہو-

[بیشک جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور کئی فریق بن گئے تمہیں ان سے کچھ سروکار نہیں- ان کا معاملہ تو صرف اللہ کے حوالے ہے پھر جو کچھ وہ (دنیا میں نیک یا بد) کیا کرتے تھے وہ انہیں بتادیا جائیگا-]۶:۱۵۹

(تفسیر ا- جب ہی تو رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی امت کے اکہتر فرقے تھے ان میں سے ایک ناجی باقی ناری- حضرت عیسیٰؑ کی امت کے بہتر فرقے تھے ان میں سے ایک ناجی باقی ناری اور ہماری امت کے تہتر فرقے ہونگے ایک ناجی باقی ناری- اور ناجی فرقے کی پہچان یہی بتادی کہ قرآن و اہل بیت کی پیروی کا حکم دے دیا)

الانعام کی آیت ۱۵۹ سے یہ نتیجہ نکلا کہ فرقوں کی گنجائش تھی ہی نہیں اس لئے فرقوں کا بنانا ہی انسان کا وسیلے (انبیاء و اوصیاء) کو نظر انداز کرنا ہے یعنی یہ بھی حق سے روگردانی ہی ہے- کبھی انسان یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ ایمان لے آیا- ارشاد الٰہی ہے کہ رسولؐ یہ ایمان ہی نہیں لائے (۸:۲) یعنی قرآن اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے- یہ نفسیاتی کیفیت کا اظہار ہے- اس سے زیادہ منافقت اور کیا ہوگی کہ انسان کہتا کچھ اور عمل کچھ اور کرتا ہے- کلام الٰہی کا یہی معجزہ ہے کہ ذرا سا بھی غور کیا جائے تو پڑھنے والے کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ انسان اس وقت بھی وہی کچھ عمل کرتا ہے کہ جو بیان فرمایا گیا ہے خواہ مشرک ہو یا کافر، یہودی، نصرانی، مسلمان یا مومن اور منافق ہو- ان کے اعمال کو اس کلام کی روشنی میں دیکھا جا سکتا ہے- مشرک و کافر تو درکنار لیکن جو دین پر ایمان لانے کا دعویٰ کر رہے ہیں یعنی یہود و نصاریٰ اور مسلمان یہ کتنے ایماندار اور کیسے ایماندار ہیں؟ یہ تینوں گروہ مجموعی طور پر دو سو سولہ فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں- انسانوں کی اکثریت اس طرح محض ایک جھوٹ کا پلندہ ہے- پھر غور کیا جائے تو یہ ساتوں

طرز (مشرک، کافر......) کے افراد اس نظریہ "اِنَّ الدین عند اللہ الاسلام" کے تحت سمٹ کر دو ہی طرح کے رہ جائیں گے یعنی جو اللہ کے دین پر ایمان لائے اور دوسرے وہ جو ایمان نہ لائے یا ایمان لا کر پھر گئے- جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے جنتی اور جو ایمان نہ لائے اور مرتد جہنمی (۴۷:۱۲) ہیں-

اللہ تعالیٰ خالق ہونیکی وجہ سے انسان کی مکمل نفسیاتی کیفیت بیان فرماتا ہے- العنکبوت- آیت ۶۱ ملاحظہ ہو-

[اور (اے رسولؐ) اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے سارے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور چاند اور سورج کو کام میں لگایا تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے- پھر وہ کہاں بہکے چلے جا رہے ہیں-]۲۹:۶۱

العنکبوت آیت ۶۱ میں اللہ تعالیٰ تخلیق کے بارے میں جو آسمان و زمین اور چاند و سورج سے متعلق ہے اظہار فرما رہا ہے کہ انسان کو سب کچھ علم ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کو وحدہ لاشریک سمجھ کر ہی تخلیقات کا قائل ہے لیکن پھر بھی گمراہی اختیار کیئے ہوئے ہے اور ایمان نہیں لاتا- اس کے علاوہ آیت ۶۳ بھی ملاحظہ ہو-

[اور (اے رسولؐ) اگر تم ان سے پوچھو کہ کس نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرنے (پڑتی ہونے) کے بعد زندہ (آباد) کیا تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ نے- (اے رسولؐ) تم کہدو الحمد للہ- مگر ان میں سے بہتیرے (اتنا بھی) نہیں سمجھتے-]۲۹:۶۳

آیت ۶۳ میں زمین کے زرخیز وغیرہ ہونے کے متعلق اظہار ہے کہ پانی نے یہ سب کرشمہ کیا انسان جانتا ہے کہ یہ اللہ نے ہی کیا لیکن انسان کا مزاج یا نفسیاتی کیفیت ایسی ہے کہ ان کی اکثریت ایمان نہیں لاتی اور ایمان نہ لانے کے مقصد سے نتیجہ یہی نکل رہا ہے کہ سمجھتے نہیں حالانکہ سب جانتا ہے یہ بھی آیت سے ظاہر ہے- سوائے خالق حقیقی یہ انسان کی نفسیاتی حالت کون ماہر نفسیات بیان کر سکتا ہے کہ جس سے تناسب آبادی کا بھی (کروڑوں یا اربوں کافر و مشرک) تعین ہو رہا ہے- یہاں سورۃ بنی اسرائیل آیت ۶۷ بھی غور طلب ہے-

[اور جب سمندر میں کبھی تمکو کوئی تکلیف پہنچی تو جن کی تم عبادت کیا کرتے تھے غائب (غلا) ہو گئے مگر بس وہی (ایک اللہ یاد رہتا ہے) اس پر بھی جب اللہ نے تمکو چھٹکارا دیکر خشکی تک پہنچا دیا پھر تم اس

سے منہ موڑ بیٹھے اور انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔]۱۷:۶۷

آیت ۶۷ خود اس بات کی تصدیق فرما رہی ہے کہ انسان اللہ کو پہچان بھی رہا ہے کہ مصیبت کے وقت کا اللہ تعالیٰ (وحدہ لاشریک) ہی ساتھی ہے مگر راہ فرار اختیار کیئے ہے لیکن کافر و مشرک سیدھی راہ کی دانائی رکھتا ہے اور جب جان جانے کا خطرہ یا خوف ٹل جاتا ہے تو پھر نفس کی پیروی شروع کر دیتا ہے۔ اس نادانی کی وجہ سے وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتا بلکہ غیر اللہ (بتوں) کو وسیلہ بھی بنالیتا ہے اور پرستش (بتوں کی) بھی کرتا ہے۔ سورۃ عنکبوت آیت ۶۵ پر غور کیجئے۔

[پھر جب یہ لوگ کشتی میں سوار ہوتے ہیں تو نہایت خلوص سے اس کی عبادت کرنیوالے بن کر اللہ سے دعا کرتے ہیں پھر جب انہیں خشکی میں (پہنچا کر) نجات دیتا ہے تو فوراً شرک کرنے لگتے ہیں۔]۲۹:۶۵

العنکبوت آیت ۶۵ سے استنباط ہوتا ہے کہ انسان موت سے خائف ہو کر اللہ ہی کو پکارتا ہے لیکن انکار اور احسان فراموشی سب عمداً ہوتی ہے کیونکہ وہ نفس کی پیروی کرتا ہے۔ اس آیت و دیگر سے یہ بھی معلوم ہو رہا ہے کہ جب موت کا خطرہ ٹل جاتا ہے تو کس تیزی سے انسان (مشرک و کافر) ایمان کو تبدیل کر کے احسان فراموشی کے ساتھ شرک و کفر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ یہ راہ فرار اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔

بنی اسرائیل کی ۶۷ اور العنکبوت کی ۶۵ سے دنیا کی نصف سے زائد آبادی (مشرک و کافر) کی نفسیاتی کیفیت کا پتہ چلا کہ پانی میں پہنچ کر موت کے خوف سے یہ دونوں (مشرک و کافر) اللہ کو وحدہ لاشریک جانتے ہیں مگر ایمان نہیں لاتے۔ صرف سلامتی کی دعا (بارگاہ الٰہی میں) مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی اس کیفیت کا اظہار فرماتا ہے۔ اللہ اپنی مخلوق (حتیٰ کہ مشرک و کافر) پر کس قدر مہربان ہے اور دعاؤں کا سننے والا ہے۔ اس قول الٰہی کا اظہار اس وقت بھی ہوا کہ جب فرعون (مشرک بادشاہ خدائی کا دعویدار) خود پانی میں غرق ہوتے وقت اللہ پر ایمان لایا (اللہ وحدہ لاشریک قابل عبادت ہے)۔ فرعون خود اپنی نفسیاتی کیفیت سے اس قول الٰہی سے مطابقت رکھتا ہے۔ سورۃ یونس کی آیت ۹۰ ملاحظہ ہو۔

[اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے اس پار کر دیا۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر نے سرکشی کی اور

شرارت سے ان کا پیچھا کیا یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ جس خدا پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں میں بھی اس پر ایمان لاتا ہوں اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرمانبردار بندوں سے ہوں (اب مرنے کے وقت ایمان لاتا ہے)۔]۱۰:۹۰

(تفسیر-۲-فرعون کا لشکر جو حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم کا پیچھا کیئے جا رہا تھا سولہ لاکھ تھا اور سب کے سب گھوڑوں پر سوار اور سروں پر خود رکھے ہوئے تھے-اور حضرتؑ اپنی مٹھی بھر فوج کے پیچھے اور حضرت ہارونؑ آگے آگے تھے جب بنی اسرائیل یہ عظیم الشان لشکر دیکھ کر گھبرائے تو خدا کے حکم سے حضرت موسیٰؑ نے چھڑی ماری اور دریا پھٹا اور چونکہ بنی اسرائیل کے بارہ قبیلے تھے اس لئے ہر ایک کے واسطے جداگانہ راہ بنائی گئی اور ہر ایک دوسرے سے الگ تھلگ جانے لگا- یہ خیال کرکے بولے اے موسیٰؑ ہم لوگ آپس میں ایک دوسرے کو دیکھتے نہیں ہیں ایسا نہ ہو وہ لوگ ڈوب جائیں تو خدا نے درمیان کے پانی کی دیواروں میں جالیاں بنادیں کہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے- جب فرعون دریا کے کنارے پہنچا تو دریا میں کھلا ہوا راستہ دیکھ کر جانا چاہا مگر اس کا گھوڑا بدکا- آخر جبرائیلؑ ایک گھوڑی پر سوار ہو کر آگے بڑھے- پھر تو فرعون اپنے گھوڑے کو ہزار بار روکتا رہا مگر نہ رکا-اور جب سارا لشکر دریا کے اندر آ گیا تو پانی مل کر ایک ہو گیا اور سب کے سب ڈوب مرے-)

سورۃ یونس آیات ۹۱-۹۲ بھی ملاحظہ ہوں-

[حالانکہ تو اس سے پہلے نافرمانی کر چکا اور تو تو فسادیوں میں سے تھا-تو آج ہم (تیری روح کو تو نہیں مگر) تیرے بدن کو (تہ نشین ہونے سے) بچائیں گے تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لئے عبرت (کا باعث) ہو اور اس میں تو شک نہیں کہ بہتیرے لوگ ہماری نشانیوں سے یقیناً بے خبر ہیں-]۱۰:۹۱-۹۲

سورۃ یونس آیات ۹۱-۹۲ سے ظاہر ہے کہ فرعون کا جسم آج بھی باقی ہے لیکن روح نکل گئی آیت ۹۰ میں فرعون کی جس شرارت کی نشاندہی ہو رہی ہے وہ محض اس کے جسم میں روح کی وجہ سے تھی- دنیا کا ہر انسان جانتا ہے کہ اس کے جسم میں روح کی کرشمہ سازیاں کیا ہیں- روح نکلنے کے بعد جسم محض مٹی کا ڈھیر

رہ جاتا ہے- روح نظر نہ آنیوالی ایسی طاقت ہے کہ انسان کے جسم میں حرارت وحرکت وسماعت و بصارت وگویائی اور دیگر تمام دماغی اور اندرونی افعال کو برقرار رکھتی ہے لیکن روح کے جسم سے اخراج کے بعد یہ تمام افعال بھی مردہ ہو جاتے ہیں- انسان غور وفکر سے عموماً چشم پوشی کرتا ہے- اگر انسان صرف اس روح پر ہی غور کرے کہ جسم میں کتنے طبیعاتی عمل انجام دیئے جاتے ہیں کہ تنہا روح کی طاقت بیک وقت طبیعاتی وکیمیاوی عمل جاری رکھتی ہے- نیکی یا برائی کی صلاحیت اسی سے ممکن لیکن اللہ نیکی کرنے کی ہدایت دیتا ہے برائی سے روکتا ہے- اس حیات کے عمل کو قائم رہنے کے لئے متوازن غذا اور پانی وغیرہ درکار ہوتا ہے- بڑے سے بڑے سائنسدانوں کے لئے روح آج بھی بہت بڑا اللہ کا دعویٰ ہے- اس بارے میں انسان بالکل لاعلم ہے- جو چیز کہ انسان کی بقا کے لئے اتنی اہم اور جسم کا جز ہی نہیں بلکہ کل ہی کہا جائے کیونکہ اس واحد (روح) کے بارے میں جسم کے اندر اتنی صفات کو برقرار رکھنے کا علم ہونے کے باوجود یعنی روح جسم کو مکمل متحرک رکھتی ہے پھر بھی انسان اس کی حقیقت سے لاعلمی رکھتا ہے- اس سے زیادہ مجبوری انسان کی اور کیا ہوگی- اسی طرح اللہ تعالیٰ ایک نظر نہ آنیوالی طاقت وقدرت ہے کہ جس کے اثرات وصفات نمایاں ہیں روح بھی ایک ایسا اثر اور صفت ہے- ڈاکٹر (معالج) ہو کہ کوئی سائنسداں روح کو جسم کی مفارقت سے نہیں روک سکتا اور جب جسم سے پرواز کر جائے تو کسی کی کیا مجال کہ دوبارہ اسے مردار جسم میں داخل کر دے سوائے اس کے کہ جس کو اللہ کی طرف سے اجازت ہو جیسا کہ جناب عیسیٰؑ کو یہ معجزات عطا ہوئے تھے- المائدۃ آیت ۱۱۰ ملاحظہ ہو-

[(وہ وقت یاد کرو) جب اللہ فرمائیگا کہ اے مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ ہم نے جو احسانات تم پر اور تمہاری ماں پر کئے انہیں یاد کرو جب ہم نے روح القدس (جبرئیل) سے تمہاری تائید کی کہ تم جھولے میں (پڑے پڑے) اور ادھیڑ ہو کر (یکساں) باتیں کرنے لگے اور جب ہم نے تمہیں لکھنا اور عقل ودانائی کی باتیں اور توریت وانجیل (یہ سب چیزیں) سکھائیں اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے چڑیا کی مورت بناتے پھر اس پر (کچھ) دم کر دیتے تو وہ میرے حکم سے (سچ مچ) چڑیا بن جاتی تھی اور تم میرے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتے تھے اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو (زندہ کر کے قبروں

سے) نکال کھڑا کرتے تھے اور جس وقت تم بنی اسرائیل کے پاس معجزے لے کر آئے اور اس وقت میں نے ان کو تم (پر دست درازی کرنے) سے روکا تو ان میں سے بعض کفار کہنے لگے یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے-] ۵:۱۱۰

جس طرح کہ جناب عیسیٰؑ کو معجزے عطا ہوئے کہ جیسا المائدۃ آیت ۱۱۰ میں اظہار ہو رہا ہے اس طرح جناب ابراہیمؑ کو عطا نہیں ہوئے تھے اس لئے جب آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست فرمائی تو اجازت دی گئی کہ دیکھیں اللہ کس طرح مردوں کو زندہ فرماتا ہے- البقرہ آیت ۲۶۰ ملاحظہ ہو-

[اور (اے رسولؐ وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ابراہیمؑ نے (خدا سے) درخواست۱ کی کہ اے میرے پروردگار تو مجھے بھی تو دکھا دے کہ تو مردہ کو کیونکر زندہ کرتا ہے خدا نے فرمایا کیا تمہیں یقین نہیں ابراہیمؑ نے عرض کی (کیوں نہیں) یقین تو ہے (مگر آنکھ سے اس لئے دیکھنا چاہتا ہوں) کہ میرے دل کو پورا اطمینان ہو جائے- فرمایا (اچھا اگر یہ چاہتے ہو) تو ۲ چار پرندے لو اور ان کو اپنے پاس منگوالو (اور ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو) پھر ہر پہاڑ پر انکا ایک ایک ٹکڑا رکھ دو اس کے بعد ان کو بلاؤ (پھر دیکھو تو کیونکر) وہ سب کے سب تمہارے پاس دوڑتے ہوئے آتے ہیں اور سمجھ رکھو کہ خدا بیشک غالب اور حکمت والا ہے-] ۲:۲۶۰

(تفسیر-۱- حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس وجہ سے کی تھی کہ حضرت عزرائیل نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ خدا آپ کو اپنی دوستی کے مرتبہ پر فائز کرے گا اور اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ آپ کی خاطر مردہ جلائے گا- اس اشتیاق میں حضرت ابراہیمؑ نے شدید انتظار کے بعد موقع پا کر یہ درخواست کی جو پوری ہو کر رہی اور حضرت ابراہیمؑ نے یہ درخواست اس وقت کی تھی جب خدا نے آپ کو آسمان و زمین کی سیر کرائی تو آپؑ نے دریا کے کنارے ایک مردہ کو دیکھا جس کا آدھا بدن پانی میں اور آدھا خشکی میں تھا اور پانی کے حصہ کو دریا کے جانور کھاتے اور اوپر کے حصہ کو خشکی کے جانور کھاتے جاتے ہیں اور پھر باہم لڑتے اور ایک دوسرے کو بھی کھائے جاتے تھے- یہ دیکھ کر حضرت ابراہیمؑ کو تعجب ہوا اور دعا کی-)

(تفسیر-۲- ایک روایت میں ہے کہ وہ چاروں پرند گدھ، بط، مور، مرغ تھے- اور آپ نے سب کے

ٹکڑے کر کے سب کو ملا دیا اس کے بعد سب کو کوٹ پیس کر میدہ کر دیا کہ سب ایک ہو گیا اس کے بعد دس حصے کر کے پہاڑوں پر رکھ دیئے اور چاروں کی چونچیں اپنے پاس رکھیں اس کے بعد چاروں کو پکارا تو ایک ایک ریزہ ریزہ اپنی جگہ سے اڑ کر چونچ سے جا ملا اور اصلی صورت پر آ گیا اور حضرت ابراہیمؑ قصداً ایک کی چونچ دوسرے کے بدن میں ملاتے تھے مگر وہ اس سے ہٹ کر اپنی ہی چونچ کی طرف رخ کرتا تھا۔)

المائدۃ آیت ۱۱۰ اور البقرہ ۲۶۰ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء اولوالعزم کو بھی مختلف علوم و معجزات عطا فرمائے لیکن انتہائی غور طلب نکتہ آیت ۱۱۰ میں ارشاد ہوا کہ جناب عیسیٰؑ صرف دم کر کے مردہ کو بھی زندگی بخشتے تھے۔ اللہ کے کلام میں یہ صفت ہے اور یہی معجزہ ہے کہ بغیر کسی دوا یا بیرونی شے کی مدد کے یہ حیات حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر یا حکیم اور کوئی دوسرا معالج دوا یا اشیاء کا محتاج رہتا ہے تاکہ مریض صحتیاب ہو لیکن یہ لوگ اور سائنسداں کسی مردہ کو زندہ نہیں کر سکتے۔ مومن کے لئے بھی اللہ کے کلام میں شفاء و رحمت ہے (۸۲:۱۷)۔ اس کلام سے کافر و مشرک اور منافق مستفیض نہیں ہو سکتے جب تک مزاج میں تبدیلی نہ لائیں یعنی اسلام قبول کریں۔ گفتگو روح کے بارے میں جاری ہے کہ اللہ تعالیٰ مکمل اقتدار و اختیار رکھتا ہے وہ جسے چاہے اس اختیار کو منتقل فرمائے جیسا کہ جناب عیسیٰؑ و ابراہیمؑ کے متعلق مثالیں دی گئیں (۵:۱۱۰) (۲:۲۶۰)۔ بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ میں روح کا ذکر ملاحظہ ہو۔

[اور (اے رسولؐ) تم سے لوگ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تم کہہ دو کہ روح میرے پروردگار کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔] ۸۵:۱۷

بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ سے واضح ہے کہ انسان کو روح پر اختیار ہی نہیں اور اسے بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے۔ انسان کو قربت و متحرکات روح کا علم تو بیشک ہے کیونکہ خود اس کے حرکات و سکنات قائم ہیں پھر بھی حقیقت روح سے لاعلم۔ اس علم کے باوجود کہ اللہ قادر و خالق مطلق ہے انسان اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری عموماً نظر انداز کرتا ہے اور خصوصاً اس علم کے بعد کہ سائنسی ایجادات و نیرنگیاں محض سائنسداں کی روح ہی کی مرہون منت ہیں۔ ہر عمل یا اعمال (نیکی یا بدی) میں نیت کا دخل ہے۔ اگر انسان (خواہ سائنسداں ہو) نیک نیت رکھے تو عمل بھی نیک ہوگا۔ نیت بدی کی ہو تو عمل بھی برا ہی برآمد

ہوگا-عموماً سائنسداں بھی بدنیتی (اس نیت کا مسئلہ بھی ایمان لانے پر ہے کیونکہ مشرک و کافر اور منافق ایمان نہیں لاتا) سے کام کرتا ہے اور ان میں بڑے تخریب کار بھی گزر رہے ہیں- سائنسداں اور انجینیئروں نے مل کر بڑے کارنامے انجام دیئے جو کہ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے انتہائی ضروری ہیں لیکن بعض اوقات فلاح و بہبود کی اشیا کو تخریب کاری کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے اس لئے ''نظریہ'' یا ''نیت'' کا مسئلہ ہے کہ انسان تعمیری (حق) یا تخریبی (باطل) نیت پر کارفرما ہے- اس مسئلہ کی وضاحت مزید معمولی سی مثال سے ہوگی-

چاقو کا استعمال ہر گھر میں ہے- اس کا غلط استعمال بھی کیا جاسکتا ہے مثلاً کسی انسان کو بغیر سبب کے قتل کر دیا جائے تو یہی برائی (باطل) ہوگی- اللہ نے صرف ایک قتل کی بڑی مذمت فرمائی ہے- المائدۃ آیت ۳۲ (جزوی) ملاحظہ ہو-

[اسی سبب سے تو ہم نے بنی اسرائیل پر واجب کر دیا تھا کہ جو شخص کسی کو نہ جان کے بدلے میں اور نہ ملک میں فساد پھیلانے کی سزا میں (بلکہ ناحق) قتل کر ڈالیگا تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کر ڈالا- اور جس نے ایک آدمی کو جلا لیا تو گویا اس نے سب لوگوں کو جلا لیا-] ۵:۳۲ (جزوی)

المائدۃ آیت ۳۲ (جزوی) پر غور کیا جائے تو تمام انبیاء و اوصیاء کا عمل اسی پر رہا ہے- جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کا بھی یہی پیغام تھا کہ کسی کو ناجائز قتل نہ کیا جائے اور قتل کسی کا ہو یا خودکشی ناجائز یا باطل ہیں- خودکشی اسی لئے حرام کہ انسان خود اپنی تخلیق (اپنے جیسا پیدا کرنے) سے عاجز ہے- یہ اختیار و حکم صرف اللہ ہی کا ہے کہ قتل احکامات کے تحت ہو- کسی مسلم معاشرے میں قتل و غارتگری نہیں ہوسکتی پھر یہ کام منافق و مرتد ہی انجام دیں گے- اس جزوی آیت ۳۲ کے تحت صرف ایک قتل پر مذمت کو مدنظر رکھا جائے- دین اسلام میں کہیں دہشت گردی کا تصور نہیں خواہ وہ جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ یا حضورؐ کا موجودہ دور ہو- یہی نہیں بلکہ انبیاء ماسبق بھی اسی اصول پر کارفرما تھے- دین اسلام میں اصول دفاع ہے یعنی کسی حملہ آور کو منہ توڑ پامردی سے جواب دیا جائے- جارح کا مقابلہ کیا جائے- یہی جہاد ہے-

سائنسی ایجادات تعمیری بھی ہیں اور تخریبی بھی لیکن ایجادات میں از خود عموماً کوئی برائی نہیں بشرطیکہ

نیک نیتی کو مدنظر رکھا گیا ہو- فلاح و بہبود کی ایجادات بس‘ ٹرک‘ ٹرین‘ سمندری جہاز‘ ہوائی جہاز‘ ریڈیو‘ ٹی وی‘ ٹیلی فون‘ ادویات‘ اوزار‘ مختلف مشینیں وغیرہ ہیں- ان تمام کو تخریب کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے مثلاً ان تمام کو کسی بے مقصد جنگ یا فوج کشی کیلئے بھی کام میں لایا جاسکتا ہے- اس صورت میں جو بھی سیاستداں یا فوجی شامل ہوں گے وہ ذمہ دار ہوں گے لیکن ان تمام کی ایجادات میں سائنسداں اور انجنیئر وغیرہ کی نیت فلاح و بہبود کی تھی- تخریبی ایجادات ایٹمی بم‘ ہتھیار حرب وضرب (مختلف اقسام) زہریلی گیس وغیرہ ہیں- اس قسم کی ایجادات جو کہ محض تخریب سے متعلق ہیں خصوصاً سیاستداں اور سائنسداں وغیرہ کے گٹھ جوڑ سے معرض وجود میں آئی ہیں- سائنسدانوں نے بھی صرف مال کی لالچ یا مملکت کے دباؤ کے تحت یہ تخریبی ایجادیں کیں- یہ صرف بدترین قسم کی دہشت گردی ہے کہ جس سے تمام دنیا کے لوگوں کے لئے بڑی بھیانک اور خوفناک صورت حال ہر وقت سامنے ہے کہ کسی وقت کوئی مخبوط الحواس سیاستداں یا فوجی کوئی ایٹمی جنگ شروع کردے تو کتنا انسانیت سوز واقعہ ہوگا جو کہ دین (اسلام) کی بدترین مخالفت کا نتیجہ ہوگا- کوئی دیندار انسان ایسا نہیں کرسکتا- اس قسم کی جنگ کوئی مشرک وکافر ومرتد اور منافق ہی کرسکتا ہے لیکن صاحبان ایمان کو بھی جہاد یا دفاعی جنگ کا حق ہے اس لئے مسلمانوں کو بھی دفاع کے اخلاقی و دینی جواز ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے مسلمانوں کو عموماً اس زمانہ میں سائنسی علوم و تحقیق سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے کیونکہ پچاس برس گزرنے کے بعد بھی عموماً مسلم ممالک ایٹمی میدان میں محتاج کی حیثیت رکھتے ہیں- اللہ نے مسلمانوں کو بھی کافی مالی وسائل عطا فرمائے ہیں اگر بیدار مغزی سے کام لیا ہوتا تو ان کو بھی ۱۹۷۰ء کے عشرے میں ہی ایٹم بم بنالینا چاہئے تھا- دفاع کا جواز سورۃ سبا کی آیات ۱۰-۱۱ میں اور الانبیاء کی ۸۰ میں ملاحظہ ہو-

[اور ہم نے یقیناً داؤد کو اپنی بارگاہ سے بزرگی عنایت کی تھی کہ اے پہاڑو تسبیح کرنے میں ان کا ساتھ دو اور پرندکو (تابع کردیا) اور ان کے واسطے لوہے کو (موم کی طرح) نرم کردیا تھا کہ فراخ وکشادہ زِرہیں بناؤ اور (کڑیوں کے) جوڑنے میں اندازہ کا خیال رکھو اور تم سب کے سب (اچھے) کام کرو جو کچھ تم لوگ کرتے ہو میں یقیناً دیکھ رہا ہوں-] ۳۴:۱۰-۱۱

[اور ہم ہی (یہ عجائب) کیا کرتے تھے اور ہم ہی نے ان کو (جناب داؤد) تمہاری جنگی پوشش (زرہ) کا بنانا سکھا دیا تا کہ تمہیں (ایک دوسرے کے) وار سے بچائے تو کیا تم (اب بھی) شکر گزار نہ بنو گے-] (۸۰:۲۱)

تمام بم خصوصاً ایٹمی بم وغیرہ تصور میں بھی نہیں آنے چاہئے تھے جو کہ انسانی ہلاکت کا بدترین ذخیرہ ہے- اسے کسی طور تلف ہونا چاہئے- اصولاً تو ایک قتل پر شدید ترین مذمت ہے- دنیا میں جن ممالک کے پاس بدترین قسم کی ہلاکتوں کے لئے ایٹم بم ذخیرہ کئے گئے ہیں یہی بدبخت خصوصاً ''انسانی حقوق'' کی علمبرداری کے ٹھیکیدار ہیں- سائنس کے کارنامے اور سائنسدانوں کے ساتھ ضمناً سیاستدانوں کا بھی ذکر آ گیا- سائنسدانوں نے دور حاضر میں مرد و عورت سے اجزائے ترکیبی حاصل کر کے مصنوعی ماحول میں بچہ بھی پیدا کیا- یہ تمام امور سائنسدانوں کی تحقیق کا نتیجہ ہیں لیکن اس (سائنسداں) کی بیچارگی پر غور کیجئے کہ اس تحقیق و علم کے باوجود اسے اپنی روح کے بارے میں قطعی علم نہیں کہ جسم میں کس طور داخل ہوئی اور کب نکل جائیگی- ہر فرد روح کے معاملہ میں بالکل صفر ہے- اس مسئلہ میں تمام طرح کے انسانوں کی مجبوری ملاحظہ ہو! ہر قسم کی تخلیق اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اللہ ہی غور و فکر کی دعوت دیتا ہے نتیجہ میں انسان تحقیق کرتا ہے (خصوصاً سائنسداں)- بہرکیف غور یہ کرنا ہے کہ سائنسداں نے جو متذکرہ ایجادات اور حتیٰ کہ بچہ کی پیدائش کا مصنوعی ماحول بنایا اس تمام کارکردگی کی بنیادی وجہ کیا ہے؟ کیا یہ کوئی معجز نمائی کی حیثیت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ اس کارکردگی میں سائنسداں کچھ اشیاء و اوزار اور بجلی وغیرہ کا محتاج ہے- بغیر ان اسباب کے وہ کچھ نہیں کر سکتا لیکن درکار اشیاء وغیرہ کے حاصل ہونے کے بعد ایسا تجرباتی ماحول پیدا کرتا ہے کہ اسے مطلوبہ نتائج برآمد ہو جاتے ہیں یا پھر بعض اوقات قدرتی طور پر اس ماحول میں کام کرنے سے کچھ نامعلوم نتائج کا ظہور ہو جاتا ہے- بعض اوقات اس قسم کی حکمت عملی سے بڑی کارآمد ایجادات ہوئی ہیں- ان میں سے ایک 'ایکسرے' بھی ہے- یعنی سائنسداں کو تلاش کچھ اور تھی اور اس سے کوئی دوسری ایجاد سرزد ہو گئی اور جو سرزد ہوئی اس کی ایک مثال 'ایکسرے' ہے- سائنسداں صرف ماحول پیدا کر سکتا ہے- وہ بغیر اشیاء وغیرہ کے کسی قسم کی ایجاد نہیں کر سکتا اور بنیادی کسی بھی تخلیقی صفت

سے قاصر ہے یعنی ان اشیاء وغیرہ کو خود پیدا نہیں کر سکتا بلکہ وہ ان کا محتاج ہے! ایسا عمل کر کے وہ خود اپنی مجبوری اور محدود ہونے کا ثبوت فراہم کرتا ہے۔ اس لئے کسی بھی سائنسداں کا کمال یہی ہے کہ وہ ماحول پیدا کر دیتا ہے لیکن بنیادی چیزوں کا محتاج ہے جو کہ وہ خود خلق نہیں کر سکتا بلکہ یہ چیزیں اللہ ہی کی تخلیقات ہیں۔ یہ مخصوص ایکسرے شعاعیں بڑی کارآمد ایجاد ہیں۔ امراض کی تشخیص میں ان کا استعمال اتنا عام ہے کہ دنیا کا ہر فرد عموماً ان سے واقف ہوگا۔ سائنسداں کو تلاش کچھ اور تھی لیکن اس نے جو اشیاء استعمال کیں و تجربات اور تحقیق کے لئے جو ماحول پیدا کیا اس سے یہ شعاعیں اتفاقیہ وجود میں آئیں۔ بغیر اسباب کو فراہم کئے آج بھی کوئی فرد ایکسرے حاصل نہیں کر سکتا۔ سائنسداں یا فرد ان اسباب کا محتاج ہے اس میں اتنی قدرت نہیں کہ بغیر اسباب کے وہ کچھ پیدا کر دے۔ اللہ تعالیٰ کا یہی سب سے اہم دعویٰ ہے کہ انسان کچھ پیدا نہیں کر سکتا۔ سائنسداں کا کمال صرف یہی ہے کہ وہ ماحول پیدا کرتا ہے۔ یہ سب غور و فکر سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی غور و فکر کی طرف مدعو فرماتا ہے۔

ایکسرے شعاعوں میں جو صفات پنہاں ہیں وہ اللہ کی تخلیق ہیں اور سائنسداں نے اس پوشیدہ کو ماحول بنا کر ظاہر کر دیا۔ یہ (سائنسداں) صفات نہ پیدا کر سکتا ہے اور نہ بغیر اسباب بدل سکتا ہے۔ صفات پیدا کرنا یا براہ راست بدلنا صرف اللہ کا کام ہے۔ یہی معجزہ ہے کہ جو بغیر اسباب کے واقع ہوتا ہے جیسا کہ جناب عیسیٰؑ کے بارے میں المائدة کی آیت ۱۱۰ میں تفصیل بیان کی گئی کہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ پھر بھی سائنسداں یہ تاثر دینا چاہتا ہے کہ یہ ایجادات بھی ایک طرح کی معجزنمائی اور تخلیق الٰہی کے مترادف ہے مگر یہ معجزنمائی ہرگز نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو تین نعمتوں سے نوازا نہ ہوتا یعنی پہلی روح (سائنسداں خود اس سے لاعلم اور اس لاعلمی میں ہی علوم کی تحقیق میں مصروف ہے) دوسری عقل تیسرے قدرتی وسائل یا اشیاء۔ وہ خود ان کا محتاج ہے اس لاعلمی اور محتاجگی کے باوجود اپنے کو صاحب علم تصور کرتا ہے۔ اس محتاجگی کو اللہ نے دور کیا۔ اگر جسم سے روح نکل جائے تو ہر عام انسان مٹی کا ڈھیر ہے۔ یہی مقام تشکر ہے کہ ان نعمتوں کی وجہ سے سائنسداں میں اہلیت و صلاحیت پیدا ہوئی کہ وہ اپنا تحقیقی کام انجام دے پھر بھی اکڑ کہ 'میں'، حالانکہ 'میں'، کو اپنی حیثیت کا بخوبی علم ہے کہ انسان مجبور و محدود

ہے۔اب دنیا کا کوئی انسان (خواہ سیاستداں ہو کہ سائنسداں) اپنی اہلیت وصلاحیت کو نیک کام کرنے (حق) یا برائی کرنے (باطل) کے لئے استعمال کرسکتا ہے۔ انسان ہر قدم پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ انسان دعا مانگ کر اپنی محتاجگی کا خود اظہار کرتا ہے (۲:۱۸۶) اس لئے اللہ تعالیٰ کا تشکر بجالانا فرض ہے یعنی انسان اللہ پر اور اس کے متعین فرمائے گئے انبیاء واوصیاء پر ایمان لائے دوسرے تشکر یہ کہ نیکی کرے اور برائی سے دوری اختیار کرے۔ سائنسداں اس طرح یہ انجام دے سکتا ہے مثلاً ایٹمی طاقت بھی نیکی یا برائی کے لئے استعمال ہوسکتی ہے۔

یہ تو انسان کی اپنی نیت اور عمل کا معاملہ ہے کہ وہ ایٹمی طاقت کا استعمال تخریبی نہ کرے۔ ایٹمی طاقت بھی اللہ کی ایک نعمت ہے لیکن ناشکرے تخریبی مزاج (دہشت گردوں) انسانوں یعنی سیاستدانوں اور سائنسدانوں نے اس نعمت کا غلط استعمال کر کے اس طاقت کو مخلوق خدا کے لئے ایک لعنت بنادیا ہے (نعوذ باللہ)۔ کارخانہ خدا میں اس نعمت کا استعمال غور طلب ہے۔ ایٹمی طاقت کی مثال سورج میں کیمیاوی ردوبدل کے ہونے سے جو گرمی اور روشنی پیدا ہوتی ہے وہ تمام ذی روح کی بقاء کے لئے دنیا میں کس قدر مفید ہی نہیں بلکہ اشد ضروری ہے اگر انسان غور وفکر کرے تو اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ سورج میں کیمیاوی (ایٹمی) تبدیلیوں سے بنی نوع انسان کی روزمرہ زندگی کیلئے کتنے فیوض و برکات قائم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی (ایٹمی طاقت) تخلیق محض نفع کے لئے کی ہے یعنی تعمیری ہے۔ سنت الٰہی یہ ہوتی کہ انسان بھی ایٹمی طاقت کو صرف تعمیری کاموں کے لئے استعمال کرتا مثلاً بجلی وغیرہ بنانے میں۔

انسان نے اس طاقت کو تخریب کے لئے استعمال کا جواز کہاں سے پیدا کیا؟ کیوں انسان اس کو زیادہ تر تخریب کیلئے (ایٹم بم وغیرہ) بروئے کار لایا ہے؟ خالق (اللہ تعالیٰ) اور مخلوق (عوام الناس) کی نیت میں کتنا نمایاں فرق ہے۔ اس طرح انسان کتنا مکار ومنافق ہے کہ کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ اور ہے یعنی سائنسی تجزیہ کے تحت اس ایٹمی طاقت کو تعمیر یا تخریب کے لئے استعمال کرسکتا تھا اسی پہلو کو حق یا باطل (خیر یا شر) بھی کہا جاتا ہے۔ اللہ نے انسان کو مکمل آزادی فراہم کر کے راہ حق پر چلنے کے لئے ہدایت

کے ساتھ انبیاء واوصیاء کا وسیلہ قائم فرمایا تاکہ انسان راہ حق، خیر اور تعمیری طرز اختیار کرے اور خصوصاً تشکر الٰہی بجالائے کہ روح کی لاعلمی کے باوجود وہ اسی (لاعلمی) سے مختلف علوم کی تحقیق اور نشر واشاعت میں خوش رہے اور باطل، شر اور تخریب کاری سے کنارہ کش رہے تاکہ انجام میں جنت حاصل ہو۔ ایٹمی طاقت کو تخریب کاری کیلئے استعمال کر کے انسان نے اپنی نیت بد (غلط) کو اظہر من الشمس کر دیا ہے۔ انسان ڈھونگ یہ رچانا چاہتا ہے کہ اس نے مجبوراً ایٹمی بم وغیرہ بنائے ورنہ اصل میں تو وہ ''حقوق انسانیت'' کا علمبردار ہے حالانکہ حقیقت اس کے برعکس ہے (یعنی انسان دہشت گرد ہے خصوصاً مشرک وکافر اور منافق)۔ یہ چاند وسورج وغیرہ تمام کرشمہ سازیاں اللہ کی تخلیق ہی نہیں بلکہ اسے ان پر مکمل قدرت حاصل ہے۔ انسان تحقیق کی منازل میں الجھا ہوا ہے۔ کیا کوئی سائنسداں ایسا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ فلاں شے پر تحقیق ختم ہو چکی ہے یا یہ کہے کہ تحقیق کے آخری 'ق' کی منزل پر ہے۔ یہ مبالغہ آرائی نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ انسان کی کتنی مخلوقات پر تحقیق جاری ہے اور کتنی ایسی ہیں کہ جن پر تحقیق کی ابتداء کا تصور بھی نہیں کیونکہ ان کی تحقیق ہی نہیں ہوئی۔ اللہ کی تخلیقات کی گنتی بھی نہیں ہو سکتی۔ نعمتیں ہی اللہ تعالیٰ کی تخلیقات ہیں (۱۸:۱۶)۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ اس نے ذرہ ذرہ میں کیا قوت پنہاں کر دی ہے لیکن انسان تعمیر کے لئے کم اور تخریب (دہشت گردی) کے لئے کافی ذہن، علم اور مال صرف کرتا ہے۔ اعلیٰ سائنسی درسگاہوں کے پڑھے لکھے انسانوں کا ناشکراپن دیکھئے کہ خیر کو کس طرح شر سے بدل دیتے ہیں۔ ایک عام انسان کا ان پیچیدگیوں کو سمجھنا محال ہے۔ فتنہ پرور انسان خیر کو اس طرح شر میں تبدیل کر کے اپنے آپ کو ہنرمند ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی شیطانی کام ہے۔ سورۃ یوسف کی آیت ۵ پیش کی جائیگی۔ کفار و مشرکین تو بغض وحسد کی وجہ سے اسلام قبول کرتے ہی نہیں (۶۸:۵)۔ یہ کفار کسی اصول کے قائل ہی نہیں اس لئے ایٹمی بم بنانے کا معاملہ بھی ان کے نزدیک درست ہے۔

یہ دونوں (یہودی وعیسائی) بھی اپنے انبیاء کے وسیلے کو نظر انداز کرنے کے مرتکب ہوئے۔ بنیادی طور پر کافر ومشرک ویہودی اور عیسائی بم بنا کر جرم کا ارتکاب کرتا ہے کیونکہ یہ سب ہی کسی نہ کسی طرح

وسیلے کو خاطر میں نہیں لاتے-مسلمان نہ بنا کر دفاعی نظریہ سے دین کی پیروی نہیں کرتے - دفاع کے دو طریقے ہیں ایک تو یہ کہ دشمن کو یہ یقین ہو کہ مخالف کے پاس بھی وہی ہتھیار ہے یعنی ایٹم بم موجود ہو یا پھر اس کو یہ علم ہو کہ اس کے 'بم' کو تلف کرنے کا فضائی نظام ہے- دفاع کرنا ہر قوم کا حق سمجھا جاتا ہے- مسلمان کا بھی حق ہے-مسلمان کے پاس کچھ نہیں ہے تو خطا کس کی ہے! نہ صرف دفاعی معاملہ بلکہ دیگر بین الاقوامی اور قومی امور میں ہم مسلمان دینوی معاملات میں بہت پیچھے ہیں-ایسا کیوں ہے!؟ قرآن حکیم اور سنت رسولؐ کا فیض تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے لیکن کیا انسان بھی اپنے نظریہ اور عمل کو اس کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے! کافر و مشرک یہ کہہ کر انکار کرتا ہے کہ کیا ہمارے جیسا آدمی ہادی بنے گا اور قیامت کا بھی انکار کرتا ہے (۶:۶۴-۷) - منافق ایمان لاتا ہی نہیں (۶۳:۱) لیکن بظاہر ایماندار ہے-اب جو ایمان لائے وہ یہودی' عیسائی اور مسلمان ہیں لیکن ان تینوں نے فرقے بنا لئے یعنی انہوں نے بھی فکری یگانگت قائم نہ رکھی اور ہر ایک نے کم از کم ستر فرقے بنائے- یہودیوں اور عیسائیوں نے حد یہ کر دی کہ توریت وانجیل کو بدل ڈالا-مسلمانوں نے بھی فرقے بنا لئے-انسان ہر دور میں بدلتا رہا ہے اور یہ فعل اب بھی جاری ہے- ہر دور میں صاحبان ایمان (بظاہر) ہی اللہ کی نازل کی ہوئی کتب کو بھی بدلتے رہے یا تفسیر میں تبدیلیاں کرتے رہے- یہی عمل وسیلہ نبیؐ سے انحراف کا نتیجہ ہے- مسلمانوں کی نیت خلوص پر مبنی ہو تو کوئی وجہ بظاہر نظر نہیں آتی کہ تفاسیر میں فرق نمایاں ہو-

اس تمام سائنسی بحث کے نتیجہ میں اگر سائنسداں کافر و مشرک بھی ہے تو اس کو ایمان لا کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن اکثریت ایسا نہیں کرتی - انسانوں کی اکثریت نہ اللہ کا شکر ادا کرتی ہے نہ ایمان لاتی ہے- یہ ظاہر ہے کہ جو ایمان نہیں لائیگا وہ شکر کیا کریگا- المومن آیت ۶۱' النمل آیت ۷۳ اور الرعد کی پہلی آیت ملاحظہ ہو-

[اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے واسطے رات بنائی تا کہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن (بنایا تا کہ کام کرو) بیشک خدا لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ (اس کا) شکر نہیں کرتے -]

۴۰:۶۱

[اور اس میں تو شک ہی نہیں کہ تمہارا پروردگار لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے - مگر بہتیرے لوگ (اس کا) شکر نہیں کرتے -] ۲۷:۳:۷۳

[بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

[آلمّٓر - یہ کتاب (قرآن) کی آیتیں ہیں اور تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تمہارے پاس نازل کیا گیا ہے بالکل ٹھیک ہے - مگر بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے] ۱۳:۱

اس بالائی تجزیہ سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ یا اذن یافتہ (نبی اور وصی) کے سوا کسی انسان کے پاس تخلیقی قدرت یا طاقت نہیں ہے 'کن فیکون' کی حقیقت صرف اللہ کے پاس ہے - دنیا کا ہر انسان (خواہ سائنسداں ہو) 'کن فیکون' کی حقیقت سے لاعلمی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے - المومن کی آیت ۶۸ سے 'کن فیکون' کے معنی ملاحظہ ہوں -

[وہ وہی (خدا) ہے جو جلاتا اور مارتا ہے پھر جب وہ کسی کام کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو بس اس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ فوراً ہو جاتا ہے -] ۴۰:۶۸

المومن آیت ۶۸ سے واضح ہو گیا کہ اللہ کا صرف ارشاد فرمانا کہ ہو جا تو پھر اس کام میں تاخیر نہیں ہوتی وہ اسی وقت ہو جاتا ہے - یہی اللہ کی شان و قدرت اور اختیار ہے کہ کسی کام میں تاخیر کا سوال نہیں پیدا ہوتا - انسان ان تمام صفات الٰہی سے واقف ہے پھر بھی اکڑ اور تخلیق تو درکنار یہ تحقیق پر بڑا نازاں ہے حالانکہ جو تخریب کاری (ایٹم بم وغیرہ) کے آثار موجود ہیں وہ خود اس کے لئے بھیانک ہیں اور یہ تخلیق کی 'ت' سے بھی واقف نہیں - اس انسان نے دوسری جنگ عظیم میں جو ایٹم بم اگست ۱۹۴۵ء میں 'ہیروشیمہ' اور 'ناگاساکی' پر گرائے کیا اس کا اسے اختیار تھا؟ ایسا ہرگز ممکن نہ تھا - جو آیات کہ بیان کی گئی ہیں ان سے ظاہر ہے کہ اللہ نے اپنے انبیاء و اوصیاء کو صرف پیغام پہنچانے اور نصیحت کرنے کی تلقین فرمائی ہے - اگر کوئی صاحب ایمان (بظاہر) فرقہ بھی بناتا ہے تو ارشاد ہے کہ وہ (اللہ) قیامت میں فیصلہ فرمائیگا - یہ واضح ہو چکا کہ فرقہ بندی پر کسی جنگ و جدال یا زدوکوب کا کسی کو اشارہ بھی نہیں - جو انسان ایسا کرتا ہے خود فسادی ہے - دنیاوی زندگی میں انسان اپنے اعمال میں آزاد ہے لیکن یوم حساب

گرفت ہوگی۔ الکھف آیت ۲۹ ملاحظہ ہو۔

[(اے رسولؐ) تم کہدو کہ سچی بات (کلمہ توحید) تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہو چکی ہے پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے۔ ہم نے ظالموں کیلیئے وہ آگ (دھکا کے) تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انہیں گھیر لیں گی اور اگر وہ لوگ دہائی دیں گے تو ان کی فریادرسی (کھولتے ہوئے) پانی سے کی جائیگی جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا اور وہ منہ کو بھون ڈالے گا۔ کیا برا پانی ہے اور (جہنم بھی) کیا بری جگہ ہے۔] ۲۹:۱۸

المومنون کی آیت ۷۰ کے بموجب اکثر انسانوں کو حق پسند نہیں یا حق سے نفرت ہے اور اگر اللہ تعالیٰ ان انسانوں کی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتا تو سارا نظام درہم برہم ہو جاتا۔ اس اکثریت میں خصوصاً کافر و مشرک ہیں جن کے متعلق قبل بیان کیا گیا۔ اس کی تصدیق المومنون آیات ۶۶ تا ۶۷ میں بھی ہے۔ کافر و مشرک بھی پریشانی کے وقت اللہ ہی سے دعا کرتا ہے یہ بنی اسرائیل کی ۶۷ اور العنکبوت کی ۶۵ میں پیش کیا گیا۔ اللہ بھی پریشاں حال کی دعا سنتا ہے۔ النمل کی ۶۲ ملاحظہ ہو۔

[بھلا وہ کون ہے کہ جب مضطر اسے پکارے تو دعا قبول کرتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اور تم لوگوں کو زمین میں (اپنا) نائب بنایا ہے۔ تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) اس پر بھی تم لوگ بہت کم عبرت و نصیحت حاصل کرتے ہو۔] ۶۲:۲۷

النمل کی ۶۲ سے تمام نظریات (کافر و مشرک و منافق و یہودی و عیسائی و مسلمان اور مومن) کے لوگ پریشانی میں اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ دعا اس امر کی طرف یقین دہانی کراتی ہے کہ تمام انسان اس (اللہ) کو واحد و یکتا سمجھتے ہیں اور وہی (اللہ) سب کی سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔ اقتدار و اختیار اسی کا ہے۔ انسان اپنی بے بضاعتی کو بھی جانتا ہے لیکن بڑی مشکل سے ایمان لاتا ہے اور ایمان لا کر بھی فرقہ بندی کرتا ہے جیسا کہ یہودی و عیسائی اور مسلمان کرتے ہیں حالانکہ اللہ کو وحدہ لاشریک سمجھ کر ہی ایمان لاتے ہیں اس لئے ان سب کو ایک رسول ایک کتاب اور ایک ہی شریعت پر عمل کرنا چاہیئے تھا لیکن جو آیات پیش کی گئیں ان سے تصدیق ہوئی کہ کافر و مشرک بھی وحدہ لاشریک سمجھتا ہے اور منافق

صرف ایمان کا اظہار کر کے مسلمانوں کے درمیان رہتا ہے لیکن یہ کبھی ایمان لاتا ہی نہیں- المنفقون کی پہلی آیت ملاحظہ ہو-

[''(اے رسولؐ) جب تمہارے پاس منافقین آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو اقرار کرتے ہیں کہ آپؐ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ آپ یقینی اس کے رسولؐ ہو- مگر اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ یہ لوگ (اپنے اعتقاد کے لحاظ سے) ضرور جھوٹے ہیں-''] ۶۳:۱

منافق کے ایمان کی کیفیت اور نفسیات کا اظہار المنفقون کی پہلی آیت میں اور اس کے نتیجہ میں اس کا انجام النساء کی ۱۴۵ میں ملاحظہ ہو اور اگر تائب ہو جائے تو اللہ کی طرف سے اچھا بدلہ آیت ۱۴۶ میں دیکھئے-

[منافقین جہنم کے سب سے نیچے طبقے میں ہونگے اور (اے رسولؐ) تم وہاں کسی کو ان کا حمایتی بھی نہ پاؤ گے- مگر جن لوگوں نے (نفاق) سے توبہ کر لی اور اپنی حالت درست کر لی اور اللہ سے لگے لپٹے رہے اور اپنے دین کو محض اللہ کے واسطے نرا کھرا کر لیا تو یہ لوگ مومنین کے ساتھ (بہشت میں) ہوں گے اور مومنین کو تو اللہ عنقریب ہی بڑا اچھا بدلہ عطا فرمائیگا-] ۴:۱۴۵-۱۴۶

اب تک جو آیات پیش کی گئیں ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ دنیا کا ہر انسان اللہ کو وحدہٗ لاشریک جانتا ہے خواہ ایمان لائے یا نہ لائے اور اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف بھی وحدہٗ لاشریک کرایا ہے- کافر و مشرک نے پانی میں جا کر دعا مانگ کر اللہ کی ذات کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کیا ہے- منافق بظاہر ایمان لاتا ہے- المنفقون کی پہلی آیت سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ انسان کے اعتقاد اور عمل دونوں کا حساب فرماتا ہے- دوسرے گروہ یعنی یہودی، عیسائی اور مسلم وحدہٗ لاشریک اقرار کرتے ہیں- اللہ اپنے مقصد میں کامیاب ہے کہ وہ ہر انسان سے وحدہ لاشریک ہونے کا تعارف کرا دیتا ہے تا کہ یوم حساب انسان یہ عذر نہ پیش کر سکے کہ رب العالمین تو نے اپنی ذات کو پہچنوایا نہیں تھا ہر ایک سے منوا لیتا ہے یہی نہیں بلکہ انسان رسولؐ کو بھی پہچانتا ہے لیکن کفر (کافر) اختیار کرتا ہے- ایمان لانا یا نہ لانا اس کی مرضی پر ہے (۱۸:۲۹)- انسان مکمل آزاد ہے- بظاہر منافق بھی عمل مسلمان جیسا ہی کرتا ہے خواہ الکسا کر انجام دے- اللہ کی

وحدانیت کی دلیل انسان کے جسم میں خود واحد روح کی طاقت نمائندہ ہے جو کہ اس کی حیات اور تحریک کو برقرار رکھتی ہے- کافر و مشرک ہی انکار کرتا ہے اس لئے مزید اس کی کیفیت الجاثیہ اور النجم کی آیات ۲۳ ملاحظہ ہوں-

[بھلا تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور (اس کی حالت) سمجھ بوجھ کر خدا نے اسے گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر علامت مقرر کر دی ہے (کہ یہ ایمان نہ لائیگا) اور اس کی آنکھ پر پردہ ڈال دیا ہے پھر خدا کے بعد اس کی ہدایت کون کر سکتا ہے- تو کیا تم لوگ (اتنا بھی) غور نہیں کرتے] ۴۵:۲۳

(تفسیر -۱- کفار مکہ کی تو یہ حالت تھی کہ وہ چندے ایک بت کو پوجتے اور جب اس سے زیادہ خوبصورت کوئی دوسرا بت نظر پڑا تو پہلے کو چھوڑ اس کو پوجنے لگے- اسی کو خدا نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ بتوں کو بھی نہیں پوجتے' بلکہ اپنی نفسانی خواہش کے چیلے ہیں-)

[یہ تو بس صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ داداؤں نے گھڑ لئے ہیں اللہ نے تو اس کی کوئی سند نازل نہیں کی یہ لوگ تو بس اٹکل اور اپنی نفسانی خواہش کے پیچھے چل رہے ہیں حالانکہ یقیناً ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے ہدایت بھی آ چکی-] ۵۳:۲۳

الجاثیہ اور النجم دونوں کی ۲۳ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان نفسانی خواہش کی پیروی کرتا ہے اللہ کی عبادت کے بجائے اللہ کے مدمقابل بت بنا کر اس کی پوجا بھی کرتا ہے حالانکہ اس کے علم میں اللہ کی ذات کا مکمل تصور ہے- جس اللہ سے پانی میں جا کر زندگی کی دعا کرتا ہے اس (اللہ) کو محدود کرنیکی کوشش ہے- انسان (کافر و مشرک) کی یہ عادت ہی نہیں بلکہ یہ جرأت بھی ہوگئی کہ اللہ کے مثل بنائے- وہ اللہ کہ جو لامحدود ہے یہ (انسان) محدود اسے کیا بنائیگا؟! انسان کی یہ بھی کوشش رہی ہے کہ جو کچھ اللہ بناتا ہے یہ بھی ان سب کو بنانا چاہتا ہے یا بنا سکتا ہے مثلاً اللہ نے انبیاء و اوصیاء منتخب فرمائے تو یہ انسان بھی نبی و وصی بنانا چاہتا ہے- انسان کی عجب فطرت ہے! خلاصہ یہ کہ انسان ہی اللہ پر ایمان بھی نہیں لانا چاہتا (مشرک)- اگر اللہ پر ایمان لے آئے تو پھر نبی یا رسولؐ کا انکار کرتا ہے (کافر)- اگر دونوں

پر ایمان لانے کا اظہار کرے اور دل سے ایمان نہ لائے تو منافق کہلائے اگر دونوں پر ایمان لائے تب بھی فرقہ بنائے (یہودی' عیسائی اور مسلمان)- تمام انسان جانتے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے خواہ ایمان لائے یا نہ لائے لیکن اکثر انسان کی نفسیات یہ ہیں کہ وہ حق کو پسند نہیں کرتا یا نفرت کرتا ہے اس لئے شرک اختیار کئے ہے- یہ عقل کی نہیں بلکہ خرابی نفس (امارہ) کی ہے- بالفرض اللہ کو مان لیا تو پھر رسول کو ماننے سے انکار (کفر) کرتا ہے الرعد کی آیت ۴۳ ملاحظہ ہو-

[اور (اے رسولؐ) کافر لوگ کہتے ہیں کہ تم پیغمبر نہیں ہو تو تم (ان سے) کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان (میری رسالت کی) گواہی کے واسطے خدا اور وہ شخص جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے کافی ہیں-] ۱۳:۴۳

الرعد کی آیت ۴۳ میں واضح ہے کہ اللہ چاہتا ہے کہ پیغمبر (حضورؐ) پر ایمان لایا جائے لیکن انسان (کافر) کی نفسیات یہ ہیں کہ وہ تسلیم نہیں کرتا بلکہ کفر اختیار کئے ہوئے ہے- اس آیت میں کافر کے علاوہ ذکر اللہ کا ہے دوسرا رسولؐ (پیغمبر) تیسرا شخص کہ جس کے پاس علم قرآن اللہ کی طرف سے عطا کیا گیا ہے-

مسئلہ علم کتاب (یہاں قرآن ہے) سے متعلق ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا طریقہ کار دیکھا جائے کہ وہ کتاب کا علم کسے دیتا ہے- الانبیاء آیات ۴۸ و ۴۹ ملاحظہ ہوں-

[اور ہم ہی نے یقیناً موسیٰؑ و ہارونؑ کو (حق و باطل کی) جدا کرنے والی کتاب (توریت) اور پرہیزگاروں کے لئے ازسرتاپا نور اور نصیحت عطا کی جو بے دیکھے اپنے پروردگار سے خوف کھاتے ہیں(۱) اور یہ لوگ روز قیامت سے بھی ڈرتے ہیں-] ۲۱:۴۸-۴۹

(۱- حضرت ابن عباس کا قول ہے کہ جو شخص توحید' بہشت' حساب' میزان کا اعتقاد رکھے' وہ خدا سے ڈرنے والا ہے-)

الانبیاء آیت ۴۸ سے تصدیق ہوئی کہ جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کو توریت عطا ہوئی یعنی کتاب نبی اور جانشین نبی کو عطا کی جاتی ہے کہ جس سے پرہیزگار مستفیض ہوتے ہیں- آئندہ بھی یہی اصول رہیگا لیکن

آیت ۴۳ (۱۳:۴۳) میں ذکر کیا گیا کہ گواہ رسالت (حضورؐ کی) کو علم قرآن دیا گیا- اس سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ یہ گواہ رسالت جانشین (حضورؐ کا) بھی ہے جیسے کہ جناب ہارونؑ ہیں- حضورؐ کے جانشین کا منصب ابھی واضح نہیں ہوا- جانشین کا رابطہ بھی اللہ سے یقیناً بذریعہ وحی ہے ورنہ علم کتاب منتقل کیسے ہوگا-

الشوریٰ کی ۵۱ ملاحظہ ہو کہ اللہ کسی شخص سے کس طرح رابطہ قائم فرماتا ہے-

[اور کسی آدمی کے لئے یہ ممکن نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے مگر وحی کے ذریعہ سے (جیسے داؤدؑ) یا پردہ کے پیچھے سے (جیسے موسیٰؑ) یا کوئی فرشتہ بھیج دے (جیسے محمدؐ) غرض وہ اپنے اختیار سے جو چاہتا ہے پیغام بھیجتا ہے بیشک وہ عالیشان حکمت والا ہے-] ۵۱:۴۲

الشوریٰ آیت ۵۱ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات صرف ایک طاقت ہے اور جسم نہیں ہے اولوالعزم انبیاء کو بھی نظر نہیں آیا- ارشاد الٰہی ہے کہ وہ ہماری شہ رگ سے زیادہ قریب ہے- سورۃ ق کی آیت ۱۶ ملاحظہ ہو-

[اور بیشک ہم نے انسان کو پیدا کیا اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم ان کو جانتے ہیں اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں-] ۱۶:۵۰

سورۃ ق کی آیت ۱۶ میں اللہ نے اپنا تعارف جس انداز پر فرمایا ہے اس سے یقیناً یہ ثابت ہوا کہ وہ جسم و جسمانیت کے تصور سے بلند ہے یعنی جسم رکھتا ہی نہیں- اگر اللہ تعالیٰ کے اوصاف تصور انسان میں آجائیں تو وہ پھر اللہ ہی کیا ہے لیکن تخلیقات ارضی و سمٰوی میں ہی اس کی ذات کا پرتو ہے- انسان کو اسی نے پیدا کیا اور اس کے دل میں جو کچھ خیالات آتے ہیں اللہ ان سے واقف ہے لیکن ہمیں اس کا احساس نہیں کہ وہ کتنی قربت رکھتا ہے بلکہ ان جیسی آیات سے یقین میں استحکام پیدا ہوتا ہے- گفتگو شخص (الرعد کی آیت ۴۳) پر تھی جو کہ گواہ رسالت (حضورؐ کی) بھی ہے کہ جس کی حیات بعینہ ضروری ہے کہ جس طرح رسولؐ کی یعنی آپؐ دنیا سے رحلت فرما گئے لیکن رسالت کا کلمہ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود پڑھا جا رہا ہے جو نہ پڑھے کافر اور پڑھے تو مسلمان- باوجود رحلت کے رسالت قیامت تک باقی رہیگی-

کسی مردہ انسان کی گواہی نہیں ہوتی اس لئے شخص بھی یا تو اسی طرح زندہ جیسے رسولؐ یا شخص کا بقید حیات ہونا ثابت - ان دونوں میں سے ایک کیفیت کا ہونا لازم یعنی شخص نے بھی رحلت نہیں پائی ہے ورنہ آیت غلط ہوجائیگی جو کہ ممکن نہیں - چوتھا آیت میں کافر ہے اسی (کافر) پر فرد جرم ہے کہ یہ اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری نہیں کرتا - کافر کی جرأت اور ہٹ دھرمی کہ تنہا کس ذات (اللہ) اور اعلیٰ شخصیتوں (رسولؐ و شخص) کا مخالف ہے اس لئے رسولؐ ہی نہیں بلکہ شخص کا منکر بھی کافر ہے - اللہ کی شان آیت الکرسی میں ملاحظہ ہو - البقرۃ آیات ۲۵۵ - ۲۵۷

[اللہ ہی وہ (ذات پاک) ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہ) زندہ ہے - سارے جہان کا سنبھالنے والا ہے - اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند - جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (غرض سب کچھ) اسی کا ہے کون ایسا ہے جو بدون اس کی اجازت کے اس کے پاس (کسی کی) سفارش کرے - جو کچھ ان کے سامنے (موجود) ہے (وہ) اور جو کچھ انکے پیچھے (ہو چکا) ہے (خدا سب کو) جانتا ہے اور لوگ اس کے علم میں سے کسی چیز پر بھی احاطہ نہیں کر سکتے مگر وہ (جسے) جتنا چاہے (سکھا دے) اس کی کرسی ۲؎ سب آسمانوں اور زمینوں کو گھیرے ہوئے ہے اور ان دونوں (آسمان و زمین) کی نگہداشت اس پر (کچھ بھی) گراں نہیں اور وہ (بڑا) عالیشان بزرگ مرتبہ ہے - دین میں کسی طرح کی زبردستی نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے (الگ) ظاہر ہو چکی تو جس شخص نے جھوٹے خداؤں (بتوں) سے انکار کیا اور خدا ہی پر ایمان لایا تو اس نے وہ مضبوط رسی پکڑ لی ہے جو ٹوٹ ہی نہیں سکتی اور اللہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے - اللہ ان لوگوں کا سرپرست ہے جو ایمان لا چکے کہ انہیں (گمراہی کی) تاریکیوں سے نکال کر (ہدایت کی) روشنی میں لاتا ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے سرپرست شیطان ہیں کہ ان کو (ایمان کی) روشنی سے نکال کر (کفر کی) تاریکیوں میں ڈال دیتے ہیں یہی لوگ تو جہنمی ہیں (اور) یہی اس میں ہمیشہ رہیں گے -] ۲:۲۵۵ - ۲۵۷

(تفسیر - ۲؎ - آٹھواں آسمان یا اس کا علم، یا اس کی سلطنت -)

الانعام کی آیت ۱۹ میں ارشاد ہوا کہ رسولؐ کہہ دو میرے (اللہ کے) اور تمہارے درمیان اللہ گواہ

ہے لیکن اس کے برعکس الرعد کی ۴۳ میں ارشاد ہے کہ میرے (اللہ) اور تمہارے (رسولؐ کے) درمیان گواہی کے واسطے اللہ اور وہ شخص جس کے پاس کتاب کا علم ہے کافی ہیں۔ اس آیت ۴۳ میں اللہ نے شخص کا بھی وسیلہ قائم فرمادیا کہ انسان حیات رسولؐ میں بھی اور بعد رحلت (رسولؐ) شخص سے ہر مسئلہ میں معلومات کرے یعنی وسیلہ تسلیم کرے۔ رب العالمین تیری عجب شان ہے کہ تجھے مخالفتوں کی قطعی پرواہ نہیں۔ مشرک تیرے خلاف، رسولؐ کے خلاف کافر اور اس تناظر میں تو نے شخص کا بھی تذکرہ فرمادیا۔ اس شخص کے بھی خلاف کوئی نہ کوئی ہوگا! یہاں شخص کا نام بھی راز میں اور مخالف کا بھی اسی لحاظ سے ظاہر نہیں۔ الانعام کی ۱۹ میں اللہ نے وحدہٗ لاشریک ہونے کو منوایا یعنی مکمل اظہار قدرت پھر انسان کی مجبوری کو مدنظر رکھ کے یا جو بھی مصلحت ہو شخص کا وسیلہ قائم فرمایا تاکہ اپنے مسائل کے حل کے لئے شخص سے دین و دنیا کے بارے میں معلومات یا ہدایات حاصل کرے (۲:۱۳۰) کسی انسان کو یہ اختیار ہی نہیں کہ وہ دین کو دنیا سے الگ کرے۔ پیغمبر اور امام بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا اختیار ہے (۲:۱۳۰)۔ عدل کی بناء پر یہی اس کے کریم و رحیم ہونے کا اظہار ہے کیونکہ انسان عموماً براہ راست اللہ تعالیٰ سے مسائل حل نہیں کرا سکتا۔ آیت ۴۳ (۱۳:۴۳) کے مطابق علم کتاب بھی اللہ کی طرف سے اگر کسی شخص کو منتقل کیا جائے تو وحی کے علاوہ کوئی صورت نظر نہیں آتی کیونکہ حضورؐ کو بھی کتاب (قرآن) اور علم کتاب وحی کے ذریعہ سے ہی صادر ہوا۔ یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اس ''شخص'' کا رابطہ اللہ تعالیٰ سے بذریعہ وحی قائم تھا اور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شخص کا کوئی منصب بھی تعین نہیں فرمایا اور حضورؐ پر نبوت ختم ہوگئی اس لئے شخص کا نبی ہونا ممکن نہیں لیکن علم کتاب (قرآن) سے تعارف فرما کے بعض دیگر خصوصیات کو بھی اس شخص میں شمار کیا جائیگا۔ حضورؐ معصوم تو آپؐ کی رسالت کا گواہ بھی معصوم ہونا چاہیئے اگر مقصود غیر معصوم شخص کا ہو تو فوراً کافر اعتراض کریگا کہ رسالت کا گواہ قابل قبول نہ ہوگا۔ انسان کا شعور خود اس کا طالب ہوگا کہ جب رسالت انتہائی معصوم ترین رسولؐ کی ہو تو حقیقتاً گواہ بھی اسی مناسبت سے ہو۔ یہ نہ ہو کہ گواہ کبھی کافر یا مشرک رہا ہو۔ سورۃ الرعد مکی ہے تو جب سے اس کا نزول ہے کم از کم اس وقت سے ہی اس شخص کا گواہ ہونا واجب کیونکہ اللہ کا کلام ہر وقت صادق۔ جب اللہ کسی کو مخصوص صفت سے نوازش فرماتا ہے تو اس شخص میں

دوسرے اعلیٰ اوصاف ہونے لازم ہیں۔ پھر یہاں جناب ابراہیمؑ کی مثال پیش کی جاتی ہے کہ آپ صفات نبوت سے مرصع تھے کہ اللہ نے عبادت و ریاضت میں بلندی کا مشاہدہ فرما کر اس کے نتیجہ میں آپؑ کو امام بنایا یعنی امام کا درجہ کتنا بلند ہے۔ جو عہدے اللہ کی طرف سے کسی بشر کو عطا ہوئے اس (عہدے) کے مدمقابل اگر انسان بنائے تو یہی جعلی کام ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ یہ رب العالمین سے بغاوت یا غداری کے مترادف ہے۔ انسان کو اختیار ہی نہیں کہ یہ نبی یا امام بنائے! ایسا کام انجام دینا اللہ کی تخلیقاتی صفات کا مذاق اڑانا ہے یعنی اللہ کیا۔ ہم خود نبی یا امام بنا سکتے (نعوذ باللہ) ہیں! مدمقابل بنانے کا مسئلہ قرآن حکیم سے ہی فیصلہ ملاحظہ ہو کہ اللہ جہنم واصل فرمائیگا۔ التوبہ آیات ۱۰۷ تا ۱۱۰۔ تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن کریم سے پیش کی جارہی ہیں۔ تفسیر بھی ملاحظہ ہو۔

[اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول سے پہلے جنگ کر چکے ہیں ان کیلئے گھات کی جگہ بنائیں اور قسمیں کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھی مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ تم اس (مسجد) میں کبھی (جا کر) کھڑے بھی نہ ہونا۔ البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے اس قابل ہے کہ اس میں جایا (اور نماز پڑھایا) کرو اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنے کو پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والوں ہی کو پسند کرتا ہے۔ بھلا جس شخص نے اپنی عمارت کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی رضامندی پر رکھی وہ اچھا ہے یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد گر جانیوالی کھائی کے کنارے پر رکھی کہ وہ اس کو دوزخ کی آگ میں لے گری! اور خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ یہ عمارت جو انہوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں (موجب) خلجان رہیگی (اور ان کو متردد رکھے گی) مگر یہ کہ ان کے دل پاش پاش ہو جائیں اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے]۹:۱۰۷-۱۱۰

(تفسیر) مدینے میں ایک مسجد تھی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور تھی۔ حضرت سرور کائناتؐ اکثر ہفتے کے روز وہاں تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے منافقوں نے چاہا کہ اس کے مقابلے میں اپنی ایک الگ مسجد بنائیں اس کی بنا یہ ہوئی کہ مدینے میں آنحضرت کے تشریف لے جانے سے پیشتر ایک شخص

ابو عامر نامی رہتا تھا جو ایام جاہلیت میں عیسائی تھا - نہایت کج سرشت تھا وہ آپ کے مدینے میں تشریف لے جانے پر اسلام تو کیا لاتا آپ کا کھلم کھلا دشمن ہو گیا اور وہاں سے نکل کر مکہ کے کافروں سے جا ملا اور ان کو آنحضرتؐ سے لڑنے پر برانگیختہ کیا - چنانچہ احد کی لڑائی ہوئی اور وہ اس میں کافروں کے ساتھ گیا - پھر روم کے بادشاہ کے پاس چلا گیا اور اس سے آنحضرتؐ کے مقابلے کے لئے مدد کا خواستگار ہوا اس نے مدد کا وعدہ کر لیا یہ اس کے پاس ٹھہرا رہا - اور مدینے کے کافروں کو لکھ بھیجا کہ روم سے عنقریب ایک لشکر آتا ہے جو مسلمانوں کو تباہ کر دیگا تم ایک مضبوط جگہ بنا رکھو جہاں وہ شخص جو اس کے پاس سے پیغام رسانی کے لئے آیا کرے قیام کیا کرے - تو ان لوگوں نے مسجد قبا کے پاس ہی ایک مسجد بنانی شروع کی - اس مسجد کو مسجد ضرار کہتے ہیں جب وہ تیار ہو چکی تو منافق آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے بیماروں اور ناتوانوں کے لئے نیز برسات کے خیال سے ایک مسجد بنائی ہے آپ وہاں تشریف لے چلیں اور نماز پڑھیں اور دعائے برکت کریں تا کہ وہاں جماعت قائم ہو جائے آپ کو اس وقت تک مطلق علم نہ تھا کہ یہ مسجد کس نیت اور کس غرض سے بنائی گئی ہے اس لئے آپ نے فرمایا کہ اب تو ہم سفر میں جا رہے ہیں جب واپس آئینگے تب انشاء اللہ وہاں نماز پڑھیں گے - جب آپ جنگ تبوک سے واپس آئے اور مدینے پہنچنے میں ایک آدھ روز کا رستہ رہ گیا تو یہ آیت نازل ہوئی جس سے آپ کو معلوم ہو گیا کہ منافقوں کا مقصود اس مسجد کی تعمیر سے مسلمانوں کو مسجد قبا سے جس کی بنیاد تقویٰ پر رکھی گئی تھی متفرق کرنا اور ان میں تفرقہ ڈالنا تھا - تب آپ نے حکم دیا کہ ہمارے پہنچنے سے پہلے وہ مسجد ڈھا دی جائے اور جلا دی جائے چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئی اور مسجد ڈھا دی گئی اور جلا دی گئی -)

التوبہ کی ۱۰۷ تا ۱۱۰ میں یہ حکم نہیں کہ مسجد ضرار کو جلا دیا جائے لیکن حضورؐ نے حکم دیا کہ ضرار کو ڈھا دیا اور جلا دیا جائے چنانچہ ضرار ڈھا دی گئی اور جلا دی گئی - راستے صرف دو ہی ہیں حق یا باطل - ایک کی بنیاد تقویٰ یا حق ہے اور دوسرے کی بنیاد باطل (ضرر پہنچانے کفر کرنے اور تفرقہ ڈالنے) پر تھی - اللہ کے رسولؐ نے باطل کے تعمیری اثرات (مسجد ضرار) کو آگ لگوا دی - اللہ نے آیت ۱۰۹ میں دوزخ کی آگ کا ذکر فرمایا - حضورؐ نے اسی مناسبت سے اپنا حکم صادر فرمایا - اب نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کا بھیجا ہوا

منتخب پیغمبر کا مدمقابل کسی انسان کو بنایا جائے تو یہ (انسان) جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائیگا - التوبہ کی یہ آیات مبارکہ جہاں مسجد ضرار کے واقعہ کا بیان ہے بڑی فیصلہ کن ہیں کہ رسول کا مدمقابل لایا جائے یا بنایا جائے تو ضرار کے جلائے جانے کے فیصلے کے مطابق نہ صرف یہ کہ مدمقابل آنیوالے انسان بلکہ اس تمام عمل میں جو لوگ حق کے خلاف شامل ہیں ان کو جہنم میں ڈال دیا جائیگا جیسا کہ ضرار کے بنانے والے منافقین جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں ہونگے (۴:۱۴۵) اللہ کے متعین کئے ہوئے پیغمبر کے مدمقابل کسی انسان کو بنانا ہی کفر و منافقت ہے - جب اللہ کے رسولؐ نے تفسیر یہ فرمائی کہ مسجد قبا کے مدمقابل مسجد ضرار کو ڈھا کر جلا دیا جائے (آیت ۱۰۹ میں اللہ نے دوزخ کی آگ ارشاد فرمایا) اسی طرح اللہ اس اصول کا اظہار فرما رہا ہے کہ رسولؐ کے مدمقابل جو بھی لایا جائے اسے دوزخ میں ڈال دیا جائیگا - مسجد کی تعمیر کا جہاں تک تعلق ہے یہ بظاہر مسلمان ہی انجام دیتے رہے ہیں لیکن قابل غور اور اعتراض کی بات یہ ہے کہ مسجد ضرار حضورؐ سے بغیر کسی مشورے کے تعمیر کی گئی اور بظاہر یہ مسلمان ہی تھے - جن لوگوں نے یہ مسجد (ضرار) بنائی انہیں تفسیر میں منافقین تعبیر کیا گیا ہے - منافقین کا تعلق ابو عامر منافق (عیسائی) سے تھا اور یہ کفار مکہ سے بھی تعلق رکھتا تھا - بالفاظ دیگر حضورؐ کے خلاف منافقین، عیسائی اور کافر سب متحد تھے تو یہ سب آج بھی اسلام و مسلمان کے خلاف متحد ہیں کیونکہ حضورؐ و قرآن کا دور آج بھی کارفرما ہے - حضورؐ کی مخالفت کی بنیاد پر مسجد ضرار تعمیر کی گئی - ضرار بنانے سے قبل منافق نے مشورہ تو درکنار حضورؐ کے گوش گزار کرنا بھی مناسب نہ سمجھا - ضرار کی تعمیر کے بعد نماز پڑھانے کی درخواست کی گئی - حضورؐ نے غالباً منافق کے خلاف چارہ جوئی اس لئے نہیں فرمائی تا کہ مسلم معاشرے میں ایک دوسرے کو منافق کہہ کر فساد برپا نہ کریں لیکن نظریاتی امور میں ضروری نہیں کہ دنیا میں ہی سزا دی جائے جیسا کہ کافر و مشرک بھی آزاد ہیں البتہ اللہ جب چاہتا ہے دنیا میں بھی عذاب نازل فرماتا ہے جیسے کہ فرعون و قوم کو غرق کر دیا لیکن یوم حساب کافر اور منافق بھی دوزخ سے نہیں بچیں گے - منافق کی نفسیات کے مختلف پہلو آئندہ بیان کئے جائیں گے - اللہ نے شخص (گواہ رسالت) کا نام نہیں لیا صرف علم کتاب سے نسبت دیکر ممتاز فرما دیا - علم سے متعلق قرآن سے ہی رہنمائی حاصل ہونی چاہئے کیونکہ بنیادی معاملات

تمام اس میں ہیں یعنی مسائل کا حل اسی کتاب میں ہے- پہلے النحل کی آیت ۸۹ پھر آل عمران کی ۷ اور النساء کی ۱۶۲ ملاحظہ ہوں-

[اور (وہ دن یاد کرو) جس دن ہم ہر ایک گروہ میں سے انہیں میں کا ایک گواہ ان کے مقابل لا کھڑا کریں گے اور (اے رسولؐ) تم کو ان لوگوں پر (ان کے) مقابل گواہ بنا کر لا کھڑا کریں گے- اور ہم نے تم پر کتاب (قرآن) نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان (شافی) ہے اور مسلمانوں کے لئے (سر تا پا) ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے-]۱۶:۸۹

النحل کی آیت ۸۹ میں کئی اہم نکات ہیں- پہلا انتہائی اہم نکتہ یہ ہے کہ حضورؐ تمام انبیاء و اوصیاء پر گواہ ہونگے یعنی جناب آدمؑ سے تا قیامت سب پر گواہ ہونگے- حضورؐ کو یہ منفرد حیثیت حاصل ہے- جو حضورؐ کی رسالت کا گواہ 'شخص' ہے کیا یہ ساتھ نہ ہوگا؟ اللہ نے دنیا میں تو اس شخص کو حضورؐ کے ساتھ رسالت کے گواہ کی حیثیت سے رکھا تو آخرت (یوم حساب) میں آپ کے ساتھ نہ ہوگا! دوسری اہم بات یہ کہ قرآن میں ہر بات کا بیان ہے اس سے مراد انسانی مسائل کا حل ہے- پھر علم کی نسبت سے اسی کتاب میں 'راسخون فی العلم' فرمایا- آل عمران کی آیت ۷ میں اللہ نے محکم و متشابہ آیات کا ذکر فرمایا ہے اور ارشاد الٰہی ہے کہ متشابہ کی تاویل صرف علم میں پکے حضرات کر سکتے ہیں- اللہ تعالیٰ عموماً اپنے نام کے بعد فوراً رسولؐ کا تذکرہ فرماتا ہے لیکن یہاں صرف 'راسخون فی العلم' فرما کے حضورؐ کے ساتھ یقیناً کچھ دیگر حضرات بھی شامل فرمائے- کسی کا نام اظہار نہیں فرمانا چاہتا- یہ پتہ چلتا ہے کہ حضورؐ اور دیگر حضرات کا علم میں برابر ہونا لازم ہے- النساء آیت ۱۶۲ میں ارشاد ہوتا ہے کہ 'راسخون فی العلم' مومنین مخصوص افراد ہیں کہ جو پابندی سے نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی فرماتے ہیں آیت ۱۶۲ میں یہ بھی تاثر ہے کہ رسولؐ اور مومنینؑ (راسخون فی العلم) دو منفرد منصب پر ہیں- حضورؐ کی منفرد نماز کا قبل اظہار کیا گیا اب مومنین کی نماز و زکوٰۃ کا ذکر المائدۃ آیت ۵۵ ملاحظہ ہو-

[(اے ایماندارو) تمہارے مالک سرپرست بس یہی ہیں خدا اور اس کا رسولؐ اور وہ مومنین جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں]۵:۵۵

المائدۃ آیت ۵۵ میں اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ تینوں کا ذکر تسلسل سے ہے ان تینوں (اللہ و رسولؐ اور مومنین) کو ہر انسان کو اپنا سرپرست تسلیم کرنا ہے رسولؐ اور مومنینؑ کے درمیان کوئی حائل نہیں ہو سکتا۔ آیت ۵۵ میں اللہ نے مومنینؑ کے نام کو راز میں رکھا ہے لیکن ان کی صفات سے آگاہ فرمانا چاہتا ہے۔ مسلمان قرآن کی ہر آیت پر مکمل ایمان لاتا ہے اس لئے اللہ و رسولؐ کی ولایت کے ساتھ مومنین کی ولایت پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ اللہ کی خواہش ہے کہ رسولؐ سے متصل جو مومنینؑ ہیں ان کے متعلق صفات کی بنیاد پر آگاہی ہو۔ اللہ تعالیٰ اس امر پر زور دیتا ہے کہ رسولؐ کی طرح رسالت کا گواہ شخص ہو کہ مومنینؑ (جن کی نماز و زکوٰۃ) نمایاں ہوں۔ یہ سب اپنی صفات میں منفرد ہوں اور یہی بنیادی شناخت ہو جائے۔ اللہ چاہتا ہے کہ انسان کسی طرح اس (اللہ تعالیٰ) کو معبود سمجھ کر اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے اور مومنینؑ کو بھی سرپرست سمجھے۔ الاحزاب میں اللہ صرف اپنی ولایت کا اظہار فرماتا ہے۔ آیت ۱۷ ملاحظہ ہو۔

[''(اے رسولؐ) تم ان سے کہہ دو کہ اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کر بیٹھے تو تمہیں اس (کے عذاب) سے کون ایسا ہے جو بچا لے یا بھلائی ہی کرنا چاہے (تو کون روک سکتا ہے) اور یہ لوگ اللہ کے سوا نہ تو کسی کو اپنا سرپرست پائیں گے اور نہ مددگار۔''] ۳۳:۱۷

اللہ تعالیٰ الاحزاب کی آیت ۱۷ میں مکمل اقتدار و اختیار اپنی سرپرستی کے متعلق فرماتا ہے لیکن المائدۃ کی ۵۵ میں رسولؐ و مومنینؑ کو بھی اپنے ساتھ سرپرستی میں شریک فرماتا ہے۔ انسان کا کام صرف یہ ہونا چاہئے کہ جہاں جو کچھ فرماتا ہے اسے تسلیم کرے۔ کج بحثی زیغ کی علامت ہے۔ آیت ۵۵ پھر غور طلب ہے کہ لفظ 'ولی' کا استعمال ان تینوں (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کے لئے ہے یعنی منزل ولایت میں ہر ایک مشترک ہے۔ ولی کے کئی معنی ہیں (سرپرست۔ دوست۔ مددگار وغیرہ)۔ اب جس جس کا مددگار اللہ ہے اس کا مددگار اللہ کا رسولؐ اور مومنینؑ دونوں ہیں۔ اللہ تمام انبیاء و اوصیاء کا سرپرست تو رسولؐ بھی سرپرست اور بعینہ مومنینؑ بھی سرپرست ہیں کیونکہ ولایت (رسولؐ و مومنینؑ کی) میں کوئی استثنا نہیں ہے کہ میں (اللہ) سب کا ولی ہوں اور میرا رسولؐ دوسرے انبیاء کا ولی نہیں ہے۔ اسی طرح مومنینؑ کی کیفیت ہے کہ ان کی ولایت براہ راست سب پر ہے۔ جس تناظر میں اللہ نے لفظ ''ولی'' کو استعمال فرمایا

انسان کو اسے تسلیم کرنا چاہئے لیکن اللہ تعالیٰ کو مشرک ہی تسلیم نہیں کرتا یعنی اول 'ولی' کو مشرک بھی وحدہٗ لاشریک جانتا ہے ایمان نہیں لاتا انکار کرتا ہے- اسی طرح کافر بھی رسول کا انکار کرتا ہے (۴۳:۱۳) رسولؐ دوسرے ولی ہیں آپؐ کا بھی انکار ہورہا ہے- اس طرح دنیا کی اکثریت مشرک و کافر ہے- منافق بھی تینوں (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کی ولایت کا انکار کرتا ہے یعنی ہر ولی کا انکار کرتا ہے لیکن منافق (۶۳:۱) بظاہر اللہ و رسولؐ کو مانتا ہے مگر تیسرے ولی (مومنینؑ) کا انکار کرتا ہے یا بدگوئی کرتا ہے (۳۳:۵۸)- مسلم معاشرے میں منافق ہی اسلام و مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن ہے کیونکہ یہ تیسری ولایت کا منکر رہ کر فساد پھیلاتا ہے- یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہوگی کہ انسان دو ولایتوں (اللہ اور رسولؐ) پر ایمان لاکر تیسری ولایت (مومنینؑ کی) کو نظر انداز کردے یا منکر ہوجائے- تیسری ولایت کی وضاحت کے لئے المائدۃ کی آیت ۵۵ کا ترجمہ و تفسیر ''کنز الایمان'' سے ملاحظہ ہوں-

[تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ۱۴۵ کہ نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں ۱۴۶ -] ۵:۵۵

(۱۴۶- بعض کا قول ہے کہ یہ آیت حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ہے کہ آپ نے نماز میں سائل کو انگشتری صدقہ دی تھی وہ انگشتری انگشت مبارک میں ڈھیلی تھی بے عمل کثیر کے نکل گئی لیکن امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں اس کا بہت شدومد سے رد کیا ہے اور اس کے بطلان پر بہت وجوہ قائم کئے ہیں)

المائدۃ کی ۵۵ میں مومنینؑ (صیغہ جمع) کی جو تفسیر 'کنز الایمان' میں فرمائی گئی وہ حضرت علیؑ ہیں جو کہ تنہا ہیں لیکن سلسلہ مومنینؑ کے اول یعنی امیر المومنین ہیں- علیؑ کی ولایت کا انکار منافق کرتا ہے- مسلم معاشرے کو گمراہی میں ڈالنے کے لئے ایک ہی منافق کافی ہے- مثلاً جناب موسیٰؑ جب کوہ طور پر توریت لینے کے لئے تشریف لے گئے تو سامری (منافق) نے پوری قوم کو گمراہ کردیا حالانکہ جناب ہارونؑ کو اپنے جانشین کی حیثیت سے چھوڑ کر گئے تھے لیکن پھر بھی قوم بچھڑے کی پرستش پر قائم ہوگئی اور جناب ہارونؑ کی ایک نہ سنی- یہ واقعہ طٰہٰ کی آیات ۸۳ تا ۹۷ میں واضح ہے لیکن آیت ۸۵ ملاحظہ ہوتا کہ سامری

کی گمراہ کن حرکت کی وضاحت ہو۔

[فرمایا تو ہم نے تمہارے (آنے کے) بعد تمہاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے ان کو گمراہ کر چھوڑا۔] ۲۰:۸۵

طٰہٰ کی آیت ۸۵ سے واضح ہوا کہ صرف سامری نے ہی قوم کو گمراہ کر دیا اس لئے پورے معاشرے کو گمراہ کرنے کے لئے ایک منافق بھی کافی ہے۔ حضرت علیؑ کی ولایت مسلمان تسلیم کرتے ہیں کیونکہ یہ آیت ۵۵ کا جز ہے لیکن سادہ لوح مسلمان اس منافق کی گمراہی کے شکار ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ سب کو اپنے جیسا (گمراہ) بنانا چاہتا ہے (۵:۷۷)۔ حضورؐ کے وسیلہ سے جو اللہ ورسولؐ دونوں پر ایمان لائے وہی مسلمان ہے۔ یہ مسلم کی وضاحت کے لئے کہ وہ غور کرے کہ اللہ کس کا ولی نہیں یا کس کس کا ولی ہے جس طرح اللہ سب کا ولی اسی طرح رسولؐ بھی سب کے ولی کیونکہ اللہ نے رسولؐ کی ولایت کو نہ محدود فرمایا نہ کوئی نسبت متعین فرمائی بعینہ مومنینؑ کی ولایت بھی مستند ہے اور بغیر کسی حد و نسبت ہے لیکن ولی تین (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) ہیں یعنی رسولؐ ومومنینؑ کی ولایت لاشریک (لامحدود اللہ) کے ساتھ شرکت رکھتی ہے۔ اب رسولؐ ومومنینؑ کی ولایت کو انسان (محدود) کیا سمجھ سکتا ہے۔ ان تینوں کی ولایت میں کوئی تناسب نہیں بالفاظ دیگر ستر فیصد یا تیس فیصد کا معاملہ کہیں نہیں ہے۔ مسلمان ہو نہیں سکتا جب تک کہ ان تینوں کی ولایت یا ولی ہونا تسلیم نہ کرے۔ تینوں کی ولایت آج بھی ہے اور قیامت تک ہی نہیں بلکہ یوم حساب بھی رہیگی (۹:۱۰۵)۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کی ولایت یا 'ولی' ہونے کا انکار بھی مسلمان کو مرتد بنا دیگا۔ کوئی مسلمان کسی ولی کا انکار نہیں کر سکتا۔ مسلمانوں کو علم ہے کہ یہ حضورؐ کا وسیلہ قیامت تک اور یوم حساب میں بھی باقی رہیگا۔ جب کلمہ پڑھا جا رہا ہے تو وسیلہ باقی ہے لیکن اس زمانہ میں بعض ایسا گروہ یا فرقہ ہے کہ جو 'یا اللہ مدد' کا عندیہ دیکر یہ اظہار بھی کرتا ہے اور کہتا بھی ہے کہ رحلت رسولؐ کے بعد 'یا رسول اللہ' کہنا غلط ہے حالانکہ وہ آیت ۵۵ (المائدۃ) کی تلاوت بھی کرتا ہوگا۔ کیا یہ کھلی منافقت نہیں ہے؟ یہ گروہ یا فرقہ رحلت رسولؐ کو 'وفات رسولؐ' کہنا چاہتا ہے التوبہ کی آیت ۱۰۵ یہاں انتہائی غور طلب ہے کہ ان تین (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) کی حیات جاودانی ثابت ہے۔ صرف اس آیت

۱۰۵ سے روگردانی ہی کسی مسلمان کو مرتد قرار دینے کے لئے کافی ہے۔ ولی تین (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) ہیں اور ان کے مابین کوئی حائل نہیں ہوسکتا یعنی جس طرح اللہ کے بعد رسولؐ اسی طرح رسولؐ کے ساتھ مومنینؑ متصل ہیں۔ آیت ۱۰۵ ملاحظہ ہو جو کہ ان تینوں کی بابت اظہار کہ لوگوں کے آخرت میں اعمال کا مشاہدہ فرمائیں گے۔

[اور (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ تم لوگ اپنے اپنے کام کئے جاؤ ابھی تو اللہ اور اس کا رسولؐ اور مومنینؑ تمہارے کاموں کو دیکھیں گے اور بہت جلد (قیامت میں) ظاہر و باطن کے جاننے والے (خدا) کی طرف لوٹائے جاؤ گے تب جو کچھ بھی تم کرتے تھے تمہیں بتا دیگا۔] ۹:۱۰۵

التوبہ کی ۱۰۵ سے بالکل ظاہر ہے کہ انسان مرنے کے بعد یوم حساب زندہ کیا جائیگا تاکہ اس کے نامہ اعمال کا حساب کتاب کیا جائے۔ دنیا میں حضورؐ کی بظاہر ولایت چودہ سو سال سے جاری ہے۔ ان مومنینؑ کا ساتھ حضورؐ کے ساتھ ہے اور یوم حساب بھی یہ تین (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) ہی ولی ہونگے۔ حضورؐ کے ساتھ مومنینؑ ہی ہونگے۔ یوم حساب اولوالعزم انبیاء اپنی امتوں کے گواہ ہونگے اور حضورؐ کے ساتھ مومنینؑ ہی ہونگے۔ یوم حساب اولوالعزم انبیاء اپنی امتوں کے گواہ ہونگے اور حضورؐ انؑ پر گواہ ہونگے جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے (۱۶:۸۹)۔ آیت ۵۵ کی صداقت کا کمال یہ ہے کہ جب دنیا میں حضورؐ کے لئے ولی ارشاد ہوا تو یوم حساب انبیاء اولوالعزم پر بھی گواہ بنایا اسی طرح مومنین بھی گواہ ہیں کیونکہ حضورؐ سے متصل ہیں۔ حضورؐ آخری نبی لیکن منزل ولایت نے وہ بلندی عطا فرمائی کہ حضورؐ و مومنینؑ دونوں گواہ چونکہ مومنینؑ اولیاء دیگر انبیاء سے افضل ہیں اس لئے مومنینؑ کے لئے بھی علیہ السلام واجب ہے۔ المائدۃ کی ۵۵ اور التوبہ کی ۱۰۵ میں مکمل ربط و مطابقت ہے۔ حضورؐ و مومنینؑ کے معیار عبادت کی فضیلت کو واضح فرما کے انؑ سب کو اللہ نے یوم حساب تمام مخلوق کے حساب کتاب کا مختار کامل بنایا ہے الحمدللہ و سبحان اللہ۔ عدل و عدالت کے خالق نے یونہی مختار نہیں بنایا بلکہ ان (حضورؐ و مومنینؑ) کی اعلیٰ و عرفہ قدروں و عمل کے تحت منتخب فرمایا۔ ان اوصاف کے سلسلہ کی ایک آیت ۲۰۷ البقرۃ سے ملاحظہ ہو۔

[اور لوگوں میں سے (خدا کے بندے) کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کی

غرض سے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر بڑا ہی شفقت والا ہے۔] ۲:۲۰۷

(ا)۔ جب کفار مکہ نے باہم جناب رسالت مآبؐ کے قتل کا مشورہ کر کے آپؐ کا گھر گھیر لیا اور خدا نے آپ کو خبر دے دی اور آپؐ نے ہجرت کے خیال سے علی مرتضیٰؑ سے فرمایا کہ کفار مکہ نے مجھے فرش خواب پر مار ڈالنے کا ارادہ کیا ہے تم میری عبا اوڑھ کر سور ہو تا کہ لوگ سمجھیں کہ میں سو رہا ہوں اور میں باہر جاتا ہوں۔ علی مرتضیٰؑ نے عرض کی اگر میں سو رہوں تو آپ کو کوئی گزند تو نہ پہنچے گا فرمایا نہیں علی مرتضیٰؑ نے عرض کی میری جان جائے یا رہے آپؐ کی سلامتی بہر حال مطلوب ہے اس پر خدا نے علی مرتضیٰؑ کی مدح میں یہ آیت نازل کی حضرت رسولؐ فرماتے ہیں کہ اس شب خداوند عالم نے جبرائیلؑ و میکائیلؑ کی طرف وحی کی کہ میں نے تم دونوں میں بھائی چارہ قرار دیا ہے اور ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ کی تم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی عمر اپنے بھائی کو دیدے مگر دونوں نے اس سے انکار کیا تب خدا نے ان دونوں فرشتوں سے فرمایا کہ میں نے علیؑ ولی اور محمدؐ نبی میں بھائی چارہ قرار دیا ہے اور دیکھو علیؑ نے اپنی جان نبیؐ پر کیونکر نثار کی ہے اور نبیؐ کے بستر پر کس طرح بے خوف و خطر سو رہا ہے تم دونوں ابھی زمین پر جاؤ اور علیؑ کی اس کے دشمنوں سے حفاظت کرو۔ یہ سنتے ہی دونوں زمین پر آئے اور جبرئیلؑ علی مرتضیٰؑ کے سرہانے اور میکائیل پائنتی بیٹھے اور جبرئیل علی مرتضیٰؑ کی طرف خطاب کر کے کہنے لگے اے ابن ابی طالب مبارک ہو مبارک ہو تمہارا مثل کون ہے کہ خود خداوند عالم اپنے فرشتوں پر تمہارے سبب سے مباہات کرتا ہے۔ دیکھو تفسیر ثعلبی، احیاء العلوم امام غزالی وغیرہ۔)

حضورؐ کی رسالت کا گواہ بھی ہر زمانہ میں ہونا چاہئے یعنی گزشتہ چودہ سو برس میں حضورؐ کے ساتھ انہیں مومنینؑ میں سے ایک گواہ (رسالت کا) ہونا واجب تا کہ آیت (۱۳:۴۳) کی صداقت قائم رہے۔ النحل آیت ۸۹ کا تقاضا یہ ہے کہ حضورؐ کے سامنے ہر امت کا ایک گواہ آئیگا اور اپنی امت کا نامہ عمل پیش فرمائیگا (یوم حساب)۔ نامہ اعمال کے بارے میں بنی اسرائیل کی ۱۳-۱۴ ملاحظہ ہوں۔

[اور ہم نے ہر آدمی کے نامہ اعمال کو اس کے گلے کا ہار بنا دیا ہے (کہ اس کی قسمت اس کے ساتھ رہے) اور قیامت کے دن ہم اسے اس کے سامنے نکال کے رکھ دیں گے کہ وہ اس کو ایک کھلی ہوئی

کتاب اپنے روبرو پائے گا کہ اپنا نامہ اعمال پڑھ لے اور آج اپنا حساب لینے کیلئے تو آپ ہی کافی ہے-] ۱۷:۱۳-۱۴

اعمال نامہ لکھنے والے مقرر ہیں- الانفطار کی آیات ۹ تا ۱۲ ملاحظہ ہوں-

[ہاں بات یہ ہے کہ تم لوگ جزا (کے دن) کو جھٹلاتے ہو حالانکہ تم پر نگہبان مقرر ہیں بزرگ (فرشتے سب باتوں کے) لکھنے والے (کراماً کاتبین) جو کچھ تم کرتے ہو وہ سب جانتے ہیں-] ۸۲:۹-۱۲

حضورؐ کی حیات طیبہ کی رسالت کا گواہ تو اللہ تعالیٰ نے علم کتاب دیکر شخص کو بنایا (۱۳:۴۳)- آپ کی حیات میں رسالت کا گواہ ہونا واجب تھا تو کیا آپؐ کی رحلت کے بعد گزشتہ چودہ صدیوں میں رسالت کا گواہ ہونا واجب نہیں؟ رحلت رسولؐ کے بعد رسالت جاری ہے اور کافر آج بھی رسالت کا انکار کرتا ہے- اس لئے رسالت کے گواہ کی ضرورت آج زیادہ ہے- اگر خدانخواستہ پچھلے چودہ سو برس یا آئندہ قیامت تک گواہ نہ ہوتو دو آیات (۱۶:۸۹) اور (۱۳:۴۳) کی صداقت خطرے میں ہے جو کہ قطعی ناممکن اس لئے دونوں آیات کے علاوہ المائدۃ کی ۵۵ میں تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) یعنی یہ تین کا لشکر (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) ولایت سے مامور ہے- رسولؐ کے بعد ان مومنینؑ میں سے کسی ایک مومنؑ یا ولی کا ہونا بھی لازم تاکہ تین کی ولایت برقرار رہے- ان سب آیات کی صداقت کے لئے حضورؐ کی رحلت کے بعد بھی ایک گواہ (علم کتاب کے ساتھ) چاہئے جس کا ولی ہونا بھی ضروری ہے- اب رسالت کا ایک گواہ (علم کتاب کے ساتھ) ولی بھی ہو یہ سب لازم وملزوم ہیں- اس طرح ان تمام آیات کی صداقت رہیگی کہ گزشتہ چودہ سو برس اور آئندہ قیامت تک ان صفات سے مملو شخص حضورؐ کے دور رسالت یا آپؐ کی امت کے ہر زمانہ کے گواہ (شخص) کی شرط پوری ہوگی- ان آیات کے تحت غور کیا جائے تو جس شخص کا ذکر آیت ۴۳ (۱۳:۴۳) میں ہے یعنی گواہ رسالت جو کہ حضورؐ کے ساتھ اور بعد رحلت بھی تھے وہ مومنینؑ میں سے امیر المومنین (جو کہ ولی) ہیں- کنز الایمان کے حوالے سے امیر المومنین علیؑ ولی ہیں اس لئے جو بھی انسان ایمان لائے یعنی مسلمان پر واجب ہے کہ حضرت علیؑ کو

ولی وامیر المومنین اور گواہ رسالت تسلیم کرے- اگر ایسا نہ کرے تو ان آیات کا انکار ہوگا بلکہ البقرۃ آیت ۲۰۸ کے حکم سے بھی انحراف ہوگا-

[اے ایمان والو تم سب کے سب (اکبار) اسلام میں (پوری طرح) داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدم بہ قدم نہ چلو وہ یقیناً تمہارا ظاہر بہ ظاہر دشمن ہے-] ۲۰۸:۲

البقرۃ کی ۲۰۸ میں کوئی گنجائش ہی نہیں کہ مسلمان کسی آیت کے ایک حصہ کو بھی نظر انداز کرے- انسان کی اتنی مجبوری ہے کہ مومنینؑ کی ولایت اور امیر المومنین کو ولی (حضرت علیؑ) تسلیم کرنا ہے- جب اللہ و رسولؐ کی ولایت پر ایمان لاتا ہے تو امیر المومنین کی ولایت پر بھی ایمان لانا ہے- غالباً اس ولایت رسولؐ کی بناء پر رسولؐ تمام انبیاء سے افضل اور اسی دلیل پر امیر المومنین علیؑ بھی تمام انبیاء (بجز حضورؐ) سے افضل ہیں- بجز حضورؐ منزل ولایت میں اللہ کے ساتھ کوئی نبی شریک نہیں اور حضورؐ کے ساتھ متصل ہو کر مومنینؑ ہی ولایت میں شریک ہیں- اللہ تعالیٰ نے منزل ولایت میں اپنے (اللہ) ساتھ رسولؐ و مومنینؑ کو شریک کیا (۵:۵۵) تو پھر ''یا اللہ مدد'' کے ساتھ ''یا رسولؐ مدد'' بھی واجب اور ''یا علیؑ مدد'' بھی قرآن سے ہم آہنگی رکھتا ہے- صرف 'یا اللہ مدد' کی نیت رکھنا یا کہنا منافقت ہے کیونکہ مسجد ضرار کے واقعہ نے ثابت کر دیا کہ رسولؐ کو منافق ہی نظر انداز کرانا چاہتا ہے- کیا تمام ایمان لانے والے ان تین اولیاء (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کی شرکت (ولایت میں) پر راضی ہو کر ایمان لاتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ براہ راست اس ولایت کی شرکت میں منظوری دیتا ہے اور اس تسلیم کرنیوالے مسلمان کی کامیابی کی ضمانت بھی دے رہا ہے کہ جو اللہ کے لشکر (اللہ اور رسولؐ اور مومنینؑ) میں آ گیا وہ کامیاب ہے (۵:۵۶)- اللہ تعالیٰ کو ہر گروہ کے انسانوں یا تمام انسانوں کی نفسیات کا مکمل علم تھا اور ہے کہ کون کس کا انکار کریگا چنانچہ اس (اللہ) نے بھی اس لشکر کی تشکیل دیدی اور اس شان سے کہ لشکر کے تین جز قرار دیئے- ہر جز منزل ولایت پر فائز یعنی اللہ بھی ولی اس کا رسولؐ بھی ولی اور مومنینؑ بھی ولی ہیں- یہ تینوں (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) مل کر ولایت میں کل ایک ہیں- حقیقت یہ ہے کہ اب دنیا کے کسی انسان کو یہ اختیار نہیں کہ اس منزل ولایت میں کسی کی حد بندی کرے- ایسا کرنا اللہ کے اختیارات میں مداخلت کرنا تصور کیا جائے گا یعنی اس طرح کے مسائل میں خود مختاری کرنا انسان کے لئے عذاب کو دعوت دینا ہے- اللہ (اول ولی) کی ولایت کا انکار مشرک کرتا ہے- رسولؐ

(دوسرے ولی) کی ولایت کا انکار کافر کرتا ہے- امیر المومنین حضرت علیؑ (تیسرے ولی) کی ولایت کا انکار منافق کرتا ہے (۵۸:۳۳)- منافق ان تینوں اولیاء (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کا منکر ہے- اللہ و رسولؐ کا انکار کر کے منافق مشرک بھی ہے اور کافر بھی لیکن یہ بظاہر اللہ و رسولؐ پر ایمان لا کر حضرت علیؑ (تیسرے ولی) کا انکار کرتا ہے- اب یہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ تیسرے ولی کا انکار انسان کو مشرک و کافر بنا دے گا جو کہ بدترین سزا کا مستحق ہوگا (جہنم کا سب سے نیچے کا طبقہ) (۱۴۵:۴)- مومنینؑ کی منزل ولایت کا تذکرہ جزو قرآن اور جزو ایمان ہے- کوئی مسلمان تصور بھی نہیں کرسکتا کہ اس جز کو نظرانداز کر جائے لیکن جیسا کہ قبل پیش کیا گیا کہ انسان بدل جایا کرتا ہے کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے- وہ گمراہ کرانے کے چکر میں رہتا ہے- دوسرا سبب یہ بھی ہے کہ منافق سیدھے سادے مسلمان کو اس تیزی سے گمراہ کرتا ہے کہ جو بعض اوقات خیال میں آنا بھی مشکل ہے- ''کنز الایمان'' کے حوالے سے تصدیق ہوتی ہے کہ مسلمانوں کی بڑی اکثریت حضرت علیؑ کو ولی تسلیم کرتی ہے- جب حیات رسولؐ میں منافق نے مسجد ضرار بنا ڈالی تو اس زمانہ میں منافق گمراہ کرے تو تعجب کی کون سی بات ہے- انسان (حتیٰ کہ صاحب ایمان بھی) بڑی تیزی سے گمراہی کی طرف مائل ہوتا ہے- آیات سے ان تمام معاملات کی وضاحت کی گئی ہے- جناب موسیٰؑ کے دور میں سامری (منافق) کا تنہا گمراہ کن واقعہ بیان کیا گیا- ہر زمانہ میں (آج بھی) اور ہر شہر یا مقام پر منافق اپنی منافقت کا فن دکھاتا ہے اس لئے مسلمان پر بھی یہ فرض کہ وہ منافقین کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہیں- اللہ تعالیٰ (اول ولی) کو کافر و مشرک دونوں پہچانتے ہیں ایمان نہیں لاتے- رسولؐ (دوسرے ولی) کو کافر پہچانتا ہے، رسالت کی فضیلت کو جانتا ہے لیکن ایمان نہیں لاتا- الانعام آیت ۱۲۴ ملاحظہ ہو-

[اور جب ان کے پاس کوئی نشانی (نبی کی تصدیق کے لئے) آتی ہے تو کہتے ہیں جب تک ہم کو خود ویسی چیز (وحی وغیرہ) نہ دی جائیگی جو پیغمبران خدا کو دی گئی ہے اس وقت تک تو ہم ایمان نہ لائیں گے اور اللہ جہاں (جس دل میں) اپنی پیغمبری قرار دیتا ہے (اس کی قابلیت وصلاحیت) کو خوب جانتا ہے- وہ لوگ (اس جرم کے) مجرم ہیں ان کو عنقریب ان کی مکاری کی سزا میں خدا کے یہاں بڑی ذلت اور سخت عذاب ہوگا-] ۱۲۴:۶

الانعام آیت ۱۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی نفسیات کی جو ترجمانی فرمائی ہے وہ خالق ہی کا حق ہے- انسان تمنا یہ کرتا ہے کہ اسے بھی رسالت ملے- ایسا کر کے وہ اپنی مجبوری کا انکشاف کرتا ہے یعنی اپنی حیثیت کو پہچان رہا ہے اور اس طرح وہ (انسان) اللہ کے اقتدار اعلیٰ کو جانتا ہے- یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اللہ کے پاس

رسالت کا اختیار ہے لیکن رسولؐ پر انسان (کافر) ایمان نہیں لاتا حالانکہ اللہ نے انجام سے بھی اسے باخبر فرمادیا۔ انسان نفس کی پیروی پر کتنا بڑا ضدی اور پر تشدد ہے کہ عذاب کے خطرے کے باوجود ایمان نہیں لاتا۔ اللہ نے اسے مجرم و مکار بھی فرمادیا۔ انسانوں کو آج بھی رسالت سے کس قدر بغض و حسد ہے کہ رسولؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔ یہ قیامت میں سزا بھگتنے کو تیار ہیں لیکن رسولؐ پر ایمان لانا منظور نہیں یعنی رسولؐ سے کفر اختیار کئے ہیں۔ رسولؐ سے روگردانی کرنے والا قرآن کی رو سے کافر ہے (۶:۱۲۴) اور رسولؐ (دوسرے ولی) سے کافر کو آج بھی بغض و حسد ہے لیکن اول و دوئم ولی (اللہ و رسولؐ) پر منافق ایمان لاتا ہی نہیں (۶۳:۱) صرف اظہار کرتا ہے کہ اللہ و رسولؐ پر ایمان لاتا ہے (منافق جھوٹا ہے) اس کو بھی رسولؐ سے بغض و حسد ہے کیونکہ یہ (منافق) کافر بھی ہے۔ مومنینؑ (جو کہ رسولؐ سے متصل ہیں) تیسرے ولی ہیں۔ اسی دلیل پر منافق کو ان سے بھی بغض و حسد ہے۔ یہ (منافق) تیسری ولایت کا انکار ببانگ دہل کرتا ہے اور یہی سیدھے مسلمانوں کے درمیان فساد کا باعث بنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح (انتہائی شائستگی کہ جہاں زبردستی کا شبہ نہ ہو) رسولؐ کی اطاعت و اتباع کرانا چاہتا ہے تاکہ انسان کی عاقبت (خصوصاً مسلمان) بخیر ہو۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت و فرمانبرداری کے حکم پر متعدد آیات ملاحظہ ہوں۔

[اے لوگو تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے رسولؐ (محمدؐ) دین حق کے ساتھ آچکے ہیں پس ایمان لاؤ (یہی) تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر انکار کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ زمین اور آسمانوں میں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور اللہ بڑا واقف کار حکیم ہے۔] ۴:۱۷۰

النساء آیت ۱۷۰ میں صاف ظاہر ہے کہ رسولؐ کا اتباع واجب ہے۔

النساء آیات ۸۰-۸۱ میں بالکل واضح ہے کہ کچھ لوگ فرمانبرداری کے دعویٰ کے باوجود سازش میں مصروف رہتے۔ یہی منافقت کا اظہار ہے بظاہر فرمانبردار تھے یعنی اقرار کچھ کرتے تھے اور عمل کچھ اور تھا یعنی منافق تھے۔ الفتح کی ۱۳۔ الحدید کی ۷۔ التغابن کی ۱۲ اور الجن کی ۲۳ بھی ملاحظہ ہوں۔

[اور جو شخص اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے۔] ۴۸:۱۳

[(لوگو) اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور جس (مال) میں اس نے تم کو اپنا نائب بنایا ہے اس میں سے کچھ (خدا کی راہ میں) خرچ کرو تو تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور (راہ خدا میں) خرچ کرتے رہے ان کے

لئے بڑا اجر ہے-] ۷:۵۷
(تفسیر ا- کیوں کہ جب چیزوں کا اصلی مالک وہی ہے تو جب جو شخص بھی کسی چیز پر تصرف کرے گا وہ اس کا نائب ہوا- اسی کی طرف حدیث قدسی میں اشارہ ہے کہ مال تو میرا ہے اور مال دار میرے وکیل ہیں اور محتاج میرے عیال ہیں تو اگر میرا وکیل میرے عیال کو خرچ نہ دے گا تو میں اسے جہنم میں داخل کروں گا اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کروں گا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ چیزیں تو وہی ہیں جن پر تمہارے اگلے قابض تھے تم البتہ نئے ہوئے- تو اب تمہارا تصرف بحیثیت نیابت ہوا نہ اصلی طور پر)

[اللہ کی طرف سے (احکام کے) پہنچا دینے اور اس کے پیغاموں کو ادا کرنے کے سوا (کچھ نہیں کر سکتا) اور جس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی تو اس کیلئے یقیناً جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ اور ابدالآباد تک رہیگا-] ۷۲:۲۳

اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری نظر انداز کر کے انسان دوسروں کی پیروی کرتا ہے اس لئے وہ مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنیکی کوشش کرتا ہے- سورۃ لقمان کی ۲۱ اور الاعراف کی ۳ ملاحظہ ہوں-

[اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل کی ہے اس کی پیروی کرو تو (چھوٹتے ہی) کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی (طریقہ) پر چلیں گے جس پر ہم نے اپنے باپ داداؤں کو پایا بھلا اگر چہ شیطان ان کے باپ داداؤں کو جہنم کے عذاب کی طرف بلاتا رہا ہو (تو بھی انہی کی پیروی کریں گے)-] ۳۱:۲۱

[(لوگو) جو تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا دوسرے سرپرستوں کی پیروی نہ کرو- تم لوگ تو بہت ہی کم نصیحت قبول کرتے ہو-] ۷:۳

سورۃ لقمان کی ۲۱ میں اللہ کا ارشاد ہو رہا ہے کہ اس کتاب کا اتباع کرو کہ جو نازل کی گئی ہے لیکن انسان کا جواب ہے کہ باپ دادا کے راستے کا اتباع کیا جائیگا- کتنا ہٹ دھرم انسان ہے- الاعراف کی ۳ میں ارشاد ہے کہ جو کچھ نازل کیا گیا ہے یعنی کتاب اور رسول کا اتباع کیا جائے اور تنبیہ یہ ہے کہ کسی دوسرے سرپرست (ولی) کی پیروی نہ کی جائے- انسان بضد ہے کہ دوسروں کی سرپرستی اختیار کرے اور ان تین اولیاء (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کی سرپرستی جن کے لئے حکم ہے ان کو نظر انداز کرتا ہے- الاعراف کی آیت ۳ میں فرما دیا کہ انسان بہت کم نصیحت قبول کرتا ہے- مختلف انداز سے اللہ نے واضح فرما دیا کہ انسان کس قدر حکم کی مخالفت کرنے پر مائل ہے یہ انسان کی نفسیاتی کیفیت ہے کہ رسول کو بھی نظر انداز کرتا ہے حالانکہ ان چند آیات (محمد ۳۳، الفتح ۱۳، الحدید

ے التغابن ۱۲، الجن ۲۳) میں بھی حکم ہے کہ رسولؐ کی فرمانبرداری کی جائے اس لئے کہ یہی اللہ کی اطاعت ہے۔ انسانوں کی اکثریت دوسرے ولی کا انکار کرتی ہے یعنی رسولؐ کا انکار کرتی ہے۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی آبادی بیس فیصد یا کچھ زائد ہوگی۔ دنیا کی باقیماندہ اسی فیصد حضورؐ کا انکار کرتی ہے۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ حضورؐ کا مسلسل ذکر فرما کے کسی طور دوسرے ولی (حضورؐ) کو تسلیم کرانا چاہتا ہے لیکن انسان ایمان لانے کیلئے تیار نہیں بلکہ بغض و حسد میں مبتلا ہے۔ اس نفسیاتی کیفیت میں انسان تیسرے ولی (امیر المومنین حضرت علیؑ و دیگر مومنینؑ) کو کہاں تک تسلیم کریگا۔ ان حالات میں مسلمان ایمان لانے کے باوجود قائم کتنا رہتا ہے! فرقہ بندی کرتا ہے۔ پھر مسلمان کے متعلق حضورؐ کا شکوہ الفرقان آیت ۳۰ ملاحظہ ہو۔ (مطبوعہ تاج کمپنی)۔

[اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔] ۲۵:۳۰

اللہ تعالیٰ واحد و یکتا اپنی مخلوق کی نفسیات سے اچھی طرح واقف ہے اس لئے یہ سمجھ کر یہ انسان رب العالمین ہی پر ایمان نہیں لاتا اور رسول کا انکار کرتا ہے (۴۳:۱۳) ان خطرات کے پیش نظر وہ مومنینؑ کے ناموں کا یا شخص (رسالت کے گواہ) کا نام بھی براہ راست ظاہر نہیں فرماتا کہ انسان حسد کے سبب کہیں بالکل منحرف ہی نہ ہو جائے۔ بنی اسرائیل کی آیت ۴۱ ملاحظہ ہو۔

[اور ہم نے تو اسی قرآن میں طرح طرح سے بیان کر دیا تا کہ لوگ کسی طرح سمجھیں مگر اس سے تو ان کی نفرت ہی بڑھتی گئی۔] ۱۷:۴۱

بنی اسرائیل کی آیت ۴۱ سے واضح ہے کہ اللہ جس قدر انسان کو سمجھانا چاہتا ہے اتنا ہی حق سے نفرت کرتا ہے۔ زبان (عربی) کے مسئلہ میں عرب اتنی شدت پسندی اختیار کئے ہوئے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس قرآن کو عربی میں نازل نہ فرماتا تو یہ اس کتاب کی ہدایت کو قطعی تسلیم نہ کرتے۔ الشعراء کی آیات ۱۹۸-۱۹۹ ملاحظہ ہوں۔

[اور اگر ہم اس قرآن کو کسی دوسری زبان والے پر نازل کرتے اور وہ ان عربوں کے سامنے اس کو پڑھتا تو بھی یہ لوگ اس پر ایمان لانے والے نہ تھے۔] ۲۶:۱۹۸-۱۹۹

اس تمام احتیاط اور لحاظ کے باوجود انسانوں کی اکثریت اللہ و رسولؐ پر ایمان نہیں لاتی۔ انسان کس قدر نافرمانبردار ہے اور رب العالمین اپنی مخلوق کی نفسیات سے واقف ہو کر کس قدر اس (کم بخت) کا خیال رکھتا ہے کہ کروڑوں یا اربوں کی پرورش فرماتا ہے کہ جو ایمان لاتے ہی نہیں۔ کم از کم مسلمان تو اس کیفیت پر غور کرے! یہ خود فرقہ بندی کا اسیر ہے! پروردگار نے اس خدشہ بلکہ یقین کے ساتھ کہ عرب قرآن ہی کو نہ رد کر دیں عربی

زبان میں نازل فرمایا- اگر وہ زیر بحث مومنینؑ کا تذکرہ کر کے ان کے ناموں کا اظہار نہیں فرماتا تو تعجب کی کوئی بات نہیں البتہ اللہ تعالیٰ تذکرہ رسولؐ کے بعد یہ بتانا چاہتا ہے کہ رسولؐ سے متصل جن مومنینؑ کا ذکر ہے وہ منزل ولایت میں اللہ ورسولؐ کے ساتھ شریک ہیں اور اپنی دیگر صفات (نماز، سخاوت، علم وغیرہ) میں رسولؐ کی طرح ہی منفرد ہیں بغیر ان (مومنینؑ) کی ولایت کو تسلیم کئے تکمیل ایمان نہ ہوگا- اس طرح مسلمان کے لئے بڑی مراعات ہیں اور اتنے اعلیٰ مشورے ہیں کہ اگر عمل ہو جائے تو مسلمان کے لئے فلاح و بہبود کا خزانہ ہے- فرمانبرداری کی صورت میں اللہ ہر گروہ پر مہربان ہے- مسلمانوں کو کس انداز سے نجات دیتا ہے- سورۃ یونس کی آیت ۱۰۳ ملاحظہ ہو- تاج کمپنی کے مطبوعہ سے آیات کا ترجمہ ملاحظہ ہو-

[اور ہم اپنے پیغمبروں اور مومنوں کو نجات دیتے رہے ہیں اسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں-]۱۰:۱۰۳

اللہ تعالیٰ مومنوں سے توقع رکھتا ہے یا حسرت الٰہی ہے کہ مومن کم از کم مسلمان رہ کر مرے- آل عمران کی ۱۰۲ ملاحظہ ہو-

[مومنو! خدا سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور مرنا تو مسلمان ہی مرنا-] ۳:۱۰۲

اللہ کو ایمان لانے والوں سے کس قدر لگاؤ ہے کہ مومن کم از کم مسلمان مرے (۳:۱۰۲) تا کہ اسے نجات دی جائے- یہاں یہ بات پائے ثبوت کو پہنچی کہ مومن بھی بدلتا ہے- اسی طرح مسلمانوں کو کتنے زریں مشورے دیتا ہے یا آگاہ فرماتا ہے- آل عمران: آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰ ملاحظہ ہوں (تاج کمپنی کے مطبوعہ سے)

[مومنو! کسی غیر (مذہب کے آدمی) کو اپنا راز دار نہ بنانا یہ لوگ تمہاری خرابی (اور فتنہ انگیزی کرنے) میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے اور چاہتے ہیں کہ (جس طرح ہو) تمہیں تکلیف پہنچے- ان کی زبانوں سے تو دشمنی ظاہر ہو ہی چکی ہے- اور جو (کینے) ان کے سینوں میں مخفی ہیں وہ کہیں زیادہ ہیں- اگر تم عقل رکھتے ہو تو ہم نے تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر سنادی ہیں- دیکھو تم ایسے (صاف دل) لوگ ہو کہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے ہو حالانکہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے اور تم سب کتابوں پر ایمان رکھتے ہو (اور وہ تمہاری کتاب کو نہیں مانتے) اور جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ کے سبب انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں (ان سے) کہہ دو کہ (بدبختو) غصے میں مر جاؤ- خدا تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے- اگر تمہیں آسودگی حاصل ہو تو ان کو بری لگتی ہے اور اگر رنج پہنچے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر تم

تکلیفوں کی برداشت اور (ان سے) کنارہ کشی رکھتے رہو گے تو ان کا فریب تمہیں کچھ بھی نقصان نہ پہنچا سکے گا- یہ جو کچھ کرتے ہیں خدا اس پر احاطہ کئے ہوئے ہے-]۳:۱۱۸-۱۲۰

آل عمران کی صرف ان تین آیات ۱۱۸ تا ۱۲۰ میں مشوروں اور متنبہ کرنے کا ایک خزانہ ہے- آج دنیا کے ایک چوتھائی مسلم ممالک کی جو حالت ہے ان سب کا عمومی تجزیہ ان آیات سے ہی کیا جاسکتا ہے اور یہ کہ ہماری بدحالی اور کم عقلی پر مضامین لکھے جاسکتے ہیں- کیا ہم ان آیات کے مطابق عمل کرتے ہیں؟ اگر نہیں کرتے تو کیوں نہیں کرتے! اگر عمل ہوتا تو مسلمانوں کی یہ خستہ حالی نہ ہوتی- ایسا کیوں ہے؟ قرآن حکیم نے ہر گروہ (کافر و مشرک وغیرہ) کی تمام نفسیاتی کیفیت یا مزاج سے اتنا آگاہ فرمادیا ہے کہ اگر مسلمان عمل کرے تو مسائل آج بھی اسی طور حل کئے جاسکتے ہیں کہ جیسے صدیوں قبل انجام دیئے جاتے تھے- متذکرہ تین آیات بھی اسی نفسیاتی پہلو کی ایک کڑی ہیں-

اللہ تعالیٰ ہر گروہ (کافر و مشرک و یہودی و عیسائی و مسلم اور منافق) کیلئے علیحدہ بھی خواہاں ہے کہ کسی طور ان کی بخشش فرمائے- منافق بدترین انسان ہے لیکن اس کیلئے بھی نرم گوشہ رکھتا ہے کہ اگر توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بہشت میں لیجائے گا جیسا کہ النساء کی ۱۴۶ میں پیش کیا گیا- مشرک کے لئے الانعام کی ۱۵۶ ملاحظہ ہو-

[(اور اے مشرکین یہ کتاب ہم نے اس لئے نازل کی) کہ تم یہ کہہ بیٹھو کہ ہم سے پہلے کتاب خدا تو بس صرف دو ہی گروہوں (یہود و نصاریٰ) پر نازل ہوئی تھی اگرچہ ہم تو ان کے پڑھنے (پڑھانے) سے بے خبر تھے-]۶:۱۵۶

الانعام کی ۱۵۶ میں نزول قرآن کا ذکر حضورؐ جیسے اعلیٰ نبیؐ پر، تاکہ مشرکین ان نعمات (حضورؐ و قرآن) پر خصوصاً غور کریں کہ ان کے لئے ہیں یعنی مشرکین کا بھی اس قدر لحاظ رکھا گیا ہے تاکہ وہ ایمان کی نعمت حاصل کریں- اللہ تعالیٰ کس شفقت سے اس نعمت کا اظہار فرماتا ہے کہ مشرکین بھی کسی احساس کمتری میں بتلا نہ ہوں- اللہ کی نعمت (رسولؐ و قرآن) سب کیلئے عام ہے یہودی و عیسائی کے لئے تخصیص نہیں کہ دو کتابیں توریت و انجیل عطا ہوئیں حالانکہ یہ کتب بھی تمام انسانوں (بشمول کفار و مشرکین) کے لئے نازل ہوئیں- اللہ تعالیٰ کی کوشش جناب آدمؑ کے دور سے ہی ہے کہ ہر انسان ہدایت کے تحت زندگی گزارے تاکہ آخرت میں اس کی بخشش کی جائے اور بہشت میں جگہ دی جائے- اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک اور خالق ہونے کی وجہ سے مخلوق سے جو لگاؤ ہے وہ

اللہ ہی کا حق ہے لیکن اتنے بندوبست کے باوجود انسانوں کی اکثریت گمراہی کی طرف مائل ہے اور وہ کسی طور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف راغب نہیں ہوتی بلکہ ہر انسان دوسرے کو اپنا جیسا بنانا چاہتا ہے۔ انسان اکثر اللہ و رسولؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہے۔ اولوالعزم انبیا علیہم السلام کے ادوار کا جائزہ لیا جائے کہ کیا انسانوں کی اکثریت حق پر تھی یا نہیں۔ جناب نوحؑ کا دور ملاحظہ ہو۔ جناب نوحؑ نے پہلے نو سو برس سے زائد دین کی خدمت فرمائی لیکن اکثریت نے راہ حق اختیار نہ کی تو پھر آپؑ نے دعا فرمائی کہ ایسا عذاب نازل ہو کہ ایک بھی کافر زمین پر نہ بچے۔ سورۃ نوحؑ کی آیات ۲۴ تا ۲۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور انہوں نے بہتیروں کو گمراہ کر چھوڑا۔ اور تو (ان) ظالموں کی گمراہی کو اور بڑھا دے (آخر) وہ اپنے گناہوں کی بدولت (پہلے تو) ڈوبائے گئے پھر جہنم میں جھونکے گئے تو ان لوگوں نے اللہ کے سوا کسی کو اپنا مددگار نہ پایا اور نوحؑ نے عرض کی پروردگار ان کافروں میں سے روئے زمین پر کسی کو بسا ہوا نہ رہنے دے۔] ۷۱:۲۴:۲۶

الشعراء کی آیات ۱۱۷ تا ۱۲۰ بھی ملاحظہ ہوں۔

[(آخر) نوحؑ نے عرض کی پروردگارا میری قوم نے یقیناً مجھے جھٹلایا تو اب تو میرے اور ان لوگوں کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مومنین میرے ساتھ ہیں ان کو نجات دے۔ غرض ہم نے نوحؑ اور ان کے ساتھیوں کو جو بھری ہوئی کشتی میں تھے نجات دی۔ پھر اس کے بعد ہم نے باقی لوگوں کو غرق کر دیا۔]

۲۶:۱۱۷-۱۲۰

سورۃ ھود کی آیت ۲۷ بھی ملاحظہ ہو۔

[تو ان کے سردار جو کافر تھے کہنے لگے کہ ہم تو تمہیں اپنا ہی سا ایک آدمی سمجھتے ہیں اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تمہارے پیرو ہوئے بھی ہیں تو بس صرف ہمارے چند رذیل لوگ (اور وہ بھی بے سوچے سمجھے) سرسری نظر میں اور ہم تو اپنے اوپر تم لوگوں کی کوئی فضیلت نہیں دیکھتے۔ بلکہ تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔] ۱۱:۲۷

سورۃ ھود کی آیت ۲۷ نے یہ تصدیق فرما دی کہ ایمان لانے والے چند تھے اور طوفان نوحؑ میں اکثریت (قوم کفار) ڈوب گئی۔ طوفان نوح کے بعد کشتی میں مومنین ہی کو نجات ملی۔ چند روز کے بعد مومنین کا انتقال ہو گیا اور صرف جناب نوحؑ کے اہل وعیال سے آبادی میں اضافہ شروع ہوا۔ اس اضافہ کے بعد کیا تمام آبادی ایمان پر قائم رہی؟ جناب نوحؑ کے دور کے بعد مختلف انبیاء تشریف لاتے رہے اور ہدایت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ جناب ابراہیمؑ کا دور شروع ہوا۔ باوجود گزشتہ ہدایات کے انسان آبادی کے ساتھ اضافہ میں ایمان

پر قائم نہ رہا بلکہ ارتداد اختیار کر کے پھر کفر و شرک میں مبتلا ہو گیا جیسا کہ جناب نوحؑ کے دور میں تھا۔

جناب ابراہیمؑ کے دور میں نمرود جیسا بادشاہ خدائی کا دعویدار تھا اور بتوں کی پرستش کا ماحول تھا۔ اس کیفیت سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ انسان (حتیٰ کہ مومنین یا اولادیں) بھی کس تیزی سے ایمان کو تبدیل کرتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انسان وسیلہ نبیؑ یا وصیؑ سے مسلسل انحراف میں کوشاں رہتا ہے ورنہ اتنا جلد ارتداد کی طرف مائل نہ ہوتا۔ انسان (خصوصاً صاحب ایمان بھی) توفیق الٰہی سے نفس پر قابو رکھے ورنہ جلد گمراہی میں پڑ سکتا ہے۔ عقل کی حکمرانی پر عمل کرنا اور نفس پر قابو رکھنا ہی عمل پیہم ہے۔ ذرا سی غفلت انسان کے کردار کو عذاب کے گرداب میں غرق کر دیتی ہے۔ مختصر یہ کہ پھر اکثریت (قوم) نمرود کے ساتھ تھی۔ سورۃ الانعام کی آیات ۸۱ تا ۸۳ غور طلب ہیں۔

[اور جنہیں تم اللہ کا شریک بناتے ہو میں ان سے کیوں ڈروں جب تم اس بات سے نہیں ڈرتے ہو کہ تم نے اللہ کا شریک ایسی چیزوں کو بنایا ہے جن کی اللہ نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی۔ پھر اگر تم جانتے ہو تو (بھلا بتاؤ تو سہی کہ) ہم دونوں فریق میں امن قائم رکھنے کا زیادہ حقدار کون ہے۔ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) سے آلودہ نہیں کیا انہی لوگوں کے لئے امن (واطمینان) ہے اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں اور یہ ہماری (سمجھائی بجھائی) دلیلیں ہیں جو ہم نے ابراہیم کو اپنی قوم پر (غالب آنے کے لئے) عطا کی تھیں۔ ہم جس کے مرتبے چاہتے ہیں بلند کرتے ہیں بے شک تمہارا پروردگار حکمت والا باخبر ہے۔] ۶:۸۱-۸۳

جناب ابراہیمؑ پر ایمان لانے والے تعداد میں کم تھے لیکن اکثریت دوسروں (قوم کفار و مشرکین) کی تھی۔ نمرود تکبر کی وجہ سے خود اپنی ہی درخواست پر بمع اپنے لشکر مچھروں کے عذاب کا شکار ہو گیا (۲:۲۵۸) میں اس کی تفسیر ملاحظہ ہو۔ جناب ابراہیمؑ کے دور کی نمرودی قوم عذاب میں ہلاک ہو گئی۔ جو زندہ رہے اکثر مومنین ہی تھے۔ پھر انہیں کی اولادوں سے آبادی میں اضافہ ہوتا رہا۔ اللہ کی طرف سے انبیاء ہدایت کا سلسلہ قائم فرماتے رہے لیکن آبادی کے اضافہ کے ساتھ ارتداد یا کفر و شرک میں بھی اضافہ ہوتا رہا۔ جناب ابراہیمؑ کے کافی عرصہ بعد جناب موسیٰؑ کا دور شروع ہوا لیکن اس زمانہ میں فرعون خدائی کا دعویدار تھا النّٰزعٰت کی آیت ۲۴۔

[میں تم لوگوں کا سب سے بڑا پروردگار ہوں۔] ۷۹:۲۴

اکثریت فرعون کے ساتھ تھی۔ جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی اقوام کی اکثریت غلطی پر ہے یہ اظہار صرف المائدۃ آیت ۶۶ سے ہی ہوتا ہے اور قلیل یہود و نصاریٰ حق پر ہیں۔

[اور اگر یہ لوگ توریت اور انجیل اور جو (صحیفے) ان کے پاس ان کے پروردگار کی طرف سے نازل کیئے گئے تھے (ان کے احکام کو) قائم رکھتے تو ضرور (ان کے) اوپر سے (بھی رزق برس پڑتا) اور پاؤں کے نیچے سے بھی (ابل آتا اور یہ خوب چین سے) کھاتے- ان میں سے کچھ لوگ تو اعتدال پر ہیں (مگر) ان میں کے بہتیرے جو کچھ کرتے ہیں برا ہی کرتے ہیں-]۵:۶۶

مسلمانوں کے متعلق حضورؐ کا شکوہ کہ قوم نے قرآن کو چھوڑ رکھا تھا- الفرقان کی آیت ۳۰- تاج کمپنی کے مطبوعہ قرآن سے ملاحظہ ہو-

[اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا[ا]-]۲۵:۳۰

([ا]- تفسیر پیشتر بیان کی گئی ہے)

اس تمام کیفیت کے باوجود اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے صبر کا امتحان لے گا (۳:۱۸۶) ملاحظہ ہو- ان تمام کوتاہیوں کو نظر انداز فرماتے ہوئے بھی مسلمانوں سے جو لگاؤ اللہ تعالیٰ کو ہے وہ آیت ۱۰۴ (۴:۱۰۴) میں ملاحظہ ہو-

جناب نوحؑ و ابراہیمؑ و موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور حتیٰ کہ حضورؐ کے تا حال اور تمام ادوار کی قرآن حکیم سے کیفیت اور اکثریت کی نفسیاتی حالت پیش کی گئی اس سے بہتر ثبوت تاریخ کیا فراہم کرے گی- انسانوں کی اکثریت (یہود، عیسائی اور مسلمین) فرقہ بندی سے مرتد ہے اور تمام (مشرکین و کفار اور منافقین) حق سے روگردانی اختیار کیئے ہوئے ہیں- اس تمام روگردانی کے سبب کی چند کلیدی آیات کا حوالہ دیا جاتا ہے- المومنون کی آیات ۷۰ اور ۷۱ (جزوی) میں بیان کیا گیا کہ انسان (اکثر) کو حق پسند نہیں یا حق سے نفرت ہے اگر حق کہیں ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتا تو سارے آسمان و زمین اور جو لوگ ان میں ہیں برباد ہو جاتے- انسان مال کا بڑا حریص ہے (۸:۱۰۰)-

اس قسم کی کوئی آیت نہیں ہے کہ جس سے مال جمع کرنیکی دین میں کوئی ترغیب ہو بلکہ مال خرچ (اللہ کی راہ میں) کرنے کا مشورہ ہے (۲:۲۱۹)- ارب پتی بننے کا اشارہ کسی آیت کے تحت نہیں- العلق کی دو آیات ۶-۷ پیش کی جاتی ہیں تا کہ پتہ چلے انسان مال کی زیادتی سے سرکش ہو جاتا ہے- اگر مسلمان البقرۃ کی آیت ۲۱۹ جزوی کے مشورے پر عمل کرے تو دولت کی زیادتی نہ ہوگی اس طرح سرکشی بھی ختم ہو جائیگی- مسلمان کو اللہ تعالیٰ

کا مشورہ بھی حکم کی طرح تصور کرنا چاہئے- آیات ۶ - ۷ ملاحظہ ہوں-

[سن رکھو بیشک انسان جب اپنے کو غنی دیکھتا ہے تو سرکش ہو جاتا ہے-] ۹۶:۶-۷

اللہ تعالیٰ کے نزدیک مال و دولت کی کوئی اوقات وحیثیت نہیں الجعر آیت ۸۸ ملاحظہ ہو-

[اور ہم نے جوان کفار میں سے کچھ لوگوں کو (دنیا کی مال و دولت سے) نہال کر دیا ہے تم اس کی طرف ہر گز نظر بھی نہ اٹھانا اور نہ ان (کی بے دینی) پر کچھ افسوس کرنا اور ایمان داروں سے (اگر چہ غریب ہوں) جھک کر ملا کرو-] ۱۵:۸۸

الحجر کی آیت ۸۸ میں کفار کے مال کی مذمت اور ایماندار کی مفلسی کی جو اللہ نے قدر دانی فرمائی ہے اس سے بڑا انعام اور کیا ممکن ہے- کافر کی دولت اور مفلس کے ایمان کا کوئی تقابل نہیں ہے- ایمان کے ساتھ زندگی گزارنا ہی حق ہے- انسان کی نفسیاتی کیفیت ہے کہ وہ مال کی لالچ رکھتا ہے اس لئے مال بھی جمع کرتا ہے- اللہ خرچ کرنیکی ترغیب دیتا ہے- اللہ وحدہٗ لاشریک، قادر، خالق، بے حد شفیق اور اس کی صفات لامحدود ہیں- انسان کے لئے ہدایات کا خزانہ فراہم فرماتا رہا ہے اور اسی طرح انسان کو مالی اعتدال کی تعلیم بھی دیتا ہے- حالانکہ مسلمانوں کی اکثریت کے متعلق حضورؐ کا شکوہ (۲۵:۳۰) اور عیسائیوں کی اکثریت کی ابتری (۵:۶۶) کا ارشاد لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ ان دونوں گروہوں (عیسائی و مسلمان) کی مدد کا فرمایا وہ آل عمران آیت ۵۵ میں ملاحظہ ہو- دنیا میں کل کتنے گروہ ہیں وہ الحج کی آیت ۱۷ میں دیکھئے-

[(وہ وقت بھی یاد کرو) جب عیسیٰؑ سے اللہ نے فرمایا اے عیسیٰؑ میں ضرور تمہاری (ارضی سکونت) کی مدت پوری کروں گا اور تم کو اپنی طرف اٹھا لوں گا اور کافروں (کی گندگی) سے تم کو پاک و پاکیزہ رکھوں گا اور جن لوگوں نے تمہاری پیروی کی ان کو قیامت تک کافروں پر غالب رکھوں گا پھر تم سب کو میری طرف لوٹ کر آنا ہے تب (اس دن) جن باتوں میں تم (دنیا میں) جھگڑتے تھے (ان کا) تمہارے درمیان فیصلہ کر دوں گا-] ۳:۵۵
(تفسیر- ا- نصاریٰ اور مسلمان)

[اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا (مسلمان) اور یہودی اور لا مذہب لوگ اور نصاریٰ اور مجوسی (آتش پرست) اور مشرکین (کفار) اللہ ان لوگوں کے درمیان قیامت کے دن (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کر دیگا- اس میں شک نہیں کہ اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے-] ۲۲:۱۷

جتنے گروہ کہ الحج کی آیت ۱۷ میں بیان فرمائے گئے ان میں سے صرف دو گروہوں کو مراعات دی گئی ہیں

یعنی عیسائی اور مسلمان کہ جن کو کفار پر غالب رکھے گا- گزشتہ پچاس برس سے جو دو طاقتوں (روس وامریکہ) کے درمیان سرد جنگ جاری تھی اس میں امریکہ کو بغیر کوئی جنگ براہ راست لڑے ہوئے روس پر غلبہ حاصل ہوا ہے- کیا وہ آل عمران آیت ۵۵ کے مطابق نہیں؟ یہ غلبہ چونکہ بغیر کسی تصادم کے حاصل ہوا اس لئے خصوصاً یہ آیت ۵۵ ہی کے تحت ہے- البتہ مسلمانوں کو لڑ کر میسر آیا- آیت ۵۵ کا اطلاق دونوں صورتوں میں ہے خواہ بغیر لڑے یا دفاعی لڑائی ہو (جہاد)- اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نوازش کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے- کیا یہ دونوں گروہ (عیسائی ومسلمان) تشکر الٰہی بجالاتے ہیں؟ سورۃ یونس آیت ۱۰۳ کے تحت مسلمانوں کو نجات دی گئی اور عیسائی کا مسلمان سے ہمدردی کا کردار المائدۃ آیت ۸۲ میں واضح فرمایا گیا ہے-

المائدۃ آیت ۸۲ جو چودہ سو سال قبل نازل ہوئی تھی کیا دور حاضر پر اس کا اطلاق نہیں ہے؟ یقیناً آج بھی وہی عملی کیفیت ہے- الحج کی آیت ۷۱ میں جن گروہوں کا بیان ہے وہی گروہ میدان (دنیا) میں آج بھی ہیں اس لئے قرآن حکیم کے فیوض اور برکات بعینہ وہی ہیں کیونکہ بنیادی مسائل انسانوں کے آج بھی وہی ہیں کہ جو وقت نزول تھے- یہ تصور کہ سائنسی ایجادات نے مسائل کو بالکل بدل دیا درست نہیں کیونکہ سائنسداں آج بھی تخلیق سے اتنا ہی قاصر ہے کہ جیسا چودہ سو برس قبل انسان تھا- البتہ فروعی مسائل میں غور وفکر ضروری ہے اس لئے اجتہاد جاری رہنا چاہئے-

کچھ آیات مختلف سورتوں سے پیش کی جاتی ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کا دعویٰ ہیں اور انسان کے لئے مزید نصیحت اور اپنی (اللہ تعالیٰ کی) ذات کی کبریائی کی عکاسی فرماتی ہیں- الانعام کی ۴۶ - ۴۷ ملاحظہ ہو-

[(اے رسولؐ ان سے) پوچھو تو کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر اللہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کون معبود ہے جو (پھر) تمہیں یہ نعمتیں (واپس) دے (اے رسولؐ) دیکھو تو ہم کس طرح اپنی دلیلیں بیان کرتے ہیں اس پر بھی وہ لوگ منہ موڑے جاتے ہیں- (اے رسولؐ ان سے) پوچھو کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تمہارے سر پر اللہ کا عذاب بے خبری میں یا آشکارا آجائے تو کیا گنہگاروں کے سوا اور لوگ بھی ہلاک کئے جائیں گے- (ہرگز نہیں)] ۶:۴۶-۴۷

الانعام کی ۴۶ و ۴۷ آج کے زمانہ میں بھی سائنسدانوں اور ڈاکٹروں کے لئے دعویٰ ہیں کہ اتنی ترقی کے باوجود ان کی بے بسی ظاہر ہے کہ نہ یہ سماعت وبصارت پیدا کر سکتے ہیں اور نہ دل جیسا نعم البدل لا سکتے ہیں- انسان کے پاس تخلیق کی صفت نہیں ہے- انسان صرف تحقیق پر ہی بے حد نازاں ہے- اتنی مجبوری اور محدود

کیفیت کے باوجود اگر انسان ایمان لے آئے تو اللہ کی قدر دانی آیات ۵۴-۵۵ میں ہی ملاحظہ ہو۔

[اور جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لائے ہیں تمہارے پاس آئیں تو تم سلام علیکم (تم پر خدا کی سلامتی) کہو تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر رحمت لازم کرلی ہے بیشک تم میں سے جو شخص نادانی سے کوئی گناہ کر بیٹھے اس کے بعد پھر توبہ کرے اور اپنی حالت کی صلاح کرے (تو خدا اس کا گناہ بخش دے گا کیونکہ) وہ تو یقینی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ اور ہم (اپنی) آیتوں کو یوں تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ گنہگاروں کی راہ (سب پر) کھل جائے (اور وہ اس پر نہ چلیں)۔] ۶:۵۴-۵۵

اللہ تعالیٰ کا تخلیق سے متعلق ایک اور دعویٰ الحج کی ۷۳ تا ۷۶ ملاحظہ ہوں۔

[اے لوگو ایک مثل بیان کی جاتی ہے تو اسے کان لگا کے سنو کہ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کو تم پکارتے ہو وہ لوگ اگرچہ سب کے سب اس کام کے لئے اکٹھے بھی ہو جائیں تو بھی ایک مکھی تک پیدا نہیں کرسکتے اور اگر کہیں مکھی کچھ ان سے چھین لے جائے تو اس سے اس کو چھڑا نہیں سکتے (عجب لطف ہے کہ) مانگنے والا (عابد) اور جس سے مانگا گیا (معبود- دونوں) کمزور ہیں۔ اللہ کی جیسی قدر کرنی چاہئے ان لوگوں نے نہ کی۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ تو بڑا زبردست غالب ہے۔ اللہ فرشتوں میں سے بعض کو اپنے احکام پہنچانے کے لئے منتخب کرلیتا ہے اور (اسی طرح) آدمیوں میں بھی۔ بیشک اللہ (سب کی) سنتا دیکھتا ہے۔ جو کچھ ان کے سامنے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے (ہو چکا) ہے (اللہ سب کچھ) جانتا ہے اور تمام امور کی رجوع اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔] ۲۲:۷۳-۷۶

الحج کی آیات ۷۳ تا ۷۶ میں اللہ کا دعویٰ تخلیق کے علاوہ دور حاضر میں مسئلہ اوزان اور طاقت سے متعلق ہے۔ انسان اتنی سائنسی ترقی کے باوجود نہ تو مکھی جو غذا چھین کر لے جارہی ہے اس کا کوئی وزن کرسکتا ہے اور نہ ہی اس کو چھڑا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیر اللہ وانسان کی کمزوری فرمایا ہے اور چودہ سو سال گزرنے کے بعد اتنی سائنسی تحقیق کی روشنی میں نتیجہ صفر ہے اور آیت اپنی آب وتاب اور اللہ تعالیٰ کی معبودیت کبریائی کے ساتھ قائم ودائم ہے۔ غیر اللہ وانسان خصوصاً مشرک وکافر (بے ایمان ومرتد) کی بے بسی کا پروردگار عالم اظہار فرمارہا ہے۔ مغرور انسان عاجز ہے مگر اظہار عاجزی نہیں کرتا اور صاحب ایمان اظہار عاجزی کرتا ہے غرور نہیں کرتا۔ انسان نے بے حساب وقت وسرمایہ ان تحقیقات پر صرف کیا ہوگا اور یہ سلسلہ جاری ہے لیکن آیت نے جو انداز پیش فرمایا ہے وہ بھی دائمی دعویٰ ہے اور انسان اس مسئلہ میں قیامت تک ناکام رہیگا یعنی نہ مکھی پیدا کرنا ممکن اور نہ

غذا چھڑانا ممکن ہوگا- اصل سرپرست اللہ ہی ہے دوسروں کی نگرانی ہو رہی ہے- الشوریٰ کی ۶ تا ۱۰ ملاحظہ ہوں-

[اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور اپنے سرپرست بنا رکھے ہیں اللہ ان کی نگرانی کر رہا ہے اور (اے رسولؐ) تم ان کے نگہبان نہیں ہو اور ہم نے تمہارے پاس عربی قرآن یوں بھیجا تا کہ تم مکہ والوں کو اور جو لوگ اس کے ارد گرد رہتے ہیں ان کو ڈراؤ اور (ان کو) قیامت کے دن سے بھی ڈراؤ جس (کے آنے) میں کچھ بھی شک نہیں- (اس دن) ایک فریق (ماننے والا) جنت میں ہوگا اور فریق (ثانی) دوزخ میں- اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ایک ہی گروہ بنا دیتا مگر وہ تو جس کو چاہتا ہے (ہدایت) کر کے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا تو (اس دن) نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) کارساز بنائے ہیں تو کارساز بس اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے اور تم لوگ جس چیز میں باہم اختلاف رکھتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے حوالہ ہے- وہی اللہ تو میرا پروردگار ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں-] ۴۲:۶-۱۰

اللہ و رسولؐ کی ہدایت سے انسان منہ پھیرتا ہے الشوریٰ کی ۴۸ ملاحظہ ہو-

[پھر اگر منہ پھیر لیں تو (اے رسولؐ) ہم نے تم کو ان کا نگہبان بنا کر نہیں بھیجا تمہارا کام تو صرف (احکام کا) پہنچا دینا ہے- اور جب ہم انسان کو اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو انہی کے ہاتھوں کی ہوئی کرتوتوں کی بدولت کوئی تکلیف پہنچی تو (سب احسان بھول گئے)- بیشک انسان بڑا ناشکرا ہے-] ۴۲:۴۸

اللہ تعالیٰ کی تعلیم اخلاق و حضورؐ سے صبر کی تلقین النحل ۱۲۵ تا ۱۲۸ ملاحظہ ہوں-

[(اے رسولؐ) تم (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی راہ پر حکمت اور اچھی اچھی نصیحت کے ذریعہ سے بلاؤ اور بحث و مباحثہ کرو بھی تو اس طریقہ سے جو (لوگوں کے نزدیک) سب سے اچھا ہو- اس میں شک نہیں کہ جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک گئے ان کو تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے اور ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے- اور اگر (مخالفین کے ساتھ) سختی کرو بھی تو ویسی ہی سختی کرو جیسی سختی ان لوگوں نے تم پر کی تھی اور اگر تم صبر کرو تو صبر کرنے والوں کے واسطے بہتر ہے- اور (اے رسولؐ) تم صبر ہی کرو اور اللہ کی (مدد) کے بغیر تو تم صبر کر بھی نہیں سکتے اور ان مخالفین کے حال پر تم رنج نہ کرو اور جو مکاریاں یہ لوگ کرتے ہیں اس سے تم تنگ دل نہ ہو- اس میں شک نہیں کہ جو لوگ پرہیزگار ہیں اور جو نیکوکار ہیں اللہ ان کا ساتھی ہے-]۱۶:۱۲۵-۱۲۸

اللہ کبھی بستیوں کو اجاڑتا نہیں سورۃ ھود آیت ۱۱۷ ملاحظہ ہو-

[اور تمہارا پروردگار ایسا (بے انصاف) کبھی نہ تھا کہ بستیوں کو زبردستی اجاڑ دیتا' اور وہاں کے لوگ نیک چلن ہوں-]۱۱:۱۱۷

اللہ زبردستی کسی کو ایماندار کرنے کا قائل نہیں-سورۃ یونس کی ۹۹و۱۰۰ ملاحظہ ہوں-

[اور (اے پیغمبرؐ) اگر تیرا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے- تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو تاکہ سب کے سب ایماندار ہو جائیں حالانکہ کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ بغیر اذن خدا ایمان لے آئے اور جو لوگ (اصول دین میں) عقل سے کام نہیں لیتے ان ہی لوگوں پر اللہ (کفر کی) گندگی ڈال دیتا ہے- [۱۰:۹۹-۱۰۰

زمین و آسمان میں اللہ کی تسبیح جاری ہے لیکن کافر غافل ہے-بنی اسرائیل کی آیات ۴۴-۴۸ ملاحظہ ہوں-

[ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں (سب) اس کی تسبیح کرتے ہیں۲ اور (سارے جہان میں) کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد (وثنا) کی تسبیح نہ کرتی ہو مگر تم لوگ ان کی تسبیح نہیں سمجھتے -اس میں شک نہیں کہ وہ بڑا بردبار بخشنے والا ہے-اور جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جو آخرت کا یقین نہیں رکھتے ایک گہرا پردہ ڈال دیتے ہیں اور (گویا) ہم خود ان کے دلوں پر غلاف چڑھا دیتے ہیں تاکہ وہ قرآن کو نہ سمجھ سکیں اور (گویا ہم) ان کے کانوں میں گرانی (پیدا کر دیتے ہیں کہ نہ سن سکیں) جب تم قرآن میں اپنے پروردگار کا تنہا ذکر کرتے ہو تو کفار الٹے پاؤں نفرت کر کے (تمھارے پاس سے) بھاگ کھڑے ہوتے ہیں- جب یہ لوگ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو جو کچھ غور سے سنتے ہیں ہم تو خوب جانتے ہیں اور جب یہ باہم کان میں بات کرتے ہیں تو اس وقت یہ ظالم (ایمانداروں سے) کہتے ہیں کہ تم بس ایک دیوانے کے پیچھے پڑے ہو جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے (اے رسولؐ) ذرا دیکھو تو یہ (کمبخت) تمہاری نسبت کیسی کیسی پھبتیاں کہتے ہیں تو (اسی وجہ سے) ایسے گمراہ ہوئے کہ اب (حق کی) راہ کسی طرح پا ہی نہیں سکتے -]۱۷:۴۴-۴۸

(۲-یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے

نہ بلبل بر گلشن تسبیح خوانیست
کہ ہر برگے بہ تسبیحش زبانیست

رباعی

ہر گل کے ورق میں رنگ و بو تیری ہے

بلبل کی چمن میں گفتگو تیری ہے

ہر ذرہ ہے تر زباں ثنا میں تیری

ہر شے کو جہاں میں آرزو تیری ہے

اس زمانہ میں مومن بھی متحیر ہے کہ سائنسی تحقیق کہاں تک پہنچ چکی ہے لیکن الحج کی آیت ۷۳ ہی مکھی کی خلقت وغیرہ کا دعویٰ اتنا فیصلہ کن ہے کہ تحقیق حیوانات وغیرہ پر اب تک جتنے سائنسداں گزرے ہیں ان کی تحقیقات ایک طرف ہو تب بھی یہ آیت اتنی وزنی ہے کہ آئندہ قیامت تک اس طرح کے سائنسداں اس وزن کو ہلکا نہیں کرسکیں گے یعنی یہ سب ملکر بھی مکھی کی تخلیق نہیں کرسکیں گے اور نہ اس غذا کو چھڑا سکیں گے جو مکھی لے کر جارہی ہو۔ آج کل انسانی اعضا کی پیوند کاری کا بڑا چرچا ہے خصوصاً آنکھ اور دل کے بارے میں بڑے دعوے ہیں لیکن انسان کو ابھی اس پر بھی عبور حاصل نہیں ہوسکا کہ ایک انسان سے اعضا حاصل کر کے دوسرے کو منتقل کئے جائیں بجائے اس کے کہ کوئی سائنسداں ان اعضا کی تخلیق کر کے کسی معذور انسان کی آنکھ یا دل تبدیل کردے جیسا کہ الانعام آیت ۴۶ میں اللہ کا دعویٰ ہے۔ موت وحیات کا اختیار اور اللہ کی رزق رسانی اور کان وآنکھ وغیرہ کا ذکر سورۃ یونس آیات ۳۱ تا ۳۵ میں ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسولؐ تم ان سے) ذرا پوچھو تو کہ تمہیں آسمان و زمین سے کون روزی دیتا ہے یا (تمہارے) کان اور (تمہاری) آنکھوں کا کون مالک ہے اور کون (شخص) مردے سے زندہ کو نکالتا ہے اور زندہ سے مردے کو نکالتا ہے اور ہر امر کا بندوبست کون کرتا ہے تو فوراً بول اٹھیں گے کہ اللہ۔ (اے رسولؐ) تم کہو تو کیا تم اس پر بھی (اس سے) نہیں ڈرتے ہو۔ پھر وہی اللہ تو تمہارا سچا مربی ہے۔ پھر حق بات کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہے۔ پھر تم کہاں پھرے چلے جارہے ہو۔ یوں تمہارے پروردگار کی بات بدچلن لوگوں پر ثابت ہو کر رہی کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ (اے رسولؐ ان سے) پوچھو تو کہ تم نے جن لوگوں کو (خدا کا) شریک بنایا ہے کوئی بھی ایسا ہے جو مخلوقات کو پہلی بار پیدا کرے پھر ان کو (مرنے کے بعد) دوبارہ زندہ کرے (وہ تو کیا جواب دیں گے) تم ہی کہو کہ خدا ہی پہلے بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ زندہ کرتا ہے تو کدھر تم الٹے جارہے ہو۔ (اے رسولؐ ان سے) کہو تو کہ تمہارے بنائے ہوئے شریکوں میں سے کوئی ایسا بھی ہے جو تمہیں دین حق کی راہ دکھا سکے۔ تم ہی کہہ دو کہ اللہ (دین) حق کی راہ دکھاتا ہے تو جو شخص دین کی راہ دکھاتا ہے کیا وہ زیادہ حقدار ہے کہ

اس کے حکم کی پیروی کی جائے یا وہ شخص جو (دوسرے کی ہدایت تو درکنار) خود جب تک دوسرا اس کو راہ نہ دکھائے دیکھ نہیں پاتا - تو تم لوگوں کو کیا ہو گیا ہے تم کیسے حکم لگاتے ہو-] ۱۰:۳۱-۳۵

سورۃ یونس کی آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ دریافت فرماتا ہے کہ یہ رزق رسانی اور انسان کے اعضا (کان و آنکھ) کی ملکیت کس کی ہے - ان تمام حقائق کا انسان کو علم ہے کہ یہ تمام اقتدار و اختیار اللہ کے سبب سے ہے یعنی تخلیق میں انسان کی کوئی حیثیت نہیں ہے - ان آیات یا اسی طرح کی دیگر سے یہ احساس ہوتا ہے کہ جیسے ان کا نزول ہو رہا ہے اور اللہ کا دعویٰ برقرار ہے - راہ حق دکھانے کا مسئلہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے لیکن پھر بھی انسان ایمان لانے کے لئے تیار نہیں ہوتا حالانکہ اللہ کا نمائندہ شخص راہ حق دکھاتا ہے - نتیجہ یہی نکلا کہ انسان سب کچھ سمجھ کر راہ حق سے فرار اختیار کرتا ہے - والدین (اعلیٰ تربیت دینے والے) اپنی اولاد کی تربیت کا کیا انتظام فرمائیں گے کہ جس شفقت اور تمام امور کی وضاحت کا اہتمام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لیکن انسان قصداً راہ حق پر آنے کے لئے تیار نہیں ہوتا - حالانکہ عقل اس کی مکمل رہنمائی بھی کرتی ہے - المائدۃ آیت ۵۵ میں اللہ تعالیٰ نے تین ولی فرمائے (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) - رسولؐ کے ساتھ مومنینؑ میں سے امیر المومنین حضرت علیؑ ہیں اور رسولؐ کی رحلت کے بعد بھی ولی حضرت علیؑ ہیں اور انہیں مومنینؑ میں سے حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد دوسرے ولی امام حسنؑ و حسینؑ ...... (اپنی حیات میں) اور اس طرح یہ سلسلہ آج بھی قائم (امام مہدیؑ) ہے اگر ایسا نہ ہو تو ان آیات (۱۰:۳۱-۳۵) میں جو شخص راہ حق دکھا رہا ہے یہ کون ہو گا یا آیت ۳۵ کی صداقت کیسے قائم ہو گی کیونکہ رسولؐ کے بعد کسی ولی یا راہ حق دکھانے والے کا ہونا ضروری ہے - سورۃ یونس کی آیت ۳۱ میں اللہ تعالیٰ نے آنکھ و کان وغیرہ کو اپنی ملکیت فرمایا اور اس کا اظہار اس طرح ہو رہا ہے کہ آخرت میں یہ اعضاء خود ہمارے اعمالوں کی گواہی دیں گے - یعنی آخرت میں یہ اعضاء ہماری نہیں بلکہ اللہ کی فرمانبرداری کریں گے اس لئے یہ اعضاء اللہ کی ملکیت ہیں - حٰم السجدہ آیات ۲۰ تا ۲۲ ملاحظہ ہوں۔

[یہاں تک کہ جب سب کے سب جہنم کے پاس جائیں گے تو ان کے کان اور ان کی آنکھیں اور ان کے (گوشت) پوست ان کے خلاف ان کے مقابلہ میں ان کی کارستانیوں کی گواہی دیں گے - اور یہ لوگ اپنے اعضاء سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی تو وہ جواب دیں گے کہ جس اللہ نے ہر چیز کو گویا کیا اسی نے ہم کو (اپنی قدرت سے) گویا کیا اور اسی نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور (آخر) اسی کی طرف تم لوگ لوٹائے جاؤ گے اور (تمہاری تو حالت تھی کہ) تم لوگ اس خیال سے (اپنے گناہوں کی) پردہ داری بھی تو نہیں

کرتے تھے کہ تمہارے کان اور تمہاری آنکھیں اور تمہارے اعضاء تمہارے برخلاف گواہی دیں گے بلکہ تم تو اس خیال میں (بھولے ہوئے) تھے کہ اللہ کو تمہارے بہت سے کاموں کی خبر ہی نہیں۔] ۴۱: ۲۰-۲۲

کافر و مشرک قرآن کو ماننے کے لئے تیار نہیں ادنیٰ لوگ بڑوں کو اور یہ ادنیٰ کو گمراہی کا ذمہ دار کہیں گے۔ سورۃ سبا کی آیات ۳۱-۳۳ ملاحظہ ہوں۔

[اور جو لوگ کافر ہو بیٹھے کہتے ہیں کہ ہم تو نہ اس قرآن پر ہرگز ایمان لائیں گے اور نہ اس (کتاب) پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی۔ اور (اے رسولؐ تم کو بہت تعجب ہو) اگر تم دیکھو کہ جب یہ ظالم (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے (اور) ان میں کا ایک دوسرے کی طرف (اپنی) بات کو پھیرتا ہوگا کہ کمزور (ادنیٰ درجہ کے) لوگ بڑے (سرکش) لوگوں سے کہتے ہونگے کہ اگر تم (ہمیں) نہ (بہکائے) ہوتے تو ہم ضرور ایماندار ہوتے (اور اس مصیبت میں نہ پڑتے)۔ تو سرکش لوگ کمزوروں سے (مخاطب ہو کر) کہیں گے کہ جب تمہارے پاس (خدا کی طرف سے) ہدایت آئی تھی تو کیا اس کے آنے کے بعد ہم نے تم کو (زبردستی عمل کرنے سے) روکا تھا (ہرگز نہیں) بلکہ تم تو خود مجرم تھے۔ اور کمزور لوگ بڑے لوگوں سے کہیں گے (کہ زبردستی تو نہیں کی مگر ہم خود بھی گمراہ نہیں ہوئے) بلکہ (تمہاری) رات دن کی فریب دہی نے (گمراہ کیا کہ) تم لوگ ہم کو اللہ کے نہ ماننے اور اس کا شریک ٹھہرانے کا برابر حکم دیتے رہے (تو ہم کیا کرتے) اور جب یہ لوگ عذاب کو (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور جو لوگ کافر ہو بیٹھے ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈلوا دیں گے جو جو کارستانیاں یہ لوگ (دنیا میں) کرتے تھے اسی کے موافق تو سزا دی جائے گی۔] ۳۴: ۳۱-۳۳

اللہ تعالیٰ کی آیات کو کافر نہیں مانتا الجاثیہ آیات ۷ تا ۱۱ ملاحظہ ہوں۔

[ہر جھوٹے گنہگار پر افسوس ہے کہ اللہ کی آیتیں اس کے سامنے پڑھی جاتی ہیں اور وہ سنتا بھی ہے پھر غرور سے (کفر پر) اڑا رہتا ہے گویا اس نے ان (آیتوں) کو سنا ہی نہیں تو (اے رسولؐ) تم اسے دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو۔ اور جب ہماری آیتوں میں سے کسی آیت پر واقف ہو جاتا ہے تو اس کی ہنسی اڑاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے واسطے ذلیل کرنیوالا عذاب ہے۔ جہنم تو ان کے پیچھے ہی (پیچھے) ہے۔ اور جو کچھ وہ اعمال کرتے رہے نہ تو وہی ان کے کام آئیں گے اور نہ وہ جن کو انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر (اپنے) سرپرست بنائے تھے اور ان کے لئے بڑا (سخت) عذاب ہے۔ یہ (قران) ہدایت ہے اور جن لوگوں نے اپنے پروردگار کی آیتوں سے انکار

کیاان کے لئے سخت قسم کا دردناک عذاب ہوگا-] ۴۵:۷-۱۱

الجاثیہ آیت ۱۰ میں اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سرپرست نہ بنایا جائے ورنہ ایسے انسان کے لئے سخت عذاب ہے- انسان شیطین کو بھی سرپرست بناتا ہے- الاعراف کی ۳۰ ملاحظہ ہو-

[اسی نے ایک فریق کی ہدایت کی اور ایک گروہ (کے سرپر) گمراہی سوار ہوگئی- ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا سرپرست بنالیا- اور باوجود اس کے گمان کرتے ہیں کہ وہ راہ راست پر ہیں-] ۷:۳۰

انسان دعا کے قبول ہونے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کا شکرگزار نہیں ہوتا- شریر انسانوں کے لئے ہلاکت ہے- سورۃ یونس کی ۱۲-۱۳ ملاحظہ ہوں-

[اور انسان کو جب کوئی نقصان چھو بھی گیا تو اپنے پہلو پر لیٹا ہویا بیٹھا ہویا کھڑا (غرض ہر حالت میں) ہم کو پکارتا ہے- پھر جب ہم اس سے اس کی تکلیف کو دفع کر دیتے ہیں تو ایسا (آہستہ) کھسک جاتا ہے کہ گویا اس نے تکلیف کے (دفع کرنے کے) لئے جو اس کو پہنچی تھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا جو لوگ زیادتی کرتے ہیں ان کی کارستانیاں یونہی انہیں اچھی کر دکھائی گئی ہیں اور تم سے پہلی امت والوں کو جب انہوں نے شرارت کی تو ہم نے انہیں ضرور ہلاک کر ڈالا حالانکہ ان کے (وقت کے) رسول واضح و روشن معجزات لے کر آچکے تھے اور وہ لوگ ایمان (نہ لانا تھا) نہ لائے- ہم تو گنہگار لوگوں کی یونہی سزا کیا کرتے ہیں-] ۱۰:۱۲-۱۳

قبول دعا سے متعلق الزمر کی آیات ۴۹-۵۰ ملاحظہ ہوں-

[انسان کو تو جب کوئی برائی چھو بھی گئی تو لگا ہم سے دعائیں مانگنے پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہنے لگتا ہے کہ یہ تو صرف (میرے) علم کے زور سے مجھے دیا گیا ہے (یہ غلطی ہے) یہ تو ایک آزمائش ہے[۱]- مگر ان میں کے اکثر نہیں جانتے ہیں- جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی ایسی باتیں بکا کرتے تھے پھر (جب ہمارا عذاب آیا) تو ان کی کارستانیاں ان کے کچھ بھی کام نہ آئیں-] ۳۹:۴۹-۵۰

(۱- آزمائش یوں ہے کہ نعمت پا کر آرام اور چین کی حالت میں بھی انسان خدا کو یاد کرتا ہے- اس کا شکریہ بجالاتا ہے یا نعمت کے دینے والے خدا کو بھول کر اس کی ناشکری کرتا ہے)-

انسان قرآن حکیم کو اگلوں کی کہانیاں بتاتا ہے اور دعویٰ بھی کرتا ہے کہ ہم خود بھی ایسا کلام بنا سکتے ہیں- اللہ نے اس دعویٰ کو بھی جھوٹا قرار دیا- الانعام کی ۲۵-۲۶ اور تفسیر اور سورۃ یونس کی ۳۷-۳۸ ملاحظہ ہوں-

[اور بعض ان میں کے ایسے بھی ہیں جو تمہاری (باتوں کی) طرف کان لگائے رہتے ہیں اور (ان کی ہٹ

دھرمی اس حد کو پہنچی ہے کہ گویا) ہم نے خود ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کے کانوں میں بہرہ پن کر دیا ہے کہ اسے سمجھ نہ سکیں اور اگر وہ (خدائی) کے معجزے بھی دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں گے- یہاں تک کہ (ہٹ دھرمی پہنچی) کہ جب تمہارے پاس تم سے الجھتے ہوئے آ نکلتے ہیں تو کفار (قرآن کو لیکر) کہہ بیٹھتے ہیں (کہ بھلا اس میں رکھا ہی کیا ہے) یہ تو اگلوں کی کہانیوں ا کے سوا اور کچھ بھی نہیں- اور یہ لوگ (دوسروں کو بھی) اس (کے سننے) سے روکتے ہیں اور خود تو الگ تھلگ رہتے ہی ہیں اور (ان باتوں سے) پس آپ ہی اپنے کو ہلاک کرتے ہیں اور (افسوس) سمجھتے نہیں-]۶: ۲۵-۲۶

(ا- ابوسفیان عتبہ اور شیبہ نے مسجد الحرام میں حضرت رسول کو قرآن پڑھتے سنا تو نصر بن خالد کہنے لگا جس طرح محمدؐ اگلوں کی کہانیاں پڑھتے ہیں میں بھی تمہارے سامنے ملوکِ عجم کی تاریخ پڑھ سکتا ہوں- انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی)-

[اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ اللہ کے سوا کوئی اور اپنی طرف سے جھوٹ موٹ بنا ڈالے بلکہ (یہ تو) جو کتابیں پہلے (کی) اس کے سامنے موجود ہیں اس کی تصدیق اور (ان) کتابوں کی تفصیل ہے- اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے ہے- کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس کو رسولؐ نے خود جھوٹ موٹ بنالیا ہے- (اے رسولؐ) تم کہو کہ (اچھا) تو تم اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو (بھلا) ایک ہی سورۃ اس کے برابر کا بنالاؤ اور اللہ کے سوا جس کو تمہیں (مدد کے واسطے بلاتے) بن پڑے بلالو-]۱۰: ۳۷-۳۸

اس انسانی نفسیات کی کیفیت میں اللہ کی یکتائی کی دلیل الانبیاء کی آیات ۲۱ تا ۲۴ اور تفسیر ملاحظہ ہو-

[ان لوگوں نے جو معبود زمین میں بنا رکھے ہیں کیا وہی (لوگوں کو) زندہ کریں گے- اگر ا (بفرض محال) زمین و آسمان میں اللہ کے سوا چند معبود ہوتے تو دونوں کب کے برباد ہو گئے ہوتے- تو جو باتیں یہ لوگ اپنے جی سے (اس کے بارے میں) بنایا کرتے ہیں اللہ جو عرش کا مالک ہے ان تمام عیبوں سے پاک و پاکیزہ ہے- جو کچھ وہ کرتا ہے اس کی پوچھ گچھ نہیں ہو سکتی ۲ (ہاں) اور لوگوں سے باز پرس ہوگی- کیا ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر کچھ اور معبود بنا رکھے ہیں (اے رسولؐ) تم کہو کہ بھلا اپنی دلیل تو پیش کرو جو میرے (زمانہ میں) ساتھ ہیں ان کی کتاب (قرآن) اور جو لوگ مجھ سے پہلے تھے ان کی کتابیں (توریت وغیرہ) یہ (موجود) ہیں- (ان میں خدا کا شریک بتادو) بلکہ ان میں سے اکثر تو حق (بات کو) جانتے ہی نہیں (تو جب حق کا ذکر آتا ہے) یہ لوگ منھ پھیر لیتے ہیں-]۲۱: ۲۱-۲۴

''(ا- یہ توحید کی نہایت مضبوط دلیل ہے جسے دلیل تمانع کہتے ہیں اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر دو خدا ہوتے تو اگر ان میں سے ایک کسی کام کو چاہتا تو دوسرا اس کو روک سکتا یا نہیں اگر روک سکتا ہے تو پہلا کمزور و عاجز- اور اگر نہیں روک سکتا ہے تو دوسرا کمزور و عاجز پھر ان میں سے کوئی خدا بننے کے قابل نہ رہا-)

(۲- اگر چہ یہ بات بھی ہے کہ اس کا کوئی حاکم یا مدمقابل نہیں کہ اس سے پوچھے مگر سچ یہ ہے کہ اس کی کوئی بات حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتی کوئی پوچھے تو کیا-)

چند آیات پیش کی جاتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس نرمی کے انداز سے تبلیغ اسلام چاہتا ہے اور انسان کفر وشرک کے عذاب میں الجھا ہوا ہے- الفرقان کی ۵۲ اور المومنون کی ۹۶ ملاحظہ ہوں-

[(اے رسولؐ) تم کافروں کی اطاعت نہ کرنا اور ان سے قرآن کے (دلائل سے) خوب لڑو-] ۵۲:۲۵

[اور بری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو جو کچھ یہ لوگ (تمہاری نسبت) بیان کرتے ہیں اس سے ہم خوب واقف ہیں-] ۹۶:۲۳

(ا- اس آیت میں خدا نے حضرت کو کفار کے ساتھ اخلاق اور نرمی کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ ظاہر بھی ہے کہ برائی کا جواب برائی اور گالی کا گالی دینے سے اور فسادات بڑھ جاتے ہیں مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ بروں کو برا سمجھنا اور اصلاح کے واسطے ان کی برائی بیان کرنا بھی منع ہے ورنہ حضرت رسولؐ کے کفار مکہ دشمن نہ ہوتے کیوں کہ ان کے ساتھ دشمنی تو صرف بتوں کی مذمت کرنے سے ہوئی تھی اور وہ لوگ محض اس کے متمنی تھے کہ بتوں کو برا کہنا چھوڑ دیں-)

اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور اہل کتاب سے شائستہ عنوان سے مناظرے کا طریقہ العنکبوت کی ۴۶ ملاحظہ ہو-

[اور (اے ایماندارو) اہل کتاب سے مناظرہ نہ کیا کرو مگر عمدہ اور شائستہ الفاظ وعنوان سے لیکن ان میں سے جن لوگوں نے تم پر ظلم کیا (ان کے ساتھ رعایت نہ کرو) اور صاف صاف کہہ دو (کتاب) جو ہم پر نازل ہوئی اور جو کتاب تم پر نازل ہوئی ہے ہم تو سب پر ایمان لا چکے اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں-] ۴۶:۲۹

اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ انبیاء کو ایک ہی طرح کی باتوں کی تلقین فرمائی ہے- حٰم السجدۃ کی آیت ۴۳ ملاحظہ ہو-

[(اے رسولؐ) تم سے بھی بس وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے اور رسولوں سے کہی جاچکی ہیں-

بیشک تمہارا پروردگار بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب (دینے) والا بھی ہے۔]۴۱:۴۳

سورۃ قیامہ سے قرآن حکیم کا ذکر آیات ۱۶ تا ۱۹ ملاحظہ ہو (مطبوعہ تاج کمپنی)۔

[اور (اے محمد) وحی کے پڑھنے کیلئے اپنی زبان نہ چلایا کرو کہ اس کو جلد یاد کرلو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمے ہے۔ جب ہم وحی پڑھا کریں تو تم (اس کو سنا کرو اور) پھر اسی طرح پڑھا کرو۔ پھر اس (کے معانی) کا بیان بھی ہمارے ذمے ہے۔]۷۵:۱۶-۱۹

سورۃ قیامہ آیت ۱۹ سے خصوصاً یہ اظہار ہے کہ حضورؐ نے آیات کی تفسیر یا تفصیل بیان کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ اللہ و رسولؐ نے مکمل دین اسلام پیش فرمایا۔ انسان کا فرض ہے کہ اس کی پیروی کرے لیکن انسان اتنا بڑا ہٹ دھرم ہے کہ اس نے حضورؐ سے قبل بھی اولوالعزم انبیاء کی ہدایات کو نظر انداز کیا۔ انسان نے اکثر شرک وا رہی اختیار کیا اور ایمان لا کر بھی فرقہ بناتا رہا (یہودی، عیسائی اور مسلمان)۔ مسلمانوں کو حضورؐ کے مطابق عمل کرنا تھا فرقہ بندی کی ضرورت کیا پیش آئی؟ اللہ کو شرک انتہائی ناپسند ہے الانعام آیت ۸۸ ملاحظہ ہو۔

[(دیکھو) یہ اللہ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اسی کی وجہ سے راہ پر لائے اور اگر ان لوگوں نے شرک کیا ہوتا تو ان کا کیا (دھرا) سب اکارت ہو جاتا۔]۶:۸۸

ایک مسئلہ بظاہر بڑا معمولی مگر غور و فکر چاہتا ہے۔ عموماً انسان اس کیفیت سے دوچار ہوتا ہے کہ اس کے جسم کے کسی حصہ میں یا پورے جسم میں درد ہو تو یہ نظر نہیں آتا خواہ معمولی ہو یا شدت اختیار کئے ہو۔ اتنی اہم ایجادات کے باوجود آج تک کوئی ڈاکٹر یا سائنسداں اس قسم کا کوئی آلہ بھی ایجاد نہ کر سکا کہ یہ درد نظر آئے۔ انسان کس قدر مجبور ہے کہ درد محسوس کرتا ہے مگر دیکھ نہیں سکتا۔ یہی کیفیت جسم میں روح کی ہے کہ جب تک ہے انسان کے تمام اندرونی و بیرونی اعمال و افعال برقرار ہیں لیکن یہ (روح) کسی کو نظر نہیں آتی یہ تمام امور ہی اللہ تعالیٰ کی قدرت و شان اظہار کے لئے کافی ہیں۔ انسان جسم کی اندرونی کیفیت کا دیدار نہیں کر سکتا تو اللہ کا دیدار کیا کرے گا۔ الانعام آیت ۱۰۳ میں اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ نظر نہیں آتا۔

[اس کو آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں (نہ دنیا میں نہ آخرت میں) اور وہ (لوگوں کی) نظروں کو خوب دیکھتا ہے اور وہ بڑا باریک بین و خبردار ہے۔]۶:۱۰۳

ان دلائل کے باوجود انسان ایمان لانے کے لئے تیار ہوتا ہی نہیں۔ اکثریت اسی پر قائم ہے۔ خصوصاً جو بڑے لوگ کہے جاتے ہیں ان کی کیفیت سورۃ سبا کی ۳۴، ۳۵ ملاحظہ ہوں۔

[اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانیوالا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے بڑے لوگ یہ ضرور بول اٹھے کہ جو احکام دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم ان کو نہیں مانتے - اور (یہ بھی) کہنے لگے کہ ہم تو (ایمانداروں سے) مال اور اولاد میں کہیں زیادہ ہیں اور ہم پر (آخرت میں) عذاب بھی نہیں کیا جائیگا -] ۳۴:۳۴-۳۵

سبا کی آیات ۳۴-۳۵ سے ظاہر ہے کہ بڑا آدمی مال واولاد پر کس قدر اکڑتا ہی نہیں بلکہ اظہار خود مختاری بھی کرتا ہے کہ یہ جنت کے ٹھیکیدار بھی ہیں - دوسرے انسانوں کو گمراہ کرنے کا یہ بھی انوکھا انداز ہے کیونکہ گمراہ کرنیوالا مختلف طریقہ سے گمراہ کرنا چاہتا ہے - ایسے گمراہ کن انسان سے کنارہ کشی کرنا چاہئے -

اللہ تعالیٰ ایمانداروں کا حامی کہ کفار کو دور دفع فرماتا ہے اور انہیں کی مدح بھی فرماتا ہے - الحج کی ۳۸ اور التوبہ کی ۱۱۲-۱۱۳ ملاحظہ ہوں -

[اس میں شک نہیں کہ خدا ایمانداروں سے (کفار کو) دور دفع کرتا رہتا ہے اللہ کسی بد دیانت ناشکرے کو ہرگز دوست نہیں رکھتا -] ۲۲:۳۸

[(یہ لوگ) توبہ کرنیوالے عبادت گزار (خدا کی) حمد وثنا کرنے والے (اس کی راہ میں) سفر کرنیوالے رکوع کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیک کام کا حکم کرنے والے اور برے کام سے روکنے والے اور خدا کی (مقرر کی ہوئی) حدوں کی نگاہ رکھنے والے ہیں اور (اے رسولؐ ان) مومنین کو (بہشت کی) خوشخبری دیدو - نبیؐ اور مومنین پر جب ظاہر ہو چکا کہ مشرکین جہنمی ہیں تو اس کے بعد مناسب نہیں کہ ان کے لئے مغفرت کی دعائیں مانگیں اگرچہ وہ مشرکین ان کے قرابت دار ہی (کیوں نہ) ہوں -] ۹:۱۱۲-۱۱۳

اللہ تعالیٰ مومنین کو بھی سورۃ یونس کی آیت ۱۰۳ کے تحت نجات عطا فرماتا ہے اسی طرح مسلمانوں کے لئے بھی نجات کی ذمہ داری لیتا ہے کہ ولایت رسولؐ کے ساتھ متصل مومنینؑ کو بھی ولی سمجھیں اور حضرت علیؑ کو امیرالمومنین (ولی) اور گواہ رسالت سمجھ کر ایمان لائیں - ایسا دو آیات (۵:۵۵) (۱۳:۴۳) کے تحت کرنا ہے - یہ وضاحت گزشتہ حصہ میں کی گئی کہ حضرت علیؑ کے علاوہ دیگر مومنینؑ کون ہیں - ولی صرف تین (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) ہی ہیں - مسلمان کا فرض ہے کہ انہیں تین پر ایمان لائے - اللہ وحدہٗ لاشریک جس کبریائی اور عدل کا مالک ومختار ہے وہ تمام اس باب میں بھی عیاں ہے - اللہ تعالیٰ کی چند صفات ذات اور علم وقدرت کے دعوے غور طلب ہیں - جن وانس میں کوئی نہ ایسی صفات کا اظہار کر سکتا ہے اور نہ یہ دعوے ممکن ہیں - الملک کی آیات ۱۳ تا ۳۰ ملاحظہ ہوں -

[اور تم لوگ اپنی بات چھپا۲ کر کہو یا کھلم کھلا وہ تو دل کے بھیدوں تک سے خوب واقف ہے- بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے اور وہ تو بڑا باریک بین واقف کار ہے- وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے نرم (و ہموار) کر دیا تو اس کے اطراف اور جوانب میں چلو پھرو اور اس کی (دی ہوئی) روزی کھاؤ اور پھر اسی کی طرف قبر سے اٹھ کر جانا ہے- کیا تم اس سے جو آسمان میں (حکومت کرتا) ہے اس بات سے بیخوف ہو کہ تم کو زمین میں دھنسا دے پھر وہ یکبارگی الٹ پلٹ کرنے لگے یا تم اس بات سے بیخوف ہو کہ جو آسمان میں (سلطنت کرتا) ہے تم پر پتھر بھری آندھی چلائے تو تمہیں عنقریب ہی معلوم ہو جائیگا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے- اور جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے جھٹلایا تھا تو دیکھو کہ میری ناخوشی کیسی تھی- کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اڑتے نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلائے رہتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں اللہ کے سوا انہیں کوئی نہیں روکے رہ سکتا بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے- بھلا اللہ کے سوا ایسا کون ہے جو تمہاری فوج بن کر تمہاری مدد کرے- کافر لوگ تو دھوکے ہی (دھوکے) میں ہیں- بھلا خدا اگر اپنی (دی ہوئی) روزی روک لے تو کون ایسا ہے جو تمہیں رزق دے مگر یہ کفار تو سرکشی اور نفرت (کے بھنور) میں پھنسے ہوئے ہیں- بھلا جو شخص اوندھا اپنے منہ کے بل چلے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہوگا یا وہ شخص جو سیدھا برابر راہ راست پر چل رہا ہو- (اے رسولؐ) تم کہدو کہ خدا تو وہی ہے جس نے تم کو نت نیا پیدا کیا اور تمہارے واسطے کان آنکھیں اور دل بنائے (مگر) تم تو بہت کم شکر ادا کرتے ہو- کہہ دو کہ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلا دیا اور اسی کے سامنے جمع کئے جاؤ گے اور کفار کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو (آخر) یہ وعدہ کب (پورا) ہوگا- (اے رسولؐ) تم کہدو کہ (اس کا) علم تو بس اللہ ہی کو ہے اور میں تو صرف صاف صاف (عذاب سے) ڈرانیوالا ہوں- تو جب یہ لوگ اسے قریب دیکھ لیں گے تو (خوف کے مارے) کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائیگا یہ وہی ہے جس کے تم خواستگار تھے-] ۶۷:۱۳-۲۷

(۲- جب کفار کے تمام راز خدا نے ظاہر کر دیئے تو باہم یہ مشورہ کیا کہ اب ہم لوگ جو کچھ باتیں کریں آہستہ کریں تا کہ محمد کے خدا کو خبر نہ ہو اسی بناء پر یہ آیت نازل ہوئی)

(۱- حضرت ابن عباس کا خیال ہے کہ مناکب سے پہاڑ مراد ہیں)-

(۱- یہ کافر و مومن کی مثال ہے کہ یہ دونوں زندگی کی راہ طے کر رہے ہیں مگر کافر اوندھے منہ چلتا ہے کہ اسے راستہ سوجھائی نہیں دیتا اور مومن سیدھا تنتا ہوا ہر طرف دیکھ بھال کر چلتا ہے-)

الملک کی باقی تین آیات ۲۸-۳۰ بھی ملاحظہ ہوں-

[(اے رسولؐ) تم کہدو بھلا دیکھو تو کہ اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کردے یا ہم پر رحم فرمائے تو کافروں کو دردناک عذاب سے کون پناہ دے گا- تم کہدو کہ وہی (خدا) بڑا رحم کرنے والا ہے جس پر ہم ایمان لائے ہیں اور ہم نے تو اسی پر بھروسہ کرلیا ہے- تو عنقریب ہی تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ کون صریحی گمراہی میں (پڑا) ہے- (اے رسولؐ) تم کہدو کہ بھلا دیکھو تو کہ اگر تمہارا پانی زمین کے اندر چلا جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لئے پانی کا چشمہ بہالائے[ا]-] ۶۷:۲۸-۳۰

[ا]- تفسیر قمی میں اس آیت کی تفسیر میں ہے یعنی کیا تم نے غور کیا کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لئے اس کے مثل امام لاسکے (تفسیر قمی جلد ۲ صفحہ ۳۷۹ طبع نجف اشرف) اور کافی میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ اگر تمہارا امام غائب ہو جائے تو کون ایسا ہے جو تمہارے لئے دوسرا امام لاسکے (تفسیر صافی) (بحوالہ کافی)-

الملک کی آیات ۱۳ تا ۳۰ میں جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات چودہ سو برس قبل نازل ہوئے یہ قیامت تک کے لئے ہیں- کلام الٰہی (قرآن حکیم) کی حقانیت برقرار ہے- بڑے سے بڑا تو درکنار تمام سائنسداں مل کر بھی ان حقائق کو تبدیل نہیں کرسکتے- سائنسداں صرف تحقیق کا محتاج ہے- یہ بیچارہ تخلیق کیا کرے گا- انسان جانتا سب کچھ ہے مانتا بھی ہے لیکن اللہ ورسول پر ایمان نہیں لاتا- ایمان نہ لانے کی سزا جہنم رکھی گئی اور ایمان لائے تو بشرط نیک عمل بہشت عطا کی جائے گی- انسان اللہ تعالیٰ کے اوصاف وفضائل کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن اپنے نفس (امارہ) سے مجبور ہو کر باطل کا رخ اختیار کرتا ہے- نفس اگر عقل کی رہنمائی کی مطابقت کرے تو انسان گمراہ نہ ہو- نفس اور عقل کے اختلاف کے سبب انسان گمراہ رہ کر فساد میں مبتلا رہتا ہے اس لئے اللہ و رسولؐ کا نافرمانبردار (کافر) ہو جاتا ہے حالانکہ کافر کو بھی علم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے- اسی طرح کافر کو حضورؐ کی رسالت کی پہچان ہے بعینہ منافق کو تین اولیاء (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) خصوصاً حضرت علیؑ امیر المومنین (۵:۵۵) کی ولایتوں کا بھی علم ہے لیکن منافق ہی اللہ ورسولؐ کا منکر (۶۳:۱) ہے اس لئے حضرت علیؑ کی ولایت کا بھی انکار کرتا ہے- اس انسان کی کیفیت اور نفس (امارہ) کی خباثت کے باوجود جس اعلیٰ ظرفی اور شرافت ذات (اللہ تعالیٰ) کا اظہار الانعام کی آیت ۱۰۸ سے ہو رہا ہے اس کی تعریف بیان نہیں کی جاسکتی کہ یہ انداز تبلیغ بس خالق کائنات ہی کا ممکن ہے-

باب ۷

عدل (اللہ تعالیٰ عادل ہے)

آج کی دنیا میں تقریباً دوسو ممالک ہیں بعض کی آبادی ایک ارب سے زائد اور بعض لاکھوں پر منحصر ہے لیکن شائد ہی کوئی ملک ایسا ہو کہ جہاں عدالتیں قائم نہ ہوں۔ ہر ملک میں تصور عدل ہے یعنی ہر قوم تصور عدل سے معمور ہے۔ جب دنیا میں عدل کا اتنا اظہار و چرچا ہے تو پھر انتشار و فساد کیوں ہے؟ یقیناً یہ اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ انسان کہتا کچھ ہے اور کرتا کچھ ہے۔ بات عدالتوں اور عدل کی کرتا ہے اور عملاً فساد پر کار بند ہے۔ دورِ حاضر میں روس کی طاقتور مملکت کی مثال سرفہرست ہے کہ وہ شکست و ریخت سے دو چار ہوگیا۔ وہاں بھی عدالتیں ہیں اور تصور عدل کے علاوہ بھی سائنسی اعتبار سے بہت ترقی یافتہ ملک تھا اور یہ امریکہ (U.S.A) کے ہم پلہ تھا۔ انھیں دونوں ممالک کے درمیان سرد جنگ و رقابت جاری تھی۔ کیا روس جیسے ملک کی ٹوٹ پھوٹ عموماً انسانوں کے لئے اور خصوصاً مسلمانوں کیلئے باعث غور و فکر اور عبرت نہیں ہے؟ اس سائنسی دور میں تصورات ہیں کہ جس ملک میں سائنسی تحقیق و ترقی عروج پر ہو وہ ملک مثالی ہر لحاظ سے بہتر ہے۔ اگر صرف تصور عدل اور سائنسی لحاظ سے ترقی یافتہ ہونا کسی ملک کے دائم و قائم رہنے کی حقیقت ہوتی تو پھر روس کیوں پاش پاش ہوتا! یہ ایک لمحہ فکر یہ بھی ہے اور ایک معجزہ بھی ہے۔ گردش دوراں نے یہ فیصلہ اٹل کر دیا کہ سائنسی ترقی ہی سب کچھ نہیں بلکہ اسکے علاوہ بھی کچھ ہے۔ وہ کچھ بھی بہت کچھ ہے ورنہ ملک نہ ٹوٹتا۔ اتنی بڑی طاقتور مملکت کا شیرازہ منتشر ہونا اور تمام بموں (ایٹمی و دیگر) کے علاوہ حرب و ضرب اور دفاع کا ساز و سامان دھرا کا دھرا رہنا کسی وجہ سے ممکن ہوا کیونکہ اللہ کسی قوم کو اس طرح منتشر نہیں فرماتا جب تک کہ کوئی سبب نہ ہو۔ اس مملکت کے نظام میں کوئی بنیادی خرابی تھی اور وہی نظام عدل ہے ورنہ قوم متحد رہتی۔ عدل اور عدالتوں کی رٹ لگانا اور ہے لیکن نیک نیتی سے عدل کرنا بات ہی دوسری ہے۔ دنیا کی نصف سے کم آبادی اللہ کی عبادت کرنے کی قائل ہے جیسا کہ یہودیوں و عیسائیوں اور مسلمانوں کے مختلف فرقے کرتے ہیں باقی ماندہ نصف سے زائد آبادی مِلا جُلا مافوقُ البَشَر ذات کا تصور رکھتی بھی ہے اور نہیں بھی۔ اس نصف آبادی میں کافی تعداد بتوں کی پوجا کرتی ہے یعنی پرستش کا تصور اس

لا مذہب آبادی میں بھی ہے۔ دو مشترک تصوارت انسانوں میں بڑی شدت سے محسوس کئے جاسکتے ہیں ایک پرستش دوسرا عدل۔ سرفہرست عدل کا مسئلہ زیر بحث ہے کیونکہ دنیا کی ہر قوم تصور عدل سے معمور ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کس اصول کے تحت کسی ملک میں عدل اور عدالتیں قائم ہوتی ہیں۔ جیسا مزاج یا نظریہ حکمراں (جو گروہ گزشتہ حصہ اوّل میں بیان ہوئے) طبقہ کا کسی ملک میں ہو عدالتیں ویسی ہی قائم ہونگی۔ روس کا برسر اقتدار طبقہ بھی لا مذہب ہے۔ اسکو کفر و شرک کے دائرے میں ہی شمار کیا جائیگا۔ آیات کی روشنی میں غور کرتے ہیں کہ روس کی یہ عبرتناک کیفیت کیوں ہوئی حالانکہ وہ اشتراکی نظام کا سب سے بڑا ٹھیکیدار تھا۔ **سورہ الرّعلد وابراھیم** کی تین تین آیات ملاحظہ ہوں۔

[(آدمی کسی حالت میں ہو مگر) اس کے لئے اسکے آگے اس کے پیچھے اسکے نگہبان فرشتے مقرر ہیں کہ اسکی حکم خدا سے حفاظت کرتے ہیں جو (نعمت) کسی قوم کو حاصل ہو جب تک لوگ خود آپ اپنی نفسی حالت میں تغیر نہ ڈالیں اللہ ہرگز تغیر نہیں ڈالا کرتا اور جب اللہ کسی پر برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر اسکا کوئی ٹالنے والا نہیں اور نہ اسکا اسکے سوا کوئی والی (وسرپرست ہے)۔] ۱۳:۱۱

[تو کیا جو (اللہ) ہر شخص کے اعمال کی خبر رکھتا ہے (انکو یونہی چھوڑ دیگا ہرگز نہیں) اور ان لوگوں نے اللہ کے (دوسرے) شریک بنالئے۔ (اے رسولؐ) تم ان سے کہدو کہ تم آخر انکے نام تو بتاؤ یا تم اللہ کو ایسے شریکوں کی خبر دیتے ہو جنکو وہ جانتا تک نہیں کہ وہ زمین میں (کدھر بستے) ہیں یا نری اوپری باتیں بناتے ہو بلکہ (اصل یہ ہے کہ) کافروں کو انکی مکاریاں بھلی دکھائی گئی ہیں اور وہ (گویا) راہ راست سے روک دیئے گئے ہیں اور جس شخص کو اللہ گمراہی میں چھوڑ دے تو اسکا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں۔ ان لوگوں کے واسطے زندگی میں (بھی) عذاب ہے اور آخرت کا عذاب تو یقینی بہت سخت کھلنے والا ہی ہے اور (پھر) اللہ (کے غضب) سے انکا کوئی بچانے والا نہیں۔] ۱۳:۳۳-۳۴

[(اے رسولؐ) کیا تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنھوں نے میرے احسان کے بدلے ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گڑھے میں جھونک دیا کہ سب کے سب جہنم واصل ہونگے۔ اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے۔] ۱۴:۲۸-۲۹

[اور (اپنی ضرورت کے موافق) جو کچھ تم نے اس سے مانگا (اس میں سے بقدر مناسب) تمھیں دیا اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو گن نہیں سکتے ہو۔ اس میں تو شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف

ناشکرا ہے۔] ۳۴:۱۴

مندرجہ بالا تمام آیات مبارکہ میں تھوڑی سی فکر بھی کافی ہے کہ روس کی ٹوٹ پھوٹ واضح ہو جائیگی۔ انسان مانے یا نہ مانے اللہ خالق ہونے کی وجہ سے ہر شخص کے اعمال کی خبر رکھتا ہے۔ وہ (اللہ) فرمانبردار صاحب ایمان (جنتی) اور نافرمانبردار (جہنمی) دونوں کا مختار کامل ہے۔ نافرمانبردار اس (اللہ) کے اختیار کو خاطر میں نہیں لاتا اسلیئے نافرمانبردار نے زندگی کو دنیا میں کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔ ان آیات سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ اگر کسی قوم کو کچھ نعمت عطا ہو تو جب تک وہ قوم کوئی نفس میں تبدیلی نہ کرے تو وہ نعمت زائل نہیں ہوتی اصل سرپرست اور والی اللہ کی ذات ہے لیکن جب کوئی قوم شرک و کفر اختیار کرے تو اللہ بھی اس قوم کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے پھر وہ عذاب کی مستحق ہو جاتی ہے اور اس کے لئے زندگی میں بھی عذاب ہے۔ پوری روسی قوم (کفار و مشرکین) ہلاک نہیں کی گئی۔ یہ جو نتیجہ برآمد ہوا اس میں صرف ٹوٹ پھوٹ ہوئی یعنی عذاب ہلکا نازل کیا گیا لیکن جب کوئی قوم سرکشی اختیار کرتی ہے (مثلاً خدائی کا دعویٰ وغیرہ) تو اسکا انجام قوم کے لئے ہلاکت ہوتا ہے۔ بہت سی اقوام کو ہلاک کیا گیا چونکہ روس میں سائنسی ترقی عروج پر تھی اور قوم کو اس شعور کی بنا پر کہ سائنسدانوں میں قوت تخلیق نہیں اسلیئے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا ورنہ انکا مقدر بھی ہلاکت ہوتی۔ عدل (اعمال کے ناپ تول) الٰہی کے سبب سے ان حالات میں ہلکا عذاب نازل ہوا۔ سورۃ ابراہیمؑ کی آیات ۲۸۔۲۹ سے پتہ چل رہا ہے کہ کچھ لوگ ہیں کہ جنھوں نے احسان کے بدلے اللہ کی ناشکری اختیار کی اور اپنی قوم کو ہلاک کر دیا۔ چند لوگ گمراہ کرنیوالے اور قوم گمراہ ہونیوالی۔ یہ آیات بالکل روسیوں کے حسب حال معلوم ہوتی ہیں۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جس طرح ایک گلہ بان یا گڈریا اپنی بھیڑ بکریوں کو ہانکتا ہے اسی طرح اس قسم کے ممالک میں صرف چند صاحب اقتدار افراد پوری قوم کو ہلاکت میں جھونک دیتے ہیں کیا یہ کسی معجزے سے کم ہے کہ اتنی بڑی طاقتور روسی مملکت مختلف ریاستوں میں تقسیم ہو گئی اور براہ راست کسی دوسری بڑی مملکت نے اس پر حملہ بھی نہیں کیا۔ صرف ان دو آیات ۲۸۔۲۹ میں بڑے بڑے واقعات کے فلسفے کو بیان فرمایا گیا ہے۔ تفصیل کے طور پر یا تاریخ کے انداز میں جن واقعات کا سورۃ اعراف اور طٰہٰ میں ذکر ہوا انکی اجمالی کیفیت صرف ان دو آیات میں محسوس ہوتی ہے الاعراف کی آیات ۵۹ تا ۲۷ میں جناب نوحؑ کے دور کے سرداروں (کفار) اور قوم کے غرق ہونے کی تفصیل بیان ہوئی۔ اسی طرح جناب موسیٰؑ کے دور میں فرعون اور اسکے ساتھیوں کے غرق ہونے کا بیان آیات ۱۰۴ تا ۱۳۶ میں ہے۔ سورۃ طٰہٰ کی آیات ۷۹ تا ۹۸ میں فرعون کے اپنی قوم کو گمراہ کر کے ہلاک کرنے کا واقعہ ہے۔ سامری نے بنی اسرائیل کو کس

طرح گمراہ کیا۔اس مقام پر سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۶۷ بھی غور طلب ہے کہ انسان (کافر و مشرک بھی) کو اللہ کے مختار کامل ہونے کا احساس ہے۔

انسان یہ جانتے ہوئے کہ اللہ ہے (اسکی پرستش نہیں کرتا) پھر بھی منہ موڑتا ہے یہی اسکی ناشکری ہے اسکو اللہ ہی کا شکر گزار ہونا چاہیئے ۔اب ایک انسان (کافر و مشرک) عقل ہونے کے باوجود اگر ایسا کرے تو وہ بے عقلی ہوگی ۔خلاصہ یہ کہ قصداً راہ حق چھوڑ کر دوسری راہ پر چلنا یا گمراہی اختیار کرنا جھوٹ کے مترادف ہے۔اب جس انسان کی بنیاد جھوٹ پر ہو وہ عدل کیا کریگا! عقل ہوتے ہوئے بے عقلی کی راہ اختیار کرنا ایسا ہی ہے کہ (جانور) اسکے پاس عقل نہیں ہے۔اسی وجہ سے اللہ نے کفار کو جانور سے بدتر قرار دیا ہے (۵۵:۸) سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۶۷ اتنی مختصر لیکن کروڑوں انسانوں (بت پرست وغیرہ) کے مزاج کی عکاسی فرما رہی ہے اس کلام کا یہ بھی معجزہ ہے ۔آیت ۸۹ میں بھی اللہ نے اکثریت سے یہی شکوہ فرمایا ہے۔

[اور ہم نے تو (لوگوں کے سمجھانے) کے واسطے اس قرآن میں ہر قسم کی مثلیں ادل بدل کے بیان کر دیں۔ اس پر اکثر لوگ بغیر ناشکری کئے نہیں رہتے] ۸۹:۱۷

یہ صورت حال دنیا میں کافر و مشرک کے عدل و عدالت کی واضح ہوگئی اور یہ نصف آبادی سے زیادہ ہی ہے۔رہے یہود و نصاریٰ اور مسلمین تو ہر ایک کے ستر فرقے سے کم نہیں ہیں لیکن یہ کل تین شریعتیں ہونی چاہئیں یعنی جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ اور حضرت محمدؐ نے جو بالترتیب توریت و انجیل اور قرآن حکیم کے مطابق عبادت و زندگی بسر کرنے کے طور و طریقے کا تعیّن فرمایا اس لحاظ سے شریعت کے مطابق کل تین فرقے یا گروہ ہوئے اسی طور صرف تین طریقہ عدل و عدالتیں ہونی چاہئیں لیکن ان تین کتابوں کے ماننے والوں نے کتاب و انبیاء سے ہٹ کر مختلف فرقے بنا لئے ۔فرقے محض ضد کی بنا پر بنائے گئے اسکا مقصد یہ بھی ہوا کہ طریقہ رسولؐ کو بھی نظر انداز کیا گیا یعنی وسیلہ انبیا و اوصیا علیہم السلام کو ترک کر دیا اور ایک نئی راہ نکالی گئی ۔دو سو سولہ فرقے بنا دئے گئے ہیں یہ تبدیلیاں یہودی، عیسائی اور مسلمانوں نے ہی کی ہیں ۔انسان کا مزاج بڑی جلدی بدلتا ہے دین پر قائم رہنا آسان کام نہیں ہے کیونکہ اسکے لئے حق و صداقت چاہیئے ۔یہی مشکل کام ہے اگر یہودی، عیسائی اور مسلمان اس پر عمل کرتا ہوتا تو پھر فرقے ہی کیوں بناتا ۔اپنی 'انا' مال دنیا و اقتدار کی خاطر ایسا کرتا ہے انھیں تینوں گروہوں نے یقیناً اپنے رسولوںؑ کے وسیلے کو نظر انداز کر کے ہی فرقے بنائے ۔رسولوںؑ کا کام پیغام پہنچانا ہے۔المائدہ کی آیت ۹۲ ملاحظہ ہو۔

[اور اللہ کا حکم مانو اور رسول کا حکم مانو اور (نافرمانی سے) بچے رہو اس پر بھی اگر تمنے (حکم خدا سے) منہ پھیرا تو سمجھ رکھو کہ ہمارے رسولؐ پر بس صاف صاف پیغام دینا فرض ہے۔] ۹۲:۵

کافر و مشرک حق سے ہی روگردانی اختیار کئے ہوئے ہے۔ دین کی اصطلاح میں یہ جانور سے بدتر ہیں۔ الانفال کی آیت ۵۵ ملاحظہ ہو۔

[اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک جانوروں ایمیں کفار سب سے بدتر ہیں تو (باوجود اسکے) پھر ایمان نہیں لاتے۔] ۸:۵۵

(ا) اس مقام پر اللہ نے کفار کو جانوروں سے بھی بدتر فرمایا ہے۔ اور ایک جگہ فرماتا ہے۔ **اولئک کالا نعامِ بل اضل سبیلا** ۔ یہ لوگ گویا جانور بلکہ اس سے بھی گئے گزرے ہیں کیونکہ جانوروں کو تو عقل ہی نہیں کہ اس سے کام لیں، ان (کفار) کو عقل ہے پھر اس سے کام نہیں لیتے۔)

اب جو انسان جانور سے بدتر ہو وہ عدل کیا کریگا،

اسکے علاوہ ان تین (یہودی، عیسائی اور مسلم) نے بھی فرقے بنالئے۔ یہودیوں و عیسائیوں نے توریت وانجیل کو تبدیل کردیا۔ جو کتب کہ عدل کی بنیاد تھیں انھیں مسخ کر کے عدل سے کدورت کا اظہار کردیا۔ نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ عموماً انسانوں کا عدل و عدالت کفر و شرک و منافقت اور فرقوں کی نظر ہوگیا۔ ان کا عدل کیا اور انکی عدالت کیا! اس تحریر کا لب لباب یہ نکلا کہ انسانوں کی اکثریت جھوٹ فریب میں مبتلا ہو کر اظہار یہ کرتی ہے کہ اپنے ممالک میں عدل پر قائم ہیں۔ اگر انسان واقعی عدل پر گامزن ہوتا تو رب العالمین کو عادل ضرور سمجھتا جیسا کہ آل عمران کی آیت ۱۸ سے بھی اظہار ہو رہا ہے اللہ تعالی نے سورۃ ابراہیمؑ کی آیت ۳۴ (۱۴:۳۴) میں اسکا شکوہ فرمایا کہ انسان بڑا بے انصاف ناشکرا ہے اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہوگی کہ انسان (مخلوق) خود کو عادل سمجھے اور اللہ کو وحدہٗ لاشریک کے ساتھ عادل نہ سمجھے۔ اللہ نے عدل وانصاف کو نازل فرمایا اور عدل کا حکم بھی دیا اور مختلف مقامات پر انصاف کیساتھ فیصلہ کرنیکا ذکر بھی فرمایا ہے۔ آیات متعدد سورتوں سے پیش کی جاتی ہیں۔

[اللہ ہی تو ہے جس نے سچائی کیساتھ کتاب نازل کی اور عدل وانصاف بھی نازل کیا اور تمکو کیا معلوم شائد قیامت قریب ہی ہو (پھر یہ غفلت کیسی)] ۴۲:۱۷

[(اے رسولؐ) تم کہدو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کا حکم دیا ہے اور (یہ بھی فرمایا ہے) کہ ہر نماز کے وقت اپنے اپنے منہ (قبلہ کی طرف) سیدھے کرلیا کرو اور اسکے لئے نری کھری عبادت کر کے اس سے دعا

مانگو جس طرح اس نے تمھیں شروع (شروع) پیدا کیا تھا اسی طرح پھر (دوبارہ) زندہ کئے جاؤ گے] ۲۹:۷

[اس میں شک نہیں کہ اللہ انصاف اور (لوگوں کیساتھ) نیکی کرنے اور قرابتداروں کو (کچھ) دینے کا حکم کرتا ہے۔ اور بدکاری اور ناشائستہ حرکتوں اور سرکشی کرنے کو منع کرتا ہے (اور) تمھیں نصیحت کرتا ہے تا کہ تم نصیحت حاصل کرو۔ اور جب تم لوگ باہم قول وقرار کرلیا کرو تو اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرو اور قسموں کو انکے پکا ہوجانے کے بعد نہ توڑا کرو حالانکہ تم تو اللہ کو اپنا ضامن بنا چکے ہو۔ جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے ضرور جانتا ہے]۱۶:۹۰-۹۱

[تم کہدو کہ میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور تم نے اسے جھٹلا دیا۔ تم جس کی جلدی کرتے ہو (عذاب) وہ کچھ میرے پاس (اختیار میں) تو ہے نہیں حکومت تو بس صرف اللہ ہی کیلئے ہے۔ وہ تو حق بیان کرتا ہے اور وہ تمام فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر ہے۔]۶:۵۷

[اور (اے رسولؐ) تمھارے پاس جو وحی بھیجی جاتی ہے تم بس اسکی پیروی کرو اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ (تمھارے اور کافروں کے درمیان) فیصلہ فرمائے اور وہ تو تمام فیصلہ کرنیوالوں سے بہتر ہے۔]۱۰:۱۰۹

[اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ لیکن اس طریقہ پر کہ (اس کے حق میں) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کی حد کو پہنچ جائے اور انصاف کیساتھ ناپ اور تول ا پوری کیا کرو۔ ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتے اور (چاہے کچھ ہو مگر) جب بات کہو تو انصاف سے اگر چہ وہ (جس کے تم خلاف کہو) تمھارا عزیز ہی ہو۔ اور اللہ کے عہد و پیمان کو پورا کرو۔ یہ وہ باتیں ہیں جنکا اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے تا کہ تم عبرت حاصل کرو۔]۶:۱۵۲

((ا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو بعض اصحاب نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ میرے لئے یہ ممکن نہیں کہ تولنے میں ایک بال کا بھی فرق نہ ہو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ''لا نُکَلِفُ نَفساً اِلَّاوُسعَھَا'' اور اسی وجہ سے شریعت نے یہ بتا دیا ہے کہ خریدار یہ قصد کرے کہ میں دام زیادہ دوں اور چیز کم لوں اور بیچنے والا یہ قصد کرے کہ میں دام کم لوں اور چیز زیادہ دوں کیونکہ فریقین جب یہ قصد کرینگے تو ہر گز کسی کو کم نہ پڑیگا۔ مگر اب وہ زمانہ ہے کہ اسکا الٹا ہوتا ہے۔))

[اور ہم نے مدین والوں کے پاس انکے بھائی شعیبؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تمکو آسودگی

میں دیکھ رہا ہوں (پھر گھٹانے کی کیا ضرورت ہے) اور میں تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو (سب کو) گھیرے گا اور اے میری قوم پیمانہ اور ترازو انصاف کیساتھ پورے پورے رکھا کرو اور لوگوں کو انکی چیزیں کم نہ دیا کرو اور روئے زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرو۔] ۱۱:۸۴-۸۵

[جن باتوں میں تم باہم جھگڑا کرتے ہو قیامت کے دن اللہ تم لوگوں کے درمیان (ٹھیک ٹھیک) فیصلہ کردیگا۔] ۲۲:۶۹

[اور یہود کہتے ہیں کہ نصاریٰ کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہود کا مذہب کچھ (ٹھیک) نہیں حالانکہ یہ دونوں فریق کتاب خدا پڑھتے رہتے ہیں۔ اسی طرح انہی کی سی باتیں وہ (مشرکین عرب) کیا کرتے ہیں جو (اللہ کے احکام) کچھ نہیں جانتے تو جس بات میں یہ لوگ پڑے جھگڑتے ہیں (دنیا میں تو طے نہ ہوگا) قیامت کے دن اللہ انکے درمیان ٹھیک فیصلہ کردے گا۔] ۲:۱۱۳

[قیامت کے دن نہ تمھارے رشتے ناتے ہی کچھ کام آئینگے نہ تمھاری اولاد (اس دن تو) وہی فیصلہ کردیگا اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔] ۶۰:۳

[(اے رسولؐ) تم (ان سے) کہدو نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور نہ تمھاری کارستانیوں کی ہم سے باز پرس۔ (اے رسولؐ) تم (انسے) کہدو کہ ہمارا پروردگار (قیامت میں) ہم سبکو اکٹھا کریگا پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کردیگا اور وہ تو بڑا ٹھیک فیصلہ کرنیوالا واقف کار ہے۔] ۳۴:۲۵-۲۶

[اے ایمان والو مضبوطی کیساتھ انصاف پر قائم رہو اور خدا لگتی گواہی دو اگرچہ (یہ گواہی) خود تمھارے یا تمھارے ماں باپ یا قرابت داروں کے مضر (ہی کیوں) نہ ہو خواہ مالدار ہو یا محتاج (کیونکہ) اللہ تو (تمھارے بہ نسبت) ان پر زیادہ مہربان ہے تم تو (حق سے) کترانے میں خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو اور گھما پھرا کے گواہی دوگے یا بالکل انکار کروگے تو (یاد رہے جیسی کرنی ویسی بھرنی کیونکہ) جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خوب واقف ہے۔] ۴:۱۳۵

قرآن حکیم معاملات کی بنیاد فراہم کرتا ہے اور آج بھی اسکی روشنی میں دنیاوی معاملات سمجھے جاسکتے ہیں اور عدل و انصاف بھی اسی طرح انجام دیا جاسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک فرد کسی حادثہ میں کسی کار، ٹرک یا مختلف قسم کی گاڑیوں کی زد میں آکر فوت ہوسکتا ہے یا ہوگیا۔ دور حاضر میں نوعیت جداگانہ ہے۔ جج یا منصف صاحبان کے لئے کام زائد ہے۔ موت واقع ہونے کی صورت میں یہ تصدیق ضروری ہے کہ کیا یہ حادثہ عمداً تو نہیں کیا گیا۔

ممکن ہے کہ گاڑی چلانے والے ڈرائیور (یا مالک) سے فوت ہونیوالے کیساتھ کوئی دشمنی رہی ہو۔اگر دشمنی تھی تو یہ قتل عمد کے زمرے میں آئیگا یا آسکتا ہے اور گاڑی چلانے والے کو سزائے موت (سورۃ بقرہ آیات ۱۷۸۔۱۷۹) ہوگی یا فریقین کی رضامندی سے قصاص ممکن ہے۔ یہاں معاملہ نیت میں قتل کرنا شامل ہے۔اس لئے سخت سزا یعنی دوسرے کے لئے بھی موت تجویز ہونی چاہیئے یا قصاص۔اگر دشمنی نہیں تھی تو پھر پیدل چلنے والے کی غلطی یا ڈرائیور دونوں کی غلطیوں کا امکان ہے یا ممکن ہے کہ سواری یا گاڑی کا بریک ناکارہ ہوگیا ہو۔ان تمام امور کا تعلق شہادتوں و مشاہدات (۴:۱۳۵) اور گاڑی کے بریک وغیرہ کا جائزہ شامل ہے۔ان حالات میں ظاہر ہے کہ قصاص بہترین صورت ہے اور رقم کا تعین طرفین کی رضامندی سے ہونا چاہیئے۔سواریوں یا گاڑی کی نوعیت بدلنے سے فیصلے کے کام میں کچھ پیچیدگی بیشک ہے لیکن عدل کے بنیادی اصول اسلامی ہونے چاہئیں۔

قرآن حکیم میں ہر مسئلہ کا حل ممکن ہے۔ یہودیوں اور عیسائیوں نے ہی توریت وانجیل کو تبدیل کردیا۔ اِنھیں تبدیل شدہ اصول عدل پر عدالتیں قائم کرتے ہیں۔ یہ عدل کا اظہار کر کے کس کو بیوقوف بنانا چاہتے ہیں کیا اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں یا اصولوں کو تبدیل کرنا عدل ہے؟ اصول عدل کو اس طرح بدلنا ہی سب سے بڑی منافقت یا ظالمانہ عمل ہے۔ یہ سب اِنھیں مسخ شدہ اصولوں پر قائم ہیں اور اظہار ہے کہ بہت بڑے عادل ہیں! ان سب کی نیتوں میں کس قدر منافقت ہے اور بظاہر عدالت ہے۔ ممکن ہے یہودی و عیسائی یہ جواب دیں کہ غلطی بزرگوں سے ہوئی کہ کتابوں کو بدلا یعنی قصور بزرگوں کا ہے۔اگر موجودہ یہودی و عیسائی نسلیں بزرگوں کے قصور پر پشیمان ہیں تو پھر ان تحریف شدہ اصول عدل پر کیوں قائم ہیں؟ اگر یہ (یہودی وعیسائی) حق وصداقت پسند ہیں اور دور حاضر میں واقعی مہذب رہنا چاہتے ہیں اور نظام عدل پر قائم رہنا چاہتے ہیں تو مسلمان ہوکر قرآن حکیم پر عمل پیرا ہوکر پیکر انسانیت کا اظہار کریں۔ انکی دنیا و دین دونوں سنور جائیگی۔قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے اس میں سے متعدد آیات کے حوالے دیئے گئے اس میں عدل کے بنیادی اصول ہیں اور عدل وانصاف کی خلقت سے لیکر قیامت میں عدل کی بنیاد پر آعمال کی ناپ تول کا ذکر ہے اسکے علاوہ ان وسیلوں نے جوکہ اللہ کی طرف سے 'اِذن' یافتہ ہیں انھیں نے عدل کا ذکر فرمایا ہے۔انفرادی حیثیت سے اللہ کو عادل ماننے والے دنیا کے ہر گوشے میں ہیں۔

باب ۸

وسیلہء انبیا و اوصیا علیہم السّلام

اللہ تعالیٰ نے مخصوص انسانوں کی تخلیق فرمائی ان کو ہدایت سے نوازا کہ جنھیں انبیاء و اوصیاء کہا جاتا ہے یہی وسیلہ قرار فرمائے گئے تا کہ دیگر انسان دنیا میں ان کی ہدایات کے تحت زندگی بسر کریں۔ اس وسیلہء انبیاء و اوصیاء کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ و دیگر انسانوں کے درمیان رابطہ قائم رہا ہے جو بھی وسیلہ کا انکار کرتا ہے کافر ہے اگر انسان اپنی نیت کو نیک رکھے تو زندگی اللہ و رسول کی فرمانبرداری میں بسر ہوگی۔ بغیر وسیلہ پر ایمان لائے انسان کی زندگی ہیچ ہے جب ایمان لائے گا تو عمل صالح کی توفیق اللہ تعالیٰ عطا فرمائیگا۔ انسان بھی وسیلہء پیغمبر کو سمجھتا ہے لیکن جان بوجھ کر اس رابطہ کو نظر انداز کرتا ہے اس کیفیت کی وجہ سے آج بھی دنیا کی اکثریت مشرک و کافر ہی ہے حالانکہ یہ سائنسی و ٹکنیکی اعتبار سے بھی پڑھے لکھے ہیں جو ایمان لاتے ہیں (یہود و نصاریٰ اور مسلمین) یہ بھی فرقوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ اس طرح دنیا کی بڑی اکثریت وسیلہ کو تسلیم نہیں کرتی۔ جیسا کہ قبل پیش کیا گیا کہ اس زمانہ میں حضورؐ پر ایمان لانے سے شرک و کفر ختم ہوگا لیکن انسانی معاشرے کو فساد سے پاک کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کو سرپرست ماننے اور ایمان لانے (۵:۵۵) کی شرط عائد فرمائی کہ مومنینؑ میں اوّل حضرت علیؑ (امیر المومنین) ہیں۔ جو کوئی ان اولیا (۵:۵۵) کو سرپرست مانے خود فسادی نہ رہے گا اور جس کسی نے ان میں سے کسی ولی سے منھ موڑا تو وہ پھر فسادی رہکر زندگی بسر کرے گا اور فسادی کا انجام جہنم ہوگا۔

اگر انسان ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کو علیحدہ یا انفرادی طور پر ولی (سرپرست و مددگار) سمجھ کر ایمان لائے تو مسلمان یا مومن ہے۔ اس مسلمان یا مومن کا تذکرہ آیت ۵۶ (۵:۵۶) میں ہے! اسلئے آیت ۵۵ (۵:۵۵) کے مومنینؑ مخصوص اور آیت ۵۶ (۵:۵۶) میں شخص مسلمان یا مومن ہو کر اللہ کے لشکر کا ہوگا۔ اب جو اس طرح مسلمین و مومنین (عام) ہونگے وہ آیت ۵۵ کے مومنینؑ سے مختلف ہونگے۔ ان تین اولیا کے تین ہی گروہ (مشرکین و کفار اور منافقین) بالترتیب منکر ہیں۔ منافقین ہی کی رہائش مسلم معاشرے میں ہوتی ہے منافق (مشرک و کافر بھی ہے) ہی اللہ و رسول کا بدترین دشمن۔ منافق ہی اللہ کو فریب دینا چاہتا ہے رسول کو

بہکانا چاہتا ہے (۴:۱۴۲)(۴:۱۱۳)۔

یہ (منافق) رسول ؐ کا دشمن ''یارسول اللہ'' سے فرار اختیار کر کے صرف ''یااللہ'' کہنا چاہتا ہے اور مسلمانوں کو بہکاتا ہے کہ فضیلت اللہ کی ہے حالانکہ اس بد بخت (منافق) کو بھی علم ہے کہ اللہ و رسول ؐ دونوں کے احکامات کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے یعنی ''یارسول ؐاللہ'' کہے بغیر مسلمان نہ ہوگا۔ حضور ؐ کے لئے تبلیغ دین اسلام آسان کام نہ تھا بلکہ یہ منافق مسجد میں بھی رہ کر خلل پیدا کرنے کی کوشش کرتا اور اس طرح کہ حضور ؐ سے سرگوشی (کان میں گفتگو) کر کے اپنی اظہار فضیلت جتاتا کہ حضور ؐ سے اسے (منافق کو) کتنا قرب حاصل ہے۔ مولانا عثمانی نے اس مسئلہ کو خصوصاً بیان فرمایا۔ منافق کی نفسیات مسجد میں یہ ہیں اور میدان جنگ میں بھی حضور ؐ کیساتھ رہ کر فرار ہی اختیار کرنیکی کوشش کرتے۔ جنگ اُحد میں تین سو کے لشکر (منافقین) نے جنگ سے قبل ہی فرار اختیار کیا ۔منافقین کی یہ نفسیاتی کیفیت رسول ؐ سے دشمنی کا نتیجہ اور مسلمانوں کو بھی پست ہمت بنانا ہے یہ جہاد سے جان بچاتا اور مال کی لالچ رکھتا ہے (۳۳:۱۸-۲۰)۔

حضور ؐ کے لشکر میں منافق تھا تو کیا آج صاحبان ایمان کی افواج میں نہ ہوگا؟ یقیناً ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ نے صاحبان ایمان کے لیے نسخہ یہ تجویز فرمایا کہ تقویٰ اور صبر سے کام لیں تو ساری دنیا بھی ان کا کچھ بگاڑ نہ سکے گی (۳:۱۲۰) اسلام و صاحبان ایمان کے تین ہی دشمن ہیں (مشرک و کافر اور منافق) یہی بالترتیب خصوصاً ان تین اولیا (اللہ و رسول ؐ اور مومنین) کے دشمن حالانکہ یہ اولیا کسی کے دشمن نہیں بلکہ یہ بدترین انسان (منافق) کی بھی ہدایت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ یہ اولیا ہر انسان کے سرپرست ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے منکر مشرکین لیکن جب مصیبت میں پکارے (مشرک) اللہ تعالیٰ ان کا مددگار لیکن مشرک ہی اللہ کے مدمقابل بُت بناتا ہے۔ رسول ؐ اسی طرح کافر کے بھی مددگار لیکن یہ رسول ؐ کا مدمقابل بناتا ہے۔ اسی طرح مومنین ؑ (خصوصاً حضرت علی ؑ) ان منافقین کے مددگار لیکن منافق ان (حضرت علی ؑ) کا مدمقابل بناتا ہے ۔منافق خصوصاً حضرت علی ؑ کی بدگوئی کرتا ہے (۳۳:۵۸) ''کنزالایمان''۔ منافق ہی رسول ؐ کا دشمن ہے۔ یہ ہر صحابی ؓ یا مسلمان اور مومن کا بھی دشمن ہے۔ مسلم معاشرے میں یہی (منافق) اصلاح کا نام لے کر فساد برپا کرتا ہے۔ یہ شیطان سے زیادہ خطرناک ہے کہ حضور ؐ جیسی شخصیت (مخلصین) کو بہکانا چاہتا ہے لیکن شیطان نے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کیا کہ وہ حضور ؐ جیسی شخصیت (مخلصین) کو گمراہ نہیں کرے گا۔ گزارش کا مقصد یہ ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ سے ہی حضور ؐ نے تقریباً حیات طیبہ تک انتہائی مصائب و اذیتوں کی زندگی گزاری۔ دعوت

کے بعد تیرہ برس مکہ میں مشرکین و کفار کی وجہ سے مصیبت و پریشانی قائم رہی۔ انھیں (مشرکین و کفار) نے حضورؐ کے خلاف مکر کیا جو کہ ہجرت پر منتج ہوا (۸: ۳۰)۔ اللہ تعالیٰ نے بہترین تدبیر فرمائی حضورؐ نے شب میں حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کے لئے فرمایا خود ہجرت فرما گئے۔ نفس رسولؐ (حضرت علیؑ) کو بستر پر لٹایا۔ حضورؐ و حضرت علیؑ بڑے پُر خطر ماحول میں گھرے ہوئے تھے۔ مشرکین و کفار ہی حق (اسلام) کے بظاہر دشمن اور منافق در پردہ دشمن۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں منافقین نے مکمل اصحاب رسولؐ کا لبادہ اوڑھ لیا۔ جنگ اُحد میں یہ صورت حال سامنے آ گئی۔ اصحاب بھی دو طرح کے ہو گئے یعنی فرمانبردار (رضی اللہ عنہ) اور نافرمانبردار (منافق)۔ حضورؐ کی حیات طیبہ میں بھی اور بعد رحلت منافق ہی اصحابؓ و مسلمانوں کا دشمن تھا لیکن یہ امتحان بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہی مصلحت ہے لیکن حضورؐ و علیؑ نے یہ ثابت فرما دیا کہ اے ایمان والو ہماری ولایت (رسولؐ و علیؑ) کو تسلیم کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی ولایت پر ایمان رکھو تا کہ قیامت تک دنیا کے تمام گروہوں پر غالب رہو۔ اللہ تعالیٰ کو علم ہے کہ کون صاحب ایمان اور کون منافق ہے (۲۹: ۱۱) اس اظہار کا مقصد یہ ہے کہ فیصلہ صرف ظاہری اعمال پر نہیں بلکہ قلب کی کیفیت پر ہوگا کہ ایماندار ہے کہ منافق۔ اس کی صداقت "مسجد ضرار" کو ڈھا کر جلانے کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافق کو حضورؐ کے وسیلہ سے ہی متنبہ فرما دیا کہ منافق تو کتنی ہی مساجد تعمیر کر کے اپنے عبادت گزار ہونے کا ثبوت پیش کرے لیکن تیرا انجام خراب ہوگا کیونکہ تیرے قلب میں منافقت کے سبب اللہ و رسولؐ پر ایمان نہیں۔ منافق نے بھی مسجد قبا کے مد مقابل مسجد ضرار بنا لی اور حضورؐ سے مشورہ تک نہیں کیا۔ منافق کی بدخصالی یہ ہے کہ اللہ کے مد مقابل ہے اور حضورؐ کو نظر انداز کرانا چاہتا ہے۔ مسجد ضرار نے شرک و کفر دونوں کا اظہار کر دیا لیکن یہ علیؑ کی ولایت کا بھی انکار کرتا ہے اسلئے منافق ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ و رسولؐ دونوں اولیا کا منکر ہو کر مشرک و کافر ہے لیکن حضرت علیؑ کی ولایت کا منکر ہو کر منافق ہو جاتا ہے۔ اللہ و رسولؐ کا دشمن کیا اصحابؓ اور مسلمانوں کا دشمن نہیں؟ یقیناً یہ اصحابؓ و مسلمانوں کا بھی دشمن ہے لیکن مسلم معاشرے میں اس نے مسلمانوں کا لبادہ اوڑھ رکھا ہے اور اصلاح کا نام لے کر فساد برپا کرتا ہے یعنی اسلام کا نام لے کر اصول و فروع دین میں زبردستی کا اظہار کرنا چاہتا ہے حالانکہ یہ اس کی بیوقوفی کی علامت ہے کیونکہ اسلام میں زبردستی کی رتی بھر (انتہائی معمولی) گنجائش ہوتی تو حضورؐ ہجرت نہ فرماتے اور مکہ میں رہ کر طاقت کا مظاہرہ فرماتے۔ ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ و مومنینؑ) کی ولایت کو مکہ میں ہی قیام کیساتھ منوا کر شرک و کفر اور منافقت کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جاتا۔ اللہ کے دین (اسلام) کو عوام الناس تک پہنچا دینا ہی انبیاء و اوصیاء کا کام رہا ہے۔ یہی فرائض حضورؐ

نے بھی نرم دلی سے انجام دیے اور اللہ تعالیٰ نے حضورؐ وحضرت علیؑ کو اپنی لامحدود ولایت میں شریک فرمالیا اسلئے حضورؐ وعلیؑ دونوں اللہ کے ولی ہیں۔ یہ ہر انسان کے سرپرست ومددگار، جو انسان ان دونوں اولیا کا دشمن وہ حقیقتاً اپنا ہی دشمن ہے۔قبل دلائل پیش کیے گئے ہیں حضرت علیؑ ''رجس'' سے پاک ہیں، اہلبیتؑ میں داخل ہیں (۳۳:۳۳ جزوی)، نفس رسول آیہ ءمباہلہ (۳:۶۱) کے تحت ہیں۔اسی آیت میں آپ کے دو صاحبزادے امام حسنؑ اور حسینؑ حضورؐ کی ابنیت میں داخل ہیں حضورؐ وحضرت علیؑ اور آپؐ کی اولاد کو ان مناصب پر دیکھ کر منافق انتہائی بغض وحسد میں مبتلا تھا اور ہے لیکن حق یہی ہے کہ ان تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) کی سرپرستی کو تسلیم کیا جائے تاکہ انسان فساد سے پاک ہوکر زندگی بسر کرے۔ رسولؐ تمام انبیاء پر گواہ ہیں اور یہ مومنینؑ (خصوصاً حضرت علیؑ) ولایت میں اللہ تعالیٰ کیساتھ شریک ہوکر تمام انبیاء (بجز حضورؐ) سے افضل ہیں۔اصحابؓ و مسلمین دونوں کو اجر رسالت ادا کرنے کیلئے حضورؐ کے قربیٰ سے مودت اختیار کرنی ہے (۴۲:۲۳)۔حضورؐ کے قربیٰ میں اہلبیتؑ ہی ہیں (حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، امام حسنؑ، امام حسینؑ) حضرت علیؑ نے حضورؐ کے زمانہ سے اپنی حیات تک ہی نہیں بلکہ آج بھی اپنی ولایت کے تحت اصحابؓ ومسلمانوں کی خصوصاً سرپرستی فرمارہے ہیں۔

اس آیہ ءولایت ۵۵ (۵:۵۵) کی صداقت کا اظہار اس سے بہتر کیا ہوگا کہ مسلمان اور مومن آج بھی اس آیت ۵۵ کی ترجمانی میں بحالت جنگ یا کسی مخصوص موقع پر اظہار جذبات کے لئے تین ہی نعرے لگاتے ہیں نعرہ ءتکبیر ''اللہ اکبر''، نعرہ ءرسالت ''یارسول اللہ''، نعرہ ءحیدری ''یاعلیؑ'' یہ سب ثابت کیا گیا کہ اقوام متحدہ میں بھی امن وسکون قائم نہ ہوگا جب تک ان تین اولیا (۵:۵۵) پر ایمان نہ لایا جائے۔مشرک وکافر جومد مقابل (بت) آثار بناتا ہے یہ باطل اسلئے کہ انھیں حقائق کا علم ہے لیکن یہ بت کا اظہار محض دوسروں کو اپنے جیسا گمراہ کرنا حالانکہ جانتا ہے کہ جو بت دنیا میں بیکار وبے مصرف وہ آخرت میں کیا سفارش کرینگے یہ بت شرک اور کفر کا اظہار اس لئے کہ وسیلہ بھی تصور میں ہے مشرک وکافر ہر کسی کو اپنے جیسا بنانا چاہتا ہے یہ کافر ہی اللہ ورسولؐ سے بغاوت پر احسان فراموش ہے یہ صاحبان ایمان یعنی جو انبیاء واوصیاء پر ایمان لائے مختلف ادوار میں عبادتگاہ بناتے رہے مثلاً یہودی، نصرانی، اور مسلمان بالترتیب کلیسا وگرجا اور مسجد بناتے ہیں یہ تمام آثارِ عبادت حق (اللہ تعالیٰ وانبیاء کے فرمانبردار) والے بناتے رہے ہیں اور باطل کے پرستار (نافرمانبردار) بھی آثارِ بت وغیرہ بناتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ ان باطل پرستوں کو دور دفع نہ کرتا تو یہ آثارِ حق بھی تباہ کردیے جاتے (۲۲:۴۰) اس آیہ ءمبارکہ سے انسان (خصوصاً مشرک وکافر) کی شدت پسندی اور اللہ تعالیٰ ورسولؐ سے بغاوت کا اندازہ لگانا آسان ہے

یہ انسان کتنا خودغرض ہے جب مصیبت پڑتی ہے اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ولایت کہ مصیبت حل فرماتا اور بغاوت (کفار کی) پر صبر کرتا ہے! اس ولایت (سرپرستی) میں تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) شریک ہیں یہی ایک دوسرے کو پہچان سکتے ہیں۔ ان بیان کردہ معاملات کو اس باب میں مختلف سورتوں کی آیات پیش کی جاتی ہیں تاکہ مکمل وضاحت ہو جائے اور انسان کی پیچیدہ نفسیاتی کیفیت کو بھی آسانی سے سمجھا جائے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم کہ اللہ و رسولؐ و کتاب و فرشتوں و کتابوں و رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان لایا جائے۔ النساء آیت ۱۳۶ ملاحظہ ہو۔

[اے ایمان والو اللہ اور اسکے رسولؐ پر اور اسکی کتاب پر جو اسنے اپنے رسولؐ (محمدؐ) پر نازل کی ہے اور اس کتاب پر جو اس نے پہلے نازل کی ایمان لاؤ۔ اور جو شخص اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخرت کا منکر ہوا تو وہ راہ راست سے بھٹک کے بہت دور جا پڑا۔] ۱۳۶:۴

پیغمبر کون ہیں انسانوں کو رسولؐ پر ایمان لا کر ان کی پیروی کرنی چاہیئے الانعام آیات ۸۹۔۹۰ ملاحظہ ہوں۔

[یہ (پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کو ہم نے (آسمانی) کتاب اور عقل کامل اور نبوت عطا فرمائی۔ پس اگر یہ لوگ اسے بھی نہ مانیں تو (کچھ پرواہ نہیں) ہم نے تو ان پر ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو (انکی طرح) انکار کرنے والے نہیں۔ (یہ اگلے پیغمبر) وہ لوگ تھے جن کی اللہ نے ہدایت کی پس تم بھی انکی ہدایت کی پیروی کرو (اے رسولؐ انسے) کہو کہ میں تم سے اس (رسالت) کی مزدوری کچھ نہیں چاہتا۔ یہ تو سارے جہان کے لئے صرف نصیحت ہے اور بس!] ۶:۸۹۔۹۰

رسول کس قدر شفیق ہیں التوبہ آیت ۱۲۸ ملاحظہ ہو۔

[لوگو تم ہی میں سے (ہمارا) ایک رسول تمھارے پاس آ چکا ہے (جس کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ) اس پر شاق ہے کہ تم تکلیف اٹھاؤ اور اسے تمھاری بہبود کا ہوکا ہے۔ ایمانداروں پر حد درجہ شفیق مہربان ہے ۱۲۸:۹]

اللہ تعالیٰ کی ذات لامحدود کہ جس کی تعریف و توصیف قلمبند نہیں کی جاسکتی (۱۸:۱۰۹)۔ رسولؐ ایسا منفرد کہ جو اللہ کی ولایت میں شریک ہے (۵:۵۵)۔ رسولؐ عام انسانوں سے جدا ہیں الکھف کی آیت ۱۱۰ ملاحظہ ہو۔

[(اے رسولؐ) کہدو کہ میں بھی تمھارا ایسا ہی (شکل وشباہت میں) ایک آدمی ہوں (فرق اتنا ہے کہ میری نوع جدا ہے) میرے پاس یہ وحی آئی ہے کہ تمھارا معبود یکتا معبود ہے تو جو شخص آرزومند ہوا پنے پروردگار کے سامنے حاضر ہونے کا تو اسے اچھے کام کرنے چاہئیں اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔] ۱۸:۱۱۰

((۱۔حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد ریا ونمائش ہے جو ایک قسم کا شرک ہے۔اسی وجہ سے ریا کو شرک خفی کہتے ہیں خدا اس سے بچائے۔))

رسولؐ کی پیروی اللہ کی پیروی ہے۔آل عمران آیت ۳۱ ملاحظہ ہو۔

[(اے رسولؐ ان لوگوں سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی ۱کرو کہ خدا (بھی) تم کو دوست رکھے گا اور تمکو تمھارے گناہ بخشدے گا۔اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔] ۳:۳۱

((۱خداوند عالم نے اپنی محبت کی کسوٹی حضرت رسولؐ کی پیروی کو قرار دیا ہے۔پس محض دعویٰ محبتِ خدا اور رسولؐ کا کسی طرح کافی نہیں ہوسکتا جب تک اپنی کارگزاریوں سے ثابت نہ کردے کہ وہ رسولؐ کا سچا پیرو ہے اسی طرح شیعہء علیؑ ہونے کا دعوےٰ اس وقت زیبا ہے جب اپنے افعال واعمال رفتار وگفتار سے یہ کر دکھائے کہ جو کام جناب امیرؑ جس وقت کرتے تھے اسی طرح وہ بھی کرگزرے فقط نام کا شیعہ مومن ہونا کافی نہیں ہے اور جب ان کا پیرو ہوگا تو رسولؐ کا بھی اور جب رسولؐ کا پیرو ہوا تب خدا کا دوست ہوگا اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی دوست اپنے دوست کو عذاب میں مبتلا کرنا پسند نہیں کرتا پھر خدا کیونکر جہنم کی سزا دے سکتا ہے۔))

پیغمبروں کے بھیجنے کا مقصد اور کفار کا انکار الکھف کی آیت ۵۶ ملاحظہ ہو۔

[اور ہم تو پیغمبروں کو صرف اس لئے بھیجتے ہیں کہ (اچھوں کو نجات کی) خوشخبری سنائیں اور (بدوں کو عذاب سے) ڈرائیں۔اور جو لوگ کافر ہیں جھوٹی جھوٹی باتوں کا سہارا پکڑ کے جھگڑا کرتے ہیں تا کہ اس کی بدولت حق کو (اس کی جگہ سے) اکھاڑ پھینکیں اور ان لوگوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے یہ لوگ ڈرائے گئے ہنسی ٹھٹھا بنا رکھا ہے۔] ۱۸:۵۶

اللہ ورسولؐ پر ایمان لاؤ الاعراف آیات ۱۵۷:۱۵۸ ملاحظہ ہوں۔

[جو لوگ ہمارے نبی امی ۱پیغمبر کے قدم بقدم چلتے ہیں (جس کی بشارت) کو اپنے ہاں توراتؔ اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔اور (وہ نبی) جو اچھے کام کا حکم دیتا ہے اور برے کام سے روکتا ہے اور (جو) پاک وپاکیزہ

چیزیں تو ان پر حلال اور ناپاک گندی چیزیں ان پر حرام کردیتا ہے اور وہ (سخت احکام کا) بوجھ جو ان کی گردن پر تھا اور وہ پھندے جو ان پر (پڑے ہوئے) تھے ان سے ہٹادیتا ہے پس (یادرکھو کہ) کہ جو لوگ اس (نبی محمدؐ) پر ایمان لائے اور ان کی تعظیم (عزت) کی اور انکی مدد کی اور اس نور کی پیروی کی جو ان ا کے ساتھ نازل ہوا ہے تو یہی لوگ اپنی دلی مراد پائیں گے۔ (اے رسولؐ) تم (ان لوگوں سے) کہدو کہ لوگو میں تم سب لوگوں کے پاس اس اللہ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں جس کے لئے خاص سارے آسمان وزمین کی بادشاہت (حکومت) ہے اسکے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا ہے وہی مار ڈالتا ہے پس (لوگو) اللہ اور اسکے رسولؐ نبی امی پر ایمان لاؤ جو (خود بھی) اللہ اور اسکی باتوں پر (دل سے) ایمان رکھتا ہے اور اسی کے قدم بقدم چلو تاکہ تم ہدایت پاؤ۔]۷:۱۵۷-۱۵۸

((ا بعض لوگوں کے نزدیک امّی کے معنے مادرزاد اَن پڑھ کے ہیں اور اَن پڑھ جاہل کو کہا کرتے ہیں یہ امر اگرچہ اور لوگوں کے واسطے عیب ہے مگر حضرت رسولؐ کے واسطے ہنر تھا کہ دوسرے لوگوں سے بغیر علم حاصل کئے وحی الہام اور علم لدنی کے ذریعہ سے علوم اولین وآخرین پر حاوی اور لکھنا پڑھنا سب کچھ جانتے تھے۔ درحقیقت یہاں پر امی سے مراد ام القریٰ کے رہنے والے ہیں۔))

((۲ چنانچہ توریت میں یہ عبارت ہے: **احمد الضحوک القتال یرکب البعیر ویاخذ الشملة وسیلد اثناعشر او خره لا مة عظیمة**۔: احمد تبسم کرنے والا جہاد کرنے والا اونٹ پر سوار ہوگا اور شملہ کو لٹکائے گا اور قریب ہے کہ اس سے بارہ بزرگ پیدا ہوں اور میں اس کو ایک عظیم الشان امت کے واسطے تاخیر کروں گا۔ اس سے صاف واضح ہے کہ حضرت کے جانشین بارہ ہوں گے اور وہ بھی غیر لوگ نہیں بلکہ آپکی نسل سے۔ اس سے زیادہ توضیح اور کیا ہوسکتی ہے۔ دیکھو توریت بشارات مثلیہ ترجمہ عربی۔))

((ا حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نور سے مراد علیؑ بن ابی طالب اور آئمہ حق ہیں۔ تفسیر صافی۔ صفحہ۔۱۷۲))

حضورؐ پر بھی وحی کا نزول ہوا کہ جس طرح قبل دوسرے پیغمبروں پر ہوا تھا۔

النساء آیات ۱۶۳ تا ۱۶۵ ملاحظہ ہوں۔

[اے رسولؐ) ہم نے تمھارے پاس اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح نوحؑ اور انکے بعد والے پیغمبروں پر بھیجی تھی اور (جس طرح) ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ و یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ و عیسیٰؑ و ایوبؑ و یونسؑ و ہارونؑ

وسلیمانؑ کے پاس بھیجی تھی اور ہمنے داؤدؑ کوزبور عطا کی اور (تم کو بھی ویسا ہی رسول مُقرر کیا جس طرح اور) بہت سے رسول (بھیجے) جنکا حال ہمنے تم سے پہلے ہی بیان کر دیا اور بہت سے رسول (بھیجے) جن کا حال تم سے پہلے بیان نہیں کیا اور اللہ نے تو موسیٰؑ سے باتیں بھی کیں اور (ہمنے نیکوں کو بہشت کی) خوشخبری دینے والے اور (بدوں کو عذاب سے) ڈرانے والے پیغمبر بھیجے تا کہ پیغمبروں کے آنے کے بعد لوگونکی اللہ پر کوئی حجت باقی نہ رہ جائے اور اللہ تو بڑا زبردست حکیم ہے۔] ۴:۱۶۳-۱۶۵

اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرمادیا کہ جو اللہ ورسولؐ کی مخالفت کرے ذلیل ہے۔ المجادلہ آیت ۲۰ ملاحظہ ہو۔

[جولوگ اللہ اور اسکے رسولؐ سے مخالفت کرتے ہیں وہ سب ذلیل لوگوں میں ہیں۔] ۵۸:۲۰

الکھف کی آیت ۱۱۰ النساء کی ۱۶۳ اور الشوریٰ کی ۱۳ سے بالکل واضح ہے کہ بغیر نزول وحی کوئی بشر نبی یا رسول نہیں ہوسکتا اب وحی کے سوا کوئی دعویٰ نبوّت کرے تو وہی جعلی ہے حضورؐ پر بھی وحی نازل ہوئی۔

رسولؐ کی فرمانبرداری اصل میں اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری ہے اور اگر انسان ایسا کرتا ہے تو اسی (انسان) کے لئے باعث نجات ہے رسولؐ پاسبانی کا ذمہ دار نہیں النساء آیات ۷۹-۸۰ ملاحظہ ہوں۔

[جب تمکو کوئی فائدہ پہنچے تو سمجھو اللہ کی طرف سے ہے اور جب کوئی تکلیف پہنچے تو (سمجھو کہ) خود تمھاری بدولت ہے اور (اے رسولؐ) ہم نے تم کو لوگوں کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور (اس کے لئے) اللہ کی گواہی کافی ہے جس نے رسولؐ کی اطاعت کی تو اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو (تم کچھ خیال نہ کرو کیونکہ) ہم نے تم کو کچھ پاسبان (مقرر) کر کے تو بھیجا نہیں ہے۔] ۴:۷۹-۸۰

بعض انسان رسولؐ سے کچھ کہتا ہے اور عمل کچھ اور کرتا ہے۔ النساء آیت ۸۱ ملاحظہ ہو۔

[(یہ لوگ تمھارے سامنے تو) کہہ دیتے ہیں کہ ہم آپکے فرمانبردار ہیں لیکن جب تمھارے پاس سے باہر نکلے تو ان میں سے کچھ لوگ جو کچھ (تم سے) کہہ چکے تھے اسکے خلاف راتوں کو مشورہ کرتے ہیں حالانکہ (یہ نہیں سمجھتے) یہ لوگ راتوں کو جو کچھ بھی مشورہ کرتے ہیں اسے اللہ لکھتا جاتا ہے پس تم ان لوگوں کی کچھ پرواہ نہ کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور اللہ کارسازی کے لئے کافی ہے۔] ۴:۸۱

جو شخص اللہ ورسولؐ کی اطاعت کریگا جنت میں جائیگا اور نافرمانبرداری جہنم واصل کریگی النساء آیات ۱۳-۱۴ ملاحظہ ہوں۔

[اور جو اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کرے اسکو اللہ آخرت میں ایسے (ہرے بھرے) باغوں میں پہنچادے گا

جسکے نیچے نہریں جاری ہونگی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے اور جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کی اور اسکی حدوں سے گزر گیا تو بس اللہ اسکو جہنم میں داخل کریگا اور وہ اس میں ہمیشہ (اپنا کیا بھگتا) رہیگا اور اسکے لئے بڑی رسوائی کا عذاب ہے۔] ۴:۱۳-۱۴

اللہ تعالیٰ ہی انبیاء واوصیاء کا انتخاب فرماتا ہے اور عوام الناس کو حکم دیتا ہے کہ ان (انبیاء واوصیاء) کی پیروی کرو یہی میری (اللہ کی) فرمانبرداری ہے لیکن ان انبیاء واوصیاء کا بھی یہ دعویٰ رہا ہے یا یہ کہ اظہار الٰہی ہے کہ وہ اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں چند انبیاء واوصیاء کا اظہار پیش کیا جاتا ہے ۔حضورؐ کا دعویٰ رسالت الاعراف آیت ۱۵۸ میں بیان کیا گیا۔

حضورؐ کے ساتھ آپؐ کے جانشین کا تذکرہ بھی مسلسل پیش کیا جارہا ہے لیکن جانشین انبیاء کے آئندہ باب میں خصوصاً آپؐ کے جانشین پر آیات وتفاسیر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔حضورؐ نے اپنے مددگار کے لئے دعا فرمائی۔ سورۃ بنی اسرائیل آیات ۷۹-۸۰ آئندہ باب میں ملاحظہ ہوں۔

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۰ میں بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی خواہاں ہے کہ رسولؐ کا ایک طاقتور مددگار ہو یقیناً یہ اللہ کی مرضی کا ہوگا اور یہ کہ جس طرح رسولؐ ہدایت یافتہ ہیں یہ (مددگار) بھی ہدایت یافتہ ہوگا اب اس مددگار کے لئے حضورؐ کی دعا ہوئی اور اللہ کی مرضی سے یہ مددگار عطا بھی ہوا اس مددگار کا اظہار الانفال آیت ۶۲ ملاحظہ ہو۔

[تو (کچھ پرواہ نہیں) اللہ تمھارے واسطے یقینی کافی ہے (اے رسولؐ) وہی تو وہ (خدا) ہے جس نے اپنی خاص امداد اور مومنین سے تمھاری تائید کی۔] ۸:۶۲

((ا)۔ابن عساکر نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے: قال مکتوب علی العرش لاالٰہ الاّ اللہ انا وحدی لا شریک لی محمّدؐ عبدی ورسولی ایدته بعلیؑ وذٰلک قوله هو الذی ایدک بنصره وبالمومنین ''۔کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ عرش پر لکھا ہوا ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں یکتا ہوں۔میرا کوئی شریک نہیں۔محمدؐ میرا بندہ اور میرا رسولؐ ہے میں نے اس کی علیؑ سے مدد کی اور یہی مطلب ھوالذی ایدک الایۃ کا ہے دیکھو درمنشور ملا جلال الدین سیوطی جلد سوم صفحہ ۱۹۹ سطر ۱۹ مصلبوعہ مصر۔ اور یہی روایت ابن عدی وابن عساکر نے انس سے بھی کی ہے اور کتاب زین الفتیٰ' مناقب الخطب خوارزمی صفحہ ۲۲۴ فواتح میبذی صفحہ ۳۰۵' ریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۷۲' ینا بیع المودۃ صفحہ ۹۴' مودۃ القربیٰ

صفحہ ۱۵، مناقب المرتضیٰ صفحہ ۷۴، ارجح المطالب صفحہ ۹۲ میں بھی یہی ہے))

رسولؐ کے مددگار (حضرت علیؑ) اللہ تعالیٰ کی تمنا (۱۷:۸۰) اور عطا مومنینؑ بھی ہیں (۸:۶۲)۔ یہ مومنین ہی مخصوص کہ جن کا آیات میں تذکرہ کیا گیا مثلاً (۵:۵۵) (۹:۱۰۵)۔ رسولؐ کی دعا کا نتیجہ اور جناب ابراہیمؑ کی تمنا و دعا امام بنانے کے لئے (۲:۱۲۴) اور ایک مخصوص گروہ کے لئے (۲:۱۲۸-۱۲۹) کہ جس میں اہلبیتؑ 'رجس' سے پاک ہیں (۳۳:۳۳ جزوی) امت مسلمہ ان اہلبیتؑ (حضورؐ و حضرت علیؑ و جناب فاطمہ زہراؑ و امام حسنؑ اور حسینؑ) پر متفق ہے۔ آیۂ مباہلہ (۳:۶۱) کے تحت حضرت علیؑ "نفس رسولؐ" قرار پائے اور اولاد علیؑ و فاطمہؑ کے لئے امامت مختص ہوئی حضرت علیؑ کی ولایت و عبادتوں اور تشکر کا اظہار ان آیات (۵:۵۵) (۷۶:۸-۱۰) میں خصوصاً "کنزالایمان" کی تفاسیر سے بھی تصدیق ہوئی اس ولایت میں اللہ و رسولؐ کیساتھ مومنینؑ (حضرت علیؑ امیر المومنین) ہیں اس فضیلت میں دوسرے اولوالعزم انبیاء بھی شریک نہیں۔ اسی طرح یوم حساب رسولؐ کے ہمراہ حضرت علیؑ بھی ہونگے (۹:۱۰۵) اور انسانوں کے نامہ اعمال کا مشاہدہ فرمائینگے۔ شجاعت کا یہ عالم کہ شب ہجرت (علیؑ) بستر رسولؐ پر ایسے سو گئے کہ کفار و مشرکین کو یقین رہا کہ حضورؐ سو رہے ہیں۔ حضرت علیؑ کو کسی قسم کا خوف یا حزن و ملال نہ تھا ورنہ اللہ تعالیٰ بھی فرماتا اور محاصرین بھی سمجھ جاتے کہ رسولؐ کے علاوہ کوئی دوسرا بستر پر ہے۔ جنگ خندق میں عمرو بن عبدود جیسے انسان کو قتل کرنا حضرت علی جیسی شخصیت کا کارنامہ تھا اس واقعہ کو مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب نے اپنی تفسیر (مطبوعہ سعودی عرب) میں بیان فرمایا ہے (۳۳:۲۳-۲۵)۔ سخاوت علیؑ کا یہ حال کہ مولنا عثمانی نے سورۃ مجادلہ آیت ۱۳ کی تفسیر میں تحریر کیا کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ سوائے میرے کسی نے امت میں سے اس آیت پر عمل نہیں کیا کہ صدقہ دے کر حضورؐ سے "سرگوشی" فرمائی۔ علیؑ نے حالت رکوع میں زکوٰۃ بھی دی (۵:۵۵)۔ حضورؐ کو مدد حضرت علیؑ سے اسی طرح حاصل ہوئی کہ جیسے اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے جناب موسیٰؑ نے اپنے چچازاد بھائی جناب ہارونؑ کو اپنا جانشین اور خلیفہ وغیرہ متعین فرمایا (۲۸:۳۴) (۷:۱۴۲) (۲۶:۱۰-۱۳) آیات آئندہ باب میں ملاحظہ ہوں۔

جناب موسیٰؑ کا دعویٰ رسالت اور جناب ہارون کا جناب موسیٰؑ کے ہمراہ فرعون کے دربار میں جانا۔ الصّف آیت ۵ اور المومنون کی: ۴۵-۴۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ بھائیو تم مجھے کیوں اذیت دیتے ہو حالانکہ تم تو جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس اللہ کا (بھیجا ہوا) رسولؑ ہوں تو جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے بھی ان کے دلوں کو ٹیڑھا رہنے

دیااوراللہ بدکارلوگوں کومنزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔]۶۱:۵

جناب عیسیٰؑ کادعویٰ رسالت الصّف آیت ۶ ملاحظہ ہو۔

[اور(یادکرو)جب مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ نے کہااے بنی اسرائیل میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں اور جو کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے اس کی تصدیق کرتا ہوں اورایک پیغمبر جن کا نام احمدؐ ہوگا میرے بعد آئیں گے ان کی خوشخبری سناتا ہوں توجب وہ (پیغمبر احمدؐ) ان کے پاس واضح وروشن معجزے لے کر آیا تو کہنے لگے یہ تو کھلا ہواجادو ہے۔]۶۱:۶

اللہ تعالیٰ کاارشاد کہ جناب موسیٰؑ ہمراہ لیکر جناب ہارونؑ کوفرعون کے پاس جائیں طٰہٰ کی آیات ۴۵-۴۸ اورالفرقان کی ۳۵-۳۶ بھی ملاحظہ ہوں۔

[دونوں نے عرض کی اے ہمارے پالنے والے ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں وہ ہم پرزیادتی (نہ) کر بیٹھے یااور زیادہ سرکشی کر بیٹھے۔فرمایاتم ڈرونہیں میں تمھارے ساتھ ہوں (اورسب کچھ) سنتااوردیکھتا ہوں غرض تم دونوں اس کے پاس جاؤاورکہوکہ ہم آپ کے پروردگار کے رسولؑ ہیں توبنی اسرائیل کوہمارے ساتھ بھیج دیجئے اورانھیں ستایئے نہیں ہم آپ کے پاس آپ کے پروردگار کا معجزہ لے کرآئے ہیں اور جوراہ راست کی پیروی کرے اسی کے لئے سلامتی ہے۔ہمارے پاس خدا کی یہ وحی نازل ہوئی ہے کہ یقیناً عذاب اسی شخص پر ہے جو(خدا کی آیتوں کو) جھٹلائے اور(اس کے حکم سے) منہ موڑے۔]۲۰:۴۵-۴۸

جناب موسیٰؑ وہارونؑ کاحق تبلیغ اورفرعون وفرعونیوں کی اکڑ۔سورۃ یونس آیت ۷۵ ملاحظہ ہو۔

[پھرہم نے ان پیغمبروں کے بعدموسیٰؑ وہارونؑ کواپنی نشانیاں (معجزے) دیکرفرعون اوراس (کی قوم) کے سرداروں کے پاس بھیجاتووہ لوگ اکڑ بیٹھے اوریہ لوگ تھے ہی قصوروار۔]۱۰:۷۵

سورۃ یونس آیت ۷۵ سے یہ تصدیق انسانی نفسیات کی ہورہی ہے کہ انسان (فرعون وسردار) اتناشریرہے کہ رسول وجانشین (جناب موسیٰؑ وہارونؑ) دونوں سے بھی اکڑتا ہے۔

المائدۃ آیت ۵۵ میں ذکراللہ ورسول کیساتھ مومنینؑ (مخصوص) بھی ہیں۔اس سے قبل آیت ۵۴ ملاحظہ ہو۔

[اے ایماندارو تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائیگا تو (کچھ پرواہ نہیں پھر جائے) عنقریب ہی اللہ ایسے لوگوں کوظاہر کردے گا جنھیں خدادوست رکھتا ہوگااوروہ اسکودوست رکھتے ہونگے۔ایمانداروں کیساتھ منکسر(اور) کافروں کے ساتھ کڑے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اورکسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کی کچھ

پرواہ نہیں کریں گے۔ یہ خدا کا فضل وکرم ہے وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تو بڑی گنجائش والا واقف کار ہے۔]۵:۵۴

((۱۔اگر چہ اس آیت کی شانِ نزول میں اختلاف ہے اور بعض اقوال کے موافق حضرت علیؑ ہی کی شان میں نازل ہوئی ہے لیکن اگر غور سے دیکھا جائے تو جو صفات خداوند عالم نے اس آیت میں بیان کئے ہیں اس کا سچا مصداق آپ کے سوا اصحاب رسولؐ میں دوسرا نہیں ہوسکتا اور اسی وجہ سے جناب رسالت مآبؐ نے جب قلعہ خیبر کسی طرح فتح نہیں ہوتا تھا اور محاصرہ کو اٹھارہ روز گذر چکے تھے جس صحابی کو رسولؐ اللہ نے علم دیکر بھیجا وہ ناکام لوٹ آتا تھا البتہ جب علیؑ کو سردار بنا کر بھیجا تب فتح ہوا تو اس وقت جو الفاظ آپ نے حضرت علیؑ کے حق میں ارشاد فرمائے تھے وہ اس آیت کی تفسیر ہیں اور صاحب ماینطق عن الھویٰ نے اسی آیت کو ذرا سا تغیّر دے کر دوسرے لفظوں میں فرمادیا گویا مقصود یہ تھا کہ محض خدا ہی نے گواہی نہ دی بلکہ میں بھی گواہی دیتا ہوں اور الفاظ حدیث یہ ہیں:۔

" **لا عطین الرایة غداً رجلاً کراراً غیر فراراًیحب اللہ ورسولہ ویحبہ اللہ ورسولہ یفتح اللہ علـی یدیـہ** " (میں اس لشکر کا علَم کل اس شخص کو دوں گا جو حملہ کنندہ ہوگا اور بھاگنے والا نہ ہوگا۔خدا اور اس کے رسول کا دوست دار اور خدا اور رسولؐ اس کے دوست دار ہوں گے اور اسی کے ہاتھ پر خدا اس قلعہ کو فتح کرے گا اگر چہ اس تمنا میں بہت سے لوگ تھے مگر آپؐ نے علم حضرت علیؑ کو دیا۔ **فاعتبروا یااولی الابصار۔**))

اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والا اللہ تعالیٰ و رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی نہیں رکھتا خواہ وہ (دشمن) خاندان کا قریب ترین رشتہ دار کیوں نہ ہو۔المجادلہ آیت ۲۲ ملاحظہ ہو۔

[جو لوگ ۲ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اسکے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ) ہوں۔یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنے نور سے ان کی تائید کی ہے اور ان کو (بہشت کے) ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے اللہ انسے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہی اللہ کا گروہ ہے۔سن رکھو کہ اللہ ہی کے گروہ کے لوگ دلی مرادیں پائیں گے۔]۵۸:۲۲

((۲۔ایک دفعہ حضرت رسولؐ نے پانی نوش کیا اور اس میں سے کچھ بچ گیا تو عبداللہ ابن سلول کے بیٹے عبیداللہ نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں اس کو لیجاؤں اور اپنے باپ کو پلاؤں شاید اس کا مرض نفاق کم ہو جائے۔غرض وہ

اپنے باپ کے سامنے لے گیا عبداللہ سلول نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ بولا رسول اللہ کا جھوٹا پانی لایا ہوں تاکہ تیرا دل نفاق وشرک سے پاک ہو۔ وہ ملعون جھلا کے کہنے لگا تو اپنی ماں کا پیشاب کیوں نہ لایا۔ عبید اللہ یہ سن کر بیتابانہ حضرتؐ کے پاس آ کر کہنے لگا اگر اجازت ہو تو میں اس کا سر اڑادوں آپؐ نے فرمایا تم کو اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیئے۔ اسی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ ایک روایت تھی مگر علامہ زمخشری نے لکھا ہے کہ جنگ بدر میں جب حضرت علیؑ، حمزہؓ اور عبیدہ جہاد کے واسطے عتبہ، شیبہ اور ولید کے مقابلہ میں نکلے تھے اور تینوں کو واصل جہنم کر کے واپس آئے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ دیکھو تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۷۱ سطر ۱۹۔ مطبوعہ مصر۔۱۲))

اَلمجادلہ آیت ۲۲ کی ترجمانی میں جو تفسیر پیش ۲ کی گئی اس پر مزید وضاحت ضروری ہے عبداللہ بن سلول (منافق) نے جو الفاظ ادا کئے وہ حقیقتاً حضورؐ کی شان میں گستاخی ہے لیکن اس کے بیٹے عبید اللہ نے جو تاثرات ظاہر کئے وہ اپنی جگہ درست سہی لیکن حضورؐ نے جو درس عبید اللہ کو دیا یہ ہمارے لئے آج بھی مشعل راہ ہے اور یہ کہ منافق کس قدر اللہ و رسولؐ سے بغض و حسد حضورؐ کی حیات طیبہ میں بھی اظہار کرتا تھا یہی صورت حال منافق کی آج بھی ہمارے درمیان ہے کہ یہ اسی بغض و حسد کے تحت ہمارے درمیان فساد کا باعث بنا ہوا ہے لیکن حضورؐ نے جس نرمی کے متعلق عبید اللہ کو تنبیہ فرمائی وہ بھی آیات کے تحت ہے اس لئے سورۃ بنی اسرائیل آیات ۲۳۔۲۴ ملاحظہ ہوں۔

[اور تمھارے پروردگار نے تو حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ سے نیکی کرنا اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچیں (اور کسی بات پر خفا ہوں) تو (خبردار ان کے جواب میں) اُف تک نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور (جو کچھ کہنا سننا ہو تو) بہت ادب سے کہا کرو اور ان کے سامنے نیاز سے خاکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور (ان کے حق میں) دعا کرو کہ اے میرے پالنے والے جس طرح ان دونوں نے میرے چھٹپنے میں میری پرورش کی اسی طرح تو بھی ان پر رحم فرما۔] ۱۷: ۲۳-۲۴

((اس کی تفسیر میں وارد ہے کہ تیز نظر سے آنکھ بھر کر ان کی طرف نہ دیکھو انکی آواز پر اپنی آواز ان کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ بلند نہ کرو ان کے آگے نہ چلو ان کا نام لے کر نہ پکارو اور ان کے آگے نہ بیٹھو ایسا کام نہ کرو جس سے ان کو کوئی گالی دے۔ اگر مومن ہوں تو مغفرت کی اور غیر مومن ہوں تو ہدایت و ایمان کی دعا کرو۔))

سورۃ بنی اسرائیل آیت ۲۳ ملاحظہ ہو کہ حضورؐ کی بیان کردہ المجادلہ آیت ۲۲ کی تفسیر ۲ کتنی مربوط ہیں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسولؐ کی تفاسیر میں ہم آہنگی سے اسلام کی حقانیت بے مثال ہے یہ آیات و تفاسیر اعلیٰ

اخلاقیات کی مظہر ہیں مشرک ہو کہ منافق سب کے ساتھ رواداری اسلام ہی کا طرہ امتیاز ہے۔اس تمام احتیاط کے باوجود مشرک، شرک سے و کافر، کفر سے اور منافق، نفاق سے باز نہیں آتا یہی انسان کے امراض قلب ہیں کہ جس سے دنیا میں فساد قائم رہتا ہے انھیں تین (مشرک و کافر اور منافق) کی عقل کے فیصلے اور نفس (امارہ) میں فساد کی وجہ سے دنیا میں فساد رونما ہوتا ہے پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رُسل کے غلبہ کی بشارت دی ہے۔ المجادلہ آیت ۲۱ ملاحظہ ہو۔

[اللہ نے حکم ناطق دیدیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہینگے۔ بیشک اللہ بڑا زبردست غالب ہے۔] ۵۸:۲۱

((جب مسلمانوں نے گردونواح کی بستی کو بھی فتح کرلیا تو کچھ لوگوں کو یہ خیال ہوا کہ یونہی ہم کو فارس و روم کے فتح کی بھی توفیق دے گا۔اس پر عبداللہ بن سلول منافق بول اٹھا کہ ان احمقوں نے فارس و روم کو ایسے ہی گاؤں سمجھ لیا ہے اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔))

جناب نوحؑ کا دعویٰ رسالت سورۃ ھود آیات ۲۵۔۲۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور ہم نے نوحؑ کو ضرور ان کی قوم کے پاس بھیجا (اور انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ) میں تمھارا (عذاب خدا سے) صریحی دھمکانیوالا ہوں (اور) یہ (سمجھاتا ہوں) کہ تم خدا کے سوا کسی کی پرستش نہ کرو میں تم پر ایک دردناک دن (قیامت کے) عذاب سے ڈرتا ہوں۔] ۱۱:۲۵۔۲۶

جناب ہودؑ کا دعویٰ کہ وہ پیغمبر بنا کر بھیجے گئے۔ھود کی آیت ۵۰ ملاحظہ ہو۔

[اور (ہمنے) قوم عاد کے پاس ان کے بھائی ہود کو (پیغمبر بنا کر بھیجا اور) اور انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا اے میری قوم خدا ہی کی پرستش کرو اس کے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں تم بس نرے افترا پرداز ہو۔] ۱۱:۵۰

جناب صالحؑ کا دعویٰ کہ وہ بھی اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں ہود کی آیت ۶۱ ملاحظہ ہو۔

[اور (ہمنے) قوم ثمود کے پاس انکے بھائی صالحؑ کو (پیغمبر بنا کر بھیجا) تو انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی پرستش کرو اسکے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں اسی نے تم کو زمین (کی مٹی) سے پیدا کیا اور تم کو اس میں بسایا تو اس سے مغفرت کی دعا مانگو پھر اس کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ بیشک میرا پروردگار (ہر شخص کے) قریب (اور سب کی) سنتا اور دعا قبول کرتا ہے۔] ۱۱:۶۱

جناب شعیب کا دعویٰ کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجے گئے۔ھود کی آیت ۸۴ ملاحظہ ہو۔

[اور ہم نے مدین والوں کے پاس ان کے بھائی شعیبؑ کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا انھوں نے (اپنی قوم سے) کہا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں اور ناپ تول میں کمی نہ کیا کرو میں تو تم کو آسودگی میں دیکھ رہا ہوں (پھر گھاٹے کی کیا ضرورت ہے) اور میں تم پر اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو (سب کو) گھیرے گا۔]۱۱:۸۴

جناب موسیٰؑ کا تنہا دعویٰ رسالت الاعراف کی ۱۰۴ ملاحظہ ہو

[اور موسیٰؑ نے (فرعون سے) کہا اے فرعون میں یقیناً پروردگار عالم کا رسولؐ ہوں۔]۷:۱۰۴

ان انبیاء واوصیاء کے پیغاموں کے باوجود انسان اپنے نفس (امّارہ یا باطل) کی پیروی کر کے اپنی مرضی سے دوسرے سرپرست بناتا ہے (۷:۳) یا پھر اظہار یہ کرتا ہے کہ باپ و دادا کے طریقے کی راہ افضل ہے (۲۱:۳۱) یعنی انسان انبیاؑ اوصیاء کی پیروی کے بجائے اکثر گمراہی اختیار کرتا ہے یا پھر بظاہر پیروی کر کے منافق ہو جاتا ہے (۶۳:۱) یعنی انسان رسولؐ اور مسلمانوں کو بھی دھوکا دینا چاہتا ہے لیکن شناخت کسی کی مشکل نہیں۔ منافق بھی پہچانا جاتا ہے اگر کوئی مسلمان حضورؐ کے ذکر کو کسی طرح نظر انداز کرنا چاہے یا ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کے علاوہ کسی کو سرپرست بنانا چاہے تو یہی حکم الٰہی سے فرار ہے اللہ کیساتھ رسولؐ اور مومنینؑ کی ہی سرپرستی ممکن ہے کسی دوسرے کو سرپرست بنانے کی دین (اسلام) میں اجازت نہیں کیوں کہ اللہ کے بھیجے ہوئے رسولؐ و مومنینؑ ہیں اور جیسا کہ رسولؐ کے دعوے کے متعلق اظہار ہے (۷:۱۵۸) اور رسول کیساتھ مددگار (۹:۱۷-۸۰) بھی ہے۔ رسولؐ و مومنینؑ (مددگار) کے علاوہ کسی کو اجازت ہی نہیں کہ سرپرستی میں شرکت اختیار کرے۔

انبیاء واوصیاء واضح وروشن معجزے اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے لیکن انسانوں نے انھیں ہر دور میں جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکوہ سورۃ فاطر آیات ۲۳ تا ۲۶ ملاحظہ ہوں۔

[تم تو بس (ایک اللہ سے) ڈرانیوالے ہو۔ ہم ہی نے یقیناً تم کو قرآن کیساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانیوالا (پیغمبر) بنا کر بھیجا۔ اور کوئی امت (دنیا میں) ایسی نہیں کہ اسکے پاس ڈرانیوالا (پیغمبر) نہ آیا ہو۔ اور اگر یہ لوگ تمھیں جھٹلائیں تو (کچھ پرواہ نہ کرو کیونکہ) انکے اگلوں نے بھی (اپنے اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا ہے (حالانکہ) انکے پاس انکے پیغمبر واضح وروشن معجزے اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے پھر ہمنے ان لوگوں کو جو

کافر ہو بیٹھے لے ڈالا تو (تم نے دیکھا کہ) میرا عذاب ان پر کیسا (سخت) ہوا۔]۳۵:۲۳-۲۶

سورۃ یونس آیت ۴۷ اسی وسیلہ انبیاء کی آخرت تک برقراری کا اظہار ہے کہ ہر امت کا رسولؐ ہے اور آخرت میں اسکے سامنے انصاف کیساتھ فیصلہ کیا جائیگا۔ انسان وسیلہ سے فرار اختیار نہیں کر سکتا اللہ نے بطور خاص انصاف کے لئے زور دیا ہے عدل اہم مسائل میں سے ہے اور اسکو ہر قیمت پر برقرار رکھنا واجب ہے۔

[اور ہر امت کا خاص ایک رسول ہوا ہے پھر جب انکا رسول (ہماری بارگاہ میں) آئیگا تو انکے درمیان انصاف کیساتھ فیصلہ کر دیا جائیگا اور ان پر ذرہ برابر ظلم نہ کیا جائیگا۔]۱۰:۴۷

رسولؐ کی رسالت کا کلمہ پڑھنا ہی وسیلہ کی برقراری کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ الرّعد کی آیت ۴۳ کے مطابق رسالت کا گواہ ہونا چاہیئے۔ رسولؐ کی رحلت کے بعد آج بھی کسی گواہ کا ہونا لازم ہے تاکہ اس آیت کی صداقت قائم رہے۔ رسالت کا گواہ موجود ہونے کا مطلب ہے کہ وہ اس زمانہ میں گواہ اور وسیلہ بھی ہے یہ قیامت تک رہیگا۔ وسیلہ خواہ نبی کا ہو یا نبی کے جانشین کا سب کو تسلیم کرنا چاہئے کیونکہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ جانشین کو جس کسی نام سے اللہ تعالیٰ خطاب فرمائے مثلاً وزیر و خلیفہ، امام، وصی یا انصار اس کو مان لینا چاہئے۔ الصّف کی آیت ۱۴ میں جناب عیسیٰؑ کے جانشینوں کو انصار فرمایا۔ اب عیسائیوں کا جو گروہ 'انصار' پر ایمان نہ لایا کافر ہو گیا۔ ان میں سے کسی نام کو اللہ منوانا چاہے تو انسان کو تسلیم کرنا ہے ورنہ آیت ۱۴ کی رو سے کافر ہو جائیگا یا ایمان لا کر پرہیزگار ہو سکتا ہے۔ پرہیزگار کی تعریف سورۃ البقرہ آیات ۳ تا ۵ ملاحظہ ہوں۔

[جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز ادا کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے انکو دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں اور جو کچھ تم پر (اے رسولؐ) اور تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہی آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر (عامل) ہیں اور یہی لوگ اپنی دلی مراد پائینگے۔]۲:۳-۵۔

ایمان لانا شرط اول ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی غیب میں ہے نماز کی ادائیگی کا طریقہ قرآن میں نہیں ہے رسولؐ کی پیروی اسی لئے واجب ہے کہ عبادتوں کا طریقہ آپؐ ہی نے تعلیم فرمایا اس لئے وسیلہ کے بغیر زندگی نامکمل ہوگی۔ پرہیزگاری اختیار کر کے انسان بہشت میں جائیگا۔

اس انکشاف کے بعد کہ انسان درحقیقت اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان بظاہر اپنے جیسے انسان (ہدایت یافتہ نبیؑ و وصیؑ) کو وسیلہ ماننے سے گریز کرتا رہا ہے اور آج بھی گریزاں ہے حالانکہ اس (انسان) کو علم ہے کہ

کوئی خالق ہے اور وہی قابل عبادت ہے اور خالق نے ہی وسیلہ انبیاء واوصیاء کو ممتاز فرمایا لیکن انسانوں کا یہ گریز بھی مکاری اور منافقت پر مبنی ہے کیونکہ جب کبھی بھی کوئی ضرورت محسوس ہوئی یا مصیبت (ان گریزاں انسانوں پر) پڑی تو یہ انبیاء واوصیاء کو ہی اپنی بقاو مقاصد حاصل کرنے کے لئے خود بھی وسیلہ بناتے رہے ایسا ثابت کیا جاچکا ہے لیکن یہ بڑی مشکل سے ایمان لاتے ہیں اور اگر کبھی اسلام لائے تب بھی اکثر ارتداد اختیار کر کے فرقے بناتے رہے۔ اس قسم کے انسان خصوصاً کفار ومشرکین ہمیشہ انبیاء واوصیاء سے برسرِ پیکار چلے آرہے ہیں اور راہ فرار اختیار کئے ہوئے ہیں اگر انسان میں اتنا شعور وقوت عمل ہوتا تو دنیا کی اکثر آبادی کافر و مشرک نہ ہوتی سورۃ یوسف آیت ۱۰۶ اور الروم کی ۴۲ ملاحظہ ہو۔

[اکثر لوگوں کی یہ حالت ہے کہ وہ خدا پر ایمان تو نہیں لاتے مگر شرک کئے جاتے ہیں] ۱۲:۱۰۶

[(اے رسولؐ) تم کہدو کہ ذرا روئے زمین پر چل پھر کر دیکھو تو کہ جو لوگ اسکے قبل گزر گئے ان (کے افعال) کا انجام کیا ہوا ان میں سے بہتیرے تو مشرک ہی ہیں۔] ۳۰:۴۲

اللہ تو انسان کو شعور وقوت عمل عطا فرماتا ہے لیکن وہ (انسان) نفسانی خواہشات کی وجہ سے ان خوبیوں کو معطل کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بغیر وسیلہ انبیاء واوصیاء بھیجے ہوئے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا کرتا۔ یہی اسکا عدل ہے القصص کی آیات ۵۹ تا ۶۱ پیش کی جاتی ہیں۔

[اور تمہارا پروردگار جب تک ان گاؤں کے صدر مقام پر اپنا پیغمبر نہ بھیج لے اور وہ انکے سامنے ہماری آیتیں نہ پڑھ دے اس وقت تک بستیوں کو برباد نہیں کر دیا کرتا اور ہم تو بستیوں کو برباد کرتے ہی نہیں جب تک وہاں کے لوگ ظالم نہ ہوں۔ اور تم لوگوں کو جو کچھ عطا ہوا ہے تو دنیا کی (ذراسی) زندگی کا فائدہ اور اس کی آرائش ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے اور پائیدار ہے تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے تو کیا وہ شخص جس سے ہم نے (بہشت کا) وعدہ کیا ہے اور وہ اسے پا کر رہیگا اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے (چندروزہ) فائدے عطا کئے ہیں اور پھر قیامت کے دن (جوابدہی کے واسطے ہمارے سامنے) حاضر کیا جائیگا۔] ۲۸:۵۹-۶۱

القصص کی آیات ۵۹-۶۱ وسیلہ پیغمبر کی اہمیت کا اظہار ہے کہ ان (پیغمبروں) کی ہدایت کے بغیر عذاب الٰہی کسی بستی پر نازل نہیں ہوتا۔ اگر کہیں عذاب نازل ہورہا ہے تو اسکے معنی ہیں کہ وہاں کے لوگ ظالم ہیں اور وسیلہ کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں ایک طرف انسان بہت مکار و منافق شے بھی ہے دوسری طرف کس قدر اعلیٰ ہے

کہ اللہ نے اس کو ہدایت سے نوازا تا کہ دوسروں کو راہ راست پر لائے۔ اب یہ انسان کے اپنی سمجھ (نفس) کی بات ہے کہ وہ ہدایت کو قبول کر کے توفیق الٰہی سے مومن ہو کر جنت کا مستحق بن جائے یا ہدایت سے انحراف اختیار کر کے کافر و مشرک (لامذہب) یا منافق ہو کر جہنم میں چلا جائے۔ ایک طبقہ تو انسانوں کا وہ ہے کہ جو سب کچھ عقل سے سمجھتا اور جانتا ہے لیکن قصداً (نفس امارہ کی پیروی) اللہ و انبیاء اور اوصیاء کا انکار کرتا رہا اور آج بھی کرتا ہے (کفار و مشرکین) دوسرا طبقہ وہ ہے کہ جو اسلام لایا اور انبیاء کا قائل تھا لیکن ان میں سے بہتیرے بظاہر عمل کرتے رہے لیکن دین یا صاحبان ایمان کو نقصان پہنچاتے رہے اور بہت سے مرتد ہو گئے انسان اسلام قبول کر کے بھی قیامتیں ڈھاتا اور مظالم کرتا رہا اور آج بھی کرتا ہے اسکی سب سے بڑی مثال تو حضورؐ (حضرت محمدؐ) کی حیات طیبہ میں مسلمانوں (منافقین) نے ہی مسجد ضرار بنالی۔ اسکی تفصیل پیش کی گئی (۹:۱۰۷-۱۱۰) قبل اسکے کہ تمام انسانی نفسیاتی کیفیت آیات کے حوالے مختلف سورتوں سے پیش کئے جائیں سورۃ یوسف سے کچھ آیات پر گفتگو تا کہ قارئین بآسانی اس وسیلہ کے بارے میں غور کر سکیں اور خصوصاً فرقہ واریت وصوبائیت (NATIONALISM) کی پیچیدگیاں جو کہ انسانی معاشرے میں جزو لاینفک کی حیثیت رکھتی ہیں ان آیات مبارکہ نے بحسن خوبی حل فرما دی ہیں اسکے علاوہ بھی نفسیاتی یا کردار کے مختلف پہلو اسی سورۃ میں بیان ہوئے ہیں انکا تفصیلی مطالعہ سورۃ یوسف میں کیا جائے۔ یہاں آیات ۵ تا ۱۸ ملاحظہ ہوں۔

[یعقوبؑ نے کہا اے بیٹا (دیکھو خبردار) کہیں اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ دھرانا (ورنہ) وہ لوگ تمھارے لئے مکاری کی تدبیر کرنے لگیں گے اس میں تو شک ہی نہیں کہ شیطان آدمی کا کھلا ہوا دشمن ہے اور جو (تم نے دیکھا ہے) ایسا ہی ہوگا کہ تمھارا پروردگار تم کو برگزیدہ کرے گا اور تمھیں خوابوں کی تعبیر سکھائے گا اور جس طرح اس سے پہلے تمھارے دادا، پردادا، اسحٰقؑ اور ابراہیمؑ پر اپنی نعمتیں پوری کر چکا ہے اسی طرح تم پر اور یعقوبؑ کی اولاد پر اپنی نعمت پوری کرے گا۔ بیشک تمھارا پروردگار بڑا واقف کار حکیم ہے (اے رسولؐ) یوسفؑ اور انکے بھائیوں کے قصہ میں اپوچھنے والے (یہودا) کے لئے (تمھاری نبوّت کی) یقیناً بہت سی نشانیاں ہیں کہ (جب یوسفؑ کے بھائیوں نے) کہا کہ باوجود کہ ہماری جماعت بڑی ہے تاہم یوسفؑ اور اسکا حقیقی بھائی (بنیامین) ہمارے والد کے نزدیک بہت زیادہ ۲پیارے ہیں اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے والد یقیناً صریح غلطی میں پڑے ہیں (خیر تو اب مناسب یہ ہے کہ یا تو) یوسفؑ کو مار۳ ڈالو یا اسکو کسی جگہ پھینک آؤ تو البتہ تمھارے والد کی توجہ صرف تمھاری طرف ہو جائیگی اور اسکے بعد تم سب کے سب (باپ کی توجہ سے) بھلے آدمی

ہو جاؤ گے۔ ان میں سے ایک کہنے والا بول اٹھا کہ یوسفؑ کو جان سے تو نہ مارو ہاں اگر تم کو ایسا ہی کرنا ہے تو اسکو کسی اندھے کنوئیں میں ڈال دو کوئی راہ گیر اسے نکال کر لے جائیگا (اور تمھارا مطلب حاصل ہو جائیگا) سب نے (یعقوبؑ سے) کہا ابا جان آخر اسکی کیا وجہ ہے کہ آپ یوسفؑ کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم لوگ تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ آپ اسکو کل ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ ذرا (جنگل کے) پھل پھلاری کھائے اور کھیلے کودے اور ہملوگ تو اسکے نگہبان ہیں ہی۔ یعقوبؑ نے کہا تمھارا اس کو لے جانا مجھے سخت صدمہ پہنچاتا ہے اور میں تو اس سے ڈرتا ہوں کہ تم سب کے سب اس سے بے خبر ہو جاؤ اور اسے بھیڑیا پھاڑ کھائے[۴] وہ کہنے لگے جب ہماری جماعت بڑی ہے اگر اسکو بھیڑیا کھا جائے تو ہملوگ یقیناً بڑے گھاٹا اٹھانے والے (نکمے) ٹھہریں گے۔] ۱۲:۵-۱۴

(([۱] چونکہ علماء یہود نے مسلمانوں سے آل یعقوبؑ کے مصر میں آنے کا سبب پوچھا تھا اس سبب سے خدا نے پورا قصہ بیان کر دیا اس کے علاوہ حضرت رسولؐ کی تشفی بھی مقصود تھی کہ جب یوسفؑ کو ان کے بھائیوں نے اتنا ستایا تو تم کو تمھاری امت کا ستانا کیا بعید ہے۔))

(([۲] اس پیار کا نتیجہ ظاہری انتظام میں اولاد کی راحت رسانی ہوتی ہے مگر غیبی انتظام نے یوسفؑ کی اذیت کا ذریعہ قرار دیا۔))

(([۳] پہلے حضرتؑ یعقوبؑ نے لیا بنت لیان بن شورائیل سے نکاح کیا تھا ان سے چھ بیٹے ہوئے یہود، روئیل، شمعون، لادی، زیالون، یشجر۔ پھر آپؑ نے رائیل سے عقد کیا اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام دنیا تھا اور دو بیٹے بن یامین اور یوسفؑ اور چونکہ حضرت یوسفؑ کی ماں آپ کی کم سنی میں مرگئی تھی اسی وجہ سے ان کی خالہ راحیلہ نے ان کو پالا تھا اور انھیں کو ماں کہتے تھے۔ لیا کی ایک کنیز زلفا تھی اس سے دو بیٹے تھے حاد اور عشر اور راحیل کی بھی ایک کنیز تھی اس سے بھی دو بیٹے تھے دواں اور نفتالی۔ غرض بارہ بیٹے اور ایک بیٹی حضرت یعقوبؑ کی اولاد تھی۔))

(([۴] جس دن حضرت یعقوبؑ سے ان لوگوں نے اسکی خواہش کی تھی اسی شب کو حضرت یعقوبؑ نے خواب دیکھا کہ دس بھیڑیئے یوسف پر حملہ کر رہے ہیں اور ان میں کا بڑا بھیڑیا روکتا ہے اتنے میں زمین شق ہوئی اور یوسفؑ اس کے اندر چلا گیا اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ نے یہ جواب دیا۔))

[غرض[۲] یوسفؑ کو جب یہ لوگ لے گئے اور اس پر اتفاق کر لیا کہ اس کو اندھے کنوئیں میں ڈال دیں[۳] اور

(آخر یہ لوگ کر گزرے) تو ہم نے یوسفؑ کے پاس وحی بھیجی کہ (تم گھبراؤ نہیں ہم عنقریب تمھیں بڑے مرتبہ پر پہنچائیں گے) (تب تم) انکو اس فعل (بد سے) متنبہ کرو گے جب انھیں کچھ دھیان بھی نہ ہوگا اور یہ لوگ رات کو اپنے باپ کے پاس (بنوٹ سے) روتے پیٹتے ہوئے آئے اور کہنے لگے اے ابا ہم لوگ تو جا کر دوڑ لگانے لگے اور یوسفؑ کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ دیا اتنے میں بھیڑیا اسے آ کر کھا گیا اور ہم لوگ اگر سچے بھی ہوں مگر آپؑ کو تو ہماری بات کا یقین آنیکا نہیں اور یہ لوگ یوسفؑ کے کرتے پر جھوٹ موٹ (بھیڑ) کا خون بھی (لگا کے) لائے تھے یعقوبؑ نے کہا (بھیڑیئے نے نہیں کھایا) بلکہ تمھارے دل نے تمھارے بچاؤ کے لئے ایک بات گھڑی (ورنہ کرتا پھٹا ہوا ضرور ہوتا) پھر صبر و شکر ہے اور جو کچھ تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے۔] ۱۲:۱۵-۱۸

((۲) یہ سفر حالانکہ بہت مختصر سا تھا مگر اس پر بھی حضرت یعقوبؑ نے ہر چیز کا سامان ساتھ کر دیا۔ مگر حضرت یعقوبؑ کے اوجھل ہوتے ہی وہ سب سامان بیکار ہو گئے اور ان بھائیوں نے طرح طرح کی مصیبت میں مبتلا کیا تھا حتٰی کہ ان کے سامنے صراحی کی صراحی انڈیل دی اور یہ پیاس سے تڑپتے رہے۔ طمانچے مارے کپڑے اتار لئے۔ اور یہ اس بیکسی کی حالت میں جس کے پاس طلب رحم کو جاتے وہ آزار پہنچاتا۔))

((۳) برا ہو رشک و حسد کا' ان لوگوں نے تو یہ چاہا تھا کہ حضرت یوسفؑ اسی اندھے کنوئیں میں ٹکرا ٹکرا کر مر جائیں گے مگر نظام غیب نے اسے ایسا الٹا' کہ وہی خواب کی تعبیر کے ظاہر ہونے کا ذریعہ ہو گیا۔ ''عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد''۔))

سورۃ یوسفؑ آیت ۸ کے بموجب جناب یعقوبؑ کے دس لڑکوں (برادران یوسف) نے الزام عائد کیا کہ ہمارے والد کو یوسفؑ اور بنیامین بہت زیادہ پیارے ہیں اس لئے وہ غلطی پر ہیں انکے کہنے کے برخلاف نبیؑ معصوم ہوتا ہے ان برادران یوسف کی کتنی بڑی گستاخی تھی کہ وہ والد کو مورد الزام ٹھہرا رہے تھے ان برادران نے اپنی غلطیوں پر پردہ ڈالنے یا راہ فرار اختیار کرنے کے لئے سب سے بڑا سہارا تعداد یا اپنی اکثریت کا ذکر بڑے تفاخر سے کیا۔ انھیں نے کہا کہ ہماری بڑی جماعت ہے ''عُصبہ (دس سے چالیس کی تعداد)'' انسان کا مزاج عجیب ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی اکثریت پر اکڑتا ہے خواہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو یعنی وہ اپنی بداعمالی کو تعداد کے ذریعہ جائز قرار دینا چاہتا ہے خطا کار انسان یہ نتیجہ نکلوانا چاہتا ہے کہ زیادہ تعداد (جماعت) کو یہ حق حاصل ہونا چاہیئے کہ وہ ناجائز کو جائز اور جائز کو ناجائز قرار دے سکتی ہے ان برادران کے اعمال جھوٹ کا پلندہ اور بدعملی تھی جیسا

کہ آیات ۱۵ تا ۱۸ سے ظاہر ہے مسئلہ کا غور طلب پہلو یہ ہے کہ بکی زبان ونسل ومقام اور حتٰکہ ایک نبی کی اولاد ہے انسان کی عادت ہے کہ وہ زبان ونسل ومقام یا فرقہ کے بہانے اپنی بدآ عمالیوں سے راہ فرار اختیار کرتا ہے جب کچھ نہ ملا برادران یوسف نے اکثریت کا سہارا لیا یعنی انسان خود کو غلطی کا ذمہ دار کیسے بنائے اس لئے دوسروں پر ذمہ داری ڈالنے کی کوشش کرتا ہے یہی راہ فرار ہے یہاں کونسی فرقہ واریت یا صوبائیت کارفرما تھی کہ دس بھائی ملکر ایک (جناب یوسفؑ) کو کنوئیں میں ڈال آئے۔ان برادران کو کثافت نفس یعنی بغض وحسد کے علاوہ کس بات نے اس غلط عمل کی طرف ورغلا دیا کہ مارنے کی غرض سے کنوئیں میں ڈال دیا کیا یہ برادران وسیلہ کا یہی احترام کررہے تھے؟ جناب یعقوبؑ کی کھلی نافرمانی کی گئی انسان پر جب نفس حاوی ہوجائے تو وہ وسیلہ کو معطل کردیتا ہے کیونکہ شیطان انسان کا کھلا ہوا دشمن ہے جیسا کہ آیت ۵ میں جناب یعقوبؑ نے فرمایا اس کا علاج یہ ممکن ہے کہ انسان اس معطّلی کو قریب نہ آنے دے اگر انسان وسیلہ کو حقیقتاً اپنے اوپر مسلّط کرلے کہ یہ ہمارا نگراں (پہلا) ہے۔پہلا وسیلہ نبی کو تصور کرنا ہے کہ بغیر اسکے اللہ تک رسائی عموماً ممکن ہی نہیں ۔اگر انسان خدا نخواستہ نبی کے وسیلہ کو نظر انداز کردے تو پھر کفر وشرک اور منافقت کے سوا کچھ نہ ملے گا اسی وسیلہ نبی سے ہی توفیق الٰہی کے لئے دعا کی جائے تا کہ نبی سے روحانی قربت رہے۔اگر ایسا ممکن ہو تو شائد انسان کبیرہ گناہ تو درکنار معمولی بھی نہ کرے یعنی پیہم نیک عمل اسی طور ممکن ہے جہاں تک قربت کا تعلق ہے برادارن یوسف کو کس قدر قربت حاصل تھی لیکن قربت روحانی نہیں تھی صرف جسمانی تھی ورنہ یہ فعل سرزد نہ ہوتا انسان کو روحانی قربت حاصل کرنیکا نسخہ یہی وسیلہ نبی اور اللہ کی بارگاہ میں عاجزی وانکساری اور دعائے مغفرت کرتا رہےاس واقعہ سے یہ نتیجہ بھی نکلا کہ انسان اپنی خودغرضی وشرارت اور کدورت کے سبب پردہ ڈالنے کی غرض سے یہ صوبائیت وفرقہ واریت کا ڈھونگ رچاتا ہے حالانکہ ڈھونگ کا مقصد ہی اسکی نیت میں مال غصب کرنے یا اقتدار پر قبضہ جمائے رکھنے یا اسی طرح کے دیگر عیوب مدِّنظر ہوتے ہیں حقائق سے انسان راہ فرار اختیار کرکے نیک عمل کو چھوڑ دیتا ہے اور بدآ عمالیوں پر تُل جاتا ہے اِنھیں مصلحتوں کو سمجھانے کی غرض وغایت ہی کے سبب واقعات کو قرآن حکیم میں بیان فرمایا گیا اور غور وفکر کی دعوت دی گئی بہرحال چند مسافروں نے جناب یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالا اور بھائیوں نے ہی پھر خریدا بعدہٗ بازار مصر میں پھر فروخت کیا اور اس طرح عزیز مصر (بادشاہ مصر) کے محل میں لڑکپن سے ان کی پرورش ہوئی اور جوان ہوئے۔بازار مصر میں آپؑ کی خرید وفروخت اور زلیخا (زوجہ عزیز مصر) کا واقعہ انتہائی مختصر سورۃ یوسف آیات ۲۰ تا ۲۳ ملاحظہ ہوں۔

[(جب یوسفؑ کے بھائیونکو خبر لگی تو آ پہنچے اور انکو اپنا غلام بتایا) اور ان لوگوں نے یوسفؑ کو گنتی کے کھوٹے چند درہم (بہت تھوڑے دام) پر بیچ ڈالا اور وہ لوگ تو یوسفؑ کو لیکر مصر پہنچے اور وہاں اسے بڑے نفع سے بیچ ڈالا اور مصر کے لوگوں (عزیز مصر)۱ جس نے ان کو خرید اتھا اپنی بیوی (زلیخا) سے کہنے لگا اس کو عزت و آبرو سے رکھو' عجب نہیں یہ ہمیں کچھ نفع پہنچائے یا (شاید) اسکو اپنا بیٹا ہی بنالیں اور یوں ہم نے یوسفؑ کو ملک (مصر)۲ میں (جگہ دیکر) قابض بنایا اور غرض یہ تھی کہ ہم اسے خواب کی باتوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ تو اپنے کام پر غالب وقادر ہے مگر بہتیرے لوگ نہیں جانتے اور جب یوسفؑ اپنی جوانی کو پہنچے تو ہم نے انکو حکم (نبوت) اور علم عطا کیا اور نیکوکارونکو ہم یونہی بدلہ دیا کرتے ہیں اور جس عورت کے گھر میں یوسف رہتے تھے (زلیخا) اس نے اپنے (ناجائز) مطلب حاصل کرنے کے لئے خود ان سے آرزو کی اور سب دروازے بند کر دئے اور کہنے لگی لو آؤ۔ یوسف نے کہا معاذ اللہ وہ (تمھارے میاں) میرے مالک ہیں انھوں نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے بیشک ایسا ظلم کرنیوالے فلاح نہیں پاتے۔] ۱۲:۲۰-۲۳

((۱۔اس کا نام تطنیر اور توریت میں توطینار لکھا ہے بعض سابق صحیفوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خواجہ سرا تھا اور اس نے فقط جی بہلانے کو زلیخا سے شادی کر لی تھی اور مشہور یہ ہے کہ نامرد تھا۔))

((۲ اکثر یہود حضرت رسولؐ سے بنی اسرائیل کے مصر میں آباد ہونے کی وجہ پوچھا کرتے اس کا جواب یہ ہے))

باوجودے کہ جناب یوسفؑ کی پاکدامنی ثابت ہو چکی تھی پھر بھی ان کو مقید کیا گیا۔عزیز مصر (بادشاہ) نے ایک خواب دیکھا اسکی تعبیر جناب یوسفؑ ہی نے بیان فرمائی اسکے علاوہ بادشاہ کو ان کی پاکدامنی پر یقین ہو گیا پھر بادشاہ نے انھیں بلا کر مملکت کے امور خزانہ سپرد کئے۔آیات ۵۴ تا ۵۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور بادشاہ نے حکم دیا کہ یوسفؑ کو میرے پاس لے آؤ تو میں ان کو اپنے ذاتی کام کے لئے خاص کر لونگا پھر جب اس نے یوسفؑ سے باتیں کیں۔ (تو یوسفؑ کی قابلیت اعلیٰ ثابت ہوئی اور) اس نے حکم دیا۱ کہ تم آج (سے) ہماری سرکار میں یقیناً باوقار اور معتبر ہو یوسفؑ نے کہا آپ نے (جب میری اتنی قدر دانی کی ہے تو) مجھے ملکی خزانے پر مقرر کیجئے کیونکہ میں اسکا امانتدار خزانچی (اور اسکے حساب کتاب سے بھی) واقف ہوں (غرض یوسفؑ شاہی خزانوں کے افسر مقرر ہوئے) اور ہمنے یوں یوسفؑ کو ملک مصر کا قابض ۲ بنایا کہ اس

میں جہاں چاہیں رہیں ہم جس پر چاہتے ہیں اپنا فضل کرتے ہیں اور ہم نیکو کاروں کے اجر کو اکارت نہیں کرتے۔]۱۲:۵۴-۵۶

((۱۔ کلام کی پختگی سے حضرت یوسفؑ کی لیاقت وقابلیت ثابت ہوئی۔ سچ ہے۔(تا مرد سخن نگفتہ باشد :: عیب و ہنرش نہفتہ باشد)۔ جب حضرت یوسفؑ کو یہ افسری ملی اسوقت آپ کا سن ۳۳ برس کا تھا اور جب آپ چالیس (۴۰) برس کے ہوئے اور بادشاہ کو آپ کے حسن تدبیر پر کامل اطمینان ہوگیا تو اس نے اپنا جڑاؤ تاج آپ کے سر پر رکھا اور شاہی خلعت پہنایا۔ اور اپنی خاص تلوار حمائل کی اور اپنے تخت پر بٹھایا اور تمام اراکین سلطنت کو آپ کی خدمت میں مقرر کیا اور سلطنت کے تمام امور آپ کے سپرد کر کے خود دستبردار ہوا اور حضرت یوسفؑ کو یوں سلطنت ملی اور اسی وقت اعلان نبوت کیا اور ایک سو بیس برس کے سن میں انتقال فرمایا۔))

((۲۔ جب ارزانی کے سات برس گزر گئے اور گرانی شروع ہوئی اور حضرت یوسفؑ نے غلہ فروخت کرنا شروع کیا تو پہلے سال روپے کے عوض، دوسرے سال زیورات و جواہرات، تیسرے سال چوپایوں جانوروں، چوتھے سال غلاموں لونڈیوں، پانچویں سال گھروں اور درختوں اور اثاث البیت، چھٹے سال کھیتوں نہروں کے عوض غلہ دیا۔ اور جب ان لوگوں کی ملک میں کوئی چیز باقی نہ رہی تو ساتویں سال لوگوں کی جانوں کا مول دیکر کے غلہ دیا۔ غرض اس تمام ملک میں کوئی متنفس ایسا نہ تھا جو حضرت یوسفؑ کا غلام یا لونڈی نہ ہو۔ یوں خدا نے حضرت یوسفؑ سے غلامی کا دھبا مٹا دیا' اور تمام ملک کو آپؑ کا غلام بنا دیا۔))

ادھر جناب یوسف بادشاہت پر مامور ہوئے اور نبوت بھی عطا ہوئی لیکن ادھر پدر بزرگوار جناب یعقوبؑ سے تقریباً بیس برس کی جدائی گزر چکی تھی۔ وہ (یعقوبؑ) صدمہ سے نڈھال کیونکہ کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بھائیوں نے کہہ دیا تھا کہ بھیڑیا کھا گیا اور یونہی خون لگا کرُتا (جناب یوسفؑ کا) انھیں دکھا دیا تھا۔ کرتا پھٹا نہیں تھا اسلئے جناب یعقوبؑ کو یقین بھی نہ آیا لیکن شفقت پدری کے سبب روتے روتے بینائی جاتی رہی۔ فرط محبت میں رونا جائز ہے ورنہ جناب یعقوبؑ ہرگز نہ روتے۔ جب اس اثناء میں قحط پڑا تو جناب یوسفؑ کے وہ بھائی بھی غلہ لینے جناب یوسفؑ کے پاس آئے۔ آپؑ نے انکو پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ جناب یوسفؑ نے ان سے فرمائش کی کہ اپنے چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی آئندہ لیکر آنا ورنہ غلہ نہیں ملے گا۔ ان تمام بھائیوں نے باپ (جناب یعقوبؑ) سے بڑی منت کی کہ بنیامین کو ساتھ بھیجدیں۔ اجازت ملی کہ لے جاؤ۔ جب یہ سب بھائی دوبارہ غلہ لینے آئے تو بنیامین ساتھ تھے ان کو جناب یوسفؑ نے کسی بہانے سے روک لیا۔ جب باقی بھائی

واپس گئے تو جناب یعقوبؑ کو تفصیل سنائی۔ کمال صدمہ آپؑ کو ہوا اور آپؑ نے عزیز مصر کو خط لکھا۔ چند آیات ۸۸ تا ۹۸ ملاحظہ ہوں۔

[پھر جب یہ لوگ (سہ بارہ) یوسفؑ کے پاس گئے تو (بہت گڑگڑا کر) عرض کی کہ اے عزیز ہم کو اور ہمارے کنبہ کو قحط کی وجہ سے بڑی تکلیف ہو رہی ہے اور ہم کچھ تھوڑی سی پونجی لیکر آئے ہیں تو ہمکو (اسکے عوض) پورا غلہ دلوا دیجئے اور قیمت ہی پر نہیں ہمکو اپنا صدقہ خیرات دیجئے اسمیں تو شک نہیں کہ اللہ صدقہ دینے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے۔ (اب تو یوسف سے نہ رہا گیا) کہا تمھیں کچھ معلوم ہے جب تم جاہل ہو رہے تھے تو تم نے یوسفؑ اور اسکے بھائی کیساتھ کیا کیا سلوک کئے (اس پر وہ لوگ چونکے اور) کہنے لگے ہائیں کیا تم ہی یوسفؑ ہو؟ کہا ہاں میں ہی یوسفؑ ہوں اور یہ میرا بھائی ہے۔ بیشک اللہ نے مجھ پر اپنا فضل (وکرم) کیا اسمیں شک نہیں کہ جو شخص (اس سے) ڈرتا رہے اور (مصیبت میں) صبر کرے تو اللہ ہرگز نیکو کاروں کا اجر برباد نہیں کرتا۔ وہ کہنے لگے اللہ کی قسم تمھیں اللہ نے یقیناً ہم پر فضیلت دی ہے اور بیشک ہم ہی یقیناً خطاوار تھے یوسفؑ نے کہا اب آج سے تم پر کچھ الزام نہیں۔ اللہ تمھارے گناہ معاف فرمائے وہ تو سب سے زیادہ رحیم ہے یہ میرا کرتا لے جاؤ اور اسکو ابا جان کے چہرہ پر ڈال دینا کہ وہ پھر بینا ہو جائینگے اور تم لوگ اپنے سب لڑکے بالوں کو لے کر میرے پاس چلے آؤ۔ اور جونہی قافلہ مصر سے چلا تھا کہ ان لوگوں کے والد (یعقوبؑ) نے کہہ دیا تھا کہ اگر مجھے سٹھیایا ہوا نہ کہو تو (ایک بات کہوں کہ) مجھے یوسفؑ کی بو معلوم ہو رہی ہے وہ لوگ (کنبہ والے پوتے وغیرہ) کہنے لگے آپ یقیناً اپنے پرانے (خیال) محبت میں (پڑے ہوئے) ہیں پھر (یوسفؑ کی) خوشخبری دینے والا آیا اور انکے کرتے کو انکے چہرے پر ڈال دیا تو یعقوبؑ فوراً دوبارہ آنکھ والے ہو گئے (تب یعقوبؑ نے بیٹوں سے) کہا میں تم سے نہ کہتا تھا کہ جو باتیں اللہ کی طرف سے میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے۔ ان لوگوں نے عرض کی اے ابا ہمارے گناہوں کی مغفرت کی (اللہ کی بارگاہ میں) ہمارے واسطے دعا مانگئے ہم بیشک از سرتا پا گنہگار ہیں۔ یعقوبؑ نے کہا میں جلد اپنے پروردگار سے تمھاری مغفرت کی دعا کرونگا بیشک وہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔]

۱۲:۸۸-۹۸

((ا۔ اب کی مرتبہ پھر حضرت یعقوبؑ نے عزیز مصر کے نام ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا: اے عزیز ہم اہلبیت نبوّت ہمیشہ بلا میں گرفتار رہتے ہیں کیونکہ رنج وخوشی میں اللہ ہمارا امتحان کرتا ہے۔ ادھر بیس برس سے اور زیادہ مصیبت میں مصیبت کا سامنا ہے پہلی مصیبت یہ تھی کہ میرے سرور دل فرزند یوسفؑ کو اسکے بھائی صبح کے

وقت سیر وتماشا کی غرض سے لے گئے اور شام کو روتے پیٹتے اس کا کرتہ خون سے آلودہ کر کے لائے اور مجھ سے بیان کیا کہ اسے بھیڑیئے نے پھاڑ کھایا اور یہ سن کر دنیا میری نظروں میں سیاہ ہوگئی اور اسکے فراق میں اس قدر رویا کہ بینائی جاتی رہی اس کے بعد اس کے چھوٹے بھائی بنیامین سے کچھ میرا دل بہلتا تھا کہ پہلی دفعہ مصر سے واپس آ کر لڑکوں نے بیان کیا کہ عزیز مصر نے اسے بلایا ہے اور بغیر اس کے لے گئے غلہ نہ ملے گا تب میں نے مجبوراً اسے تمھارے پاس جانے دیا اب کی بار جو یہ لوگ واپس آئے تو کہنے لگے کہ اس نے چوری کی اور بادشاہ نے اسے گرفتار کر لیا حالانکہ ہم اہلبیت نبوّت چوری نہیں کرتے غرض تم نے جو اسے قید کر لیا ہے اس سے میری مصیبت اور زیادہ ہوگئی۔ اب ہم پر رحم کرو اور احسان کر کے اس کو رہائی دو اور غلہ بھی پورا دو فقط!'' راقم یعقوبؑ اسرائیل بن اسحٰقؑ بن ابراہیمؑ خلیل اللہ۔'' یہ خط دیکھتے ہی حضرت یوسفؑ کو تاب ضبط نہ رہی۔ تنہائی میں جا کر خوب روئے۔ پھر منہ دھو کر باہر آئے اور بھائیوں سے باتیں کرنے لگے۔ جونہی ان لوگوں نے اپنی مصیبت دہرانی شروع کی پھر ضبط نہ ہو سکا اور پھر اندر جا کر خوب روئے اسی طرح تین مرتبہ ایسا ہی کیا آخر جب کسی طرح ضبط نہ ہو سکا تو کھل پڑے اور اپنے آپ کو ظاہر کر دیا۔))

((۲۔ یہ وہی کرتا تھا جو آگ میں پڑنے کے وقت حضرت ابراہیمؑ کو حضرت جبرئیلؑ نے بہشت سے لا کر پہنایا تھا اور حضرت یعقوبؑ نے حضرت یوسفؑ کے رخصت ہونے کے وقت بازو پر باندھ دیا تھا اس کرتے کی خاصیت یہ تھی کہ جب کسی بیمار پر ڈالا گیا تو فوراً مرض زائل ہو گیا اسی وجہ سے حضرت یعقوبؑ فوراً بینا ہو گئے غرض جب فرزندان یعقوبؑ اسے لے کر مصر سے باہر نکلے اور صحرا میں پہنچے تو بحکم خدا صبا نے اس کی خوشبو دس منزل سے حضرت یوسفؑ کے دماغ تک پہنچائی اور جب ہی سے بشارت کو باد صبا کی طرف منسوب کرتے ہیں۔))

[(غرض) جب پھر یہ لوگ (معہ یعقوبؑ کے چلے اور یوسفؑ شہر کے باہر لینے آئے تو) جب یہ لوگ یوسفؑ کے پاس پہنچے تو یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو اپنے پاس جگہ دی اور کہا اب انشاء اللہ بڑے اطمینان سے مصر میں چلیئے۔ یوسفؑ نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھایا اور یہ سب کے سب (یوسفؑ کی) تعظیم کے واسطے ان کے سامنے سجدہ میں گر پڑے (اسوقت) یوسفؑ نے کہا اے ابا یہ تعبیر ہے میرے اس پہلے خواب کی کہ میرے پروردگار نے اسے سچ کر دکھایا بیشک اس نے میرے ساتھ احسان کیا جب اس نے مجھے قید خانے سے نکالا اور باوجود کہ مجھ میں اور میرے بھائیوں میں شیطان نے فساد ڈال دیا تھا اس کے بعد بھی آپ لوگوں کو گاؤں سے (شہر) میں لے آیا اور مجھ سے ملا دیا بیشک میرا پروردگار جو کچھ کرنا چاہتا ہے اس کی تدبیر خوب ۲ جانتا ہے بیشک وہ

بڑا واقف کار حکیم ہے۔] ۱۲: ۹۹-۱۰۰

((وَخَرُّوا لَهُ سُجَّدًا تفسیر قمی میں ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السَّلام سے سوال کیا گیا کہ جناب یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں نے باوجودیکہ وہ نبی اور اولادِ نبی تھے جناب یوسفؑ کو کیسے سجدہ کیا۔ حضرت نے جواب دیا کہ جناب یعقوبؑ اور ان کے فرزندوں نے جناب یوسفؑ کو سجدہ نہیں کیا تھا بلکہ ان کا سجدہ اللہ کی اطاعت کے لئے اور جناب یوسفؑ کی تعظیم کے لئے تھا جیسا کہ فرشتوں کا سجدہ جناب آدمؑ کو اللہ کی اطاعت کے لئے تھا اور جناب آدم کی تعظیم مقصود تھی پس اسی طرح جناب یعقوبؑ اور ان کے بیٹوں اور خود جناب یوسفؑ کا سجدہ ان کے ہمراہ اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے تھا کہ اس نے ان سب کو یکجا کیا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جناب یوسفؑ نے اسی وقت مقام شکر میں فرمایا' رَبِّ قد آتیتنی من المُلک وعَلّمتنی من تاویل الاحادیث (تفسیر قمی صفحہ ۳۵۶ جزاوّل ۔ طبع نجف اشرف) اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی خداوند عالم کے اس قول کے سلسلہ میں مروی ہے کہ جناب یعقوبؑ اور انکے فرزندوں کا سجدہ خدا کی عبادت کے لئے تھا (تفسیر برہان جلد ثانی) طبع طہران۔))

((۲۔ جب سابق عزیز مصر جس کا نام قطفیر تھا اور زلیخا کا شوہر تھا مر گیا تو قحط کے زمانہ میں زلیخا بہت محتاج ہوگئی۔ یہاں تک کہ بھیک مانگنے لگی۔ لوگوں نے اس سے کہا تو حضرت یوسفؑ کے سامنے کیوں نہیں جاتی وہ بولی حیاء مانع ہے جب لوگوں کا زیادہ اصرار ہوا تو ایک دن بر سر راہ کھڑی ہوئی جب حضرت یوسفؑ کی سواری ادھر سے گزری تو بیساختہ اسکی زبان سے نکلا: ! پاک و پاکیزہ ہے وہ خدا جس نے بادشاہ کو نافرمانی کی وجہ سے غلام بنادیا اور غلاموں کو فرمانبرداری کی وجہ سے بادشاہ۔ جب حضرت یوسفؑ نے سنا تو پوچھا کیا تو ہی زلیخا ہے؟ وہ بولی ہاں۔ آپؑ نے پوچھا تیری کوئی حاجت ہے؟ وہ بولی اب جب میں بڑھیا ہوگئی تو تم مجھ سے میری حاجت پوچھتے ہو۔ یہ سن کر حضرت یوسفؑ اسے اپنے محل میں لے گئے اور پوچھا تم نے میرے ساتھ ایسا ایسا کیا وہ بولی ہاں مگر اب مجھے ملامت نہ کرو۔ آپؑ نے جب وجہ پوچھی تو کہا ایک تو یہ کہ تم سا حسین خدا نے پیدا ہی نہیں کیا ! دوسرے مصر میں مجھ سا کوئی خوبصورت نہ تھا۔ تیسرے میرا شوہر نامرد تھا۔ آپؑ نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے وہ بولی دعا کرو خدا پھر مجھے جوان بنادے۔ غرض وہ پھر جوان ہوئی اور آپؑ نے اسی سے نکاح کیا۔ تو وہ باکرہ تھی اس سے حضرت یوسفؑ علیہ السَّلام کو تین اولاد ہوئی ایک بیٹا' دوسرے افراہیم' جو حضرت یوشعؑ وصی موسیٰ علیہ السَّلام کے دادا تھے تیسری بیٹی رحیمہ جو حضرت ایوبؑ کی زوجہ تھیں۔))

جناب یوسفؑ کے واقعہ میں جو مصائب جناب یعقوبؑ اور یوسفؑ نے برداشت کئے ان کی شدت کا اندازہ مشکل ہے کیونکہ جس پر مصائب پڑتے ہیں وہی بہتر جانتا ہے اور عام انسان اتنا محسوس نہیں کرسکتا۔ باوجود ان تمام تکالیف کے جس عفو ودرگزر کا مظاہرہ ان انبیا علیہم السّلام نے فرمایا وہ حیرت انگیز ہے دین اسلام میں ہر عقلمند کے لئے کتنی بڑی نصیحت ہے کہ انسان کو ہر مسئلہ میں صبر وتحمل اور عفو ودرگزر سے کام لینا چاہیئے ۔ برادران یوسف نے بھی جناب یوسفؑ سے خطاوار ہونیکا اعتراف کیا۔ انھیں (یوسفؑ) نے بھی اللہ کی بارگاہ میں ان سب کی معافی کی درخواست فرمائی ۔ جناب یعقوبؑ نے بھی اللہ کی بارگاہ میں بیٹوں کی مغفرت کا وعدہ فرمایا (۱۲:۹۷-۹۸)۔ جناب یوسفؑ نے کرتا بھائیوں کو دیا تھا کہ پدر بزرگوار (جناب یعقوبؑ) کے چہرہ مبارک پر ڈالا جائے تاکہ بینائی آجائے چنانچہ کرتا ڈالتے ہی بینائی دوبارہ آ گئی ۔ یہاں پر بہشت سے لائے گئے کرتے کی اہمیت کا اظہار فرمانا تھا خصوصاً ان انسانوں کے لئے کہ جو کتب الٰہی پر ایمان لاتے ہیں تاکہ وہ تبرّکات اور متبرک مقامات پر مس کئے گئے پارچہ جات کی اہمیت پر اعتقاد کریں۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مناسب سمجھتا ہے شفا عطا فرماتا ہے اگر جناب عیسیٰؑ دم کر کے پرندوں کی مورتی کو زندہ پرند پیدا فرماسکتے تھے (۵:۱۱۰) تو جناب یعقوبؑ یا یوسفؑ بھی جناب یعقوبؑ کی بینائی دوبارہ لا سکتے تھے لیکن پروردگار عالم اپنی شان کو مختلف انداز و معجزات کے ذریعہ منوانا چاہتا ہے عام انسان پر وضاحت کے لئے کہ متبرک کُرتے کی وجہ سے نبیؑ کی بینائی واپس آ گئی ۔ تبرّکات کی یہ اہمیت ہے لیکن انسان ہے کہ انکار پر انکار کرتا ہے۔ مومن نزول سورۃ پر مطمئن اور خوش ہوتا ہے کافر ومشرک ومنافق اور فرقے بنانے والے کسی نہ کسی طرح آیات کا انکار کرتے ہیں (۹:۱۲۴-۱۲۵) یہاں یہ بھی اظہار کیا جاسکتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو نمرود کو مچھروں کے عذاب کا شکار قبل اسکے بھی کرسکتا تھا کہ جب جناب ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا گیا۔ اس صورت میں آگ میں ڈالنے کا واقعہ اور جناب ابراہیمؑ کو قائم رکھنے کے لئے آگ کی صفت کو بدلنے کا معجزہ درپیش نہ ہوتا (۲۱:۶۹) اللہ ہر شے پر قادر ہے اور اس قسم کی ترجیحات اور موقعہ ومحل کا اختیار اسی (اللہ) کو ہے یا جس کسی کو اِذن الٰہی ہو۔

زلیخا نے جس انداز سے اللہ کی بارگاہ میں اظہار ندامت کیا اسکی بخشش بھی ہوئی اور مراد بھی پوری ہوئی ۔ پروردگار عالم سے عجز وانکسار سے دعا کی جائے تو وہ کیسا اپنے بندوں کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے اللہ کا کلام غور وفکر چاہتا ہے اور پتہ نہیں کتنی آیات ہیں کہ بحر بیکراں ہیں ان سے مختلف نتائج نکلتے ہیں اور مسائل حل کئے جاسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ دین میں انبیاء واوصیاء کو بھی شائستگی اختیار کرنے کا پیغام دیا۔ دین اسلام میں کہیں

زبردستی نہیں (ڈنڈے، تلوار اور گولے بارود کا کوئی دخل نہیں) ان کے استعمال کی ضرورت صرف اس وقت ممکن ہے کہ جب دشمنان اسلام مسلمانوں پر حملہ آور ہوں۔ تمام انبیاء واوصیاء نے دو طریقہ کار تبلیغ میں اپنائے کہ انسانوں کو جنّت کی خوشخبری اور عذاب جہنم سے ڈراتے رہے اور یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک وعادل اور پیغمبرؐ پر ایمان لاکر پیغمبر کی پیروی کرکے کم ازکم مسلمان ہو کر انسان کی دنیوی زندگی بھی سنور جائے اور عاقبت بخیر ہو۔

انسانوں (خصوصاً مشرکین وکفار) کے تاثرات آیات میں پیش کیے گئے ہیں۔

خوشحال لوگوں نے انبیاء سے ہمیشہ کہا کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقے پر چلے آرہے ہیں اس لئے انبیاء کا دین تسلیم نہ کیا۔ الزخدف کی آیات ۲۰ تا ۲۵ ملاحظہ ہوں۔

[اور کہتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو ہم انکی پرستش نہ کرتے ان کو اس کی کچھ خبر ہی نہیں یہ لوگ تو بس اٹکل پچو باتیں کیا کرتے ہیں یا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دی تھی کہ یہ لوگ اسے مضبوط تھامے ہوئے ہیں بلکہ یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم ان کے قدم بقدم ٹھیک رستے پر چلے جارہے ہیں اور (اے رسولؐ) اسی طرح ہم نے تم سے پہلے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا (پیغمبر) نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک طریقہ پر پایا اور ہم یقینی ان کے قدم بہ قدم چلے جارہے ہیں۔ (اس پر) ان کے پیغمبر نے کہا بھی کہ جس طریقہ پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا اگرچہ میں تمھارے پاس اس سے کہیں بہتر راہ راست پر لانیوالا (دین) لے کر آیا ہوں (تو بھی نہ مانو گے) وہ بولے ہم تو اس دین کو جو تم دیکر بھیجے گئے ہو ماننے والے نہیں۔ تو ہم نے ان سے (کس طرح) بدلہ لیا دیکھو تو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔] ۴۳:۲۰-۲۵

انسان (خصوصاً مشرک وکافر) کی کیفیت یہ کہ مصیبت کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی وحدہ لاشریک سمجھ کر پکارتا ہے الانعام کی ۴۰ تا ۴۳ ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسولؐ ان سے) پوچھو تو کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اگر تمھارے سامنے اللہ کا عذاب آجائے یا تمھارے سامنے قیامت ہی آ کھڑی موجود ہو تو تم اگر (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو (بتاؤ کہ مدد کے واسطے) کیا اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو پکارو گے۔ بلکہ اسی کو پکارو گے پھر اگر وہ چاہیگا تو جس کے واسطے تم نے اسکو پکارا ہے اسے دفع کردیگا اور (اس وقت) تم دوسرے معبودوں کو جنھیں تم (خدا کا) شریک سمجھتے تھے بھول جاؤ گے اور (اے رسولؐ) جو امتیں تم سے پہلے گزر چکی ہیں ہم انکے پاس بھی بہتیرے رسولؑ بھیج چکے ہیں پھر (جب نافرمانی کی تو) ہم نے

انکو سختی اور تکلیف میں گرفتار کیا تا کہ وہ لوگ (ہماری بارگاہ میں) گڑگڑائیں تو جب ان (کے سر) پر ہمارا عذاب آ کھڑا ہوا تو وہ لوگ کیوں نہیں گڑگڑائے (کہ ہم عذاب دفع کر دیتے) مگر انکے دل تو سخت ہو گئے تھے اور انکی کارستانیوں کو شیطان نے آراستہ کر دکھایا تھا (پھر کیونکر گڑگڑاتے)۔]۶:۴۰-۴۳

انسان (خصوصاً مشرک و کافر) کٹ حجتی کرتا ہے کیونکہ قیامت پر یقین نہیں۔ الجاثیہ کی ۲۵-۲۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور جب ان کے سامنے ہماری کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو ان کی کٹ حجتی بس یہی ہوتی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو ہمارے باپ داداؤں کو (جلا کر) تو لے آؤ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اللہ ہی تم کو زندہ (پیدا) کرتا ہے اور وہی تم کو مارتا ہے پھر وہی تم کو قیامت کے دن جس (کے ہونے) میں کسی طرح کا شک نہیں جمع کرے گا مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔]۴۵:۲۵-۲۶

انسان (خصوصاً مشرک و کافر) اپنی طاقت پر مغرور ہوتا ہے حٰم السجدہ کی آیات ۱۳-۱۵ ملاحظہ ہوں۔

[پھر اگر اس پر بھی یہ کفار منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں تم کو ایسی بجلی گرنے (کے عذاب) سے ڈراتا ہوں جیسی قوم عاد و ثمود کی بجلی کی کڑک۔ کہ جب انکے پاس انکے آگے سے اور پیچھے سے پیغمبر (یہ خبر لیکر) آئے کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو تو کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار چاہتا تو فرشتے نازل کرتا اور جو (باتیں) دے کر تم لوگ بھیجے گئے ہو ہم تو اسے نہیں مانتے۔ تو عاد ناحق زمین میں غرور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے کیا ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہ کیا کہ اگر اللہ جس نے ان کو پیدا کیا ہے وہ ان سے قوت میں کہیں بڑھ کے ہے غرض وہ لوگ ہماری آیتوں سے انکار ہی کرتے رہے۔]۴۱:۱۳-۱۵

انسان (مشرکین و کفار) کی کیفیت یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے متنفر ہوتا ہے اور غیر اللہ کے بیان پر خوش ہوتا ہے الذمر کی آیت ۴۵ ملاحظہ ہو۔

[اور جب صرف اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل متنفر ہو جاتے ہیں اور جب خدا کے سوا (اور معبودوں کا) ذکر کیا جاتا ہے تو بس انکی باچھیں کھل جاتی ہیں۔]۳۹:۴۵

انسانوں کی اکثریت کی کیفیت کا اظہار کہ حق سے چڑھتے ہیں الذخرف کی آیت ۷۸ اور ۳۰ ملاحظہ ہوں۔

[ہم تو تمھارے پاس حق لے کر آئے ہیں مگر تم میں سے بہتیرے حق سے چڑھتے ہیں۔]۴۳:۷۸

[اور جب ان کے پاس (دین) حق آ ہی گیا تو کہنے لگے یہ تو جادو ہے اور ہم تو ہرگز اسکے ماننے والے

نہیں] ۳۰:۴۳

انسانوں کی نفسیات کا مزید اظہار۔سورۃ یونس آیت ۷۶ ملاحظہ ہوں۔

[پھر جب ان کے پاس ہماری طرف سے حق بات (معجزے) پہنچ گئے تو کہنے لگے کہ یہ تو یقینی کھلم کھلا جادو ہے۔] ۷۶:۱۰

انسانوں (مشرکین وکفار) کا انبیاء کے ساتھ برتاؤ سورۃ ابرٰہیم آیات ۸-۹ ملاحظہ ہوں۔

[اور موسٰیؑ نے (اپنی قوم سے) کہہ دیا تھا کہ اگر تم اور (تمھارے ساتھ) جتنے لوگ روئے زمین پر ہیں سب کے سب (مل کر بھی خدا کی) ناشکری کرو تو خدا (کو ذرا بھی پرواہ نہیں کیونکہ وہ تو بالکل) بے نیاز ہے اور سزاوار حمد ہے۔کیا تمھارے پاس ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے (جیسے) نوح کی قوم اور عاد اور ثمود اور (دوسرے لوگ) جو انکے بعد ہوئے (کیونکر خبر ہوتی) انکو اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں انکے پاس انکے (وقت کے) پیغمبر معجزے لے کر آئے اور (سمجھانے لگے) تو ان لوگوں نے ان پیغمبروں کے ہاتھوں کو انکے منہ پر الٹا مار دیا اور کہنے لگے کہ جو (حکم لے کر) تم خدا کی طرف سے بھیجے گئے ہو ہم تو اس کو نہیں مانتے اور جس (دین) کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو ہم تو بڑے گہرے شک میں پڑے ہیں۔] ۱۴:۸-۹

انسانی نفسیات یا مزاج (کافر وغیرہ) کی وضاحت اور اللہ کی شان مزید سورۃ ابراہیم آیات ۱۸ تا ۲۳ ملاحظہ ہوں۔

[جو لوگ اپنے پروردگار سے کافر ہو بیٹھے ان کی مثل ایسی ہے کہ انکی کارستانیاں گویا راکھ کا ایک ڈھیر ہے جسے انڈھر کے روز ہوا کا بڑے زوروں کا جھونکا اڑا لے گا جو کچھ ان لوگوں نے (دنیا میں) کیا کرایا ہے اس میں سے کچھ بھی ان کے قابو میں نہ ہوگا یہی تو پلے درجہ کی گمراہی ہے کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی نے سارے آسمان وزمین ضرور مصلحت سے پیدا کئے۔اگر وہ چاہے تو سب کو مٹا کر ایک نئی خلقت (کی بستی) لا بسائے۔اور یہ اللہ پر کچھ بھی دشوار نہیں اور قیامت کے دن سب کے سب اللہ کے سامنے نکل کھڑے ہونگے تو جو لوگ (دنیا میں) کمزور تھے بڑی عزّت رکھنے والوں سے (اس وقت) کہیں گے کہ ہم تو بس تمھارے قدم بقدم چلنے والے تھے تو کیا (آج) تم اللہ کے عذاب سے کچھ بھی ہمارے آڑے آسکتے ہو وہ جواب دیں گے (اصلاح کار کجا دامن خراب کجا) کاش اللہ ہماری ہدایت کرتا تو ہم بھی تمھاری ہدایت کرتے۔ہم خواہ بیقراری کریں خواہ صبر کریں (دونوں) ہمارے لئے برابر ہیں (کیونکہ عذاب سے) ہمیں تو اب چھٹکارا نہیں اور جب لوگوں کا (اخیر) فیصلہ

ہو چلے گا (اور لوگ شیطان کو الزام دینگے) تو شیطان کہے گا کہ خدا نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا (وہ تو پورا ہو گیا) اور میں نے بھی تو وعدہ کیا تھا پھر میں نے وعدہ خلافی کی اور مجھے کچھ تم پر حکومت تو تھی نہیں مگر اتنی بات تھی کہ میں نے تم کو (برے کاموں کی طرف) بلایا اور تم نے میرا کہنا مان لیا تو اب تم مجھے برا (بھلا) نہ کہو بلکہ (اگر کہنا ہے تو) اپنے نفس کو برا کہو (آج) نہ تو میں تمھاری فریاد کو پہنچ سکتا ہوں اور نہ تم میری فریاد رسی کر سکتے ہو۔ میں اس سے پہلے ہی بیزار ہوں کہ تم نے مجھے (خدا کا) شریک بنایا بیشک جو لوگ نافرمان ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے اور جن لوگوں نے (صدق دل سے) ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے عمل کئے وہ بہشت کے ان باغوں میں داخل کئے جائینگے جنکے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ اس میں رہیں گے وہاں ان کی ملاقات کا تحفہ سلام ہوگا۔] ۱۴:۱۸-۲۳

انسان حقائق کے مشاہدے کے باوجود ایمان نہ لائیگا الحجر کی آیات ۶ تا ۱۵ ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسول کفار مکہ تم سے) کہتے ہیں کہ اے وہ شخص (جسکو یہ سودا ہے) کہ اس پر وحی وکتاب نازل ہوئی ہے تو تو (اچھا خاصا) سڑی ہے اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہے تو فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کھڑا کرتا۔ (حالانکہ) ہم فرشتوں کو کھلم کھلا بس عذاب کیساتھ فیصلہ ہی کے لئے بھیجا کرتے ہیں اور اگر (فرشتے نازل) ہو جائیں تو پھر انکو (جان بچانے کی) مہلت بھی نہ ملے۔ بیشک ہم ہی نے قرآن نازل کیا ہے[۳] اور ہم ہی تو اسکے نگہبان بھی ہیں اور (اے رسولؐ) ہم نے تم سے پہلے بھی اگلی امتوں میں (اور بھی بہت سے) رسول بھیجے اور (ان کی بھی یہی عادت تھی کہ) ان کے پاس کوئی رسول نہ آیا مگر ان لوگوں نے اس کی ہنسی ضرور اڑائی۔ ہم (گویا خود) اسی طرح اس (گمراہی) کو (ان) گنہگاروں کے دل میں ڈال دیتے ہیں یہ کفار اس (قرآن) پر ایمان نہ لائیں گے اور (یہ کچھ انوکھی بات نہیں) اگلوں کی روش بھی (ایسے ہی) رہا کی ہے اور اگر ہم آسمان کا ایک دروازہ بھی کھولدیں اور یہ لوگ دن دہاڑے اس دروازے سے (آسمان پر) چڑھ بھی جائیں تب بھی یہی کہیں گے کہ ہو نہ ہو ہماری آنکھیں (نظر بندی سے) متوالی کر دیگئیں (یا نہیں تو) ہم لوگوں پر جادو کیا گیا ہے۔] ۱۵:۶-۱۵

((۳۔ ذکر سے ایک تو قرآن مراد ہے جس کو میں نے ترجمہ میں اختیار کیا ہے تب اس کی نگہبانی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کو ضائع وبرباد نہ ہونے دیں گے پس اگر تمام دنیا میں ایک نسخہ بھی قرآن مجید کا اپنی اصلی حالت پر باقی ہو تب بھی یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ محفوظ ہے اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اس میں کسی قسم کا کوئی

تغیُر وتبدل نہیں کرسکتا کیوں کہ یہ ظاہر ہے کہ اس زمانہ تک قرآن مجید میں کیا کیا تغیُرات ہوگئے کم سے کم اس میں تو شک ہی نہیں کہ ترتیب بالکل بدل دی گئی اور یہ مطلب بھی نہیں کہ ہر ہر لفظ کو محفوظ رکھیں گے کیونکہ اس زمانہ میں چھاپہ خانوں کی طرف سے روزانہ سینکڑوں ہزاروں اوراق قرآن کے برباد کئے جاتے ہیں دوسرے ذکر سے مراد جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں' تب مطلب ہوگا کہ کفار کے شر سے خدا آپؐ کو محفوظ رکھے گا اوراس لفظ ''ذکر'' سے خدا نے حضرت رسول کو دوسرے مقام پر یوں یاد کیا ہے: **قد انزل اللہ الیک ذکر اًرسو لاً یتلوا علیکم اٰیات اللہ۔))**

انسان (کافر وغیرہ) کہتا ہے کہ وہ دوبارہ زندہ نہیں کیا جائیگا اور اللہ تعالیٰ کی شان النحل آیات ۳۸ تا ۴۰ ملاحظہ ہوں۔

[اور یہ کفار اللہ کی جتنی قسمیں ان کے امکان میں ہیں کھا کر کہتے ہیں کہ جو شخص مرجاتا ہے پھر اللہ اس کو دوبارہ زندہ نہیں کرے گا۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ (ہاں)! ضرور ایسا کرے گا اس پر اپنے وعدہ (کی وفا) لازمی ضروری ہے مگر بہتیرے آدمی نہیں جانتے ہیں کہ (دوبارہ زندہ کرنا اس لئے ضروری ہے کہ) جن باتوں پر یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں انھیں ان کے سامنے صاف واضح کردیگا اور تاکہ کفار یہ سمجھ لیں کہ یہ لوگ (دنیا میں) جھوٹے تھے ہم جب کسی چیز (کے پیدا کرنے) کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا کہنا اسکے بارے میں اتنا ہی ہوتا ہے کہ ہم کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا بس فوراً ہو جاتی ہے۔]۱۶:۳۸-۴۰

النحل کی آیت ۴۰ آج بھی سائنسدانوں (کافر وغیرہ) کیلیئے اللہ کا بہت بڑا دعویٰ ہے کہ اللہ صرف ''کُن'' ارشاد فرماتا ہے اور سائنسداں کسی تجربہ کے لئے ماحول پیدا کرتا ہے اور اشیاء کا بھی محتاج ہے اس کے پاس قوت تخلیق نہیں ہے اس لئے اس بیچارے کو ''کُن'' کے ''ک'' کا بھی علم نہیں۔ اس کو پیدا کرنے کا اختیار ہی نہیں حالانکہ عوام الناس کو تاثر یہی دینا چاہتا ہے کہ جیسے یہ صاحب اختیار ہے۔

مشرک کی نفسیات یہ ہیں کہ مصیبت کے وقت صرف اللہ (وحدہ لاشریک) کو یاد کرتا ہے لیکن تکلیف دور ہوتے ہی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ النحل آیات ۵۳-۵۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور جتنی نعمتیں تمھارے ساتھ ہیں (سب) اللہ ہی کی طرف سے ہیں پھر جب تم کو تکلیف چھو بھی گئی تو تم اسی کے آگے فریاد کرنے لگتے ہو پھر جب وہ تم سے تکلیف کو دور کردیتا ہے تو بس فوراً تم میں سے کچھ لوگ اپنے پروردگار کا شریک ٹھہراتے ہیں تاکہ جو (جو نعمتیں) ہم نے انکو دی ہیں انکی ناشکری کریں تو خیر دنیا میں چند روز

چین کرلو پھر تو عنقریب تمھیں معلوم ہوجائے گا اور ہم نے جو روزی ان کودی ہے اس میں سے یہ لوگ ان (بتوں کا) حصہ بھی قرار دیتے ہیں جنکی حقیقت تک نہیں جانتے تو خدا کی (اپنی) قسم جو افترا پردازیاں تم کرتے تھے (قیامت میں) ان کی باز پرس تم سے ضرور کی جائیگی۔]۱۶:۵۳-۵۶

انسانوں (کافر و مشرک) کی کیفیت کہ ان کا بس نہیں کہ تلاوت کے وقت یہ قاری پر حملہ کر بیٹھیں اس لئے کفر کی بنا پر جہنم میں جائینگے الحج کی آیات ۷۱-۷۲ ملاحظہ ہوں۔

[اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کے لئے نہ تو خدا ہی نے کوئی سند نازل کی ہے اور نہ اس (کے حق ہونے) کا خود انھیں علم ہے اور قیامت میں تو ظالموں کا کوئی مددگار بھی نہیں ہوگا اور (اے رسولؐ) جب ہماری واضح و روشن آیتیں انکے سامنے پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم کافروں کے چہروں پر ناخوشی (کے آثار) دیکھتے ہو (یہانتک) کہ قریب ہوتا ہے کہ جو لوگ انکو ہماری آیتیں پڑھ کر سناتے ہیں ان پر یہ لوگ حملہ کر بیٹھیں (اے رسولؐ) تم کہدو (کہ) تو کیا میں تمھیں اس سے بھی کہیں بدتر چیز بتادوں۔ (اچھا تو سن لو) وہ جہنم ہے جس (میں جھونکنے) کا وعدہ اللہ نے کافروں سے کیا ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے۔]۲۲:۷۱-۷۲

اسی ضمن میں الحج کی آیت ۵۵ بھی ملاحظہ ہو۔

[اور جو لوگ کافر ہو بیٹھے تو وہ قرآن کی طرف سے ہمیشہ شک ہی میں پڑے رہیں گے یہاں تک کہ قیامت یکا یک انکے سر پر آموجود ہو یا (یوں کہو کہ) ان پر ایک سخت منحوس(۱) دن کا عذاب نازل ہو۔]۲۲:۵۵

((۱)۔اصل معنی عقیم کے بانجھ کے ہیں اور چونکہ بانجھ ہونا ایک قسم کی نحوست ہے اسی وجہ سے عقیم اس دن کو بھی کہتے ہیں جس میں بہت سے بُرے واقعات پیش آئیں۔ بہر حال یا تو مراد اس سے روز قیامت ہے کہ اس دن نسلیں منقطع ہو جائیں گی یا روز بدر ہے کہ باوجود مسلمانوں کی کمزوری اور کفار کی تیاری کے کفار پر وہ بہت سخت دن تھا اور بہت سے لوگوں کی نسلیں منقطع ہو گئیں یا وہ زمانہ مکہ کا مراد ہے جب حضرت کی بددعا سے وہاں قحط ہوا تھا۔))

انسان کس بے ادبی اور بے رخی سے انبیاء سے گفتگو کرتا ہے۔ الشعراء آیات ۱۸۴ تا ۱۸۷ ملاحظہ ہوں کہ جس میں کفار نے جناب شعیبؑ سے یہ انداز اختیار کیا ہے۔

[اور اس (خدا) سے ڈرو جس نے تمھیں اور اگلی خلقت کو پیدا کیا وہ لوگ کہنے لگے تم پر تو بس جادو کر دیا گیا ہے (کہ ایسی باتیں کرتے ہو) اور تم تو ہمارے ہی ایسے ایک آدمی ہو اور ہم لوگ تو تم کو جھوٹا ہی سمجھتے ہیں تو اگر تم

سچے ہوتو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرادو۔]۲۶:۱۸۴-۱۸۷

الشعراء آیت ۱۸۴ میں جناب شعیبؑ نے اللہ سے ڈرنے کی تلقین فرمائی تو باقی آیات میں انکا جواب ہے

کفار کا انبیاء کو جھٹلانا اور حق کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرنا اور جہنمی ہونا۔ المومن کی آیات ۴-۶ ملاحظہ ہوں۔

[اللہ کی آیتوں ۲ میں بس وہی لوگ جھگڑے پیدا کرتے ہیں جو کافر ہیں تو (اے رسولؐ) ان لوگوں کا شہروں (شہروں) گھومنا پھرنا (اور مال حاصل کرنا) تمھیں دھوکے میں نہ ڈالے (کہ ان پر عذاب نہ ہوگا) انکے پہلے نوحؑ کی قوم نے اور انکے بعد اور امتوں نے (اپنے پیغمبروں کو) جھٹلایا اور ہر امت نے اپنے پیغمبر کے بارے میں یہی ٹھان لیا کہ انھیں گرفتار (کرکے قتل) کرڈالیں اور بیہودہ باتوں کی آڑ پکڑ کے لڑنے لگے تا کہ اسکے ذریعہ سے حق بات کو اکھاڑ پھینکیں تو میں نے انھیں گرفتار کیا پھر (دیکھا ان پر) میرا عذاب کیسا (سخت) ہوا۔ اور اسی طرح تمھارے پروردگار کا (عذاب کا) حکم (ان) کافروں پر پورا ہو چکا ہے کہ یہ لوگ یقینی جہنمی ہیں۔]۴۰:۴-۶

((۲۔ اللہ کی آیتوں سے یا تو قرآن کی آیتیں مراد ہیں تب ان میں جھگڑے نکالنے کا مطلب یہ ہے کفار ان کو نہیں مانتے اور خدا کا کلام ہونے سے منکر ہیں اور اگر آیتوں کے معنی دلیلوں کے لئے جائیں تب جھگڑنے کا مطلب یہ ہے کہ کفار کو تحقیق حق تو مقصود نہیں صرف کٹ حجتی کرتے اور سچی دلیلوں کا بھی عداوت سے دفعیہ کرتے ہیں۔))

المومن کی آیات ۴-۶ میں جو کفار کی دوڑ دھوپ کا ذکر ہے وہ نہایت معنی خیز ہے کیونکہ سائنسی ایجادات کی وجہ سے سُرعتِ رفتار و گفتار اتنی ہے کہ ہوائی جہاز و ٹیلیفون وغیرہ سے کفار و مشرکین کی دین اسلام کی مخالفت میں اور تیزی آ گئی ان کی تمام فکری و عملی کیفیت حق کے خلاف دوڑ دھوپ ہے البتہ مسلمان بھی ان ایجادات سے دفاعی عمل تیز کر سکتے ہیں یہ صرف انسان کی نیت و عمل کا معاملہ ہے کہ ان ایجادات سے تعمیر یا تخریب ہو سکتی ہے۔

کافر کی مزید کیفیت اور اللہ تعالیٰ کا انھیں سمجھانا الاحقاف آیات ۷-۸، ۳ میں ملاحظہ ہو۔

[اور جب ہماری کھلی کھلی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو جو لوگ کافر ہیں حق کے بارے میں جب ان کے پاس آ چکا تو کہتے ہیں یہ تو صریحی جادو ہے کیا یہ کہتے ہیں کہ اس نے اس کو خود گھڑ لیا ہے؟ تو (اے رسولؐ) تم کہدو کہ اگر میں اس کو (اپنے جی سے) گھڑ لیتا تو تم اللہ کے سامنے میرے کچھ کام ۲ نہ آؤ گے جو جو باتیں تم لوگ اس کے بارے میں کرتے رہتے ہو وہ خوب جانتا ہے میرے اور تمھارے درمیان وہی گواہی کو کافی ہے اور وہی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔]۴۶:۷-۸

((یعنی اگر بالفرض میں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے اور پھر خدائی کلام ہونے کا مدعی ہوں تو اس اقرار کا وبال مجھ پر پڑے گا اور تم بچا نہیں سکتے اور اگر خدا کی طرف سے نازل ہوا جیسا کہ واقع میں ہے تو تم اپنی فکر کرو میرے پیچھے کیا پڑے ہو))

کافر کی مزید کیفیت الاحقاف آیت ۳ ملاحظہ ہو۔

[ہم نے تو سارے آسمان و زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے حکمت ہی سے ایک خاص وقت تک کے لئے پیدا کیا ہے اور کفار جن چیزوں سے ڈرائے جاتے ہیں ان سے منہ پھیر لیتے ہیں۔]۴۶:۳

کفار کا انبیاء سے گریز اور اللہ کا جواب کہ سرکش غارت کئے جائینگے سورۃ ابراہیم کی آیت ۱۳ ملاحظہ ہو۔

[اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تھا اپنے (وقت کے) پیغمبروں سے کہنے لگے ہم تم کو اپنی سرزمین سے ضرور نکال باہر کردینگے یہاں تک کہ تم ہمارے مذہب کی طرف پلٹ آؤ تو انکے پروردگار نے انکی طرف وحی بھیجی کہ (تم گھبراؤ نہیں) ہم ان سرکش لوگوں کو ضرور غارت کردیں گے۔]۱۴:۱۳

کفار و مشرکین کی نفسیاتی کیفیت متعدد آیات میں بیان کی گئی۔ حضورؐ ان سب (کفار و مشرکین) کی بد اعمالیوں سے تنگ دل ہوتے تو اللہ تعالیٰ آپ کو تسلی دیتا۔ مختلف آیات ملاحظہ ہوں۔ آل عمران کی آیات ۱۷۶-۱۷۸

[اور جو (اے رسولؐ) لوگ کفر کی اعانت میں پیشقدمی کر جاتے ہیں ان کی وجہ سے تم رنج نہ کرو کیونکہ یہ لوگ اللہ کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے (بلکہ) اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کا کچھ حصہ نہ قرار دے اور ان کے لئے بڑا (سخت) عذاب ہے بیشک جن لوگوں نے ایمان کے عوض کفر خرید کیا وہ ہرگز اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑیں گے (بلکہ آپ اپنا) اور انکے لئے دردناک عذاب ہے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ ہمنے جو ان کو مہلت (وفارغ البالی) دے رکھی ہے وہ انکے حق میں بہتر ہے (حالانکہ) ہم نے مہلت (وفارغ البالی) صرف اسوجہ سے دی ہے تا کہ وہ اور خوب گناہ کرلیں اور (آخر تو) انکے لئے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔]۳:۱۷۶-۱۷۸

سورۃ یونس آیات ۶۵-۶۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور (اے رسولؐ) ان (کفار) کی باتوں کا تم رنج نہ کیا کرو اس میں تو شک نہیں کہ ساری عزت تو صرف اللہ ہی کے لئے ہے وہی سب کی سنتا جانتا ہے آگاہ رہو اسمیں شک نہیں کہ جو لوگ آسمانوں میں ہیں اور جو لوگ

زمین میں ہیں (غرض سب کچھ) اللہ ہی کے ہیں اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر (دوسروں کو) پکارتے ہیں وہ تو (خدا کے فرضی) شریکوں کی راہ پر بھی نہیں چلتے بلکہ وہ تو صرف اپنی اٹکل پر چلتے ہیں اور وہ صرف وہمی وخیالی باتیں کیا کرتے ہیں۔] ۱۰:۶۵-۶۶

اللہ تعالیٰ رسول کو صبر کے لئے ارشاد فرماتا ہے۔ الاحقاف آیت ۳۵ ملاحظہ ہوں۔

[تو (اے رسولؐ) پیغمبروں میں سے جس طرح اولوالعزم ۱ (عالی ہمت) صبر کرتے رہے تم بھی صبر کرو اور ان کے لئے (عذاب کی) تعجیل کی خواہش نہ کرو۔ جس دن یہ لوگ اس (قیامت) کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (انکو معلوم ہوگا کہ) گویا یہ لوگ (دنیا میں) بہت رہے ہونگے تو سارے دن میں سے ایک گھڑی بھر یہ پہنچا دینا ہے تو بس وہی لوگ ہلاک ہونگے جو بدکار تھے۔] ۴۶:۳۵

((۱۔ منجملہ سب انبیاء کے پانچ اولوالعزم پیغمبر کہلاتے ہیں: حضرت نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ یہی حضرات صاحبِ دین وشریعت اور اپنے سابق ادیان کے ناسخ اور اپنے مابعد کے مبشوع تھے ان ہی کو سادات انبیاء کہتے ہیں۔))

انبیاء مسلسل جھٹلائے گئے لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی جھٹلانے والوں کو نیست و نابود کر دیا المومنون آیات ۴۴ تا ۵۲ ملاحظہ ہوں۔

[پھر ہم نے لگاتار بہت سے پیغمبر بھیجے (مگر) جب جب کسی اُمت کا پیغمبر ان کے پاس آتا تو یہ لوگ اسکو جھٹلاتے تھے تو ہم بھی (آگے پیچھے) ایک کو دوسرے کے بعد (ہلاک) کرتے گئے اور ہم نے انھیں (نیست و نابود کر کے) افسانہ بنا دیا تو ایمان نہ لانے والوں پر اللہ کی لعنت ہے پھر ہم نے موسیٰؑ اور ان کے بھائی ہارونؑ ۱ کو اپنی نشانیاں اور واضح و روشن دلیل کے ساتھ فرعون اور اسکے دربار کے امراء کے پاس (رسول بنا کر) بھیجا تو ان لوگوں نے شیخی کی اور وہ تھے ہی بڑے سرکش لوگ آپس میں کہنے لگے کیا ہم اپنے ہی ایسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں حالانکہ ان دونوں کی قوم ہماری خدمتگاری کرتی ہے غرض ان لوگوں نے ان دونوں کو جھٹلایا تو آخر یہ سب کے سب ہلاک کر ڈالے گئے اور ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (توریت) اس لئے عطا کی تھی کہ یہ لوگ ہدایت پائیں اور ہم نے مریمؑ کے بیٹے (عیسےٰؑ) اور ان کی ماں کو (اپنی قدرت کی) نشانی بنائی تھی اور ان دونوں کو ہم نے ایک اونچی ہموار ٹھہرنے کے قابل چشمہ والی زمین پر (رہنے کی) جگہ دی (اور میرا حکم عام تھا) کہ اے پیغمبرو پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے اچھے کام کرو۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو میں اس سے بخوبی واقف ہوں (لوگو) یہ (دین

اسلام) تم سب کا مذہب ایک ہی مذہب ہے اور میں تم لوگوں کا پرور دگار ہوں تو بس مجھ سے ہی ڈرتے رہو۔] ۲۳:۴۴-۵۲

((ا۔جس طرح حضرت موسیٰ کی پیدائش کے قبل لوگوں نے پیشین گوئیاں کی تھیں اور فرعون دشمن ہو گیا تھا اسی طرح ہیرودوس جو بیت المقدس وغیرہ کا بادشاہ تھا حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے قبل نجومیوں نے خبر دی تھی کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہونے والا ہے اسی بناء پر حضرت مریمؑ ہیرودوس کے خوف سے اپنے چچازاد بھائی یوسف بن ثامان اور دیگر متعلقین کے ساتھ ملک شام کو چھوڑ کر چلی گئی تھیں اور بارہ برس تک وہیں مقیم رہیں اور جب وہ ہیرودوس مر گیا تب واپس آئیں یہ واقعہ غالباً حضرت ذکریاؑ کی وفات کے بعد کا ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ کہاں ہجرت کر کے گئی تھیں بعضے رملہ علاقہ مصر بعض دمشق بعض فلسطین، بعضے نجف وفرات، اور بعض کوفہ ونہر فرات کو کہتے ہیں اتنے عرصہ دراز تک حضرت مریمؑ سوت کاتتی تھیں اور اسی سے ماں بیٹے کی بسر اوقات ہوتی تھی۔))

المومنون آیت ۴۴ سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جھٹلانے اور نافرمانی کرنے والوں کو کس طرح ہلاک کیا۔ انسانوں کی اکثریت عموماً کس تیزی سے نظریات کو تبدیل کر کے ارتداد اختیار کرتی ہے انسان عموماً یہی اعتراض کرتا ہے کہ ہم اپنے جیسے ایک آدمی پر کیسے ایمان لے آئیں۔ یہ صرف نفس (امارہ) کی پیروی کا نتیجہ ہے پیغمبروں کو انسان اپنے جیسا آدمی سمجھتا ہے اور پیغمبر (ہدایت یافتہ) کی برتری کو تسلیم نہیں کرتا محض بغض وحسد کی وجہ سے یہ انداز اختیار کرتا ہے آیت (۲۳:۴۵) میں جناب موسیٰؑ وہارونؑ کی برتری پر پھر یہی سوال ہے کہ اپنے ایسے دو آدمیوں پر ایمان لے آئیں! جب انسان ایک نبی یا رسول کو ماننے کے لئے آمادہ نہیں تو پھر دوسرے (جانشین، وزیر یا خلیفہ) کو کس قلب سے تسلیم کرے؟ فرعون خدا (جعلی) بنا ہوا تھا مشرک و کافر تھا اسکی قوم (اکثریت) کو اللہ تعالیٰ نے غرق کر کے ہلاک کر دیا اللہ و رسول کا انکار مشرک و کافر کرتا ہے جناب موسیٰؑ وہارونؑ پر جو ایمان لائے وہی یہودی ہیں ان (یہود) کی نفسیات کے علاوہ مشرک و کافر کے مزاج کو جناب موسیٰؑ کے دور میں بھی سمجھا جائے کیوں کہ یہ سب آیات میں تفصیل سے بیان کئے جائینگے کفار ومشرکین کی کیفیت پر قبل بھی آیات پیش کی گئی ہیں انسان (خصوصاً یہود ونصاریٰ) کی نفسیات بڑی غور طلب ہے۔

المومنون کی آیت ۴۹ میں جناب عیسیٰؑ کا تذکرہ ہے اس لئے آپؑ کی قوم (عیسائیوں) کا مزاج بھی آیات کی روشنی میں بیان کیا جائیگا یہود کی نفسیات خصوصاً غور طلب ہیں النساء آیات ۱۵۳-۱۵۸ ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسولؐ) اہل کتاب (یہود) جو تم سے درخواست کرتے ہیں کہ تم ان پر ایک کتاب آسمان سے

اترو ادوتو (تم اس کا خیال نہ کرو کیونکہ) یہ لوگ موسیٰؑ سے تو اس سے کہیں (بڑھ) کے درخواست کر چکے ہیں چنانچہ کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کو کھلم کھلا دکھا دو تب ان کو ان کی شرارت کی وجہ سے بجلی نے لے ڈالا پھر (باوجودیکہ) ان لوگوں کے پاس (توحید کی) واضح وروشن دلیلیں آ چکی تھیں اس کے بعد بھی ان لوگوں نے بچھڑے کو (خدا) بنالیا پھر ہمنے اس سے (بھی) طرح دی اور موسیٰؑ کو ہم نے صریحی غلبہ عطا کیا اور ہم نے ان کے عہد (وپیان) کیوجہ سے (ان کے سر) پر (کوہ) طور کو لٹکا دیا اور ہم نے ان سے کہا کہ (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور ہم نے کہا کہ تم ہفتہ کے دن (ہمارے حکم سے) تجاوز۲ نہ کرنا۔ اور ہم نے ان سے بہت مضبوط عہد (وپیان) لے لیا۔ پھر انکے اپنے عہد توڑ ڈالنے اور احکام خدا سے انکار کرنے اور ناحق انبیاء کے قتل کرنے اور (اترا کر) یہ کہنے کی وجہ سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں (یہ تو نہیں) بلکہ اللہ نے انکے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر کردی ہے تو چند آدمیوں کے سوا یہ لوگ ایمان نہیں لائینگے اور (نیز) ان کے کافر ہونے اور مریمؑ پر بہت بڑا بہتان باندھنے اور ان کے پاس اس کہنے کی وجہ سے کہ ہم نے مریمؑ کے بیٹے عیسےٰؑ مسیح اللہ کے رسول کو قتل کر ڈالا۔ حالانکہ نہ تو ان لوگوں نے اسے قتل ہی کیا اور نہ سولی ہی دی مگر ان کے لئے (ایک دوسرا شخص عیسےٰؑ کے) مشابہ کر دیا گیا اور جو لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں یقیناً وہ لوگ اس (کے حالات) کی طرف سے دھوکے میں ہیں ان کو اس (واقعہ) کی خبر ہی نہیں مگر فقط اٹکل کے پیچھے (پڑے) ہیں اور عیسےٰؑ کو ان لوگوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے انھیں اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ تو بڑا زبردست تدبیر والا ہے] ۴:۱۵۳-۱۵۸

((۱۔ یہودیوں کی تو گویا سرشت میں شرارت تھی ایک مرتبہ حضرتؐ سے کہنے لگے کہ جس طرح توریت مختلف لوگوں کے نام سے یکبارگی نازل ہوئی ہے اسی طرح قرآن اگر ہم لوگوں کے نام سے نازل ہو اور وہ بھی اس طرح کہ ہم لوگ اس کو آتے ہوئے دیکھیں اور اس میں یہ لکھا ہو کہ تم پیغمبر ہو تو البتہ ہم ایمان لا سکتے ہیں یہ سوال اگرچہ کچھ معقول تھا مگر چونکہ ان لوگوں کو کٹ حجتی کے سوا کچھ اور منظور نہ تھا اس وجہ سے خدا نے اسے منظور نہیں کیا اور اپنے رسولؐ کی تشفی کے واسطے فرمایا کہ تم گھبراؤ نہیں موسےٰؑ سے تو اس سے کہیں زیادہ بے ڈھنگے سوالات کئے گئے تھے۔))

((۲۔ جس طرح مسلمانوں کے لئے جمعہ اور عیسائیوں کے لئے یک شنبہ کا دن بزرگ اور عبادت کا ہے اسی طرح یہودیوں کے لئے شنبہ کا دن ہے کچھ بنی اسرائیل دریا کے کنارے شہر ایلہ میں رہتے تھے اور اُن کو شنبہ

کے دن شکار کھیلنے کی ممانعت تھی بنی اسرائیل جن کی گھٹی میں شرارت گھول کر پلائی گئی تھی اپنی فطرت سے بھلا کب چوکنے والے تھے دریا کے کنارے بڑے بڑے گڑھے کھودے اور دریا اور گڑھے کے درمیان نالیاں بنائیں۔ جمعہ کے دن جا کر نالیاں کھود آتے۔ پانی کے ساتھ مچھلیاں بہہ آتیں اور پھر جا کر گڑھے کے منہ کو بند کر دیتے مچھلیاں محفوظ ہو جاتیں اور یکشنبہ کے دن جا کر نکال لاتے اس مکاری کی ہر چند ممانعت کی گئی مگر یہ لوگ کب سنتے تھے آخر حضرت داؤدؑ کی بددعا سے چند آدمیوں کے سوا مرد عورتیں سب کے سب بندر بن گئے تین روز تک زندہ رہے پھر سب کے سب مر گئے پھر خدا نے ایک ہوا بھیجی جس نے ان سب کو دریا میں پھینک دیا۔))

((ا۔ یہ تفسیر آل عمران کی آیت ۵۴ میں بیان کی گئی ہے۔ تفسیر۲ صفحہ ۱۷۴۔))

یہود کی کیفیت البقرۃ آیات ۷۵-۸۰ ملاحظہ ہوں۔

[(مسلمانو) کیا تم یہ لالچ رکھتے ہو کہ وہ تمھارا (سا) ایمان لائیں گے حالانکہ ان میں کا ایک گروہ (سابق میں) ایسا تھا کہ اللہ کا کلام سنتا تھا اور اچھی طرح سمجھنے کے بعد الٹ پھیر کر دیتا تھا حالانکہ وہ خوب جانتے تھے اور جب ان لوگوں سے ملاقات کرتے ہیں جو ایمان لائے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے اور جب ان میں سے بعض بعض کے ساتھ تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ جو کچھ خدا نے تم پر (توریت میں) ظاہر کر دیا ہے کیا تم (مسلمانوں کو) بتا دو گے تا کہ اسکے سبب سے (کل) تمھارے خدا کے پاس تم پر حجت لائیں کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ لیکن کیا وہ لوگ نہیں جانتے کہ وہ لوگ جو کچھ چھپاتے ہیں یا ظاہر کرتے ہیں اللہ سب کچھ جانتا ہے اور کچھ ان میں سے ایسے اَن پڑھ ہیں کہ وہ کتاب خدا کو اپنے مطلب کی باتوں کے سوا کچھ نہیں سمجھتے اور وہ فقط خیالی باتیں کیا کرتے ہیں پس وائے ہو ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھ سے کتاب لکھتے ہیں پھر کہتے (پھرتے) ہیں کہ یہ اللہ کے یہاں سے (آئی) ہیں تا کہ اس کے ذریعہ سے تھوڑی سی قیمت (دنیوی فائدہ) حاصل کریں پس افسوس ہے ان پر کہ ان کے ہاتھوں نے لکھا اور پھر افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گنتی کے چند دنوں کے سوا ہمیں آگ چھوئے گی بھی تو نہیں (اے رسولؐ ان لوگوں سے) کہو کہ کیا تم نے اللہ سے کوئی اقرار لے لیا ہے کہ پھر وہ کسی طرح اپنے اقرار کے خلاف ہرگز نہ کریگا یا بے سمجھے بوجھے اللہ پر طوفان جوڑتے ہیں۔] ۲:۷۵-۸۰

((ا۔ یہ قصہ بھی علماء یہود کا ہے کہ وہ لوگ اپنے نفع دنیوی کے خیال سے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ حضرت رسولؐ کے طرف دار ہو جائیں اور ہمارا نذرانہ غائب ہو جائے توریت میں تحریفیں کرتے تھے کیونکہ توریت میں حضرت رسولؐ کے صفات میں لکھا تھا خوبصورت گھونگر والے بال، گندم گوں، سیاہ چشم، میانہ قد اور ان لوگوں

نے اس کو مٹا کر اُس کی جگہ یہ لکھ دیا:

دراز قد، کبود چشم، سفید رنگ، سیدھے بال، کانا۔ جو صفتیں دجّال کی ہیں۔

اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔))

کتابوں کا نزول اور یہود کی نفسیاتی کیفیت البقرہ کی آیات ۸۷ تا ۹۳ ملاحظہ ہوں۔

[اور یہ تحقیقی بات ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (توریت) دی اور ان کے بعد بہت سے پیغمبروں کو انکے قدم بہ قدم لے چلے اور مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ کو (بھی بہت سے) واضح اور روشن معجزے دیئے اور پاک روح (جبرئیلؑ) کے ذریعے سے ان کی مدد کی۔ (کیا تم اس قدر بد دماغ ہو گئے ہو) کہ جب کوئی پیغمبر تمھارے پاس تمھاری خواہش نفسانی کے خلاف کوئی حکم لیکر آیا تو تم اکڑ بیٹھے پھر تم نے بعض (پیغمبروں) کو تو جھٹلایا اور بعض کو جان سے مار ڈالا۔ اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھا ہوا ہے۔ (ایسا نہیں) بلکہ ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے انپر لعنت کی ہے پس کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے کتاب (قرآن) اور وہ اس (کتاب توریت) کی جو ان کے پاس ہے تصدیق بھی کرتی ہے اور اس سے پہلے (اس کی امید پر) کافروں پر فتحیاب ہونے کی دعائیں مانگتے تھے پس جب ان کے پاس وہ چیز جسے پہچانتے تھے آ گئی تو لگے انکار کرنے، پس کافروں پر اللہ کی لعنت ہے کیا ہی برا ہے وہ کام جس کے مقابلے میں (اتنی بات پر) وہ لوگ اپنی جانیں بیچ بیٹھے ہیں کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنی عنایت سے کتاب نازل کیا کرے اس رشک سے جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے سب کا انکار کر بیٹھے پس ان پر غضب پر غضب ٹوٹ پڑا اور کافروں کے لئے (بڑی) رسوائی کا عذاب ہے اور جب ان سے کہا گیا کہ جو (قرآن) اللہ نے نازل کیا ہے اس پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے کہ ہم تو (اسی کتاب توریت) پر ایمان لائے ہوئے ہیں جو ہم پر نازل کی گئی تھی اور اس (کتاب قرآن) کو جو اسکے بعد (آئی) ہے نہیں مانتے حالانکہ وہ (قرآن) حق ہے اور (اس کتاب توریت) کی جو ان کے پاس ہے تصدیق بھی کرتی ہے (مگر اس کتاب قرآن کا جو اسکے بعد آئی ہے انکار کرتے ہیں) (اے رسولؐ) انسے یہ تو پوچھو کہ تم (تمھارے بزرگ) اگر ایماندار تھے تو پھر کیوں خدا کے پیغمبروں کو سابق میں قتل کرتے تھے اور تمھارے پاس موسیٰؑ تو واضح و روشن معجزے لے کر آ ہی چکے تھے پھر بھی تم نے انکے بعد بچھڑیکو (اللہ ہی) بنالیا اور اس سے تم اپنے ہی اوپر ظلم کرنیوالے تھے اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہمنے تمسے عہد لیا اور (کوہ) طور کو (تمھاری عدول حکمی سے) تمھارے سر پر لٹکایا اور (ہم نے کہا کہ یہ کتاب توریت) جو ہم نے دی ہے مضبوطی

سے لئے رہو اور (جو کچھ اس میں ہے) سنو۔ تو کہنے لگے سنا تو (سہی لیکن) ہم اسکو مانتے نہیں انکی بے ایمانی کیوجہ سے (گویا) بچھڑے کی الفت گھولکر انکے دلوں میں پلا دی گئی (اے رسولؐ) ان لوگوں سے کہد و کہ اگر تم ایماندار ہتے تو تمھیں تمھارا ایمان ہی کیا برا حکم کرتا ہے۔]۲:۸۷-۹۳

((۱۔ مطلب یہ تھا کہ ہمارے دل گویا کئی تہوں کے اندر ہیں کہ ہم پر تعلیم کا اثر نہیں ہو سکتا خدا نے ان کے جواب میں فرمایا' کہ یہ نہیں بلکہ ان پر خدا کی پھٹکار ہے۔))

((۲۔ یہودی توریت میں پیغمبر آخر الزمانؐ کی پیشین گوئیاں دیکھ کر کہا کرتے تھے کہ خدا کرے جلد ظاہر ہوں کہ ہم کو کفار پر غلبہ ہو مگر جب مبعوث ہوئے تو اپنی پرانی جہالت پر اڑ گئے آخر اس کا نتیجہ ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہ ہوا۔))

رسولؐ کو اُنظرنا کہا جائے۔ یہود کی نفسیاتی کیفیت البقرۃ ۱۰۴-۱۰۵ ملاحظہ ہوں۔

[اے ایماندارو تم (رسولؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہو تو) راعنا۱ (ہماری رعایت کر) نہ کہا کرو بلکہ اُنظرنا (ہم پر نظر متوجہ فرما) کہا کرو اور (جی لگا کر) سنتے رہو اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے (اے رسولؐ) اہل کتاب میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ اور مشرکین یہ نہیں چاہتے ہیں کہ تم پر تمھارے پروردگار کی طرف سے بھلائی (وحی) نازل کی جاوے اور (ان کا تو اس میں کچھ اجارہ نہیں) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑا افضل کرنے والا ہے]۲:۱۰۴-۱۰۵

((۱۔ عبرانی زبان میں رآع کے معنی بَد کے ہیں اور عربی میں چرواہے اور رعایت کرنے کے ہیں جب حضرت رسولؐ کوئی بات بیان فرماتے تھے اور کسی کی سمجھ میں نہ آتی تھی تو لوگ روک کر مکرر پوچھتے تھے اور آنحضرتؐ اس کو بیان فرما دیتے یہود جب ایسی صحبتوں میں شریک ہوتے اور ان کو روکنا مقصود ہوتا تو راعنا کر کے خطاب کرتے مسلمان بھی ان کی دیکھا دیکھی بے سمجھے بوجھے یہی کہنے لگے تو خدا نے ان کو منع کیا کہ تم راعنا کہہ کر خطاب نہ کیا کرو کیونکہ اس میں دو پہلو مذمت کے ہیں یعنی اے ہمارے چرواہے اور ہمارے بد اور ایک پہلو اچھا ہے یعنی ہماری رعایت کر۔ بلکہ اُنظرنا کہہ کر خطاب کیا کرو کہ اس میں کوئی پہلو مذمت کا نہیں ہے۔))

مسلمانوں کو کافر بنانے کی یہود کی کیفیت البقرۃ آیت ۱۰۹ ملاحظہ ہو۔

[(مسلمانو) اہل کتاب میں سے اکثر لوگ اپنے دلی حسد کی وجہ سے یہ خواہش۲ رکھتے ہیں کہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر کافر بنا دیں (اور لطف تو یہ ہے کہ) ان پر حق ظاہر ہو چکا ہے اس کے بعد (بھی یہ تمنا باقی ہے)

پس تم معاف کرواور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا (کوئی اور) حکم بھیجے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔] ۲:۱۰۹

((۲۔ جنگ احد کے بعد یہودیوں نے حضرت عمار اور حذیفہ سے کہا کہ اگر تمھارے پیغمبر برحق ہوتے تو یہ شکست نہ ہوتی اب بھی کہا مانو ہمارے دین میں چلے آؤ۔ حضرت عمار نے جواب دیا کہ فتح وشکست کہیں حق وباطل کی معیار ہوسکتی ہے ہم دین اسلام کو تو نہ چھوڑیں گے جب یہ خبر حضرت رسول کو ملی تو حضرت نے عمار کے حق میں دعا کی اور یہ آیت نازل ہوئی۔))

مسلمانوں کو گمراہ کرنیکی یہود کی نفسیات سورۃ آل عمران آیات ۶۹-۷۲ ملاحظہ ہوں۔

[(مسلمانو!) اہل کتاب سے ایک گروہ نے بہت چاہا کہ کسی طرح راہ راست سے بھٹکا دیں۔ حالانکہ وہ (اپنی تدبیروں سے) تم کو تو نہیں مگر اپنے ہی کو بھٹکاتے ہیں اور اس کو سمجھتے (بھی) نہیں۔ اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو حالانکہ تم خود گواہ بن سکتے ہو اے اہل کتاب تم کیوں حق وباطل کو گڈ مڈ کرتے ہو اور حق کو چھپاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو اور اہل کتاب سے ایک گروہ نے (اپنے لوگوں سے) کہا کہ مسلمانوں پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس پر صبح سویرے ایمان لاؤ اور آخر وقت انکار کر دیا کرو شاید مسلمان (اس تدبیر سے اپنے دین سے) پھر جائیں۔] ۳:۶۹-۷۲

((۱۔ خیبر یا غزنی کے بارہ یہودیوں نے مشورہ کیا کہ تم صبح کو جا کر ظاہر میں مسلمان ہو جاؤ اور شام کو جا کر پھر جاؤ تو شائد اس حیلہ سے مسلمان بھی پھر جائیں کیوں کہ وہ سمجھیں گے کہ یہ لوگ منصف تھے کہ اپنا دین چھوڑ کر ہمارے دین میں آئے تھے پھر کچھ ایسی ہی غلطی پائی کہ پھر گئے مگر دل سے ہرگز اسلام کو نہ ماننا۔ اس مکاری کو خدا نے مسلمانوں پر ظاہر کر دیا اور کہہ دیا کہ ہدایت وہی ہے جسے اللہ دے مگر تم کو تو یہ حسد ہے کہ نبوت برابر بنی اسرائیل میں تھی اب دوسرے فریق میں کیوں گئی۔ تو یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے دے اس میں کسی کا کیا اجارہ۔))

اللہ تعالیٰ کو حسرت ہے کہ اہل کتاب ایمان لاتے۔ پھر ان کی کیفیت کا بھی اظہار ہے آل عمران کی آیات ۱۱۰ (جزوی) ۱۱۱ ملاحظہ ہوں۔

[اور اگر اہل کتاب بھی ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہت اچھا ہوتا ان میں سے کچھ ہی تو ایماندار ہیں اور اکثر بدکار (مسلمانو) یہ لوگ معمولی اذیت کے سوا تمھیں ہرگز ضرر نہیں پہنچا سکتے اور اگر تم سے لڑیں گے تو انھیں تمھاری طرف پیٹھ ہی کرنی پڑیگی اور پھر انکی کہیں سے مدد بھی نہیں پہنچے گی۔] ۳:۱۱۰-۱۱۱

اللہ تعالیٰ کی رسول کو تسلی اور یہود کی جاسوسی نفسیاتی کیفیت۔ المائدۃ آیات ۴۱ تا ۴۳ ملاحظہ ہوں۔

[اے رسولؐ جو لوگ کفر کی طرف لپک کر چلے جاتے ہیں تم انکا غم نہ کھاؤ ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ اپنے منھ سے (بے تکلف) کہہ دیتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔ حالانکہ ان کے دل بے ایمان ہیں اور بعض یہودی ایسے ہیں کہ (جاسوسی کی غرض سے) جھوٹی باتیں بہت (شوق سے) سنتے ہیں تا کہ کفار کے دوسرے گروہ کو جو تمھارے پاس نہیں آئے ہیں سنائیں۔ یہ لوگ (توریت کے) الفاظ کی انکے اصلی معانی کے (معلوم ہونیکے) بعد بھی تحریف کرتے ہیں (اور لوگوں سے) کہتے ہیں کہ (یہ توریت کا حکم ہے) اگر (محمدؐ کی طرف سے بھی) تمھیں یہی حکم دیا جائے تو اسے مان لینا اور اگر یہ حکم تم کو نہ دیا جائے تو اس سے الگ ہی رہنا اور (اے رسولؐ) جسکو اللہ عذاب کرنا چاہتا ہے تو اس کیواسطے خدا سے تمھارا کچھ زور نہیں چل سکتا یہ لوگ تو وہی ہیں جنکے دلوں کو اللہ نے (گناہوں سے) پاک کرنیکا ارادہ ہی نہیں کیا (بلکہ) انکے لئے دنیا میں بھی رسوائی ہے اور آخرت میں بھی انکے لئے بڑا عذاب ہوگا یہ (کمبخت) جھوٹی باتوں کو بڑے (شوق سے) سننے والے اور بڑے ہی حرام خور ہیں تو (اے رسولؐ) اگر یہ لوگ تمھارے پاس (کوئی معاملہ لیکر) آئیں تو (تم کو اختیار ہے) خواہ انکے درمیان فیصلہ کر دو یا انسے کنارہ کشی کر و اور اگر تم کنارہ کش رہو گے تو (کچھ خیال نہ کرو) یہ لوگ تمھارا ہرگز کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر ان میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو کیونکہ اللہ انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے اور جب خود ان کے پاس توریت ہے اور اس میں اللہ کا حکم (موجود) ہے تو پھر تمھارے پاس فیصلہ کرانے کو کیوں آتے ہیں اور (لطف تو یہ ہے کہ) اسکے بعد پھر (تمھارے حکم سے) پھر جاتے ہیں اور (سچ تو یہ ہے کہ) یہ لوگ ایماندار ہی نہیں ہیں۔] ۵:۴۱-۴۳

((۱۔ خیبر کے یہودیوں میں سے دو شخصوں نے زناء محصنہ کیا۔ مگر چونکہ یہ دونوں کے دونوں مالدار تھے اور علماء یہود کو انکی رعایت کرنی منظور تھی اگر چہ توریت میں زناء محصنہ کی سزا تھی مگر ان لوگوں نے سنگسار نہ کیا اور اس فکر میں ہوئے کہ اہل اسلام کے یہاں کوئی ہلکی سی سزا ہو تو مان لینا چاہیئے اس کی ٹوہ لگانے کیواسطے بنی نظیر و بنی قریظہ سے جن سے مسلمانوں سے صلح تھی سلسلہ جنبانی کی اور وہ دونوں زانی و زانیہ مدینہ میں آ پہنچے غرض جب یہ مقدمہ پیش ہوا تو آپؐ نے بھی وہی سنگساری کا حکم دیا یہ سن کر تو وہ لوگ گھبرائے یہاں تک کہ وہ بولے کہ یہ حکم توریت کا نہیں ہے آخر ابن صوریا جو ان کے یہاں کا بہت بڑا عالم تھا ثالث قرار پایا جب وہ آیا تو حضرتؐ نے اس سے قسم دیکر پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ توریت کا یہی حکم ہے جو آپؐ نے فرمایا۔ غرض وہ دونوں سنگسار کئے گئے اور علماء یہود کی کچھ پیش نہ گئی۔ انہی کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔))

مسلمانوں کو تنبیہ کہ یہود و نصاریٰ کے مزاج کی ابتری پر غور کریں البقرۃ آیت ۱۲۰ ملاحظہ ہو۔

[اور (اے رسولؐ) نہ تو یہودی کبھی تم سے رضا مند ہوں گے نہ نصاریٰ یہاں تک کہ تم ان کے مذہب کی پیروی کرو۔ (اے رسولؐ) انسے کہدو کہ بسُ اللہ ہی کی ہدایت تو ہدایت ہے (باقی ڈھکوسلا ہے) اور اگر تم اسکے بعد بھی کہ تمھارے پاس علم (قرآن) آچکا ہے ان کی خواہشوں پر چلے تو تم کو اللہ (کے غضب) سے بچانے والا نہ کوئی سر پرست ہوگا نہ مددگار۔] ۲:۱۲۰

حضورؐ کی رسالت نصرانی تقریباً بھلا بیٹھے المائدۃ آیت ۱۴ ملاحظہ ہو۔

[اور جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نصرانی ہیں ان سے ہمنے (ایمان کا) عہد و پیمان لیا تھا مگر جن جن باتوں کی انھیں نصیحت کی گئی تھی ان میں سے ایک بڑا حصہ (رسالت محمدؐ) بھلا بیٹھے تو ہم نے بھی (اسکی سزا میں) قیامت تک ان میں باہم عداوت و دشمنی کی بنیاد ڈالدی (ا) اور اللہ انھیں بہت جلد (قیامت کے دن) بتادیگا کہ وہ کیا کیا کرتے تھے۔] ۵:۱۴

((ا۔ یہ بھی قرآن کی ایک اعلیٰ درجہ کی پیشینگوئی ہے جس کو تیرہ سو برس گزرنے پر بھی ہم اپنے زمانہ میں پاتے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ اہل یورپ کل عیسائی اور دنیا کی تمام اقوام پر غالب ہیں مگر انگلستان، فرانس، روس، اٹلی، امریکہ اور آسٹریا میں ہر ایک دوسرے کا جانی دشمن اور خون کا پیاسا ہے فاعتبروا یااولی الابصار۔))

نصرانی (عیسائی) و یہودی کا مزاج المائدۃ آیات ۱۷ تا ۱۸ ملاحظہ ہوں،

[جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ بس اللہ ہیں وہ ضرور کافر ہوگئے (اے رسولؐ) ان سے پوچھو تو کہ بھلا اگر اللہ مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ اور ان کی ماں کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو مار ڈالنا چاہے تو کون ایسا ہے جس کا خدا سے کچھ بھی زور چلے (اور روک دے) اور سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ بھی ان کے درمیان میں ہے سب اللہ ہی کی سلطنت ہے جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ تو ہر چیز پر قادر ہے اور یہودی اور نصرانی تو کہتے ہیں کہ ہم ہی اللہ کے بیٹے (ا) اور اسکے چہیتے ہیں (اے رسولؐ ان سے) تم کہو کہ (اگر ایسا ہے تو پھر تمھیں تمھارے گناہوں کی سزا کیوں دیتا ہے (تمھارا یہ خیال لغو ہے) بلکہ تم بھی اس کی مخلوقات سے ایک بشر ہو اللہ جسے چاہے گا بخشدے گا اور جسکو چاہے گا سزا دیگا آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیانمیں ہے سب اللہ ہی کا ہے اور (سبکو) اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔] ۵:۱۷-۱۸

((۱۔ یہودیوں اور نصرانیوں کی یہ لن ترانیاں ہمیشہ کی ہیں کہ ہم لوگوں کو جہنم کی آگ چند روزوں کے سوا چھوئے گی بھی نہیں کیوں کہ خدا نے حضرت یعقوبؑ کو وحی کی تھی کہ تیرے فرزند میرے فرزند ہیں ان کو چالیس روز سے زیادہ دوزخ میں نہ رکھوں گا تا کہ آگ ان کے گناہوں کو جلا دے اور وہ پاک ہو جائیں خدا نے اس کے جواب میں فرمایا کہ اگر ایسا ہے تو پھر تمھاری طرح طرح کی سزائیں کیوں ہوئیں۔))

عیسائی کی نفسیاتی کیفیت کہ انجیل کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے اللہ کی تنبیہ المائدۃ آیت ۴۷ ملاحظہ ہو۔

[اور انجیل والوں کو جو کچھ اللہ نے (اس میں) نازل کیا ہے اسکے مطابق حکم کرنا چاہیئے اور جو شخص اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ دے تو ایسے ہی لوگ بد کار ہیں۔] ۵:۴۷

((۱۔ ان آیات میں خدا نے یہودیوں اور عیسائیوں کی اس بات پر ملامت کی ہے کہ وہ لوگ یہودیت اور عیسائیت کے مدعی اور پھر اپنی کتابوں پر عمل نہیں مصرعہ خود اصلاحِ زبان کے مدعی پھر بدزبان کیوں ہو۔))

اہل کتاب کی نفسیاتی کیفیت کہ مال کی لالچ میں غلط بیانی کرتے ہیں آلِ عمران آیات ۷۷-۷۸ ملاحظہ ہوں۔

[بے شک جو لوگ اپنے عہد اور (قسم) اقسام (جو) اللہ (سے کیا تھا اس) کے بدلے تھوڑا (دنیاوی) معاوضہ لے لیتے ہیں ان ہی لوگوں کے واسطے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور قیامت کے دن اللہ انسے بات تک تو کرے گا نہیں اور نہ ان کی طرف نظر (رحمت) ہی کرے گا اور نہ ان کو (گناہوں کی گندگی سے) پاک کریگا اور انکے لئے دردناک عذاب ہے اور اہل کتاب سے بعض ایسے ضرور ہیں کہ کتاب (توریت) میں اپنی زبانیں مروڑ مروڑ کے (کچھ کا کچھ) پڑھ جاتے ہیں تا کہ تم یہ سمجھو کہ یہ کتاب کا جز ہے حالانکہ وہ کتاب کا جز نہیں کہتے ہیں کہ یہ (جو ہم پڑھتے ہیں) اللہ کے یہاں سے (اترا) ہے حالانکہ وہ اللہ کے یہاں سے نہیں (اترا) اور جان بوجھ کر اللہ پر جھوٹ (طوفان) جوڑتے ہیں۔] ۳:۷۷-۷۸

((۱۔ یعنی ان پڑھوں کو دھوکا دیتے ہیں کہ پڑھی تو اپنی گڑھی ہوئی عبارت اور کہہ دیا کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے۔))

جناب عیسیٰؑ سے یہود کا بدترین بغض وحسد کا اظہار اور حضورؐ کا بھی یہود نے انکار کیا المائدۃ آیات ۵۹-۶۰ ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسولؐ) اہل کتاب سے کہو کہ آخر تم ہم میں سوا اس کے اور کیا عیب لگا سکتے ہو کہ ہم اللہ پر اور جو

(کتاب) ہمارے پاس بھیجی گئی ہے اور جو ہم سے پہلے بھیجی گئی ایمان لائے ہیں اور یہ کہ تم میں کے اکثر بدکار ہیں (اے رسولؐ) تم کہدو کہ میں تمھیں اللہ کے نزدیک سزا میں اس سے کہیں بدتر عیب بتادوں۔ (اچھا لو سنو) جس پر اللہ نے لعنت کی ہو اور اس پر غضب ڈھایا ہو اور ان میں سے کسی کو (مسخ کر کے) بندر اور (کسی کو) سور بنادیا ہو اور اس نے (خدا کو چھوڑ کر) شیطان کی پرستش کی ہو پس یہ لوگ درجے میں کہیں بدتر اور راہ راست سے بھٹک کے سب سے زیادہ دور جا پہنچے ہیں۔] ۵:۵۹-۶۰

((ا۔ ایک مرتبہ ابو اسیر بن اخطب اور رافع بن ابی رافع چند یہودیوں کو ساتھ لے کر حضرت رسولؐ کی خدمت میں آئے اور پوچھنے لگے کہ پیغمبرانِ ماسلف میں سے کس پر آپ ایمان رکھتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میں خدا، قرآن اور جو کتابیں حضرت ابراہیمؑ اسحاقؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ پر نازل ہوئی ہیں سب پر ایمان رکھتا ہوں یہودیوں نے جونہی حضرت عیسیٰؑ کا نام سنا آپ کی نبوت سے انکار کر بیٹھے اور بولے کہ ہمارے خیال میں تمھارے دین سے کوئی دین بدتر نہیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔))

المائدہ آیت ۵۹ پر جو تفسیر دی گئی اس کے جواب میں آیت ۶۰ سے بہتر جواب کیا ممکن ہوگا کیونکہ جناب عیسیٰؑ سے اس قدر تنفّر کا انجام آیت ۶۰ ہی کافی ہے۔

یہود و نصاریٰ کا دعویٰ کہ عزیرؑ و مسیحؑ (عیسےٰؑ) اللہ کے بیٹے ہیں ان کے علماء مال جمع کرتے ہیں کہ ایسی نفسیات کا انجام جہنم ہوگا۔ التوبہ آیات ۲۹ تا ۳۵ ملاحظہ ہوں۔

[اہل کتاب میں سے جو لوگ نہ تو (دل سے) اللہ ہی پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ روز آخرت پر اور نہ اللہ اور اسکے رسولؐ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اور نہ سچے دین ہی کو اختیار کرتے ہیں ان لوگوں سے لڑے جاؤ یہاں تک کہ وہ لوگ ذلیل ہو کر (اپنے) ہاتھ سے جزیہ دیں یہود تو کہتے ہیں کہ عزیرؑ اللہ کے بیٹے ہیں اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ مسیح (عیسےٰؑ) اللہ کے بیٹے ہیں یہ تو ان کی بات ہے اور (وہ بھی خود) ان ہی کے منہ سے یہ لوگ بھی ان ہی کافروں کی سی باتیں بنانے لگے جو ان سے پہلے (گزر چکے ہیں) اللہ ان کو قتل (تہس نہس) کرے کہاں بھٹکے جارہے ہیں ان لوگوں نے اپنے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں کو اور اپنے زاہدوں کو اور مریمؑ کے بیٹے مسیحؑ کو اپنا پروردگار بنا ڈالا حالانکہ انھیں سوا اسکے اور حکم ہی نہیں دیا گیا کہ خدائے یکتا کی عبادت کریں اس کے سوا (اور) کوئی قابل پرستش نہیں جس چیز کو یہ لوگ اس کا شریک بناتے ہیں وہ اس سے پاک و پاکیزہ ہے یہ لوگ چاہتے ہیں کہ اپنے منہ سے (پھونک مار کر) اللہ کے نور کو بجھا دیں اور اللہ اس کے سوا کچھ مانتا ہی نہیں کہ اپنے نور کو پورا

کر ہی کے رہے اگر چہ کفار برا مانیں۔ وہی تو (وہ خدا) جس نے اپنے رسولؐ (محمدؐ) کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام ادینوں پر غالب کرے اگر چہ مشرکین برا مانا کریں اے ایماندار و اس میں شک نہیں کہ (یہود و نصاریٰ) کے بہتیرے عالم زاہد لوگوں کے مال ناحق چکھ جاتے ہیں اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے جاتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو (اے رسولؐ) ان کو دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جس دن وہ (سونا چاندی) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پشتیں داغی جائیں گی (اور ان سے کہا جائے گا) یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لئے (دنیا میں) جمع کر کے رکھا تھا تو (اب) اپنے جمع کئے کا مزہ چکھو۔]۹:۲۹-۳۵

((یہ آیت قرآن مجید میں کئی جگہ وارد ہوئی ہے فصول مہمہ میں اس آیت کی تفسیر میں سور بن جبیر سے روایت ہے کہ اس سے مراد مہدیؑ ہیں جو اولاد حضرت فاطمہ سے ہونگے اور اس کی موید وہ روایت ہے جو تفسیر کبیر اور درمنثور وغیرہ میں سعید ابن منصور اور ابن منذر اور بیہقی نے اپنے سنن میں حضرت جابرؓ سے اور عبد بن حمید اور ابوالشیخ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ یہ اسی وقت ہوگا جب اسلام کے سوا نہ کوئی نصرانی رہے گا نہ یہودی نہ اور مذہب والا اور اس وقت بکری بھیڑیئے سے نڈر ہوگی اور گائے شیر سے بے خوف اور انسان سانپ سے مطمئن نہ چوہے کو تھیلی کاٹنے کی مجال ہوگی اور نہ اس زمانہ میں جزیہ کا گزر ہوگا بلکہ یا اسلام یا قتل صلیب توڑ ڈالی جائے گی سور مار ڈالے جائیں گے یہ وہ وقت ہوگا جب حضرت عیسیٰؑ آسمان سے نازل ہوں گے دیکھو تفسیر درمنثور جلد ۳ صفحہ ۲۳۱ سطر ۲۵ اور ۲۶ تفسیر کبیر۔ اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا نزول اسی وقت ہوگا جب امام آخرالزمان حضرت مہدیؑ ظہور فرمائیں گے۔))

وہ عیسائی کافر ہیں جو تین خدا کے قائل ہیں کیونکہ جناب عیسیٰؑ نے اللہ کی یکتائی اور وحدانیت کی تعلیم فرمائی۔ المائدۃ آیات ۷۲ تا ۷۳ ملاحظہ ہوں

[جو لوگ اسکے قائل ہیں کہ مریمؑ کے بیٹے عیسیٰؑ مسیح خدا ہیں وہ سب کافر ہیں حالانکہ مسیح نے خود یوں کہہ دیا تھا کہ اے بنی اسرائیل صرف اللہ کی عبادت کرو جو ہمارا اور تمہارا پالنے والا ہے کیونکہ جس نے اللہ کا شریک بنایا اس پر اللہ نے بہشت کو حرام کر دیا ہے اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں جو لوگ اس کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا (تیسرا) ہے وہ یقیناً کافر ہو گئے۔ (یاد رکھو کہ) خدائے یکتا کے سوا کوئی معبود نہیں اور (خدا کے بارے میں) یہ لوگ جو کچھ بکا کرتے ہیں اگر اس سے باز نہ آئے تو (سمجھ رکھیں کہ) جو لوگ اس میں

سے کافر (کے کافر) رہ گئے ان پر ضرور دردناک عذاب نازل ہوگا۔]۵:۷۲-۷۳

بنی اسرائیل میں سے جو کافر ہو گئے ان پر جناب داوٗدؑ و عیسیٰؑ نے لعنت بھیجی المائدۃ آیت ۷۸ ملاحظہ ہو۔

[بنی اسرائیل میں سے جو لوگ کافر تھے ان پر داوٗدؑ اور مریمؑ کے بیٹے عیسےؑ کی زبانی لعنت[ا] کی گئی یہ (لعنت ان پر پڑی تو صرف) اس وجہ سے کہ (ایک تو) ان لوگوں نے نافرمانی کی اور (پھر ہر معاملہ میں) حد سے بڑھ جاتے تھے۔]۵:۷۸

(([ا]۔ بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے باوجود ممانعت مچھلی کا شکار کیا' ان پر حضرت داوٗدؑ نے لعنت کی اور بندر بن گئے اور جن لوگوں نے باوجود آسمان سے خوان نازل ہونے کے ایمان نہ قبول کیا ان پر حضرت عیسیٰؑ نے لعنت کی اور وہ سُور بن گئے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مستحق لعنت پر لعنت کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ مستحسن ہے ورنہ انبیاء اس کے مرتکب نہ ہوتے۔))

اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کے دور کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے چنانچہ اس دور میں جو گروہ (خصوصاً کفار و مشرکین و منافقین اور صاحبان ایمان) تھے ان کی نفسیات کو بھی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے تا کہ آئندہ (جناب عیسیٰؑ یا حضورؐ کے) ادوار میں اسی لحاظ سے مزاج (نفسیات انسان) کو سمجھا جائے۔

یہودیوں کی جناب موسیٰؑ سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی فرمائش ہی اپنی مجبوری کا احساس اور اللہ کی قدرت کا قائل ہونا ہے۔ ایسا کہنا ہی پیغمبر کی سفارش اور وسیلہ دونوں کو تسلیم کرنا ہے۔ سورۃ البقرۃ آیت ۶۱۔

[جب تم نے کہا کہ اے موسیٰؑ ہم سے ایک ہی کھانے پر رہا نہ جائیگا تو آپ ہمارے لئے اپنے پروردگار سے دعا کیجئے کہ جو چیزیں زمین سے اگتی ہیں جیسے ساگ پات ترکاری اور ککڑی اور گیہوں (یا لہسن) اور مسور اور پیاز (من و سلویٰ کی جگہ) پیدا کرے موسیٰؑ نے کہا تم ایسی چیز کو جو ہر طرح بہتر ہے ادنیٰ چیز سے بدلنا چاہتے ہو تو کسی شہر میں اتر پڑو۔ پھر تمھارے لئے جو تم نے مانگا ہے سب موجود ہے اور ان پر رسوائی اور محتاجی کی مار پڑی اور ان لوگوں نے قہر خدا کی طرف پلٹا کھایا یہ اس سبب سے ہوا کہ وہ لوگ اللہ کی نشانیوں سے انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے تھے اور اس وجہ سے (بھی) کہ وہ نافرمانی اور سرکشی کیا کرتے تھے۔] (۲:۶۱)

یہودیوں نے پھر جناب موسیٰؑ کو وسیلہ بنا کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کی درخواست کی۔ البقرہ آیات ۶۷ تا ۷۱۔

[اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم لوگوں کو تاکیدی حکم کرتا ہے کہ ایک گائے[ا] ذبح کرو وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہم سے دل لگی کرتے ہو۔ موسیٰؑ نے کہا میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ میں جاہل

بنوں۔(تب) وہ لوگ کہنے لگے کہ تم اپنے اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں بتا دے کہ وہ گائے کیسی ہو۔ موسیٰؑ نے کہا بیشک اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ بہت بوڑھی ہو نہ بچھیا بلکہ ان میں سے اوسط درجہ کی ہو۔ غرض جو تم کو حکم دیا گیا ہے اسکو بجالاؤ۔ وہ کہنے لگے (واہ) تم اپنے اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں یہ تو بتا دے کہ اسکا رنگ آخر کیا ہو۔ موسیٰؑ نے کہا بیشک اللہ فرماتا ہے کہ وہ گائے خوب گہرے زرد رنگ کی ہو کہ دیکھنے والے (اسے دیکھ کر) خوش ہو جائیں۔ تب کہنے لگے تم اپنے اللہ سے دعا کرو کہ ہمیں ذرا یہ تو بتا دے کہ وہ (گائے) اور کیسی ہو۔ گائے ہم پر مشتبہ ہوگئی ہے اور اگر اللہ نے چاہا تو ہم ضرور (اس کا) پتہ لگالیں گے۔ موسیٰؑ نے کہا اللہ ضرور فرماتا ہے کہ وہ گائے نہ تو اتنی سدھائی ہوئی ہو کہ زمین جوتے اور نہ کھیتی سینچے۔ بھلی چنگی یک رنگ کہ اس میں کوئی دھبہ تک نہ ہو۔ وہ بولے اب ٹھیک ٹھیک بیان کیا۔ غرض ان لوگوں نے وہ گائے حلال کی حالانکہ ان سے امید نہ تھی کہ وہ ایسا کرینگے۔] ۲:۶۷-۷۱

((ا۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانے میں ایک عورت بہت حسین وخوبصورت تھی اسکے پاس ایک شخص نے جس کا نام عامیل تھا اور بہت نیک ومالدار آدمی تھا شادی کا پیغام بھیجا اور عامیل کے چچازاد بھائی نے بھی پیغام دیا اس عورت نے عامیل کے پیغام کو منظور کرلیا اور شادی ہوگئی اس کے چچازاد بھائی نے اس رشک وحسد میں ایک دن شب کیوقت عامیل کو قتل کرڈالا اور اسکی لاش دوسرے محلّہ کی مسجد کے دروازے پر رکھ آیا اور پھر خود صبح کو اس کے قصاص کا دعویدار ہوا۔ بنی اسرائیل میں اسکا سخت ہنگامہ ہوا ہر قبیلہ دوسرے کو اسکے قتل کا مجرم بتاتا تھا۔ اللہ کا یہ حکم ہوا کہ تم ایک گائے کو ذبح کر کے اس کے گوشت کا ایک ٹکڑا لے کر اسکی لاش پر مارو وہ خود زندہ ہو کر اپنے قاتل کا پتہ بتادیگا پہلے تو بنی اسرائیل نے گائے ہی کے بارے میں کٹ حجتیاں کیں۔ حالانکہ اگر حکم کے ساتھ ہی کوئی سی گائے لیکر ذبح کر دیتے تو ان کے بکھیڑے نہ پڑتے پھر اسکے بعد خریداری میں گائے کی وہ وہ شرارتیں اور حماقتیں کیں کہ آخر نیک مرد دیندار کو جو محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجا کرتا تھا اور اپنے باپ کا بڑا مطیع تھا۔ ان دونوں باتوں کے صلہ میں اللہ نے ان احمقوں کے ہاتھ سے ایک گائے کی قیمت اتنی دلائی کہ اس شہر کے بنی اسرائیل سب کے سب محتاج ومفلس ہوگئے کیونکہ انھیں اس گائے کی قیمت یہ دینی پڑی کہ اس گائے کی کھال میں جتنا سونا آسکے غرض بعد خرابی بسیار ان لوگوں نے گائے ذبح کی اور ایک ٹکڑا گوشت کا مارنا تھا کہ وہ میت اٹھ بیٹھی اور اس نے اپنے چچازاد بھائی کو اپنا قاتل بتایا اور پھر اس کو دوبارہ عمر بھی عطا ہوئی۔))

[اور جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا اور تم میں اسکی بابت پھوٹ پڑگئی کہ ایک دوسرے کو قاتل بنانے لگا اور

جو تم چھپاتے تھے اللہ کو اسکا ظاہر کرنا منظور تھا پس ہمنے کہا کہ اس گائے کا کوئی ٹکڑا لے کر اس (کی لاش) پر مارو یوں اللہ مردے کو زندہ کرتا ہے(ا) اور تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھا دیتا ہے تا کہ تم سمجھو۔] ۲:۲۷-۷۳

((ا۔ یعنی جس طرح یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک گوشت کا ٹکڑا مردے کو چھوا دینے سے کیونکر زندہ ہو گیا کیونکہ بظاہر کوئی تعلق ایک دوسرے سے نہیں اسی طرح سینکڑوں اور ہزاروں برس کے مردے کا جی اٹھنا بھی سمجھ میں آنے کی بات نہیں۔ مگر اللہ تو اپنی قدرت سے یوں ہی زندہ کر دیگا۔ **فاعتبرُو ایا اولی الابصار ۔))**

اہل کتاب میں سے جو کافر ہو گئے اور مشرکین یہ دونوں رسولؐ کے دشمن ہو گئے اور یہ نہیں چاہتے تھے کہ حضورؐ پر وحی نازل ہو۔ یہ کہنا ہی رسولؐ و رسالت سے بغض وحسد کا اظہار ہے (۲:۱۰۵)

بنی اسرائیل کے سرداروں نے اپنے نبی جناب شموئیلؑ کو وسیلہ اور سفارشی سمجھ کر دعا کرائی کہ ہمارے لئے بادشاہ کا تعین فرمایئے۔ آیات ۲۴۶ تا ۲۵۱ ملاحظہ ہوں؟

[(اے رسولؐ) کیا تم نے موسیٰؑ کے بعد بنی اسرائیل کے سرداروں پر نظر نہیں کی جب انھوں نے اپنے نبی (شموئیلؑ) سے کہا کہ ہمارے واسطے ایک بادشاہ مقرر کیجئے تا کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں (پیغمبر نے) فرمایا کہیں ایسا نہ ہو کہ جب تم پر جہاد واجب کیا جائے تو تم نہ لڑو کہنے لگے جب ہم اپنے گھروں اور بال بچوں سے نکالے جا چکے تو پھر ہمیں کون سا عذر باقی ہے کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد نہ کریں پھر جب انپر جہاد واجب کیا گیا تو ان میں سے چند (۳۱۳) آدمیوں کے سوا سب نے لڑنے سے منھ پھیرا اور اللہ تو ظالموں کو خوب جانتا ہے اور انکے نبی نے ان سے کہا کہ بیشک اللہ نے (تمھاری درخواست کے مطابق) طالوت(۲) کو تمھارا بادشاہ مقرر کیا تب کہنے لگے اسکی حکومت ہم پر کیونکر ہو سکتی ہے حالانکہ سلطنت کے حقدار(۳) اس سے زیادہ تو ہم ہیں کیونکہ اسے تو مال کے اعتبار سے بھی فارغ البالی (تک) نصیب نہیں (نبی نے) کہا اللہ نے اسے تم پر فضیلت دی ہے اور (مال میں نہ سہی مگر) علم اور جسم کا پھیلاؤ تو اسی کا اللہ نے زیادہ فرمایا ہے اور اللہ اپنا ملک جسے چاہے دے اور اللہ بڑی گنجائش والا (اور) واقف کار ہے۔] ۲:۲۴۶-۲۴۷

((۲۔ جب بنی اسرائیل کی تمنا پر حضرت شموئیلؑ نے دعا کی تو اللہ نے ایک برتن روغن سے بھرا ہوا اور ایک عصا نازل کیا اور وحی بھیجی کہ ان لوگوں میں سے جس کے آنے پر روغن جوش کھانے لگے اور عصا اس کے قد کے برابر ہو جائے۔ اسی کو بنی اسرائیل کا بادشاہ مقرر کر دو یہ سن کر بہت سے لوگ بن ٹھن کر آئے مگر کچھ نہ ہوا جب طالوت آیا جو سقائی کا پیشہ کرتا تھا تو روغن بھی جوش کھانے لگا اور عصا بھی اسکے قد کے برابر ہو گیا یہ دیکھ کر حضرت

شموئیلؑ نے اسکو بادشاہ بنایا۔))

((۳۔ حضرت شموئیلؑ نے طالوت کو بادشاہ بنایا تو بنی اسرائیل اپنی قدیم عادت کے موافق لگے اعتراض کرنے اور اپنے نبی سے بحث کرنے لگے کیونکہ انکی خواہش یہ تھی کہ جس کے پاس خزانہ مال تزک واحتشام ہو اسی کو بادشاہ ہونا چاہیئے اور حضرت شموئیلؑ کا جواب تمدن کے قاعدہ پر مبنی تھا کہ سلطنت کا کام ظاہری تزک سے نہیں چلتا اس کے لئے علم وحکمت کے خزانہ کی ضرورت ہے اور اسی کا لحاظ خداوند عالم نے بھی ہمیشہ ہر نبی یا خلیفہ کے مقرر کرنے میں رکھا ہے۔ بیعت اور غلبہ اور بھیڑ یا دھسان خلقت کا اجماع کوئی چیز نہیں۔ فاعتبرؤ وایا اولی الابصار۔))

[اور انکے نبی نے ان سے یہ کہا اسکے (منجانب اللہ) بادشاہ ہونیکی یہ پہچان ہے کہ تمھارے پاس وہ صندوق۱ آجائیگا جس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے تسکین دہ چیزیں اور ان تبرکات سے بچا کھچا ہوگا جو موسیٰؑ وہارونؑ کی اولاد یادگار چھوڑ گئی ہے اور اس صندوق کو فرشتے اٹھائے ہونگے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو بیشک اس میں تمھارے واسطے (پوری) نشانی ہے پھر جب طالوت لشکر سمیت (شہر ایلیا) سے روانہ ہوا تو اپنے ساتھیوں سے کہا (دیکھو آگے) ایک نہر (ملے گی اس سے) یقیناً اللہ تمھارے (صبر کی) آزمائش کریگا پس جو شخص اسکا پانی پئے گا وہ مجھ سے (کچھ واسطہ) نہیں رکھتا اور جو اسکو نہ چکھے گا وہ بیشک مجھ سے ہوگا مگر (ہاں) جو اپنے ہاتھ سے ایک (آدھ) چلو بھر لے (تو کچھ حرج نہیں) اور چند آدمیوں کے سوا سب نے اسکا پانی پی لیا (خیر) جب طالوت اور جو مومنین انکے ساتھ تھے۲ نہر سے پار ہوگئے تو (خالص) مومنوں کے سوا سب کے سب کہنے لگے کہ ہم میں تو آج جالوت اور اسکی فوج سے لڑنے کی سکت نہیں مگر وہ لوگ جن کو یقین ہے کہ (ایک دن) اللہ کو منہ دکھانا ہے بول اٹھے کہ ایسا بہت ہوا ہے کہ اللہ کے حکم سے چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آگئی ہے اور اللہ صبر کرنیوالوں کا ساتھی ہے غرض جب لوگ جالوت اور اسکی فوج کے مقابلہ کو نکلے تو دعا کی اے میرے پروردگار ہمیں کامل صبر عطا فرما اور (میدان جنگ میں) ہمارے قدم جمائے رکھ اور ہمیں کافروں پر فتح عنایت کر۔ پھر تو ان لوگوں نے اللہ کے دشمنوں کو شکست دی اور داؤد۱ نے جالوت کو قتل کیا اور اللہ نے انکو سلطنت اور تدبیر تمدن عطا کی اور (علم وہنر) جو چاہا انھیں گھول کے پلا دیا اور اگر اللہ بعض لوگوں کے ذریعے سے بعض کا دفعہ (شر) نہ کرتا تو تمام روئے زمین میں فساد پھیل جاتا مگر اللہ تو سارے جہان کے لوگوں پر فضل (ورحم) کرتا ہے۔] ۲:۲۴۸-251

((۱۔ اسی کا نام تابوت سکینہ ہے یہ وہ صندوق ہے جس میں حضرت موسیٰؑ کی ماں نے آپ کو بند کرکے

دریا میں ڈال دیا تھا اور اس میں بہت سی چیزیں تبرک کی تھیں کئی نبیوں کی تصویریں اور انکے گھروں کی نقلیں ایک گھر یاقوت کا تھا اس میں جناب رسالت مآب ؐ کی تصویر تھی آپ ؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور آپ ؐ کے گرد آل واصحاب خاص کا جھرمٹ ہے اور ایک نوجوان تلوار لئے ہوئے ہے اور اسکی پیشانی پر لکھا ہوا ہے یہ پیغمبر کا چچازاد بھائی ہے اور اللہ اسکا مددگار ہے اس صندوق میں حضرت موسیٰ ؑ کا عصا اور توریت کی دو تختیاں اور آسمانی ترنجبین' حضرت ہارون ؑ کا عمامہ انکی جوتیاں وغیرہ وغیرہ بھی تھیں بنی اسرائیل اس صندوق کو بہت متبرک سمجھتے تھے اور جب کسی لڑائی پر جاتے تو اسکو آگے آگے رکھتے جب جالوت کو ان پر غلبہ ہوا تو اس صندوق کو بھی چھین لے گئے۔ جب بنی اسرائیل طالوت کے ساتھ لڑنے گئے تو جالوت کے لوگوں نے اس صندوق کو چھکڑے پر لاد کر انکی طرف ہنکا دیا کہ یہی فساد کی جڑ ہے فرشتے انکو گھسیٹ کر بنی اسرائیل کی طرف لے آئے یہ لوگ اسکو بہت غنیمت سمجھے اور اسکو فال نیک سمجھ کر قوی دل ہو گئے اور جم کر لڑنے لگے۔))

((۲۔ جب بنی اسرائیل طالوت کے ساتھ جالوت کے مقابلہ کو نکلے تو گرمی کے دن تھے پیاس کے مارے پریشان ہو گئے طالوت سے کہنے لگے اللہ سے دعا کرو کہ کوئی نہر ملے۔ غرض ایک نہر ظاہر ہوئی اور طالوت نے سب کو سمجھا دیا کہ یہ آزمائش کی نہر ہے جس نے ایک چلو پانی پیا وہ مجھ سے ہے اور جس نے زیادہ پیا وہ مجھ سے نہیں ہے مگر جب یہ لوگ نہر کے کنارے پہنچے تو تین سو تیرہ آدمیوں کے سوا سب کے سب منہ کے بل پانی پر گر پڑے اور خوب ڈگڈگا کے پانی پیا۔ آخر انکے ہونٹ سیاہ ہو گئے اور چلنے سے مجبور ہو گئے اور کتنا ہی پانی پیتے تھے مگر پیاس نہ بجھتی تھی اور جن لوگوں نے ایک چلو پانی پیا تھا وہ اچھے رہے اور پیاس بھی بجھ گئی۔))

ان آیات مبارکہ ۲۴۶-۲۵۱ میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کے طریقہ زندگی یا طرز کو انتہائی مختصر انداز میں فرمادیا اسی طرح مختلف مقامات پر سرداروں کی کیفیت اور انکا طریقہ کار بیان کیا گیا ہے تاکہ انکے مزاج کی عکاسی اچھی طرح ہو جائے ان آیات کی وضاحت انتہائی ضروری ہے سب سے پہلے سرداروں کا اپنے پیغمبر (شموئیل ؑ) سے اس طرح گفتگو کرنا کہ جیسے یہ پوری قوم کی نمائندگی کر رہے ہیں پوری قوم نے جہاد کے لئے درخواست نہیں کی بلکہ صرف سرداروں نے نمائندگی کا اظہار کیا پیغمبر ؑ کا اس نمائندگی پر خاموشی اختیار کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ پوری قوم کی طرف مخاطب ہوتے تب بھی جواب یہی ملتا کہ سرداروں کو پوری قوم نے اختیار دیا ہے یہی نبی کی فضیلت تھی کہ آپ ؑ نے سرداروں کے جہاد کی درخواست پر اعتراض فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب اللہ فرمائے تو تم پھر پلٹ جاؤ اور وہی ہوا جیسا کہ نبی ؑ نے فرمایا تھا صرف قلیل تعداد جہاد کے لئے راضی

تھی اور اکثریت اپنے قول یا وعدے سے پھر گئی حق سے روگردانی کرنیکا شیوا عموماً اکثریت ہی کا رہا ہے جب جناب طالوت کو بادشاہ بنایا گیا تو اعتراض اس بات پر ہوا کہ یہ مالدار نہیں یعنی انسان کردار کو نظر انداز کر کے مال کو دیکھتا ہے حالانکہ معیار کردار ہونا چاہیئے (۸۸:۱۵) کیونکہ مالدار ہونے کے باوجود یہ ضروری نہیں کہ انسان مخیرّ بھی ہو اگر بخیل ہو تو قابل مذمت ہے مالدار عموماً مخیرّ نہیں ہوتا اللہ کا ارشاد ہوا کہ انکو (طالوت) علم وجسم میں فضیلت دی گئی یعنی اللہ علم وجسم کو معیار فضیلت قرار دیتا ہے علم کے بغیر انصاف ممکن نہیں اور اگر فیصلہ کر دے تو کوئی فرد فیصلہ قائم نہیں رکھ سکتا جب تک شجاعت نہ ہو ورنہ ظالم فیصلہ سننے کے بعد بھی فرار ہونیکی کوشش کرتا ہے اگر انسان علم وشجاعت رکھتا ہو تو پھر اسکا سخی ہونا لازم ہے یہ بھی ایک کلیہّ کی حیثیت ہے مالدار کا سخی ہونا عموماً مشکل ہوتا ہے مالدار اس وجہ سے دوسرے مالدار کو ترجیح دیتا ہے تا کہ وہ مالداروں کی بہتری کے لئے کام کرے اور مال آئندہ بھی جمع ہوتا رہے اور مال کسی طور خرچ نہ ہو سورۃُ العدِیٰت میں ارشاد ہے کہ انسان پروردگار کا ناشکرا اور مال کا حریص ہے۔

[کہ بیشک انسان اپنے پروردگار کا ناشکرا ہے اور وہ یقینی خود بھی اس سے واقف ہے اور بیشک وہ مال کا سخت حریص ہے۔] ۱۰۰:۶-۸

جب جناب طالوت نے اپنے لشکر سے کہا کہ نہر کا پانی ایک امتحان ہے اور ایک چلو سے زائد نہ پیا جائے تو اکثریت نے شکم سیر ہو کر پانی پیا اور انکی پیاس پھر بھی نہ بجھی۔خود ہی نبی (جناب شموئیلؑ) سے دعا منگوائی کہ جہاد کا حکم ہو پھر بادشاہ بھی درخواست کر کے بنوایا پہلے تو جہاد ہی سے انکار کیا پھر جناب طالوت کی بادشاہت پر بھی اکثریت نے ہی اعتراض کیا اور جب اقلیت کے کہنے سے تیار ہوئے تو پھر نہر کے پانی کی مقدار پر بھی اکثریت نے عمل نہ کیا آیات میں ان ارشادات سے اس اکثریت کے کردار ہی میں کھوٹ ہے اس طرح صاحبان ایمان اقلیت میں ہو گئے لیکن جب اقلیت نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اقلیت کو بھی بارہا اکثریت (دشمن) پر فتح عطا فرمائی ہے اور اب بھی ایسا ہی ممکن ہے اللہ نے ان مومنین کے طفیل ہی جناب طالوت کو کامیابی سے ہمکنار کیا اور جناب داوٗدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اللہ تعالیٰ نے اسطرح فتح عطا فرما کر مومنین اور اکثریت کے جذبات کو واضح کر دیا یہ واقعہ جناب موسیٰؑ کے بعد کا ہے دوسرا واقعہ انکی حیات کا سورۃ الاعراف آیات ۱۳۶ تا ۱۴۲ ملاحظہ ہوں۔

[تب ہم نے ان سے بدلہ لیا تو چونکہ وہ لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل رہتے تھے ہم نے انھیں دریا میں ڈبو دیا اور جن بیچاروں کو یہ لوگ کمزور سمجھتے تھے انھی کو (ملک شام کی) زمین کا جس میں ہمنے

برکت دی تھی اسکے مشرق ومغرب کا وارث بنادیا اور چونکہ بنی اسرائیل نے (فرعون کے ظلموں پر) صبر کیا تھا اس لئے تمھارے پروردگار کا نیک وعدہ (جو اس نے بنی اسرائیل سے کیا تھا) پورا ہوگیا اور جو کچھ فرعون اور اسکی قوم کے لوگ کرتے تھے اور جو اونچی اونچی عمارتیں بناتے تھے سب ہم نے برباد کردیں اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا کے اس پار اتار دیا تو ایک ایسے لوگوں (ملک یمن میں قبیلہ لخم کے لوگ) پر سے گزرے جو اپنے بتوں (کی پرستش) پر جمے بیٹھے تھے (تو انکو دیکھ کر بنی اسرائیل) کہنے لگے اے موسیٰ جیسے ان لوگوں کے معبود (بت) ہیں ویسے ہی ہمارے لئے بھی ایک معبود بناؤ موسیٰؑ نے جواب دیا کہ تم تو بڑے جاہل لوگ ہو یہ لوگ جس مذہب پر ہیں وہ یقینی برباد ہو کر رہیگا۔ اور جو عمل یہ لوگ کررہے ہیں وہ سب ملیامیٹ جائیگا کہا کیا اللہ کو چھوڑ کر میں دوسرے کو تمھارا معبود تلاش کروں حالانکہ اسنے تمکو ساری خدائی پر فضیلت دی ہے (بنی اسرائیل وہ وقت یاد کرو) جب ہمنے تمکو فرعون کے لوگوں سے نجات دی جب وہ تمھیں بڑی بڑی تکلیفیں پہنچایا کرتے تھے تمھارے بیٹوں کو تو چن چن کر قتل کرتے تھے اور تمھاری عورتوں کو (لونڈیاں بنانے کے واسطے) زندہ رکھ چھوڑتے تھے اور اس میں تمھارے پروردگار کی طرف سے (تمھارے صبر کی) سخت آزمائش تھی اور ہم نے موسیٰؑ سے (توریت دینے کے لئے) تیس راتوں کا وعدہ کیا اور ہم نے اس میں دس روز (بڑھا کر) پورا کردیا غرض اسکے پروردگار کا وعدہ چالیس رات میں پورا ہوگیا اور (چلتے وقت) موسیٰؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور انکی اصلاح کرنا اور فسادکرنیوالوں کے طریقے پر نہ چلنا۔]۷:۱۳۶-۱۴۲

الاعراف آیات ۱۳۶ تا ۱۴۲ کا تجزیہ غور طلب ہے۔ فرعون خدا بنا بیٹھا تھا اور اسکا بڑا لاؤ لشکر تھا عوام کی اکثریت اسی کے ساتھ تھی لیکن کسی انتظامیہ کا بڑا ہونا اور بظاہر تخت وتاج پر تمکنت سے بیٹھنا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ حق پر ہے۔ اس (فرعون) کے تکبر نے اسے غرق کردیا۔

[میں (فرعون) تم لوگوں کا سب سے بڑا پروردگار ہوں تو اللہ نے اسے دنیا و آخرت کے عذاب میں گرفتار کیا۔]۷۹:۲۴-۲۵

اللہ تعالیٰ نے ان سب کو غرق کرکے بنی اسرائیل کی اقلیت کو فرعونیوں کی اکثریت کے ظلم سے نجات دی غرق ہونے والوں میں فرعون اور اسکے ساتھی تمام سردار یا مشیر کار (چند) اور اسکی قوم جو کہ اکثریت میں تھی یہ (قوم) مشوروں میں شامل نہیں ہوتی بلکہ صرف ہاں میں ہاں ملاتی ہے بالفاظ دیگر قوم کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی صرف گنتی میں اضافہ کرکے شیاطین کی اکثریت کردیتی ہے نتیجہ یہ نکلا کہ گمراہ کرنیوالا صرف ایک یا چند اور قوم

گمراہ ہونیوالی (۱۴: ۲۸-۲۹) ہدایت کرنیوالے جناب موسٰیؑ و جانشین (جناب ہارونؑ) ہدایت صرف زبانی نہیں بلکہ جناب موسٰیؑ نے معجزات پیش فرمائے فرعون اور فرعونیوں نے ہدایت سنی لیکن ایمان نہ لائے یعنی سب ایسے تھے جیسے بہرے ہیں حالانکہ کان تھے اور سن رہے تھے معجزات سب نے دیکھے یعنی جادوگروں کا ایمان لانا سب نے مشاہدہ کیا لیکن ایمان نہ لائے یعنی جیسے سب اندھے تھے جب ایمان نہ لائے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے ہلکے عذاب نازل فرمائے مثلاً فصلوں و پھلوں کی کمی وغیرہ ان عذابوں کے بعد یہ قوم جناب موسٰیؑ کے پاس آتی کہ آپؑ دعا فرمائیں (وسیلہ بنا کر سفارش کرانا) کہ عذاب ختم ہو جائے تو ایمان لائینگے یہاں کفار و مشرکین کی دعا کی فرمائش ہی سفارش (بارگاہ الٰہی میں) کا قائل ہونا ہے یعنی اللہ تعالیٰ و جناب موسٰیؑ دونوں کے مراتب کو پہچان بھی رہے ہیں حقیقت یہی ہے کہ پوری قوم کو فرعون کے جعلی (خدا) ہونے کا علم تھا ورنہ اِسی سے فرمائش کرتے جناب موسٰیؑ کی دعا سے عذاب ٹلتا تھا پوری قوم کو علم تھا کہ اللہ کا بھیجا ہوا وسیلہ اصل میں جناب موسٰیؑ ہی ہیں کافر و مشرک سب کچھ جانتا ہے لیکن قصداً بدعملی (نفس امارہ) اختیار کر کے ایمان نہیں لاتا اس قوم کو عذاب کے رفع ہونے پر جناب موسٰیؑ کا احسان مان کر ایمان لانا چاہیئے تھا قوم مسلسل وعدہ خلافی کر کے جھوٹ بولتی اور ایمان کا اقرار نہ کر کے گونگے ہونیکا بھی ثبوت دیتی اس لئے کافر و مشرک کا کردار اندھے، گونگے اور بہرے فرمایا گیا۔ اسکے علاوہ انکے اعمال نے جھوٹا اور احسان فراموش بھی ثابت کیا۔

بنی اسرائیل نے دریا عبور کیا اور فرعون و قوم کے غرق ہونے کے بعد جب جناب موسٰیؑ و ہارونؑ بھی ہمراہ ہیں بنی اسرائیل نے بتوں کی پرستش دیکھی تو جناب موسٰیؑ سے ہی بت بنانے کی فرمائش کر دی اس احسان فراموشی اور جسارت پر غور کیجئے کہ رسولؑ سے ہی گستاخی کر دی۔ اللہ تعالیٰ اور رسولؑ اور وزیر و خلیفہ (جناب ہارونؑ) کا احسان کتنی جلدی بھلا بیٹھے۔ کس سرعت کیساتھ انسان احسان فراموشی اختیار کرتا ہے اس سے زیادہ مستند مثال اور کیا ہوگی انسان کی عجیب و غریب نفسیاتی کیفیت ہے یہاں الاعراف آیات ۱۴۸-۱۴۹ ملاحظہ ہوں۔ ان آیات میں مختصر واقعہ چالیس دن کے درمیان کا ہے کہ جب جناب موسٰیؑ طور پر توریت لینے تشریف لے گئے تھے اسکی تفصیل بھی سورۃ طٰہٰ آیات ۷۹-۹۸ ملاحظہ ہوں۔

[اور موسٰیؑ کی قوم نے (کوہ طور پر) انکے جانے کے بعد (اپنے زیوروں کو گلا کر) ایک بچھڑے کی مورت بنائی کیا لوگوں نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہ نہ تو ان سے بات ہی کر سکتا ہے اور نہ کسی طرح کی ہدایت ہی کر سکتا ہے ان لوگوں نے اسے (معبود) بنا لیا اور آپ اپنے اوپر ظلم کرتے تھے اور جب وہ پچھتائے اور انھوں نے اپنے کو

یقینی گمراہ دیکھ لیا تب کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر رحم نہیں کریگا اور ہمارا قصور نہ معاف کریگا تو ہم یقینی گھاٹا اٹھانے والوں میں ہوجائینگے۔]۷:۱۴۸-۱۴۹

[اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ (کر کے ہلاک) کرڈالا اور انکی ہدایت نہ کی۔اے بنی اسرائیل ہم نے تم کو تمھارے دشمن سے چھڑایا اور تم سے (کوہ) طور کے داہنے طرف کا وعدہ کیا اور ہم ہی نے تم پر من وسلویٰ نازل کیا اور ہم نے جو پاک وپاکیزہ روزیاں تمھیں دے رکھی ہیں ان میں سے کھاؤ اور اس میں (کسی قسم کی) شرارت نہ کرو ورنہ تم پر میرا غضب نازل ہوجائیگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا تو وہ یقیناً گمراہ (ہلاک) ہوا اور جو شخص توبہ کرے اور ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے پھر ثابت قدم رہے تو ہم اسکو ضرور بخشنے والے ہیں اے موسیٰؑ تمنے اپنی قوم سے آگے چلے آنے میں جلدی کیوں کی؟ عرض کی وہ بھی تو میرے پیچھے ہی پیچھے چلے آرہے ہیں اور الٰہی میں جلدی کرکے تیرے پاس اس لئے آگے بڑھ آیا تاکہ تو خوش رہے فرمایا تو ہم نے تمھارے بعد تمھاری قوم کا امتحان لیا اور سامری نے انکو گمراہ کر چھوڑا پھر موسیٰؑ غصہ میں بھرے پچھتائے ہوئے اپنی قوم کی طرف پلٹے اور کہنے لگے اے میری قوم کیا تم سے تمھارے پروردگار نے ایک اچھا وعدہ (توریت دینے کا) نہ کیا تھا۔تو کیا تمھارے وعدے میں عرصہ لگ گیا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمھارے پروردگار کا غضب ٹوٹ پڑے تم نے وعدہ (اللہ کی پرستش) کے خلاف کیا وہ لوگ کہنے لگے ہم نے آپ کے وعدہ کے خلاف نہیں کیا بلکہ (بات یہ ہوئی کہ فرعونکی) قوم کے زیور کے بوجھے جو (مصر سے نکلتے وقت) ہم پر لادے گئے تھے انکو ہم لوگوں نے (سامری کے کہنے سے آگ میں) ڈالدیا پھر اسی طرح سامری نے بھی ڈالدیا پھر (سامری) نے ان لوگوں کے لئے (اسی زیور سے) ایک بچھڑے کی مورت بنائی جسکی آواز بھی بچھڑے کی سی تھی اس پر بعض لوگ کہنے لگے یہی تمھارا معبود ہے اور موسیٰؑ کا معبود ہے مگر وہ بھول گیا ہے بھلا ان لوگوں کو اتنی بھی نہ سوجھی کہ یہ بچھڑا نہ تو ان لوگوں کو پلٹ کر انکی بات کا جواب دیتا ہے اور نہ انکا ضرر ہی اسکے ہاتھ ہے اور نہ نفع۔اور ہارونؑ نے ان سے پہلے کہا بھی تھا کہ اے میری قوم تمھارا صرف اسکے ذریعہ امتحان لیا جارہا ہے اور اس میں شک نہیں کہ تمھارا پروردگار بس (خدائے) رحمٰن ہے تو تم میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو وہ لوگ کہنے لگے جب تک موسیٰؑ ہمارے پاس پلٹ کر نہ آئیں ہم تو برابر اس کی پرستش پر ڈٹے بیٹھے رہینگے۔موسیٰؑ نے کہا اے ہارونؑ جب تم نے انکو دیکھ لیا تھا کہ گمراہ ہوگئے ہیں تو تمھیں میری پیروی (قتال) کرنے کو کس نے منع کیا تو کیا تم نے میرے حکم کی نافرمانی کی؟ ہارونؑ نے کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) میری داڑھی نہ پکڑیئے اور نہ میرے سر (کے بال) میں تو اس سے ڈرا کہ

آپ (واپس آکر) یہ کہیئے کہ تم نے بنی اسرائیل میں پھوٹ ڈالدی اور میری بات کا بھی خیال نہ رکھا (تب سامری سے) کہنے لگے کہ او سامری! تیرا کیا حال ہے (اس نے جواب میں) کہا مجھے وہ چیز دکھائی دی جو اوروں کو نہ سوجھی تو میں نے جبرئیلؑ فرشتے کے نشان قدم کی ایک مٹھی (خاک کی) اٹھالی۔ پھر میں نے (بچھڑے کے قالب میں) ڈالدی (تو وہ بولنے لگا) اور اسوقت مجھے میرے نفس نے یہی سجھائی۔ موسیٰؑ نے کہا چل تیرے لئے زندگی میں تو (یہ سزا ہے) کہ تو کہتا پھرے گا کہ مجھے نہ چھونا (ورنہ بخار چڑھ آیگا) اور (آخرت میں بھی) یقینی تیرے لئے (عذاب کا) وعدہ ہے کہ ہرگز تجھ سے خلاف نہ کیا جائیگا اور تو اپنے معبود کو تو دیکھ جسکی (عبادت) پر تو ڈٹا بیٹھا تھا کہ ہم اسے یقیناً جلا (کر راکھ کر) ڈالیں گے پھر ہم اسے تتر بتر کر کے دریا میں اڑا دینگے تمھارا معبود تو بس وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ اسکا علم ہر چیز پر چھا گیا ہے۔] ۲۰:۹۷-۹۸

((ا۔ سامری بھی بنی اسرائیل میں تھا اور جس وقت فرعون کے حکم سے لڑکے قتل کئے جاتے تھے یہ بھی پیدا ہوا تھا اور اسکی ماں نے اسکو فوراً دریائے نیل کے کنارے ایک جزیرے میں ڈال دیا تھا اللہ نے حضرت جبرائیلؑ کو اس کی پرورش کا حکم دیا اس وجہ سے وہ حضرت جبرائیلؑ کی ظاہری صورت کو پہچانتا تھا اور چونکہ حضرت موسیٰؑ سے سن چکا تھا کہ مرکب حضرت جبرائیلؑ کے سم کے نیچے کی خاک جس چیز پر ڈالدو بولنے لگتی ہے جس روز حضرت جبرائیلؑ فرعون کو غرق کرنے آئے تھے تھوڑی سی خاک اٹھا کر رکھ چھوڑی۔ اور جب موسیٰؑ کوہ طور پر گئے تو اس نے حضرت ہارونؑ سے کہا کہ ہم لوگوں نے جو زیور قبطیوں سے لیا تھا اس میں سے کچھ باقی ہے اور اس میں تصرف جائز نہیں۔ اور بنی اسرائیل اسکو خرید و فروخت کرتے ہیں آپ حکم دیجئے کہ سب کو جمع کر کے جلا ڈالیں حسب الحکم سب زیور غار میں رکھ کر جلا ڈالے گئے اور سامری فن زرگری میں بہت مشاق تھا ایک قالب بنا کر اس میں گلے ہوئے زیور ڈال دئے ایک بچھڑے کی صورت بن گئی اس پر وہ خاک ڈالدی وہ بولنے لگا اس نے لوگوں کو دھوکا دیا اور گوسولہ پرستی شروع کر دی۔))

سورۃ طٰہٰ آیات ۹۷ تا ۹۸ اور اس سے قبل الاعراف کی آیات بھی انسانی نفسیات کی تقریباً مکمل کیفیت کا اظہار ہے ایک طرف جناب موسیٰؑ و ہارونؑ قوم کی ہدایت کے لئے مامور دوسری طرف قوم کو گمراہ کرنے کے لئے سامری کوشاں تھا سامری اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ سامری کے ساتھ بعض اور بھی تھے کہ جو بچھڑے کو لوگوں کا معبود کہہ رہے تھے اور انتہا یہ کر دی کہ بچھڑے کو جناب موسیٰؑ کا بھی معبود قرار دے دیا (طٰہٰ۔ آیت ۸۸) یہ نتیجہ نکلا کہ ہدایت کرنے والے بھی دو یا چند اور گمراہ کرنیوالے بھی صرف چند (جو کہ شیطان کا

کام انجام دے رہے تھے یاد یتے ہیں) باقی ماندہ قوم کی بظاہر کوئی حیثیت نہیں یعنی انسان ارتداد (شر) کی طرف بیحد مائل ہوتا ہے اس قدر شِدّت سے مائل ہوتا ہے کہ رسولوں کو بھی خاطر میں نہیں لاتا جیسا کہ آیت ۹۱ سے معلوم ہو رہا ہے کہ جب تک جناب موسیٰؑ واپس نہ آئینگے بچھڑے کی پرستش پر ڈٹے رہینگے یہاں یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کس قدر ضِدّی ہے اور ضد بھی ناحق کیلئے بلکہ مرتد ہونے پر ہے یہ قوم کی ہٹ دھرمی کا حال ہے جب کوئی قوم اپنے رسولؑ کو اس طرح فراموش کردے تو پھر اسکے وصیؑ' خلیفہ' وزیر یا امام کو کیا خاطر میں لائیگی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ سامری کو جناب موسیٰؑ سے قرب حاصل تھا جیسا کہ تفسیر میں اظہار ہے نبیؑ یا جانشینؑ نبی سے قرب ہونا بڑی خوبی ہے جبکہ انسان خود بھی پرہیز گار ہو ورنہ منافقت باعث عذاب ہوگی کہ جس طرح سامری عذاب میں گرفتار ہوگیا کیونکہ وہ خود گمراہ ہوا اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا اس نے تن تنہا یہ کام کیا ایک عام انسان بعض اوقات یہ سوال کر بیٹھتا ہے کہ ایک آدمی نے پورے معاشرے کو کیسے گمراہ کردیا؟ مثال سامنے ہے کہ جیسے سامری نے کیا! جب کوئی قوم ایمان لاکر پلٹ جائے اور جناب موسیٰؑ جیسے اولوالعزم نبیؑ اور جانشین (ہارونؑ) دونوں کو خاطر میں نہ لائے تو قوم کے عجیب وغریب مزاج کی عکاسی ہوتی ہے تاریخ کبھی واقعات کو دہراتی ہے یعنی اگر کبھی آئندہ ایسی صورت حال درپیش ہو تو کسی کو تعجب یا معاملات کو سمجھنے میں دشواری نہ ہونی چاہیئے کیونکہ سامری کی مثال موجود ہے اسی طرح جناب عیسیٰؑ کے دور میں یہودا اکا کردار۔ اللہ نے رہنمائی کے لئے تمام واقعات کو قرآن حکیم میں بیان فرمایا نتیجہ یہ نکلا کہ انسان اپنے نفس کا غلام ہوکر شرارت یا شیطنت شروع کردیتا ہے اس لئے حضورؐ کے وسیلے سے موجودہ دور میں توفیق الٰہی کے لئے دعا کی جائے تاکہ انسان اپنے نفس پر قابو پائے شر سے بچنے کی یہی حکمت عملی ہے تاکہ پیہم نیک عمل انجام دیا جائے یہاں چند اہم ترین استنباط اور وضاحتیں ناگزیر ہیں رب العالمین کی شان ربوبیت' رحمٰن ورحیم اور کریم ہونیکی لامحدود رفعت جو سامری کی پرورش میں نمایاں ہے وہ عجیب وغریب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ سامری کو اس احسان کے تشکر اور قوم کی رہنمائی کے علاوہ بھی جناب موسیٰؑ وہارونؑ کی ہدایت کی مکمل پیروی کرنی چاہیئے تھی اسکے برعکس اس (سامری) نے جس ہٹ دھرمی اور احسان فراموشی کا مظاہرہ کیا ہے اُس دور کے لحاظ سے وہ غالباً اپنی مثال آپ ہی کے تحت آئیگا جیسا کہ بیان کیا گیا جناب جبرائیلؑ جیسے فرشتے کے ماحول میں پرورش پائی سامری کی طینت صحیح نہیں تھی اس لئے اس نے اعلٰی ماحول کا اثر قبول نہ کیا جناب جبرائیلؑ کی عظمت کا یہ حال کہ اگر جناب مریمؑ کے روح پھونک دیں تو جناب عیسیٰؑ جیسا نبی پیدا ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے چنگل سے بچا کر سامری کی پرورش فرمائی مگر اس

سے کوئی فیض برآمد نہیں ہوا بلکہ اس (سامری) نے پوری قوم بنی اسرائیل کو گمراہی کی طرف مائل کردیا سامری (منافق) کا کردار باعث عبرت ونصیحت ہے یہ ایمان لائے ہوئے تھا لیکن اسکے عمل نے اور جو عذاب جناب موسیٰؑ نے اس کے لئے تجویز فرمایا اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نصیحت ہے اور غور طلب پہلو ہیں براہ راست رسولوں پر بھی ایمان لانے کے باوجود انسان دوبارہ گمراہی میں مبتلا ہوسکتا ہے اب یہ رسولوں کی بھی مصلحت ہے کہ وہ اس طرح عذاب میں گمراہوں کو مبتلا فرمائیں یا نہ فرمائیں۔ اگر اس قسم کی کاروائی کو رسولوں نے نظرانداز فرمایا تو یہ اللہ کی مرضی ہے لیکن ایسا نہ ہونا اس بات کی دلیل نہیں کہ ان (رسولوںؑ) کی موجودگی میں بھی ایمان لاکر گمراہ ہونیوالے نہیں تھے مرتد ومنافق ضرور تھے لیکن ان (انبیاءؑ) کی مصلحت خاموشی تھی جیسا کہ حضورؐ نے ضرار بنانے والوں کو سزا نہیں دی۔ ایک عام انسان کا ان تمام مصلحتوں کو سمجھنا ممکن بھی نہیں ہوتا ایک دوسری مثال بھی قابل غور ہے اگر اللہ ان تمام بچوں کو جو کہ فرعون نے قتل کرادئے بچالیتا تو وہ بھی غالباً اسی گمراہی کی زد میں آجاتے جیسا کہ دوسرے بنی اسرائیل گمراہ ہوئے خلاصہ یہ کہ اللہ اپنی مصلحتوں کو خود بہتر جانتا ہے جناب آسیہ (زوجہ فرعون) مومنہ ہی رہیں (۱۱:۶۶) توفیق الٰہی کی یہ بہترین مثال ہے اسی دور میں جناب موسیٰؑ کی پرورش اللہ نے فرعون کے محل میں کرائی۔ فرعون خدائی کا دعویدار تھا یہ پرورش اس وقت ہوئی کہ جب فرعون بنی اسرائیل کے لڑکوں کو اس خدشہ میں پیدا ہوتے ہی قتل کرادیتا تھا کہ کہیں اسکی سلطنت کے زوال کا سبب نہ بنیں یعنی جناب موسیٰؑ کے دشمن کے محل میں ہی پرورش کرادی۔ ان واقعات پر انسان ذرا بھی غور کرے تو ذات الٰہی پر قربان ہونے کو جی چاہتا ہے کہ کس طرح رب العالمین علوم پر محیط ہے اور اس (اللہ) کی تعریف وتوصیف سوائے عبد (حضورؐ) اور "راسخون فی العلم" (حضورؐ وآئمہ طاہرینؑ) کے کون بیان کرسکتا ہے کہ جو خود کم علم رکھتا ہو۔ خلاق عالمین کے تعلیم اخلاق پر سورۃ طٰہٰ کی آیات ۴۲ تا ۴۴ کی روشنی میں تھوڑا غور کیا جائے۔

[تم اپنے بھائی سمیت ہمارے معجزے لے کر جاؤ اور دیکھو میری یاد میں سستی نہ کرنا تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ بیشک وہ بہت سرکش ہوگیا ہے پھر اس سے (جاکر) نرمی سے باتیں کرو کہ وہ نصیحت مان لے یا ڈر جائے۔] ۲۰:۴۲-۴۴

ان آیات (۲۰:۴۲-۴۴) میں تخاطب جناب موسیٰؑ وہارونؑ سے ہے کہ فرعون کیساتھ نرمی سے بات کی جائے کیونکہ منزل خلاقیت میں اسکے (اللہ کے) نزدیک جناب موسیٰؑ، فرعون اور سامری سب مخلوق ہیں فرعون وسامری جیسے انسانوں نے شفقت واخلاق ربانی کی قدر نہ کی اور یہ بدبخت قابل لعن ہوگئے۔ سورۃ بقرۃ آیت

۱۴۶ میں بھی اسی قسم کی کیفیت اہل کتاب کے بارے میں بھی ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کو اچھی طرح پہچانتے ہیں لیکن کچھ لوگ قصداً حق بات کو چھپاتے ہیں یعنی وسیلہ کو نظر انداز کرنا چاہتے ہیں۔

[جن لوگوں کو ہمنے کتاب (توریت وغیرہ) دی ہے وہ جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں اسی طرح پیغمبر کو بھی پہچانتے ہیں اور ان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو دیدہ و دانستہ حق بات کو چھپاتے ہیں۔] ۲:۱۴۶

جناب موسیٰؑ کے معجزات کا اظہار اور فتح، جادوگروں کا ایمان لانا لیکن فرعون اور اسکی قوم کا پھر بھی ایمان نہ لانا سرداروں کا جناب موسیٰؑ کو جادوگر کہنا ان (سرداروں) کے مزاج (نفسیات) کی عکاسی کرتا ہے سورۃ الآعراف آیات ۱۰۴ تا ۱۳۶ اغور طلب ہیں۔

[اور موسیٰؑ نے کہا کہ اے فرعون میں یقیناً پروردگار عالم کا رسول ہوں مجھ پر واجب ہے کہ اللہ پر سچ کے سوا نہ کہوں۔ میں یقیناً تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے واضح و روشن معجزہ لیکر آیا ہوں تو تو بنی اسرائیل کو میرے ہمراہ کردے (فرعون) کہنے لگا اگر تم سچے ہو اور واقعی کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو اسے دکھاؤ موسیٰؑ نے اپنی چھڑی ڈال دی پس یکا یک ظاہر بظاہر اژدہا بن گئی اور اپنا ہاتھ باہر نکالا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ہر شخص کی نظر میں جگمگا رہا ہے تب فرعون کی قوم کے چند سرداروں نے کہا یہ تو البتہ بڑا ماہر جادوگر ہے یہ چاہتا ہے کہ تمھیں تمھارے ملک سے نکال باہر کردے تو اب تم لوگ اسکے بارے میں کیا صلاح دیتے ہو سب نے متفق ہوکر کہا کہ (اے فرعون) انکو اور انکے بھائی (ہارونؑ) کو چندے مقید رکھ اور (اطراف کے) شہروں میں ہرکاروں کو بھیج کہ تمام بڑے بڑے جادوگروں کو جمع کر کے آپکے دربار میں حاضر کریں۔ جب جادوگر سب فرعون کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگے کہ اگر ہم جیت جائیں تو ہمکو بڑا انعام ضرور ملنا چاہیئے فرعون نے کہا ہاں بلکہ پھر تو ہمارے دربار کے مقربین سے ہوگے۔ اور (مقررہ وقت پر سب جمع ہوئے تو) بول اٹھے کہ اے موسیٰؑ یا تم اپنے منتر پھینکو یا ہم ہی منتر پھینکیں۔ موسیٰؑ نے کہا کہ تم ہی پھینک لو تب جونہی ان لوگوں نے (اپنی رسیاں) ڈالیں تو لوگوں کی نظر بندی کردی (کہ سب سانپ معلوم ہونے لگیں) اور لوگوں کو ڈرایا اور ان لوگوں نے بڑا جادو دکھایا اور ہم نے موسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ تم بھی اپنی چھڑی ڈالدو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ چھڑی انکے بنائے ہوئے سانپوں کو ایک ایک کر کے نگل رہی ہے القصہ حق بات تو ثابت ہوگئی اور انکی ساری کارستانی ملیامیٹ ہوگئی پس وہیں ہارے اور ذلیل و رسوا (فرعون و فرعونی) ہوکر پلٹے اور جادوگر سب (موسیٰؑ کے سامنے) سجدہ میں گر پڑے۔ اور بولے ہم سارے جہان کے پروردگار پر ایمان لائے۔ جو موسیٰؑ اور ہارونؑ کا پروردگار ہے۔

فرعون نے کہاتم لوگ میری اجازت (اِذن) سے قبل اس پر ایمان لے آئے یہ ضرور تم لوگوں کی مکاری ہے جو تم لوگوں نے اس شہر میں پھیلا رکھی ہے تا کہ اس کے باشندوں کو یہاں سے نکال باہر کرو پس تمھیں عنقریب ہی اس شرارت کا مزا معلوم ہو جائیگا میں تو یقیناً تمھارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کٹوا ڈالوں گا پھر تم سب کے سب کو سولی دیدونگا جادوگر کہنے لگے ہمکو تو (آخر ایک روز) اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور تو ہم سے اسکے سوا اور کا ہے کی عداوت رکھتا ہے کہ جب ہمارے پاس اللہ کی نشانیاں آئیں تو ہم انپر ایمان لے آئے اے ہمارے پروردگار ہم پر صبر برسا اور ہمیں اپنی فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھالے۲۔ اور فرعون کی قوم کے چند سرداروں نے کہا (فرعون سے) کہ کیا آپ موسیٰؑ اور اسکی قوم کو (انکی حالت پر) چھوڑ دینگے کہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور آپکو اور آپکے خداؤں (کی پرستش) کو چھوڑ بیٹھیں فرعون کہنے لگا (تم گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب ہی انکے بیٹوں کو قتل کرتے ہیں اور انکی عورتوں کو (لونڈیاں بناتے ہوئے) زندہ رکھتے ہیں اور ہم تو ان پر ہر طرح قابو رکھتے ہیں (یہ سن کر) موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ (بھائیو) اللہ سے مدد مانگو اور صبر کرو ساری زمین تو اللہ ہی کی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کا وارث بنائے اور خاتمہ بخیر تو بس پرہیزگاروں ہی کا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ (اے موسیٰؑ) تمھارے آنیکے قبل ہی سے اور تمھارے آنیکے بعد بھی ہمکو تو برابر تکلیف ہی پہنچ رہی ہے (آخر کہاں تک صبر کریں) موسیٰؑ نے کہا کہ عنقریب ہی تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمھیں (اسکا) جانشین بنائیگا پھر دیکھے گا کہ تم کیسا کام کرتے ہو اور بیشک ہم نے فرعون کے لوگوں کو برسوں سے قحط اور پھلوں کی کمی پیداوار (کے عذاب) میں گرفتار کیا۔ تا کہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں تو جب انھیں کوئی راحت ملتی تو کہنے لگتے کہ یہ تو ہمارے لئے سزاوار ہی ہے اور جب انھیں کوئی مصیبت پہنچتی تو موسیٰؑ اور انکے ساتھیوں کی بدشگونی سمجھتے۔ دیکھو ان کی بدشگونی تو اللہ کے ہاں (لکھی جا چکی) تھی مگر بہتیرے لوگ نہیں جانتے ہیں۔ اور (فرعون کے لوگ موسیٰؑ سے) کہنے لگے تم ہم پر جادو کرنے کے لئے چاہے جتنی نشانیاں لاؤ مگر ہم تم پر کسی طرح ایمان نہیں لائینگے۔ تب ہم نے انپر (پانی کے) طوفان اور ٹڈیوں اور جوؤں اور مینڈکوں اور خون (کا عذاب) بھیجا کہ سب جدا جدا (ہماری قدرت کی) نشانیاں تھیں اس پر بھی وہ لوگ تکبر ہی کرتے رہے اور وہ لوگ گنہگار تو تھے ہی۔ اور جب ان پر عذاب آپڑا تو کہنے لگتے اے موسیٰؑ تم سے جو اللہ نے (قبول دعا کا) عہد کیا ہے اسی کی امید پر اپنے اللہ سے دعا مانگو۔ اور اگر تم نے ہم سے عذاب کو ٹال دیا تو ہم ضرور تم پر ایمان لائینگے اور تمھارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھی بھیج دینگے۔ پھر جب ہم ان سے اس وقت کے

واسطے جس وقت تک وہ ضرور پہنچتے عذاب کو ہٹا لیتے تو پھر فوراً بدعہدی کرنے لگتے۔ تب ہم نے ان سے (انکی شرارتوں کا) بدلہ لیا چونکہ وہ لوگ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے غافل رہتے تھے۔ ہم نے انہیں دریا میں ڈبو دیا۔ }۷:۱۰۴۔۱۳۶

((۱۔ بارہ ہزار جادوگر جمع ہوئے تھے ان سب کے استاد چار شخص تھے۔ سادور، غادور، حطط، مصفی۔ اور ان چاروں کا بھی ایک استاد تھا جس کا نام شمعون تھا۔ مگر جب ان لوگوں نے مصر میں آتے ہی یہ سن لیا تھا کہ حضرت موسیٰؑ کے سوتے وقت بھی عصا اژدہا بن کر انکی حفاظت کرتا ہے اسی وقت انکی ہمت پست ہوگئی تھی کیونکہ جادوگر کے سونے کے بعد جادو کا اثر نہیں ہوتا یہ مقابلہ اسکندریہ کی زمین پر ہوا تھا اور وہاں کی تمام خلقت اور فرعون کا لشکر بھی موجود تھا۔ اور خود فرعون ایک تخت پر بیٹھا تماشہ دیکھ رہا تھا۔))

((۲۔ سبحان اللہ کیا دعا تھی اور کیسے وقت انکی زبان سے نکلی تھی کہ تاثیر میں تیر بہدف نکلی۔ اللہ کی شان صبح کو یہ لوگ کافر تھے کچھ دن چڑھے اپنا جادو لوگوں کو دکھایا، اور فرعون کی عزت کی قسم کھائی، اور نماز ظہر کے وقت ان پر اللہ کا فضل ہوا اور ایمان لائے اور نماز عصر کیوقت انکے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے اور مغرب کے وقت سولی دیگئی اور بہشت میں پہنچے اللہ اکبر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں ''صبح دوزخ میں ہوئی جنت فردوس میں شام'' انہیں کے واسطے موزوں ہے۔))

ایمان لانے والے جادوگروں کے ساتھ فرعون نے انتہائی ظالمانہ برتاؤ کیا تاکہ اس کی رعایا خوف کھا کر دین جناب موسیٰؑ قبول نہ کرے کافر ومشرک اسی طرح دین (اسلام) کا دشمن ہے اسکے علاوہ الاعراف کی آیات ۱۱۸ تا ۱۲۶ میں جناب موسیٰؑ وہارونؑ کے معجزات کے اثرات کو پیش فرمایا گیا ہے کہ فرعون کی موجودگی میں جادوگر سجدے میں گرے اور پروردگار پر ایمان لائے اور دوسری مرتبہ رب موسیٰؑ پر ایمان کا اظہار کیا کہ جناب موسیٰؑ کے وسیلہ نبوت پر بھی ایمان لائے اور تیسری مرتبہ انھوں نے رب ہارونؑ پر اقرار کر کے یہ اظہار کرنا تھا کہ وسیلہ جانشین (جناب ہارونؑ) پر بھی ایمان لانے کا اظہار کیا یعنی جادوگروں (کفار ومشرکین) کا تین کلمہ زبان سے جاری کرنا مومن ہونے کی دلیل ہے اس کیفیت کا ربط الصّف کی آیت ۱۴ سے بھی ہے یعنی جو لوگ جناب عیسیٰؑ پر ایمان لائے انھیں نے دو کلمہ ادا کیے لیکن بنی اسرائیل کا ایک گروہ حواریوں (انصار اللہ) پر ایمان لایا اس نے حواریوں (جانشین جناب عیسیٰؑ) پر ایمان لا کر تین کلمہ ادا کیے جس نے تین کلمہ ادا نہیں کیے وہ گروہ کافر ہوگیا کسی پیغمبر کے ساتھ جب جانشین (پیغمبر) بھی ہے تو انسان یہ تین کلمہ ادا کر کے مومن ہوسکتا ہے اور بشرطہ نیک عمل

مستحق جنت ہوگا واحد گروہ کہ جس کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی وہ عام مومنین ہیں اللہ تعالیٰ وانبیاء اوراوصیاء انسان کو مومن بنانا چاہتے ہیں لیکن دوسرے انسانوں کے گروہ اپنے جیسا بنانا چاہتے ہیں ہر گمراہ انسان دوسرے کو گمراہ کرنا چاہتا ہے (۵:۷۷) یہودی وعیسائی اپنے جیسا بنانا چاہتا ہے (۲:۱۲۰) اس کیفیت کی وجہ سے ان تمام گروہوں میں کشمکش اور حقِ تبلیغ کا تصور بھی ہے ہر گروہ عموماً یہ خواہش رکھتا ہے کہ اس کے نظریات کو دوسرا بھی اختیار کرے خواہ زبردستی کرنی پڑے مشرک وکافر سب سے زیادہ پُر تشدّد ہے کہ جب تلاوتِ آیات انکے سامنے کی جاتی ہے تو آثار ایسے نظر آتے ہیں کہ یہ قاری پر حملہ آور نہ ہو جائیں (۲۲:۷۱-۷۲) اور اگر یہ قرآن عربی میں نازل نہ کیا جاتا تو یہ اس کو تسلیم نہ کرتے (۲۶:۱۹۸-۱۹۹) ان گروہوں میں کشمکش کے نتیجہ میں ہتھیاروں کی دوڑ ہے مشرکین وکفار کو خصوصاً ہتھیار پر بھروسہ ہے تاکہ یہ صاحبانِ ایمان پر حملہ آور ہوتے رہیں حضورؐ پر بھی یہی حملہ آور ہوتے رہے۔ دین (اسلام) کے خلاف کثیر مال واسباب خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ انسانوں کو مومن بنانا چاہتا ہے انسان پر بھی واجب ہے کہ وہ مومن بنے لیکن انسان مختلف گروہوں میں رہنا پسند کرتا ہے ولی صرف تین (اللہ ورسولؐ ومومنینؑ) ہیں (۵:۵۵)۔ مشرک اپنے خالق (اللہ تعالیٰ) کا انکار کرتا ہے کافر بھی رسولؐ کا منکر ہے منافق تیسرے 'ولی' کا انکار یا بدگوئی کرتا ہے حالانکہ اللہ ورسولؐ کا منافق بھی منکر ہے (۶۳:۱)۔ یہودی نظریات میں عموماً کافر کے قریب ہے (۵:۸۰-۸۲)۔ عیسائی بھی حضورؐ پر ایمان نہیں لاتے لیکن اللہ تعالیٰ نے عیسائی ومسلمان دونوں کو مراعات عطا فرمائی ہیں کہ یہ دونوں گروہ کفار پر قیامت تک غالب رہیں گے (۳:۵۵)۔ واحد گروہ مومن ہے کہ جس کی تعریف فرمائی گئی چند آیات مختلف سورتوں سے ملاحظہ ہوں۔

مومن کو اللہ تعالیٰ سیدھی راہ دکھا دیتا ہے الحج کی آیت ۵۴ ملاحظہ ہو۔

[تاکہ جن لوگوں کو (کتب سماوی کا) علم عطا ہوا ہے وہ جان لیں کہ یہ (وحی) بیشک تمھارے پروردگار کی طرف سے ٹھیک ٹھیک (نازل) ہوئی ہے پھر (یہ خیال کرکے) اس پر وہ لوگ ایمان لائیں پھر ان کے دل اللہ کے سامنے عاجزی کریں اور اس میں تو شک نہیں کہ جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ان کو اللہ سیدھی راہ تک پہنچا دیتا ہے۔] ۲۲:۵۴

سورہ ابرہیمہ آیت ۲۷ ملاحظہ ہو۔

[جو لوگ پکی بات (کلمہ توحید) پر ایمان لا چکے انکو اللہ دنیا کی زندگی میں (بھی) ثابت قدم رکھتا ہے اور آخرت میں بھی ثابت قدم رکھے گا (اور انھیں سوال وجواب میں کوئی دقت نہ ہوگی) اور سرکشوں کو اللہ گمراہی میں

چھوڑ دیتا ہے اور اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔] ۱۴:۲۷

مومن کی تعریف الانفال کی آیات ۲ تا ۴ اور النساء آیت ۷۶ ملاحظہ ہو۔

[سچے ایماندار تو بس وہی لوگ ہیں کہ جب (انکے سامنے) اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو انکے دل دہل جاتے ہیں اور جب ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو انکے ایمان کو اور بھی زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ بس اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں نماز کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں یہی لوگ تو سچے ایماندار ہیں انھی کے لئے پروردگار کے ہاں (بڑے بڑے) درجے ہیں اور بخشش اور عزت و آبرو کے ساتھ روزی ہے۔] ۸:۲-۴

[(پس دیکھو) ایمان والے تو اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفار شیطان کی راہ میں لڑتے مرتے ہیں پس (مسلمانو) تم شیطان کے ہواخواہوں سے لڑو (اور کچھ پرواہ نہ کرو) کیونکہ شیطان کا داؤ تو بہت ہی بودا ہے۔] ۴:۷۶

مومن کی کوشش رہتی ہے کہ وہ اللہ و رسولؐ کی سنت اختیار کرے چنانچہ مومن بھی یہی حق تبلیغ استعمال کر کے انسان (خصوصاً مسلمان) کو مومن بنانا چاہتا ہے مومن کی صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کا حکم اور سنت رسولؐ کے ساتھ شفقت اور شرافت سے دعوت اسلام دیتا ہے کہ جہاں زبردستی کا شائبہ بھی نہیں ہے یہ تقاضائے فطرت ہے کہ جو مومنین انجام دینا چاہتے ہیں مومن تمام انسانوں کو بلندی پر لانا چاہتا ہے مومن ہو کر اس مقام کو قائم رکھنا ایک عمل پیہم ہے لغزش مومن سے بھی ممکن ہے جیسا کہ الصفّ کی آیت ۱۴ میں ارشاد ہوا کہ جناب عیسیٰؑ پر ایمان لانے والا ایک گروہ حواریوں پر ایمان نہ لا کر کافر ہو گیا اللہ تعالیٰ ہر انسان سے مومن رہنے کی توقع فرماتا ہے لیکن اللہ کو یہ حسرت ہے کہ مومن کم از کم مسلمان رہکر مرے (۳:۱۰۲) کیونکہ مسلمان کی بخشش بھی بشرط عمل صالح ہوگی (۳۳:۳۵) مومنین کا گروہ (عوام الناس میں) سب سے بلند ہے مسلمان بھی تمام گروہوں (مشرک و کافر وغیرہ) کو دعوت اسلام دیتے ہیں بیرونی ممالک تبلیغی دورے بھی کرتے ہیں ہر گروہ یا کوئی فرد بلندی کی طرف نہیں جانا چاہتا یعنی مشرک اتنا پست ہے کہ وہ کافر بھی نہیں ہونا چاہتا آخرت میں کافر کو حسرت ہوگی کہ کاش مسلمان ہوتا (۱۵:۲) انسان نظریاتی معاملات میں اتنا سخت ہے کہ تبدیلی پسند ہی نہیں کرتا (خصوصاً بہتری کی طرف) البتہ پستی یا بدعملی کی طرف جلد مائل ہو جاتا ہے مومن بھی محتاط نہ رہے تو پستی کی طرف چلا جاتا ہے۔ جیسا کہ نوحؑ کے ساتھ یا بعد مومن ہی یا انکی اولادیں مرتد ہوئیں۔ طوفان نوح میں تو کفار و مشرکین ہی غرق ہوئے مسلمانوں نے بھی کتنے ہی فرقے بنائے اور ارتداد کی حد تک کتنے ہیں یہ تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے انسان انتہائی

متلون مزاج ہے ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؓ) کو مجموعی طور پر اور فرداً فرداً بھی ولی سمجھ کر ایمان قائم رکھے تو مسلمان رہیگا (۵۵:۵) ورنہ بصورت لغزش منافق رہ کر مسلم معاشرے میں فسادی رہیگا مسلمان و مومن دونوں کے لئے منافق بڑا امتحان ہے مسلمان و مومن کیا چیز ہیں یہ (منافق) اللہ و رسول کو بھی فریب دینا اور گمراہ کرنا چاہتا ہے (۱۴۲:۴، ۱۱۳)۔

سورۃ الاعراف آیات ۱۳۰ تا ۱۳۵ میں واضح ہے کہ کفار و مشرکین جناب موسیٰؑ کو وسیلہ بناتے اور جب عذاب ٹل جاتا تو پھر بدعہدی شروع کر دیتے تھے کافر و مشرک کا نبی یا رسول کو وسیلہ بنا کر دعا منگوانا ہی اس امر کی دلیل ہے کہ وہ انکی سفارش کا بھی قائل ہے وہ (کافر و مشرک) رسول کی عظمت کو بھی اچھی طرح جانتا ہے اسکے علاوہ اسپر یقین نہیں کہ اپنی (کافر و مشرک) دعا میں کچھ اثر (عموماً) ہوگا اور وہ اللہ کے یہاں سے رد ہوگی یعنی حق بات کو سمجھتا ہے یہ سمجھنے کے باوجود اتنا بے غیرت ہے کہ ایمان نہیں لاتا حالانکہ وعدہ بھی کرتا ہے اس لئے بھی کافر و مشرک خود کو جھوٹا ثابت کرتا ہے انکی ایک اور بے غیرتی سورۃ یونس آیت ۱۸ ملاحظہ ہو۔

[یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں جو نہ انکو نقصان ہی پہنچا سکتی ہے نہ نفع اور کہتے ہیں کہ اللہ کے ہاں یہی لوگ ہمارے سفارشی ہونگے۔] ۱۸:۱۰

سورۃ المائدۃ آیات ۶۸ تا ۷۰ میں کئی مسائل بیان ہوئے ہیں اور انکا حل بھی انھیں میں شامل کر دیا گیا ہے یہاں خطاب حضورؐ سے ہے کہ یہودی و نصرانی ان احکامات کو ترک کر رہے ہیں کہ جو توریت و انجیل اور جو (صحیفے میں) بیان فرمائے گئے ہیں اس لئے ان (یہودی و نصاریٰ) کا مذہب بیکار ہے وسیلہ کو اس طرح انھیں نے نظر انداز کر کے سرکشی اور کفر اختیار کیا۔

[(اے رسولؐ) تم کہدو کہ اے اہل کتاب جب تک تم توریت و انجیل اور جو (صحیفے) تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں ان (کے احکام) کو قائم نہ رکھو گے اس وقت تک تمھارا مذہب کچھ بھی نہیں اور (اے رسولؐ) جو (کتاب) تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے بھیجی گئی ہے (اسکا رشک وحسد) ان میں سے بہتیروں کی سرکشی و کفر کو اور بڑھا دیگا تو تم کافروں کے گروہ پر افسوس نہ کرنا اس میں تو شک ہی نہیں کہ مسلمان ہوں یا یہودی حکیمانہ خیال کے پابند ہوں خواہ نصرانی جو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائیگا اور اچھے اچھے کام کریگا ان پر البتہ نہ تو کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ لوگ آزردہ خاطر ہونگے ہمنے بنی اسرائیل سے عہد و پیمان لے لیا تھا اور انکے پاس بہت سے رسول بھی بھیجے تھے جب انکے پاس کوئی رسول انکی مرضی کے خلاف حکم

لیکر آیا تو ان لوگوں نے کسی کو جھٹلا دیا اور کسی کو قتل کر ڈالا۔]۵:۶۸۔۷۰

جب انسان اللہ کی نازل کی ہوئی کتاب کے احکامات کو ترک کر رہا ہے تو پھر وسیلہ نبی یا رسول کا احترام کیا کریگا۔ مسلمان ہو یا یہودی یا نصرانی سب کو اللہ اور روز آخرت پر ایمان لانا اور نیک عمل کرنا ہے پھر انسان کے لئے ذریعہ نجات ہوسکتا ہے۔

ان وسیلوں (جناب موسیٰؑ وعیسیٰؑ) کے ساتھ انھیں کے جانشین آئمہ (۲۴:۳۲) اور حواریوں یا انصار اللہ (۱۴:۶۱) کو بھی وسیلہ تسلیم کرنا پڑیگا ورنہ کافر ہے (۱۴:۶۱) حضورؐ کے وسیلہ کے باوجود مسلمان کو بھی جناب موسیٰؑ وعیسیٰؑ کے جانشینوں پر بھی ایمان لانا ہے (۴:۲)۔ آیت ۷۰ (۵:۷۰) نے یہ بات واضح کر دی کہ انسان (صرف کافر و مشرک ہی نہیں) بلکہ جو بظاہر ایمان لائے تھے وہ بھی یہ تمنا رکھتے تھے کہ نبی یا رسول انکی مرضی کے مطابق احکامات لیکر نازل ہوا ایسا نہ ہونے کی صورت میں یا تو انھیں (نبی یا رسول کو) جھٹلایا اور کسی کو قتل کر دیا۔ یہ جرم ایمانداروں (بظاہر) کی نفسیاتی کیفیت ہے مسلمان اور اسلام کا دشمن اکثر یہودی و مشرک ہیں لیکن عیسائی بہتر ہے۔ المائدۃ آیات ۸۰ تا ۸۲ ملاحظہ ہوں۔

[(اے رسولؐ) تم ان یہودیوں میں سے بہتیروں کو دیکھو گے کہ کفار سے دوستی رکھتے ہیں جو سامان پہلے سے ان لوگوں نے خود اپنے واسطے درست کیا ہے کس قدر برا ہے کہ (دنیا میں بھی) اللہ ان پر غضبناک ہوا اور (آخرت میں بھی) ہمیشہ عذاب میں رہینگے اور اگر یہ لوگ اللہ و رسول پر اور جو کچھ ان پر نازل کیا گیا ہے ایمان رکھتے تو ہر گز (انکو اپنا) دوست نہ بناتے مگر ان میں بہتیرے تو بدچلن ہیں (اے رسولؐ) تم ایمان لانے والوں کا دشمن سب سے بڑھ کر یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے اور ایمانداروں کا دوست ہونے میں سب سے بڑھ کے قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو اپنے کو نصاریٰ کہتے ہیں کیونکہ ان (نصاریٰ) میں سے یقینی بہت سے عالم اور عابد ہیں اور اس سبب سے بھی کہ یہ لوگ ہرگز شیخی نہیں کرتے۔]۵:۸۰-۸۲

انسان کی عجیب نفسیاتی کیفیت ہے انکی (انسانوں کی) فرمائش وغیرہ کے باوجود انبیاء واضح وروشن معجزات وغیرہ لے کر آئے لیکن پھر بھی انسانوں نے انھیں کبھی قتل کیا اور عموماً جھٹلایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکوہ آل عمران کی آیات ۱۸۳:۱۸۴ ملاحظہ ہوں۔

[(یہ وہی لوگ ہیں) جو کہتے ہیں کہ اللہ نے تو ہم سے عہد کیا ہے کہ جب تک کوئی (رسول) ہمیں یہ معجزہ نہ دکھا دے کہ وہ قربانی کرے اور اسکو (آسمانی) آگ آکر چٹ کر جائے! اس وقت تک ہم ایمان نہ لائینگے

(اے رسولؐ تم کہدو کہ بھلا یہ تو بتاؤ) بہتیرے پیغمبر مجھ سے قبل تمھارے پاس واضح وروشن معجزات اور جس چیز کی تم نے اس وقت فرمائش کی ہے (وہ بھی) لیکر آئے پھر تم اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم نے انھیں قتل کیوں کیا۔ (اے رسولؐ) اگر وہ اس پر بھی تمھیں جھٹلائیں تو (تم آزردہ نہ ہو) کیونکہ تم سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر روشن معجزے اور صحیفے اور نورانی کتاب لیکر آچکے ہیں۔ پھر بھی لوگوں نے آخر جھٹلا چھوڑا۔] ۳:۱۸۳-۱۸۴

((۱۔ یہودیوں کے سردار کعب بن اشرف وغیرہ نے ایک مرتبہ حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ آپ تو نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے ہم سے یہ عہد کیا ہے کہ جب تک کوئی رسول معجزہ نہ دکھلائے کہ وہ اللہ کی بارگاہ میں قربانی کرے اور ایک آسمانی آگ اسے جلا جائے اس وقت تک ہم اس پر ایمان نہ لائیں۔ اس کے جواب میں اللہ نے اپنے رسولؐ سے کہلا دیا کہ ہم سے پہلے پیغمبر تو ایسے بہتیرے معجزات بلکہ یہ خاص معجزہ بھی دکھلا چکے تھے پھر تمھارے بزرگ کیوں نہ ایمان لائے۔ ایمان لانا کیسا تم لوگوں نے تو انھیں باوجود ایسے معجزات دیکھنے کے مار ڈالا۔ یہاں یہ شبہ نہ ہونا چاہیئے کہ حضرت نے یہ معجزہ دکھلا کر انکی حجت تمام کیوں نہ کردی اس کا جواب یہ ہے کہ وہاں تو ایمان لانا مقصود ہی نہ تھا خواہ مخواہ کی چھیڑ تھی اگر حضرت یہ معجزہ دکھا بھی دیتے تو کوئی دوسرا معاملہ چھیڑ دیتے اسکے علاوہ اس طریقہ قربانی کا عبث ضائع ہونا لازم آتا ہے ہماری شریعت بلکہ عقل اسکو ناجائز سمجھتی ہے اسکا مصرف شریعت نے یہ قرار دیا ہے کہ غربا مومنین کا بھلا ہوا انکے دو ایک وقت کا کھانے کا انتظام ہو جائے اور نبوت کی دلیلیں تو دوسری بہت کافی موجود تھیں مگر خواہ مخواہ کی ضد کا علاج تو لقمان کے پاس بھی نہ تھا۔))

سورۃ الاعراف آیات ۵۹ تا ۷۲ کے حوالوں میں جناب نوحؑ وہودؑ کے دور میں سرداروں کی کیفیت ملاحظہ ہو اور یہ کہ انکا طریقہ کار کیا رہا ہے یہاں سردار اپنے نبی کے وسیلہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

[بیشک ہم نے نوحؑ کو انکی قوم کے پاس بھیجا تو انھوں نے کہا کہ اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی تمھارا معبود نہیں۔ اور میں تمھاری نسبت (قیامت کے سے) بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ انکی قوم کے چند سرداروں نے کہا کہ ہم تو یقیناً دیکھتے ہیں کہ تم کھلم کھلا گمراہی میں پڑے ہو (تب نوحؑ نے) کہا اے میری قوم مجھ میں گمراہی تو کچھ نہیں بلکہ میں تو پروردگار کی طرف سے رسول ہوں تم تک اپنے پروردگار کے پیغامات پہنچائے دیتا ہوں اور تمھارے لئے تمھاری خیر خواہی کرتا ہوں۔ اور اللہ کی طرف سے جو باتیں میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے کیا تمھیں اس بات پر تعجب ہے کہ تمھارے پاس تم ہی میں کے ایک مرد کے ذریعہ سے تمھارے پروردگار کا ذکر (حکم) آیا تاکہ وہ تمھیں (عذاب) سے ڈرائے اور تاکہ تم پرہیز گار بنو اور تاکہ تم پر رحم

کیا جائے اس پر بھی لوگوں نے ان کو جھٹلا دیا تب ہم نے انکو اور جو لوگ انکے ساتھ کشتی میں تھے بچالیا اور (باقی) جتنے لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا سب کو ڈبو مارا۔ یہ سب کے سب یقیناً اندھے لوگ تھے اور (ہم نے) قوم عاد کی طرف انکے بھائی ہودؑ کو (رسول بنا کر) بھیجا تو انھوں نے (بھی لوگوں سے) کہا اے میری قوم اللہ ہی کی عبادت کرو اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو (تو) انکی قوم کے چند سردار جو کافر تھے کہنے لگے تو بیشک تم کو حماقت میں (مبتلا) دیکھتے ہیں اور ہم یقینی تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں ہودؑ نے کہا اے میری قوم مجھ میں تو حماقت کی کوئی بات نہیں بلکہ میں تو پروردگار عالم کا رسول ہوں میں تمھارے پاس پروردگار کے پیغامات پہنچائے دیتا ہوں۔ اور میں تمھارا سچا خیر خواہ ہوں کیا تمھیں اس پر تعجب ہے کہ تمھارے پروردگار کا حکم تمھارے پاس تم ہی میں کے ایک مرد کے ذریعہ سے آیا کہ تمھیں (عذاب سے) ڈرائے اور (وہ وقت) یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوحؑ کے بعد خلیفہ و (جانشین) بنایا اور تمھاری خلقت میں بھی بہت زیادتی کردی۔ تو اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تا کہ تم دلی مرادیں پاؤ۔ تو وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ صرف اللہ کی تو عبادت کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے چھوڑ بیٹھیں پس اگر تم سچے ہو تو جس سے تم ہم کو ڈراتے ہو ہمارے پاس بلاؤ۔ ہودؑ نے جواب دیا کہ تمھارے پروردگار کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب نازل ہو چکا۔ کیا تم مجھ سے چند (بتوں کے فرضی) ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمھارے باپ داداؤں نے گھڑ لئے ہیں حالانکہ اللہ نے انکے لئے کوئی سند نہیں نازل فرمائی۔ پس تم (عذاب خدا کا) انتظار کرو میں بھی تمھارے ساتھ منتظر ہوں آخر ہم نے انکو اور جو انکے ساتھ تھے انکو اپنی رحمت سے نجات دی اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ہم نے انکی جڑ کاٹ دی اور وہ لوگ ایمان لانے والے تھے بھی نہیں۔] ۷:۵۹-۷۲

جناب ابراہیمؑ کے اللہ تعالیٰ کے بارے میں دلائل اور نمرود کی شیخی۔ البقرۃ کی آیت ۲۵۸ ملاحظہ ہو۔

[(اے رسولؐ) کیا تم نے اس شخص پر نظر نہیں کی جو صرف اس برتے پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے سلطنت دی تھی ابراہیمؑ سے انکے پروردگار کے ارے میں الجھ پڑا کہ جب ابراہیمؑ نے (اس سے) کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو (لوگوں کو) جلاتا ہے اور مارتا ہے تو وہ بھی (شیخی میں آکر) کہنے لگا میں بھی جلاتا ہوں اور مارتا ہوں ابراہیمؑ نے کہا اللہ تو آفتاب کو پورب سے نکالتا ہے بھلا تو اسکو پچھّم سے تو نکالو اس پر وہ کافر ہکا بکا ہو کر رہ گیا (مگر ایمان نہ لایا) اور اللہ ظالموں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔] ۲:۲۵۸

((ا)۔ نمرود مردود کی آخری درخواست حضرت ابراہیمؑ سے یہ تھی کہ اگر تمھارا کوئی اور اللہ ہے تو اس سے کہو

کہ اپنا لشکر بھیجے اور میرا اسکا مقابلہ ہو۔ اللہ نے اس کے غرور کو توڑنے کے لئے مچھروں کا لشکر بھیجا کہ جس نے اسے اور اسکے لشکر کو واصل جہنم کیا۔))

اقوام عاد وثمود اور لوط کی ہلاکت سورۃ الحاقہ آیات ۱تا۱۰ اور الحج کی ۴۲تا۴۵ پیش کی جاتی ہیں۔ یہ عذاب الٰہی اس وقت نازل ہوئے کہ جب ان اقوام نے اس دور کے وسیلہ انبیا علیہم السّلام کی ہدایات کو نظرانداز کر کے سرکشی اختیار کی۔

[بسمہ اللہ الرحمٰن الرّحیمہ

سچ مچ ہونیوالی (قیامت) وہ سچ مچ ہونیوالی کیا چیز ہے اور تمھیں کیا معلوم کہ وہ سچ مچ ہونیوالی کیا ہے (وہی) گھڑ گھڑانے والی جسکو (قوم) عاد وثمود نے جھٹلایا غرض (قوم) ثمود تو چنگھاڑ سے ہلاک کر دئے گئے۔ رہے (قوم) عاد تو وہ بہت شدید تیز آندھی سے ہلاک کئے گئے اللہ نے اسے سات رات اور آٹھ دن لگاتار ان پر چلایا ۔تو تو لوگوں کو اس طرح ڈھئے (مرے) پڑے دیکھتا کہ گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہیں تو کیا ان میں سے کسی کو بھی بچا کھچا دیکھتا ہے اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور وہ لوگ (قوم لوط) جو الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے تھے تو ان لوگوں نے اپنے پروردگار کے رسول کی نافرمانی کی تو اللہ نے بھی انکی بڑی سختی سے لے دے کر ڈالی۔]۶۹:۱-۱۰

[اور (اے رسولؐ) اگر یہ (کفار) تم کو جھٹلاتے ہیں تو (کوئی تعجب کی بات نہیں) ان سے پہلے نوحؑ کی قوم اور (قوم) عادؑ ثمود اور ابراہیمؑ کی قوم اور لوط کی قوم اور مدین کے رہنے والے (اپنے پیغمبر کو) جھٹلا چکے ہیں اور موسیٰؑ (بھی) جھٹلائے جا چکے ہیں تو میں نے کافروں کو چندے ڈھیل دے دی پھر انھیں لے ڈالا تو تم نے دیکھا میرا عذاب کیسا تھا غرض کتنی بستیاں ہیں کہ ہم نے انھیں برباد کر دیا وہ سرکش تھیں پس وہ اپنی چھتوں پر ڈھئی پڑی ہیں اور بے کار اجڑے کنویں اور مضبوط بڑے بڑے اونچے محل۔] ۲۲:۴۲-۴۵

مختلف سورتوں کی متعدد آیات مبارکہ اس امر کا اظہار فرماتی ہیں کہ ہر دور میں انبیا علیہم السّلام جھٹلائے گئے ہیں اور انسان شرارت کرتا رہا ہے لیکن لاتعداد مرتبہ جب اقوام نے حد سے زیادہ وسیلہ انبیاء کو نظرانداز کر کے ارتداد ہی اختیار کیا تو اس کیفیت کو اللہ تعالیٰ نے اقوام کی سرکشی فرمایا اور ایسی اقوام پر عذاب نازل کیا اور ہلاک کر دیا۔

مندرجہ ذیل دس آیات بھی غور طلب ہیں۔

یہ سورۃ البقرۃ (۲:۲۷۲) آل عمران (۳:۱۶۴) المائدۃ (۵:۱۰۴) الانعام (۶:۷-۸-۳۳-۳۴) الاعراف (۷:۱۰) اور الانفال (۸:۲۲-۲۳) سے پیش کی جاتی ہیں ان میں مختصراً مگر بڑی جامع کیفیت کا اظہار ہے خواہ وہ رسول ہو یا عام انسان۔ اللہ نے رسولؐ انھیں لوگوں کے خاندان کا بھیجا اور بھیجنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ ہدایت (آیات قرآنی اور عقل کی باتیں) پہنچا کر انسان کو راہ دکھا دیں منزل مقصود تک پہنچانا رسولؐ کا کام نہیں کیونکہ انکا کام زبردستی عمل کرانا نہیں۔ {لا اکراہ فی الدین۔ (۲:۲۵۶ جزوی)}۔

[(اے رسولؐ) انکا منزل مقصود تک پہنچانا تمھارا فرض نہیں (تمھارا کام صرف راستہ دکھانا ہے) مگر ہاں اللہ جس کو چاہے منزل مقصود تک پہنچا دے۔ اور تم جو کچھ نیک کام میں خرچ کرو گے تو اپنے لئے اور تم تو اللہ کی خوشنودی کے سوا اور کام میں خرچ کرتے ہی نہیں ہو اور جو کچھ تم نیک کام میں خرچ کرو گے (قیامت میں) تم کو بھرپور واپس ملے گا اور تمھارا حق نہ مارا جائیگا۔] ۲:۲۷۲

[(تو اے رسولؐ یہ بھی) اللہ کی ایک مہربانی ہے کہ تم (سا) نرم دل (سردار) انکو ملا اور تم اگر بدمزاج اور سخت دل ہوتے تب تو یہ لوگ (اللہ جانے کب کے) تمھارے گرد سے تتر بتر ہو گئے ہوتے پس (اب بھی) تم ان سے درگزر کرو اور انکے لئے مغفرت کی دعا مانگو اور (سابق دستور ظاہراً) ان سے کام کاج میں مشورہ کر لیا کرو اس پر بھی جب کبھی کسی کام کو ٹھان لو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو جو لوگ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں اللہ انکو ضرور دوست رکھتا ہے۔] ۳:۱۵۹

آل عمران کی آیت ۱۵۹ میں اللہ نے خود پسند فرمایا کہ رسولؐ اپنے وسیلہ سے ہی مغفرت کی دعا فرمائیں یہ ایک کیفیت اظہار وسیلہ ہے باوجود اسکے اظہار یہی ہے کہ اصل اختیار اللہ ہی کو ہے اور اللہ بیشک بڑا قبول فرمانے والا ہے۔

[اللہ نے یقیناً ایمانداروں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انھیں کے (خاندان) میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو انھیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور انکی (طبیعت) کو پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب (اللہ) اور عقل کی باتیں سکھاتا ہے اور اگرچہ یہ لوگ (بعثت رسولؐ سے) پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں گھرے ہوئے تھے۔] ۳:۱۶۴

[اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو (قرآن) اللہ نے نازل فرمایا ہے اسکی طرف اور رسول کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم نے جس (رنگ) میں اپنے باپ دادا کو پایا وہی ہمارے لئے کافی ہے کیا (یہ لوگ لکیر کے فقیر ہی رہینگے) اگرچہ انکے باپ دادا نہ کچھ جانتے ہی ہوں نہ ہدایت ہی پائی ہو۔] ۵:۱۰۴

[اور (اے رسولؐ) اگر ہم کاغذ پر (لکھی لکھائی) کتاب (بھی) تم پر نازل کرتے اور یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے پھر بھی کفار (نہ مانتے اور) کہتے کہ یہ تو بس کھلا ہوا جادو ہے اور (یہ بھی) کہتے کہ اس (نبیؐ) پر کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل کیا گیا (جو ساتھ ساتھ رہتا) حالانکہ اگر ہم فرشتہ بھیج دیتے تو (انکا) کام ہی تمام ہو جاتا (اور) پھر انھیں مہلت بھی نہ دی جاتی۔]۶:۷-۸

[تو کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے ہم خوب جانتے ہیں کہ ان لوگوں کی بک بک تم کو صدمہ پہنچاتی ہے تو (تمکو سمجھنا چاہیئے کہ) یہ لوگ تم کو نہیں جھٹلاتے بلکہ (یہ) ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں اور تم سے پہلے بھی بہیترے رسولؐ جھٹلائے جاچکے ہیں تو انھوں نے اپنے جھٹلائے جانے اور اذیت (و تکلیف) پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری مدد انکے پاس آئی۔ اللہ کی باتوں کا بدلنے والا کوئی نہیں ہے اور پیغمبروں کے حالات تو تمھارے پاس پہنچ ہی چکے ہیں۔]۶:۳۳-۳۴

[اور (اے نبی آدم) ہمنے تو یقیناً تم کو زمین میں قدرت واقتدار دیا اور اس میں تمھارے لئے اسباب زندگی مہیا کئے (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔]۷:۱۰

[اس میں شک نہیں کہ اللہ کے نزدیک زمین پر چلنے والے تمام حیوانات سے بدتر وہ بہرے گونگے (کفار) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر اللہ ان میں نیکی (کی بو بھی) دیکھتا تو ضرور ان میں سننے کی قابلیت عطا کرتا (مگر یہ ایسے بدسرشت ہیں کہ) اگر ان میں سننے کی قابلیت بھی دیتا تو بھی منہ پھیر کر بھاگتے۔]۸:۲۲-۲۳

گزشتہ دس آیات بالکل واضح ہیں انسان (گمراہ) اپنے باپ دادا کے طریقے کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔ ان ظالم انسانوں نے انبیاء کو نہیں جھٹلایا بلکہ اللہ کی آیتوں کا انکار کیا انسان کو زمین میں اقتدار دینے کے باوجود وہ بہت کم شکرادا کرتا ہے کفار کو اس وجہ سے گونگے بہرے اور جانور سے بدتر کہا گیا کہ وسیلہ انبیاء کو بالکل نظر انداز کر کے انکو جھٹلاتے ہیں کافر ہی رسولؐ کا انکار کرتا ہے الرّعد کی آیت ۴۳ قبل بیان کی گئی اس آیت میں رسولؐ (رسالت) کی گواہی میں ایک شخص کا بھی تذکرہ ہے تفسیر ملاحظہ ہو۔

((۱-اکثر مفسرین اس کے قائل ہیں کہ اس سے مراد علی بن ابی طالب ہیں چنانچہ عاصمی نے زین الفتی میں ذکر کیا ہے اور ثعلبی نے عبداللہ بن عطا سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن سلام کہتے تھے کہ من عندہٗ علم الکتاب سے مراد علی بن ابی طالب ہیں ینابیع المودۃ ۱۰۲ تفسیر حسینی صفحہ ۳۴۸، ارجح المطالب ۱۱۰۔))

الرّعد کی آیت ۴۳ میں رسالت کے دو گواہ ہیں ایک اللہ اور دوسرا شخص ہے تفسیر میں حضرت علیؑ (شخص) کا

ذکر اکثریت کیساتھ آیا۔ اللہ نے بنیادی طور پر قرآن میں سب کچھ رکھا ہے لیکن غور وفکر ضروری ہے جو کمی رہ گئی وہ حضورؐ نے مسائل حل فرما دئے۔ اس آیت مبارکہ میں اللہ دو کی گواہی دے رہا ہے ایک رسالت اور دوسرے اس شخص (گواہ رسالت) کے علم کے بارے میں ہے کہ یہ کتاب (قرآن) کا عالم ہے یہ فرما کے اللہ نے اس شخص کو بھی وسیلہ بنادیا اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ اللہ سے اس (شخص) کا رابطہ بھی ہے اللہ نے کتاب و شخص دونوں کا نام نہ لیا۔ رب العالمین اگر کسی شخص کے علم کی ضمانت دے تو مقصد واضح ہے کہ شخص کا بھی تعارف کرادیا کہ کس بلند منزل یا منصب پر فائز ہے اس سے زیادہ واضح کیا ہوگا کہ بس یہ (شخص) حضورؐ سے متصل بھی ہے اور حضورؐ کے بعد یہی کتاب کی وضاحت کا ذمہ دار بھی ہے۔ کسی کو کچھ پوچھنا ہے تو اسی سے پوچھے اتنے لگاؤ کے باوجود اللہ نام نہیں لیتا۔ اللہ سے براہ راست کوئی انسان متکلم نہیں ہوسکتا اس لئے جس انسان کو بھی رسالت یا قرآن کے بارے میں کچھ معلومات کرنی ہے یا کسی پیچیدگی کو دور کرنا ہے تو یہ شخص دو گواہیوں کا تنہا ذمہ دار ہے یعنی ایک اللہ کی دوسری اپنی کیونکہ اللہ نے چاہا کہ اسے (شخص کو) بھی لوگوں کے لئے وسیلہ بنائے۔ یہ شخص اللہ کی بھی نمائندگی فرما رہا ہے اور خود بھی گواہ ہے دو گواہوں کی بات اسی طرح سمجھ میں آتی ہے حضورؐ کی حیات میں بھی اور رحلت کے بعد بھی یہی شخص رسالت کا گواہ رہا۔ اللہ غیب میں اور مسلمان کا ایمان غیب پر ہے قرآن حکیم قیامت تک رہیگا اس لئے رسالت کا گواہ آج بھی ہونا لازم اور اس گواہ کا رابطہ اللہ سے ہونا اسی طرح واجب جیسا کہ پچھلی سطور میں بیان کیا گیا۔ مسلمان دین ابراہیمؑ پر قائم ہے (۲:۱۳۵) جناب ابراہیمؑ کی تمنا (۲:۱۲۴) امام کے بارے میں رد نہیں ہوئی یعنی نبوت کے ساتھ اور حضورؐ پر ختم نبوت کے بعد بھی سلسلہ امامت قیامت تک رہیگا اور امام کا تعین بھی اللہ کی طرف سے ہوگا جیسے کہ گواہ (رسالت) کا تعین کیا گیا اسکے علاوہ امام اور امامت سے متعلق آیات خصوصاً آئندہ باب میں ملاحظہ ہوں (۱۷:۱۷-۷۲)، (۲۸:۵،۶۸)، (۲۵:۷۴-۷۶)، (۱۲:۳۶)۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۱ میں اماموں کے بارے میں ارشاد ہے کہ لوگوں کو انکے زمانے کے اماموں کے ساتھ بلایا جائیگا یعنی نبوت و امامت ساتھ ہیں کوئی نبی اس وقت تک امام نہیں کہلایا جاسکتا جب تک اللہ کا ارشاد نہ ہو۔ جناب ابراہیمؑ نبی تھے اللہ نے امتحان لیکر ان کو امام بھی بنادیا۔ امتحان میں کامیابی کے بعد امامت عطا ہوئی یعنی دو منصب نبوت و امامت الگ ہوئے لیکن جناب ابراہیمؑ کا منصب امامت بلند ہوا کیونکہ امتحان کے بعد حاصل ہوا۔ اس لئے مسلمانوں کو دونوں مناصب (نبوت و امامت) پر ایمان لانا ہے کیونکہ ہم دین ابراہیمؑ (۲:۱۳۵) پر ہیں۔ جناب ابراہیمؑ کو نبوت و امامت سے سرفراز فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے جن پیغمبروں کو نبوت عطا فرمائی ان کو

امام سے تعبیر فرمایا۔ مثلاً جناب اسحٰق و یعقوبؑ وغیرہ (۲۱:۷۳) یعنی ان کو دونوں مناصب (نبوت و امامت) عطا فرمائے گئے یہاں مقصد الٰہی یہ نظر آتا ہے کہ انسان منصب امامت اور وسیلہ امام کو بھی اسی طرح تسلیم کرے جیسا کہ وسیلہ نبی کو تسلیم کرنے کا حکم صادر فرماتا رہا ہے اور جناب ابراہیمؑ کے دور سے چل کر کچھ عرصہ یہ سلسلہ نبوت وامامت دونوں بیک وقت ایک ہی پیغمبر کو عطا ہوتے رہے۔ پروردگار عالم نے اس طرح امام وامامتؑ کے سلسلہ کو انسانوں میں متعارف بھی فرمایا اور منوا بھی لیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے منصوبوں کے تحت نبوت کو حضورؐ پر ختم فرمانا تھا لیکن سلسلہ ہدایت کو جاری وساری رکھنے کے لئے انفرادی طور پر منوانا تھا اس لئے جناب موسیٰؑ کے دور سے نبوت کو پھر منصب امامت سے جدا فرمادیا یعنی جناب موسیٰؑ کو امام نہیں فرمایا لیکن منصب امامت کو ایسا متعارف فرمایا تاکہ انسان اس آعلیٰ منصب پر کوئی نکتہ چینی نہ کر سکے اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کے جانشین بارہ آئمہ منتخب کئے (۲۴:۳۲) پھر اسی طرح جناب عیسیٰؑ کے جانشین انصار اللہ (۶۱:۱۴) (بارہ حواری) گزرے۔ ان جانشینوں کو جو تسلیم نہ کر سکے کافر کہلائے لیکن انسانوں کی اکثریت (کفار ومشرکین) نے انبیاء کو ہی جھٹلایا اور تسلیم نہ کیا تو پھر جانشین انبیاء (خواہ وہ آئمہ ہوں یا انصار اللہ) کو انسان کیا ڈھنگ سے تسلیم کرتا۔ ایمان لانے کے باوجود بھی انسان اصل دین پر قائم نہ رہا اور فرقے بناتا رہا ہے اس تسلیم ورضا کے مسئلہ پر قلیل انسان رہے ہیں کہ جنھوں نے ان اوصیاء کو تسلیم کیا جیسا کہ ماننے کا حق تھا حضورؐ کی رحلت کے بعد نبوت ختم ہوئی لیکن ہدایت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہنا ہے یہی کام امام کے سپرد ہے قیامت تک رسالت کا گواہ کوئی نہ کوئی شخص رہنا چاہیئے تاکہ الرّعد کی آیت ۴۳ کی صداقت قائم رہے۔ انسان جب رسولؐ پر ایمان لے آیا تو وہ اس (رسولؐ) کی رسالت کے گواہ (شخص) پر بھی ایمان لائے ورنہ آیت کا انکار ہوگا۔ اگر انسان رسولؐ کی زیارت کئے بغیر غیب پر ایمان لا رہا ہے اور آثار وشواہد اور کوائف کی بنا پر اللہ تعالیٰ پر بھی ایمان رکھتا ہے۔ تو پھر انہی دلیلوں کی بنا پر انسان رسالت کے گواہ (شخص) پر بھی ایمان لا سکتا ہے لیکن انسان اپنے نفس سے مجبور ہو کر گمراہی اختیار کرتا ہے یعنی جس طرح مشرک وکافر ہی اللہ کو وحدہٗ لاشریک مان کر اور رسول کو پہچانتے ہوئے ایمان نہیں لاتے اس طرح نقصان مشرک وکافر ہی کا ہے کہ جہنم میں جائینگے۔ ایک مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ رسالت کے گواہ (شخص) پر بھی ایمان لائے تاکہ مومن ہو کر درجہ بلند ہو جائے (۱۰:۱۰۳)۔

جانشین رسولؐ اور امام کا تصور بھی مسلمان کو ہے رسولؐ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پیغام پہنچاتا ہے۔ رسولؐ عمل کروانے کا ذمہ دار نہیں (۶:۱۰۷)۔

الانعام کی آیت ۱۰۷ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو آزادی عطا فرمائی ہے ورنہ اس (انسان) سے شرک ممکن نہ ہوتا یعنی دین میں کہیں زبردستی نہیں ہے مسلمانوں نے بھی فرقے بنالئے ہیں حالانکہ بنانے کی ضرورت ہی نہ تھی (۱۵۹:۶) فرقے بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ؟ جیسا کہ ثابت کیا گیا کافر ومشرک بھی سب جانتا ہے یعنی اس کو اپنی حدود کا علم ہے کہ کفر وشرک کہاں سے شروع ہو رہا ہے اسی طرح مسلمان کو بھی اچھی طرح علم ہے کہ قرآن حکیم میں بنیادی امور کی وضاحت ہے لیکن جو تفصیل طلب امور ہیں وہ حضورؐ کی تفسیر وسنت سے پایۂ تکمیل پر پہنچے۔ اللہ نے بہت سے معاملات صیغہ راز میں رکھے ہیں اس (اللہ) نے جو مناسب سمجھا اتنا علم انسان کو دیا بلکہ اس نے تمام انبیاء اوصیاء کو بھی مختلف علوم عطا فرمائے کسی کو کچھ دیا اور کسی کو کچھ یہ فرق اولوالعزم انبیاعلیہم السّلام کے درمیان بھی ہے جناب عیسیٰؑ کو یہ اختیار عطا ہوا تھا کہ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے پرند کی مورت پر دم کر کے زندگی عطا فرماتے تھے (۴۹:۳) لیکن جناب ابراہیمؑ نے بارگاہ الٰہی میں التجا فرمائی کہ دکھادے کہ مردوں کو کیونکر زندہ کرتا ہے البقرۃ آیت ۲۶۰ اور تفسیر قبل پیش کی گئی۔

البقرۃ آیت ۲۶۰ میں نہ کہیں 'دم' کا ذکر ہے اور نہ اذن کی بات ہے صرف جناب ابراہیمؑ اور اللہ کے درمیان گفتگو ہے جس طرح پرندوں کا قیمہ کر کے جناب ابراہیمؑ نے دوبارہ زندہ فرمایا اس میں در پردہ اذن الٰہی ہے ایک دوسرا زندہ کرنے کا واقعہ جس میں قربانی کی گائے کے گوشت کا ٹکڑا لگا دینے سے مقتول شخص زندہ ہوگیا یہ البقرۃ آیت ۷۳ میں بیان کیا گیا ہے ان واقعات سے اللہ تعالیٰ کی قدرت وحکمت کا مختصر اندازہ ہوتا ہے لیکن اسکی ذات لامحدود ہے اسکی ہر حکمت محیر العقول ہے کم از کم اتنا تو ثابت ہے کہ جناب ابراہیمؑ جیسے اولوالعزم نبی اور امام کو روح پر کمال حاصل نہ تھا اس لئے آپؑ نے مخصوص التجا فرما کے اس معجزے کو دیکھا تاکہ آپؑ کو تشفی ہو کہ مردہ کیسے زندہ کیا جاتا ہے صرف تین طریقہ تو یہیں زیر بحث آئے۔ جناب عیسیٰؑ دم کر کے زندہ کر دیتے تھے جناب ابراہیمؑ نے در پردہ اذن کے تحت پرندوں کو زندہ کیا۔ گوشت کا ٹکڑا لگا کر مقتول کو زندہ کیا جانا! مردے کو زندہ کرنے میں روح کی اصل کارفرمائی ہے اگر انسان یا جانور سے روح نکل جائے تو انسان یا جانور مر جاتا ہے روح دراصل جسم کو متحرک رکھتی ہے جیسے ہی روح پرواز کرتی ہے ذی روح کی تمام حرکتیں منجمد ہو جاتی ہیں یہ بڑی عام چیز ہے کہ کسی جانور کے جسم سے روح خارج ہوئی تو حشرات الارض اسکے جسم پر حملہ آور ہوتے دکھائی بھی دیتے ہیں یہی اسکی موت کی نشانی ہے روح پر اقتدار کسی عام انسان کو نہیں ہے مہارت رکھنے والے حکیم، ڈاکٹر، سائنسداں اور دیگر علوم کے ماہرین کے لئے موت برحق ہے لیکن شہید زندہ ہیں اور رزق پاتے ہیں

(۱۶۹:۳) حضورؐ سے روح کے بارے میں سوال کیا گیا۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۵ ملاحظہ ہو۔

[اور (اے رسولؐ) تم سے لوگ روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں تم (انکے جواب میں) کہدو کہ روح (بھی) میرے پروردگار کے حکم سے (پیدا ہوئی) ہے اور تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے (اس کی حقیقت نہیں سمجھ سکے] ۸۵:۱۷

((ا۔ مکہ کے کفار قریش نے حضرت رسول کے مبعوث ہونے کے بعد نضر بن حارث ابی بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے یہودیوں کے پاس حضرت کے حالات دریافت کرنے کو بھیجا ان پر یہودیوں نے جواب دیا کہ ہم جانتے ہیں کہ پیغمبر آخر الزمان کا ظہور کا زمانہ قریب ہے اور جو باتیں تم لوگ اس کی بیان کرتے ہو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہی شخص پیغمبر ہے تم لوگ اس کو یوں امتحان کرو کہ اس سے پوچھو کے سابق زمانہ میں جو چند جوان گم ہو گئے ہیں ان کا قصہ کیا ہے اور روح کیا چیز ہے اگر وہ روح کی حقیقت کچھ بتا دے تو جھوٹا سمجھنا ورنہ وہ ضرور سچا پیغمبر ہے غرض وہ لوگ مکہ میں واپس آئے اور مشورہ کر کے آپ سے سوال کیا آپ نے فرمایا میں کل جواب دونگا آخر جوانوں کے بارے میں تو یہ جواب ملا ان اصحاب الکھف والرقیم کانو امن اٰیا تنا عجبا۔ جو سورۃ کہف میں مذکورہ ہے اور روح کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔))

بنی اسرائیل کی آیت ۸۵ اور تفسیر دونوں روح کے بارے میں صیغہ راز میں ہیں لیکن اللہ تعالی نے رسولؐ سے یہ نہیں فرمایا کہدو کہ مجھے (رسولؐ کو) علم نہیں روح کیا ہے بلکہ کہدو روح امر الٰہی ہے رسولؐ تابع وحی ہیں اس لئے حضورؐ کو علم ہونے کے باوجود اظہار ناممکن ہے۔ لیکن 'اذن' رب العالمین سے معجزات و روح پر اقتدار کا اظہار ہوتا رہا ہے اب اگر کوئی روح کے بارے میں مزید سوال کرتا تو وہی گستاخ رسول اور منافقت میں آجاتا۔ جناب موسیٰؑ کا عصا بھی اژدہا بنا کرتا تھا یہ معجزہ ان کو عطا ہوا تھا یہاں مقصد معجزات انبیا و اوصیا علیہم السّلام کو بیان کرنا نہیں بلکہ خصوصاً ذہن مسلم کو حکمت الٰہی کی طرف توجہ دلانا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو نہ صرف روح بلکہ ہر شے پر مکمل اختیار ہی نہیں بلکہ اقتدار حاصل ہے یہ اختیار و اقتدار کسی مخصوص بشر میں آج بھی 'اذن' الٰہی سے منتقل ہے۔ اسی کو جانشین رسولؐ وصیؑ یا امامؑ سے خطاب کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ انسان (خصوصاً مشرک و کافر) ہی ہے کہ جو انبیاء کو اپنا جیسا انسان کہہ کر ایمان نہیں لاتا بعینہ انبیاء پر منافق بھی ایمان نہیں لاتا (۱:۶۳) بظاہر مانتا رہا ہے لیکن اوصیاء یا آئمہ طاہرین علیہم السّلام کو نہ صرف یہ کہ خود (منافق) نہیں مانتا بلکہ سادہ لوح مسلمان کو امامؑ و امامت کے خلاف ورغلاتا ہے اور فساد برپا کرتا ہے جتنی بھی آیات کا حوالہ امام و امامت کے بارے میں ہے یہ اسی بات کا

ثبوت ہے کہ امام ہے اور وہ ہر زمانہ کا صرف ایک ہے اور تمام دنیا میں اسی کا دور شمار کیا جائیگا یہی اللہ کا نمائندہ ہے کوئی دوسرا حاکم وقت خواہ کہیں کا ہو اس (اللہ) کا نمائندہ نہیں ہوسکتا جب ایک امامؑ دنیا سے رخصت ہو تو دوسرا اسکی جگہ ہونا چاہیئے حضور کی رحلت کے بعد دنیا کسی لمحہ کے لئے بھی بغیر امامؑ کے نہیں رہی۔ جب امامت کی بات طے ہوگئی تو یہ شخص (رسالت کا پہلا گواہ امام) حضرت علیؑ ہیں۔

رسول کو مکمل علم قرآن تھا لیکن بجز ان مقامات کہ جہاں تک حضورؐ تابع وحی تھے اظہار ممکن تھا جیسا کہ روح کے متعلق امر ربی فرمایا گیا (۱۷:۸۵) اللہ تعالیٰ کی ضمانت کے تحت شخص بھی علم قرآن سے متعارف فرمایا گیا یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ دونوں (حضورؐ اور شخص) میں علم کا تناسب کیا ہے اس سبب سے رسولؐ و شخصؑ کا علم برابر ہوا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے اس شخصؑ کا تعارف نہ فرمایا ہو کہ جس نے آپؐ کی رسالت کی گواہی دی ہو۔ یہ بھی قابل یقین نہیں کہ حضورؐ سے کسی صحابیؓ نے اس اہم ترین نام (شخص) کی وضاحت نہ چاہی ہو۔ ایک بڑی مشہور حدیث مبارک پیش کی جاتی ہے۔ " انا مدینتہ العلم وعَلَیُّ بابُھا " یعنی حضورؐ نے براہ راست علم کے رشتہ کا اظہار حضرت علیؑ سے ہی فرمایا دو مقامات پر بڑے پائے کے صاحبان علوم کا ذکر قرآن حکیم میں ہے آل عمران کی آیت ۷ اور النساء کی ۱۶۲ ملاحظہ ہو۔

[(اے رسولؐ) وہی وہ (خدا) ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی اور اس میں کی بعض آیتیں تو محکم (بہت صریح) ہیں وہی (عمل کرنے کے لئے) اصل (و بنیاد) کتاب ہیں اور کچھ (آیتیں) متشابہ (گول گول جسکے معنی میں کئی پہلو نکل سکتے ہیں) پس جن لوگوں کے دل میں کجی ہے (وہ) انہی آیتوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں جو متشابہ ہیں تاکہ فساد برپا کریں اور اس خیال سے کہ انہیں اپنے مطلب پر ڈھال دیں حالانکہ اللہ اور ان لوگوں کے سوا جو علم میں بڑے پایہ پر فائز ہیں انکا اصلی مطلب کوئی نہیں جانتا وہ لوگ (یہ بھی) کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ سب (محکم ہو یا متشابہ) ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے اور عقل والے ہی سمجھتے ہیں۔] ۳:۷

(انس بن مالک کہتے ہیں میں نے رسولؐ اللہ سے پوچھا کہ راسخون فی العلم کون لوگ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ لوگ ہیں جن کے ہاتھ نیکی کن، زبان سچی، دل مستقیم ہوں اور جو حرام پیٹ اور فرج سے محفوظ ہوں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صفات حضرت رسولؐ اور آئمہ معصومینؑ کے سوا کسی میں پائے نہیں گئے کیوں کہ ان حضرات کے سوا اس امت میں کوئی ایسا نہیں کہ جنکے ہاتھوں نے نیکی کے سوا جھوٹ دل نے استقامت کے سوا کجی اور فرج نے حلال کے سوا حرام اختیار کیا ہو۔ دیکھو تفسیر در منشور جلد ۲ صفحہ ۷ مطبوعہ مصر۔))

[لیکن (اے رسولؐ) ان میں سے جو لوگ علم دین میں بڑے مضبوط پایہ پر فائز ہیں وہ اور ایمان والے تو جو (کتاب) تم پر نازل کی ہے اور جو کتاب تم سے پہلے نازل ہوئی ہے (سب پر) ایمان رکھتے ہیں اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہیں ایسے ہی لوگوں کو ہم عنقریب بہت بڑا اجر عطا فرمائینگے۔] ۱۶۲:۴

النساء کی آیت ۱۶۲ میں بڑے صاحبان علم کا عملی پہلو نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کی پابندی سے واضح فرمایا گیا اسکی بہترین مثال المائدۃ آیت ۵۵ کی متفق الیہ تفسیر اور ''کنزالایمان'' میں حضرت علیؑ کا اسم گرامی حالت رکوع میں ادائیگی زکوٰۃ کا آیا۔ نماز افضل ترین عبادت ہے اور اسکے ساتھ زکوٰۃ کی ادائیگی سخاوت کا اظہار ہے بیشک یہ واقعہ متفق الیہ احادیث ہی سے ثابت ہے بعض مقامات پر بھی قرآن حکیم میں نام نہ ہونے کے باوجود تفسیر میں ہی کئی ناموں کا ذکر بیک وقت ہے تفسیر میں ناموں کا اظہار حضورؐ نے ہی فرمایا۔ علم کے بارے میں گو کہ حدیث رسولؐ ہی کافی ہے لیکن اللہ نے جو شخص کے متعلق علم کی ضمانت الرّعد کی آیت ۴۳ میں دی تو اشخاص کے بارے میں علم کا ذکر آل عمران کی آیت ۷ میں 'راسخون فی العلم' (صیغہ جمع) ہے آیت میں اللہ کے ساتھ 'راسخون' کا ذکر ہے اس میں یقیناً رسولؐ کے علاوہ اشخاص بھی شامل ہیں۔ تفسیر میں آئمہ کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ منزل علم پر امامت کو بھی شامل فرمادیا۔ علمی لحاظ سے رسولؐ اور دوسرے صاحبان علم (آئمہؑ) کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ منزل علم پر امامت کو بھی شامل فرمادیا۔ علمی لحاظ سے رسولؐ اور دوسرے صاحبان علم (آئمہؑ) بالکل برابر ہیں النساء کی آیت ۱۶۲ میں بھی راسخون فی العلم (صیغہ جمع) کا تذکرہ انکی نماز اور زکوٰۃ کی پابندی سے ادائیگی کے ساتھ کرایا گیا ہے اس عملی فضیلت (نماز و زکوٰۃ) کی مثال پھر المائدۃ کی آیت ۵۵ میں حضرت علیؑ ہی کی پیش کی گئی۔ اللہ بھی مسائل کو تشنہ نہیں چھوڑتا ورنہ پھر اللہ کے رسولؐ نے الجھن کو بذریعہ تفسیر وحدیث دور فرمادیا ہے کسی طور شخص کی جگہ حضرت علیؑ کی شخصیت نظر آتی ہے دیگر صاحبان علم کی شناخت کی ذمہ داری حضورؐ و حضرت علیؑ کی ہے کیونکہ اصولاً یہ انؑ کے گواہ ہیں کسی پیچیدگی اور ابہام کی اب گنجائش نہیں رہی۔

اللہ تعالیٰ نے تو انبیا واوصیا علیہم السّلام کو اپنے (اللہ تعالیٰ) اور دوسرے انسانوں کے مابین وسیلہ بنایا ہی ہے لیکن جیسا کہ اس باب میں مندرج متعدد آیات سے تصدیق ہو رہی ہے کہ جب انسان خود ضرورت محسوس کرتا ہے یا ان پر مصیبت پڑتی ہے تو وہ انبیاء کو ہی وسیلہ بناتا رہا ہے۔ یعنی وہ بھی وسیلہ کا قائل ہے خواہ وہ کافر

ومشرک ہی کیوں نہ ہو۔ یہ (کافر ومشرک) بھی منزلت انبیاء سے واقف تھا اور ہے (۱۲۴:۶) لیکن یہی ہٹ دھرمی ہے کہ بغض وحسد کی وجہ سے منکر ہو جاتا ہے بالفاظ دیگر یہ کہنا چاہیئے کہ یہ بڑا خود غرض اور احسان فراموش ہے حالانکہ ایسا ہونا نہیں چاہیئے قطع نظر اسکے یہ (کافر ومشرک) اعلیٰ کردار کے انسانوں کو پہچانتا رہا ہے اور ان سے فیصلے کراتا رہا ہے یہاں حضورؐ (حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو حکم تسلیم کرنے کا اور حجر اسود کو خانہ کعبہ کی دیوار میں نصب کرنیکا ذکر پیش کیا جاتا ہے اور اس واقعہ سے چند نتائج پیش کیئے جاتے ہیں۔

یہ واقعہ کوئی معمولی سرسری گزر جانے کا نہیں انتہائی اہمیت کا حامل اور بعثت (اظہار رسالت) رسولؐ سے قبل کا ہے کہ جس دور میں کفار ومشرکین عرب بھی حضور کو صادق وامین کے خطابات سے نوازا کرتے تھے۔ جب حجر اسود کو نصب کرنیکا مسئلہ درپیش تھا تو تمام قبائل کے سردار یہ چاہتے تھے کہ یہ فضیلت انھیں حاصل ہو اس وجہ سے ان میں خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی لیکن انھیں نے اسکا فیصلہ مصلحت الٰہی سے حضور کو سونپا اور آپؐ کو حکم مان لیا اور آپؐ نے جو فیصلہ کیا سب نے اسے بخوشی قبول کیا اس طرح آپؐ نے انھیں ایک بڑی خانہ جنگی اور خوں ریزی سے بچا لیا۔ پوری کفار ومشرکین قوم پر حضورؐ کا یہ کتنا بڑا احسان ہے یہ کفار ومشرکین بھی اتنی صلاحیت رکھتے ہیں کہ کسی اعلیٰ شخصیت کو پہچان لیں آپ کو منصف تسلیم کر لیا کیونکہ آپ کی فضیلت کے سب ہی قائل تھے ان کفار ومشرکین کی یہ مجبوری یعنی حضورؐ کو حکم ماننا صرف اعلیٰ کردار وشہرت کی وجہ سے تھی حالانکہ آپؐ کی عمر صرف پینتیس برس تھی خانہ جنگی اور موت کے خوف سے معمر بت پرستوں کو اطمینان ہوا کہ کوئی اپنا جیسا بت پرست حرم میں نظر نہیں آیا کیونکہ صحیح فیصلہ کی توقع کسی اور (اپنے جیسے کافر) سے نہ تھی ورنہ خانہ جنگی کی کیفیت پیدا ہی کیوں ہوتی یعنی بت پرست خود بھی ایک دوسرے کو جھوٹا سمجھتا ہے اور قابل یقین نہیں سمجھتا۔ معمر بت پرستوں کی موجودگی کے باوجود کفار کو آپؐ کی کم عمری بھی قابل قبول ہوئی۔ جب انسان کی غرض ہو اور خصوصاً موت بھی سامنے ہو تو اس کو حق وصداقت نظر آتی ہے اور وہ سب کچھ قبول کرنے پر آمادہ رہتا ہے ورنہ بال کی کھال نکالتا ہے حضورؐ نے جب اظہار رسالت فرمایا تو یہی کفار ومشرکین روٹھ گئے حضورؐ کے احسانات بھول گئے ذرا غور فرمایئے کہ جب تک خود رسولؐ کو افضل (حکم ماننا اور صادق وامین کے خطابات وغیرہ سے نوازنا) قرار دے رہے تھے سب درست تھا اور جب حقیقتاً فضیلت (نبوت) کا اظہار اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تو انکار کر بیٹھے۔ کفار ومشرکین کا روٹھنا اور رسالت کو تسلیم نہ کرنا انکے بغض وحسد کی وجہ سے تھا (۱۲۴:۶) دعوت ذوالعشیرۃ کے بعد اکثر حضورؐ کے مخالف ہو گئے ان کفار ومشرکین کی کتنی بڑی احسان فراموشی تھی کہ حضورؐ کے تمام احسانات

بھلا دے انسان کتنے بڑے احسان (خانہ جنگی وخوں ریزی کی کیفیت کو دور فرمانا) کو کتنی جلدی اور کس طرح بھول جاتا ہے؟ اس دعوت کے بعد دو نظریات کھل کر سامنے آئے۔ ایک دین اسلام یعنی وہ نظریہ جو کہ حضورؐ عرش سے نزول وحی کے بعد پیغام ہدایت پہنچا رہے تھے کہ انسانوں کو مسلمان ہو کر کس طرح زندگی بسر کرنی چاہیئے اور بارگاہ الٰہی میں سر تسلیم خم کرنا چاہیئے۔ اس نظریہ (نظام عرش) کے تحت تبلیغ دین مکہ میں شروع ہوئی ابتدا میں آپ کو دینوی مال ومتاع پیش کیا گیا تاکہ آپ تبلیغ دین سے دستبردار ہو جائیں۔ کفار ومشرکین مسلسل آپ کو اور رفقا کار کو اذیتیں دیتے رہے اور حتیٰ کہ زخمی بھی کر دیتے تھے مکہ میں تیرہ برس بڑی صعوبتوں میں گزرے۔ مخالفت اتنی شدید ہوگئی کہ حضورؐ اور رفقا کار کو قیام کرنا مشکل ہو گیا۔ حضورؐ کو عالمین کے لئے رحمت قرار دیا گیا اور مکہ والوں نے آپ ہی کو زحمت دیکر ہجرت کرا دی ہجرت کا سب سے اہم فلسفہ یہی ہے کہ دنیا کو یہ علم ہو جائے کہ کفار ومشرکین وغیرہ جارح ہیں اور حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں کا مقصد صرف تبلیغ اسلام ہے جناب رسول کریمؐ اور ساتھیوں کا مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمانا غور وفکر چاہتا ہے؟ حضورؐ نے ہجرت سے قبل خانہ کعبہ کے بتوں کو بھی نہیں چھیڑا تھا ورنہ یہ تصور ہوتا کہ غالباً ہجرت اس وجہ سے کرائی گئی جیسا کہ جناب ابراہیمؑ نے بت ڈھائے تھے اور انؑ کو آگ میں ڈالا گیا لیکن حکم الٰہی سے آگ گلزار بن گئی (۲۱:۶۹) بت فتح مکہ کے بعد گرائے گئے (۸ ھ) ان تمام احساسات کے ساتھ ہجرت ہوئی۔ دوسرا وہ نظریہ ظلم وجور تھا کہ جو عرب اختیار کئے ہوئے تھے اس میں مختلف برائیوں کے ساتھ یہاں تک ظلم کا بازار گرم تھا کہ اپنی 'انا' کی خاطر بیٹیوں کو بھی زندہ دفن کر دیا کرتے تھے بتوں کی پوجا وگانا بجانا ورقص وسرود وغیرہ غلط رسم ورواج اور کھلی ہوئی نفس کی پیروی یا بالفاظ دیگر یہی عرب ''نیشنلزم'' تھا کہ جس پر عرب نازاں تھے یہ ''نیشنلزم'' یا صوبائیت ہی اسلام سے متصادم ہیں اسلام نظریہ عرش (حق) ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے انبیا واوصیا علیہم السّلام کے وسیلے سے بذریعہ وحی انسانوں کی ہدایت کے لئے عرش سے نازل فرمایا۔ انسانوں نے جو طور طریقے زندگی گزارنے کے لئے خود وضع کئے ہیں یہ دین اسلام سے ہٹ کر اختیار کئے یہی نظام فرش یا مقام ومقامیت (صوبائیت) ''نیشنلزم'' (باطل) ہے اگر کوئی فرد اپنے آپکو کسی صوبائی یا ملکی (نظام فرش) ہونے سے تعبیر ہونے کو فخر سمجھتا ہے تو یہ ایک طرح کے کفر وشرک کے ہی مترادف ہے انسان اسی ''نیشنلزم'' یا دوسرے ''ازم'' یعنی باطل پر اکڑتا ہے یہی نظام دراصل اسلام سے برسرپیکار ہیں خلاصہ یہ کہ حضورؐ اور آپؐ کے ساتھیوں نے عرب نیشنلزم سے ہی عاجز ہو کر ہجرت فرمائی۔ اسکے بعد دونوں نظریات حق وباطل واضح ہوگئے کہ اسلام میں جارحیت کا تصور ہی نہیں ہے اگر مکہ میں

قیام فرما کے حضورؐ تلوار سے دفاع فرماتے تو وہ ایک طرح کا طاقت کا مظاہرہ تصور ہو سکتا تھا اور اس کا زیادہ امکان تھا کہ مسلمانوں پر جنگ کی ابتدا کرنے کا الزام بھی عائد ہو لیکن ہجرت کی حکمت عملی نے اسکا سد باب ایسا کیا کہ یہ قیامت تک قائم رہیگا۔ حضورؐ نے یہ ظاہر فرمایا کہ اسلام میں صلح جوئی عفو درگزر کا تصور طاقت کے مظاہرے سے کہیں افضل ہے اور اس طرح مسلمانوں کو بھی بہت بڑا سبق دیا کہ انکو بھی کسی حالت میں رہتی دنیا تک جارحیت نہیں کرنی چاہیئے۔ تاریخ نے یہ تصدیق فراہم کی کہ تمام جنگوں میں مکہ والے (کفار و مشرکین) ہی حضورؐ و رفقا کار پر مدینہ کی طرف حملہ آور ہوتے رہے اس لئے حضورؐ نے ان حملوں کے خلاف دفاع فرمایا یہی جہاد ہے مشرکین و کفار حضورؐ کے دشمن ہوئے اس لئے یہی مسلمان کے دشمن ہیں لیکن منافق در پردہ دشمن اسلئے یہ منافق (مشرک و کافر بھی ہے) خطرناک دشمن ہی مسلمانوں کے درمیان قیام پذیر ہے منافق فنکار ایسا کہ بھائی کو بھائی سے لڑا کر جدا کردے۔ یہ شیطان کا بھی استاد سمجھ لیجئے۔ یہ نفسیات (منافق کی) قبل تحریر کی گئی ہیں لیکن مختصراً دہرانا ضروری ہے کسی مسلمان کو دوسروں کے نظریات زبردستی تبدیل کرانے کی خاطر حملہ آور ہونے کی ضرورت نہیں۔ تبلیغ دین یا نظریات کو اسلامی بنانا بڑی شفقت و محبت چاہتا ہے۔ یہی سنت رسولؐ یا انبیا علیہم السلام کا طریقہ کار رہا ہے اور یہی حکم الٰہی ہے لیکن دفاع یا جہاد کا حکم صرف اس وقت ہوا کہ جب کفار و مشرکین نے مظالم ڈھائے۔ بنیادی طور پر تبلیغ دین میں تلوار اور ڈنڈے درکار نہیں ہوتے۔ تلوار یا اسلحہ کا مقصد صرف دفاعی جہاد ہے دین اسلام میں بھی مقام و مقامیت کا بڑا لحاظ و پاس ہے وہ خواہ عبادت الٰہی ہو (حقوق اللہ) یا دوسرے انسانوں کے حقوق ہوں (حقوق العباد) عبادت کے تصور میں مسلمان کو اوقات صوم وصلوٰۃ کی پابندی مقامی اعتبار سے کرنی پڑتی ہے یہ پابندی اوقات ہے پڑوسیوں اور رشتہ داروں کا لحاظ الگ اور دوستوں کا خیال بھی رکھنا ہے اسلام ایک دوسرے کے ساتھ احسان کرنے کی تعلیم دیتا ہے تاکہ خودغرضی نزدیک نہ آئے۔ دوسرا کوئی بھی زندگی بسر کرنیکا طریقہ ہو وہ خودغرضی اور خصوصاً گروہ بندی پر ہوگا۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور اہم بنیادوں میں امن و سکون اور صلح جوئی ہے یہ واقعہ حجر اسود بعثت سے قبل کفار و مشرکین کے درمیان بھی بغیر کسی خونریزی کے مسئلہ کو حل فرمانا حضورؐ کا ایک ایسا کارنامہ ہے کہ جس سے مزاج اسلام کی امن وسکون پسندی کا مکمل اظہار ہوتا ہے۔ اسلامی نظام میں فساد کا نام ونشان بھی نہیں ہے مسلمانوں کے درمیان منافق ہی فسادی اور دہشت گرد ہے مسلمان و مومن فسادی نہیں۔ حجر اسود کا واقعہ ہو یا ہجرت تمام اسی فلسفہ کے مظہر ہیں ایک مسلمان کیلئے فضیلت اسی میں ہے کہ وہ کوشش کرے کہ حضورؐ نے کس طرح زندگی بسر فرمائی وہی راہ اختیار کرے۔ حضورؐ نرم دل اور اعلیٰ اخلاق پر فائز

تھے آپ کا پیشہ تجارت تھا۔ اسی تجارت کے نتیجہ میں آپؐ امین و صادق مشہور ہوئے۔ تجارت سے حاصل کی گئی رقوم اور جناب خدیجہ کی طرف سے جو مال و دولت ملی خدمت دین میں صرف ہوئی۔ مسلمانوں نے بھی فیض اٹھایا۔ حضورؐ کی آخری زندگی فقر و فاقہ میں گزری جبکہ پوری مملکت کے مالک تھے (مکہ معظمہ و مدینہ منورہ وغیرہ) یعنی تمام دولت اسلام و مسلمانوں پر صرف ہوگئی۔ اسلامی مملکت کے استحکام کا یہ راز تھا۔ آج اگر مسلمان خستہ حالی میں گرفتار ہیں تو اپنے عمل کی وجہ سے سنت رسولؐ یہی ہے کہ خود مفلس ہو کر مملکت کو مضبوط بنا دیا جائے۔ سب سے بڑی جمہوریت بھی یہی ہے۔ یہی معیشت کا بڑا پہلو ہے تاکہ ملک مستحکم ہو۔ مسلمان حقیقتاً حضورؐ کے وسیلہ کو ہی نظر انداز کئے ہوئے ہیں ورنہ دنیا میں مسلمانوں کی صورت حال مختلف ہوتی۔

دعوت ذوالعشیرہ کے بعد ہی دو نظریات یعنی حق (دین اسلام) و باطل کا اظہار ہو چکا تھا لیکن ہجرت رسولؐ کے بعد دونوں بالکل نمایاں ہوگئے۔ حق (دین اسلام) حضورؐ کیساتھ تھا۔ اس اسلامی نظریہ میں مقام و مقامیت کی اہمیت بھی واضح کی گئی۔ مکّہ میں جس طرز پر چلنے والے تھے وہ باطل (سیاست مقام و مقامیت یا نیشنلزم) ہی تھا جس میں بت پرستی سے لیکر دنیا کی ہر برائی تھی ہجرت نے یہ بالکل فیصلہ فرما دیا کہ حضورؐ کی ہجرت باطل کی مخالفت کی وجہ یا اس سے تنگ آ کر ہوئی ہجرت کوئی زبان، رنگ، نسل یا خاندانی فساد کی وجہ سے نہ تھی بلکہ نظریاتی اختلافات کی وجہ سے مخالفین نے جو مظالم ڈھائے اس سبب سے ہوئی۔ حضورؐ کے ساتھ حق تھا ہجرت فرما گئے۔ جو عرب مکّہ میں رہے وہ عموماً باطل پر تھے اسی طرح انبیاء ماسبق بھی باطل ہی کے خلاف دین اسلام کی تعلیم دیتے رہے۔ حضورؐ جیسے علم و عمل سے سرشار بشر کو انسانوں نے ہجرت کرا دی۔ انسانوں کی اکثریت علم و نیک عمل کی قدر نہیں کرتی۔ حق و باطل ایک دوسرے سے متصادم چلے آ رہے ہیں انسان انتہائی خود غرضی کی وجہ سے باطل کا رخ کرتا ہے مکہ والوں (کفار و مشرکین) نے حضورؐ کو وہاں رہنے کا بھی حق نہ دیا۔ باقی رہا کیا! ایک دینی رہنما اور دینوی سیاستداں میں یہی بڑا فرق نمایاں ہوتا ہے کہ جو دین کا رہنما ہے وہ حق و صداقت کے ساتھ کفار و مشرکین میں بھی عدل کیساتھ فیصلہ کرا دیتا ہے تاکہ فساد باقی نہ رہے (جیسا کہ حضورؐ نے حجر اسود کو نصب کرنے میں فرمایا) برخلاف اسکے دینوی سیاست والا فساد کرانے کی راہ پر گامزن رہتا ہے تاکہ اسکی اپنی کرسی برقرار رہے۔ بلکہ عرف عام میں تقسیم کرو اور حکمرانی کرو۔ (Divide And Rule) کی سیاست اختیار کرتا ہے فرعون بھی لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کیا کرتا تھا تاکہ شخصی مفادات و خود غرضی برقرار رکھی جائے۔ فسادی کی صفت یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے اس مزاج کے انسانوں کو اب بھی حقارت کے ساتھ فرعونیت سے تعبیر کیا جاتا ہے اس

زمانہ میں عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ 'تقسیم کرواور حکمرانی کرو' کی سیاست غالباً عیسائیوں کی فکر وفلسفہ ہے حالانکہ عیسائیت کا اس فکر سے کوئی تعلق نہیں اگر کوئی انسان یا مملکت اس فکر کی پیروی کرے تو یہ اسکا ذاتی فعل ہوگا۔ فرعون کا واقعہ انجیل مقدس میں ہے۔ فرعون کبھی جناب موسیٰؑ پر ایمان نہیں لایا۔ انسانوں کو اس طرح گروہوں میں تقسیم کرنا کفار ومشرکین کی پیروی ہے۔ یہ حکمرانی کا بڑا ظالمانہ طریقہ ہے اَلقَصَص کی آیت ۴ ملاحظہ ہو۔

[بیشک فرعون نے (مصر کی) سرزمین میں بہت سر اٹھایا تھا اور اس نے وہاں کے رہنے والوں کو کئی گروہ کر دیا تھا۔ ان میں ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو عاجز کر رکھا تھا کہ انکے بیٹوں کو ذبح کرا دیتا تھا۔ اور انکی عورتوں (بیٹیوں) کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ بیشک وہ بھی مفسدوں میں تھا۔] ۲۸:۴

اس باب میں آیات جو کہ مختلف سورتوں سے پیش کی گئی ہیں ان سے اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اولوالعزم انبیاء جناب نوحؑ وابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ کے ادوار کو کچھ تفصیل کیساتھ بیان فرمایا ہے ان انبیا علیہم السّلام کو مختلف معجزات سے نوازا لیکن باوجود اسکے ان کی اقوام (اکثریت) نے نہ صرف یہ کہ ان کو نظر انداز کیا بلکہ شرارت اور سرکشی بھی اختیار کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر عذاب بھی مختلف طور نازل فرمائے۔ جناب نوحؑ کے دور میں طوفان اور بارش نے قوم کو غرق آب کر دیا لیکن جناب موسیٰؑ کے دور کا فرعون بمع لشکر دریا میں غرق کیا گیا۔ پانی دونوں جگہ ہے لیکن کیفیت جدا ہے۔ جناب ابرہیمؑ کے دور کا نمرود مچھروں کے عذاب کا شکار ہوا۔ یہ بھی ایک بڑی غور طلب کیفیت ہے کہ اللہ اپنی قدرت کاملہ سے عذاب کے طور طریقوں کو بھی بدلتا رہا لیکن انسان اس قدر بے حس اور بے غیرت رہا ہے کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ انسان (خصوصاً کفار ومشرکین) نے ان انبیاء کے ادوار میں بھی فوج ولشکر بنائے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے ظلم وجور اور سرکشی کی وجہ سے ان سب کو ہلاک کیا اور باعث عبرت بنا دیا لیکن آج بھی کفار ومشرکین نے بڑی بڑی مملکتیں وافواج قائم کی ہوئی ہیں تا کہ حق کو اکھاڑ پھینکیں۔ ان ادوار میں خواہ جناب نوحؑ کی قوم کے سردار ہوں یا جناب ابراہیمؑ کے زمانہ میں نمرود بادشاہ ہو یا جناب موسیٰؑ سے برسرپیکار فرعون اور اسکے سردار یا جناب عیسیٰؑ کا سابقہ یہودا جیسے سازشی انسان سے پڑا۔ جناب عیسیٰؑ کو اللہ نے اٹھالیا اور یہودا کو سولی دے دی گئی۔ کیفیت ایک ہی ہے ایک طرف حق اور دوسری طرف باطل نبرد آزما رہے ہیں۔ ان انبیاء واوصیاء کیساتھ معجزات الٰہی اور قلیل مومنین ہمراہ رہے ہیں اور آج بھی ہیں باطل ہمیشہ اپنی اکثریت اور لاؤلشکر واسلحہ پر نازاں رہا ہے جب کبھی بھی اس قسم کے حکمران (باطل پرست) وقت نے سرکشی اختیار کی اللہ نے اس اکثریت پر عذاب نازل فرما کے انکو کیفر کردار تک پہنچایا اور انبیاء ومومنین کو

نجات بخشی (۱۰:۱۰۳) اسکے علاوہ دوسرے انبیاء جیسے جناب شعیبؑ 'لوطؑ' اور ھودؑ کے ساتھ مومنین کونجات دی اور دیگر اقوام (کفار) کو ہلاک کردیا۔ اسی طرح کتنی ہی بستیاں اللہ نے ہلاک کر دیں۔ (۲۲:۴۲-۴۵)

آج کی دنیا میں بھی صورت حال انسانی نظریات کی وہی ہے ہزار ہا برس گزرنے کے بعد بھی خاص فرق نہیں پڑا۔ خلاصہ یہ کہ جس نے ان انبیا و اوصیا علیہم السّلام کے وسیلوں سے ہدایت پر عمل کیا ان کے لئے دنیا و آخرت دونوں میں نجات ہے (۱۰:۱۰۳) اور دشمنان اسلام کو یا تو یہاں بھی ہلاک کیا اور وہاں آخرت میں تمام گمراہوں کے لئے جہنم ہوگا۔

انبیا و اوصیا علیہم السّلام کے وسیلوں کو گزشتہ اقوام (اکثریت) کس طرح نظر انداز کرتی رہیں اور کیسے رب العالمین انکی اس نافرمانی یا سرکشی پر مختلف قسم کے عذاب نازل فرماتا رہا۔ اس میں کبھی سرزنش اور کبھی اقوام کے لئے ہلاکت بھی انکا مقدر تھی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ دور حاضر (حضورؐ کا) میں انسان کس طرح ان وسیلوں کو نظر انداز کرتا ہے۔ آیات کی روشنی میں تجزیہ پیش کیا جاتا ہے جس طرح انسان خود کو عادل اظہار کرنیکی سعی کرتا ہے اسی طرح وہ طاقت کا بھی مظاہرہ کرنا چاہتا ہے یہاں مملکت روس کی طاقت کی مثال بالکل موزوں ہے کہ اس کی تمام طاقت دھری کی دھری رہ گئی اور ملک ٹوٹ پھوٹ کر ٹکڑے ہوگیا۔ کسی دوسری بڑی طاقت نے اس پر حملہ بھی نہ کیا۔ ہتھیاروں کے انبار کا اسے فائدہ کیا پہنچا؟ اربوں ''روبل'' ضائع ہوگئے۔ طاقت تمام مسائل کا حل ہے یہ بھی ایک عجیب وغریب تصور ثابت ہوا۔ سائنس' ٹکنالوجی اور سیاست سب ناکام ہوگئیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ محض طاقت کا تصور اور اظہار بھی حقیقت سے بعید ہے۔ گزشتہ پچاس برس میں جو ہتھیاروں کا ذخیرہ اکٹھا کیا گیا یہ بے حساب ہے۔ اگر یہودی وعیسائی نے اپنے انبیاء جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ کے وسیلہ کو نظر انداز کرکے دہشت گردی اختیار کی اور توریت وانجیل کو بدل دیا تو مسلمانوں نے فرقے کیوں بنالئے کیوں کہ تفسیر کا مسئلہ بھی اصل میں حضورؐ پر مبنی رہا ہے (۱۹:۷۵) اگر حضورؐ کے بعد کوئی مسئلہ درپیش ہو تو جو رسالت کا گواہ (شخص) ہو (۱۳:۴۳) تو وہی اس کو حل فرماتا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اختیار اسی کو ہے ان اختیارات کو اگر کوئی دوسرا مسلمان اختیار کرنا چاہے تو یہی خود مختاری ہے۔ اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔ افسوس کا مقام ہے کہ تفسیر میں خود اختیاری کا نتیجہ ہی فرقہ بندی ہے قرآن حکیم کی ایک آیت کی وضاحت یعنی معنی سے ہٹ کر جو مضمرات بیان ہوں وہ تفسیر ہے۔ یہ تفسیر فرمانا' حضورؐ کی ذمہ داری تھی اور بعدہ "راسخون فی العلم" کا فریضہ ہے دین اسلام وقرآن دونوں اللہ کے نازل کردہ ہیں اور یہ حضورؐ پر نازل ہوئے۔ حق وصداقت کا تقاضا ہے کہ اس کی تفسیر وتشریع صرف حضورؐ

(۷۵:۱۹) یا اس شخص کی طرف سے ہو کہ جو رسالت کا گواہ ہو۔ مضمرات کی خاطر ہی سے اللہ نے رسولؐ اور رسالت کے گواہ کا تعین فرمایا۔ یہ اختیار اس تیسرے بشر کو منتقل ہوسکتا ہے کہ جس کو حضورؐ یا رسالت کا گواہؑ منتقل فرمائیں۔ کوئی دوسرا مسلمان (خواہ کسی فرقے سے تعلق رکھتا ہو) اس دائرہ کار تک تفسیر کرسکتا ہے کہ جو حضورؐ اور شخصؑ کی بنیاد پر ہو ورنہ بصورت دیگر اللہ کے اختیار میں مداخلت ہوگی جو کہ ارتداد تک پہنچادیگی کسی مسلمان کو یہ اختیار کسی آیت میں نہیں دیا گیا کہ تم اپنی مرضی سے تفسیر کرسکتے ہو اگر قرآن وسنت کے تحت نظریات کو قائم کر کے جو کچھ عمل کیا جائے تو کوئی فرد مسلمان کہلایا جاسکتا ہے گزشتہ زمانہ کے مسلمانوں کی کارکردگی کو بھی اس کی روشنی میں جانچ سکتے ہیں بلکہ جو کچھ اب تک بیان کیا گیا اسی کے پیش نظر ہم تمام دنیا کے انسانوں کے عمل کا جائزہ لے سکتے ہیں اور ان تمام ممالک میں حالات وکیفیت پر بھی تبصرہ کرسکتے ہیں لیکن انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے انسان (خصوصاً مسلمان) اپنے ملک وقوم کی بات کرے۔

مختصراً مسلمانوں کا جائزہ لیا جائے کہ وہ دنیا کی سیاست میں کیا مقام اختیار کیے ہوئے ہیں لیکن ان کو کسی دوسرے رخ پر ہونا چاہیئے ابھی چند سال قبل کی بات ہے کہ دنیا میں صرف دو نظریات کی سیاست سرد جنگ میں ملوث تھی۔ ایک امریکہ اور اتحادی (اہل کتاب) دوسرا روس اور اسکے اتحادی (نظریہ اشتراکی یعنی شرک وکفر) مسلم ممالک بھی انھیں دو سیاستوں میں تقسیم تھے حالانکہ مسلمانوں کے نظریات مختلف ہیں ہتھیار یا دفاعی ساز وسامان خریدنا یا دوسری اشیاء کے خریدنے کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ مسلمانوں کے نظریات کو خریداری کرنیوالے ملک سے ہم آہنگ کرلے۔ انسان اشیاء کی خرید وفروخت مال کے بدلے مال یا رقم سے کرتا ہے نظریات علیحدہ مسئلہ ہیں لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ مسلمان کیوں اس قدر شیر وشکر ہوجاتے ہیں کہ دوسرے کو یہ غلط فہمی ہوجاتی ہے جیسے خدانخواستہ مسلمانوں کے نظریات وہی ہیں یا ان کے فرمانبردار ہیں مسلمانوں کو روسی نظریات سے کوئی تعلق ہی نہ ہونا چاہیئے کیونکہ ایمان وکفر میں دوستی ممکن نہیں لیکن جہاں تک امریکہ واتحادیوں کا مسئلہ ہے اس کو بھی صرف محدود ہونا چاہیئے کہ جسکی قرآن وسنت اجازت دے۔ مسلمان ان دونوں (روس وامریکہ) کو اپنے مسائل حل کرانے میں شامل کرتے رہے ہیں جو کہ اصولاً غلط ہے سورۃ الحُجُرات آیت ۹ ملاحظہ ہو۔

[اور اگر مومنین میں سے دو فرقے (یا فریق) آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کی صلح کرادو پھر اگر ان میں سے ایک (فریق) دوسرے پر زیادتی کرے تم (بھی) اس سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرے پھر جب رجوع کرے تو فریقین میں مساوات کے ساتھ صلح کرادو اور انصاف سے کام لو۔ بیشک اللہ

انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔]۹:۴۹

آیت ۹ کا انداز یہ ہے کہ مسلمانوں کو باہمی مسائل خود عدل کے ساتھ حل کرنے چاہئیں اس میں کسی دوسرے اہل کتاب کو بھی شریک کرنا جائز نہیں ۔آیت میں اس کی گنجائش ہی نہیں اگر فریقین میں جذبہ اسلامی ہے تو یقیناً وہ فیصلے کے لئے تیار بھی ہو جائینگے اور مسلمان فیصلہ کرانیکی صلاحیت بھی رکھتے ہیں ۔یہ بھی آیت کا انداز ہے اسکی تصدیق سورۃ المائدہ آیت ۵۱ سے مزید واضح ہے۔

مسلمانوں کے سر پرست دراصل صرف تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) ہیں (۵۵:۵) ۔حضورؐ نے مسلمانوں کے باہمی مسائل خود طے فرمائے بلکہ لامذہب اور دیگر اہل کتاب کے معاملات بھی حل کئے ۔مسلمان اپنے مسائل میں امریکہ وغیرہ کو شامل کر کے قرآن وسنت رسولؐ (وسیلہ) دونوں کو نظر انداز کر رہے ہیں ان امور کی تصدیق آیات ۹ اور ۵۱ سے ہو رہی ہے۔(۹:۴۹)۔(۵۱:۵)۔انسان انتہائی منافقت سے کام لے کر نفس کی پیروی کرتا ہے۔مسئلہ بنیادی طور پر عمل کا ہے انسان میں عموماً عمل ہی کا فقدان ہے آج کی دنیا میں بھی عموماً جو کچھ ہو رہا ہے حقیقتاً انسان وسیلہ انبیاء واوصیاء کو ترک کر کے ہی اپنے نفس کی پیروی پر عمل پیرا ہے جب مسلمان اللہ کا حکم اور رسول کو ہی نظر انداز کرے تو پھر وسیلہ جانشین رسولؐ یا امامؑ کو کس طرح خاطر میں لائیگا۔اسکی مثال وہ واقعہ ہے جب جناب موسیٰؑ کوہ طور پر تشریف لے گئے اور اپنے بھائی وزیر اور خلیفہ جناب ہارونؑ کو اپنی قوم بنی اسرائیل کے درمیان چھوڑ گئے تو اس قوم نے سامری کے کہنے سے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی ۔جیسے ہی جناب ہارونؑ نے تنبیہ فرمائی کہ ایسا نہ کرو تو قوم نے انکار کر دیا اور جواب دیا کہ جب تک موسیٰؑ واپس نہ آئینگے پرستش (بچھڑے کی) پر ڈٹے رہینگے ۔یہ واقعہ سورۃ طٰہٰ کی آیات ۸۹ تا ۹۱ میں اور مفصل واقعات آیات ۷۹ تا ۹۸ میں بیان کئے گئے ۔انسان اولوالعزم انبیاء کی تکذیب کے ساتھ بدتمیزی و مسخرا پن ہی نہیں بلکہ انھیں قتل کرنے کی بھی کوشش یا قتل کرتا رہا ہے انسانوں میں مشرک، کافر کا کردار اور خصوصاً منافقین کا در پردہ کردار آج تک قائم ہے حضور جیسی اعلیٰ کردار شخصیت کے ساتھ مسخرا پن الانبیاء کی آیات ۳۶، ۴۱ ملاحظہ ہوں۔

[اور (اے رسولؐ) جب تمھیں کفار دیکھتے ہیں تو بس تم سے مسخرا پن کرتے ہیں کہ کیا یہی حضرت ہیں جو تمھارے معبودوں کو (بری طرح) یاد کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ لوگ خود خدا کی یاد سے انکار رکھتے ہیں (تو ان کی بیوقوفی پر ہنسنا چاہیئے)۔]۳۶:۲۱

[اور (اے رسولؐ کچھ تم ہی نہیں) تم سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ مسخرا پن کیا جا چکا ہے تو ان پیغمبروں سے

مسخرا پن کرنے والوں کواس سخت عذاب نے آگھیر لیا جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔]۲۱:۴۱

جناب نوحؑ کے ساتھ بدتمیزی کا ذکر سورۃ ھود آیت ۲۷ میں پیش کیا جا چکا ہے جناب نوحؑ کا ذکر پھر القمر کی آیت ۹ ملاحظہ ہو۔

[ان سے پہلے جناب نوحؑ کی قوم نے بھی جھٹلایا پس انہوں نے ہمارے (خاص) بندے (نوحؑ) کو جھٹلایا اور کہنے لگے یہ تو دیوانہ ہے اور انکو جھڑکیاں بھی دی گئیں۔]۵۴:۹

جناب ابراہیمؑ کے دور میں نمرود (بادشاہ) خدائی کا دعویدار تھا جناب ابراہیمؑ کا استدلال کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ نے بتوں کو بھی چھیڑ دیا صرف اس بناء پر آپؑ کو آگ میں ڈالدیا گیا اللہ تعالیٰ نے کبریائی سے معجزات پیش فرما کے انبیاء و مومنین کی ہر دور میں مدد فرمائی (۱۰:۱۰۳)۔ الانبیاء کی آیات ۵۹ تا ۶۹ ملاحظہ ہوں۔

[(جب کفار کو معلوم ہوا) تو کہنے لگے جس نے یہ گستاخی ہمارے معبودوں کے ساتھ کی ہے اس نے یقینی بڑا ظلم کیا۔ کچھ لوگ کہنے لگے ہم نے ایک نوجوان کو جس کو لوگ ابراہیمؑ کہتے ہیں ان بتوں کا بری طرح ذکر کرتے سنا تھا لوگوں نے کہا تو اچھا اس کو سب لوگوں کے سامنے (گرفتار کر کے) لے آؤ تا کہ وہ (جو کچھ کہے) لوگ اس کے گواہ رہیں (غرض ابراہیمؑ آئے اور لوگوں نے ان سے پوچھا) کہ کیوں ابراہیمؑ کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے؟ ابراہیمؑ نے کہا بلکہ یہ حرکت ان بتوں (خداؤں) کے بڑے (خدا) ۲ نے کی ہے ۳ تو اگر یہ بت بول سکتے ہیں تو ان ہی سے پوچھو۔ اس پر ان لوگوں نے اپنے جی میں سوچا تو (ایک دوسرے سے) کہنے لگے بیشک تم ہی لوگ خود برسر ناحق ہو۔ پھر ان لوگوں کے سر اسی گمراہی میں جھکا دیئے گئے (اور تو کچھ بن نہ پڑا مگر یہ بولے کہ) تم کو تو اچھی طرح معلوم ہے کہ یہ بت بولا نہیں کرتے (پھر ان سے کیا پوچھیں) ابراہیمؑ نے کہا تو کیا تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہو جو نہ تمھیں کچھ نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ تمھارا نقصان کر سکتی ہیں تف ہے تم پر اور اس چیز پر جسے تم اللہ کے سوا پوجتے ہو تو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے۔ آخر وہ لوگ (باہم) کہنے لگے کہ اگر تم کچھ کر سکتے ہو تو ابراہیمؑ کو آگ میں جلا دو ۱ اور اپنے خداؤں کی مدد کرو (غرض ان لوگوں نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالدیا تو) ہم نے فرمایا اے آگ تو ابراہیمؑ پر بالکل ٹھنڈی اور سلامتی کا باعث ہو جا (کہ انکو کوئی تکلیف نہ پہنچے)۔]۲۱:۵۹-۶۹

((تفسیر ۲۔ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ ۔ کبیر کی لفظ سے مراد بڑا بت ہے جیسا کہ آیت ۵۸ میں اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ کا جملہ اس بات کا قرینہ ہے اب رہا جناب ابراہیمؑ کا بڑے بت کی طرف اپنے فعل کی نسبت دینا تو یہ قضیہ شرطیہ کے

عنوان سے ہے یعنی آپؑ نے اس نسبت کو معلق کیا ہے بتوں کے بولنے پر اور چونکہ بت بول نہیں سکتے لہٰذا بڑا بت بھی ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتا۔ اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ جن بتوں کو تم معبود قرار دیتے ہو وہ کسی بات پر بھی قدرت نہیں رکھتے اور اس طرح کے کلام میں کسی قسم کا کذب لازم نہیں آتا اس مطلب کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو عیون اخبار الرضا میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے چنانچہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں کہ جناب ابراہیمؑ کے قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ بت بولتے ہوں تو ان کے بڑے بت نے ایسا کیا اور اگر نہ بولتے ہوں تو ان کے بڑے بت نے کچھ نہیں کیا بس نہ وہ بت بولے اور نہ حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ کہا۔))

(((۳۔ اس مقام پر اکثر لوگوں کو شبہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ حضرت ابراہیمؑ جھوٹ بولے حالانکہ اس غلطی میں کلام اللہ کے الفاظ میں غور نہ کرنے اور صحیح ترجمہ نہ دیکھنے کی وجہ سے پڑتے ہیں خیال کرنیکی بات ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ سے پوچھا گیا کہ کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت کی ہے تو آپ نے نہیں نہ فرمایا تھا کہ جھوٹ کی نسبت آپ کی طرف دی جائے بلکہ آپ نے اپنے فعل کی نسبت حقیقۃً خدا کی طرف دی تھی کیونکہ فرمایا تھا **فعلہ کبیرھم ھذا** یہ کام ان خداؤں کے بڑے نے کیا ہے اور اسمیں کچھ جھوٹ نہں کیونکہ انبیاء کے کام وہ بھی ایسے کام گویا خدا ہی کے ہوتے ہیں اسی وجہ سے خدا نے ہجرت کے واقعہ میں رسولؐ کے خاک پھینکنے کو اپنی طرف نسبت دی ہے اور فرمایا ہے **ومارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی** خلاصہ۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے فعل کی نسبت اگر خدا کی طرف دی تو ہرگز جھوٹ نہیں تھا اگرچہ سننے والوں نے بڑے بت کو سمجھا حالانکہ حضرت ابراہیمؑ کا یہ مقصد ہرگز نہ تھا بلکہ آپؑ کا مطلب یہ تھا کہ جن لوگوں کی طرف خدا کی نسبت دی جاتی ہے ان میں سب سے بڑے یعنی خدا نے یہ کام کیا ہے کیونکہ ہم کی ضمیر الھہ کی طرف پھرتی ہے۔ واللہ اعلم۔))

((تفسیرا۔ سب سے پہلے جس شخص کی زبان سے یہ جملہ نکلا تھا وہ فارس کا رہنے والا تھا جس کا نام ہون تھا اور اس کے بولنے کے ساتھ ہی زمین میں دھنس گیا تھا غرض کہ حکم نمرود سے ایک ٹیلہ پر جو ساٹھ گز اونچا تھا ایک مہینہ تک لکڑیاں جمع کی گئیں۔ اس کے بعد اس پر خوب تیل چھڑکا گیا اور اس میں آگ سلگائی گئی۔ جب آگ کے شعلے بلند ہوئے تو کسی کی مجال نہ تھی کہ اس کے قریب جاسکے حتی کہ اس کے سامنے چڑیاں اڑ نہ سکتی تھیں۔ پھر حضرت ابراہیمؑ کو اس میں ڈالنے کے لئے یہ لوگ متردّد تھے کہ آخر شیطان ایک بڈھے آدمی کی صورت میں آیا اور مشورہ دیا کہ ابراہیمؑ کو ایک بڑی فلاخن (گوپھن یا ڈھلوانس) میں رکھ کر پھینکا جائے چنانچہ یہی کیا گیا۔ مگر

جب حضرتؑ اس کے قریب پہنچے۔تو فرشتوں میں ایک ہل چل مچ گئی اور با جازت خدا بہت سے فرشتے آپؑ کے پاس آپ کی مدد کو آئے مگر آپؑ نے قبول نہ کیا اور خدا ہی سے جو کچھ کہنا تھا کہا۔آخر یہ حکم محکم آگ کو پہنچا اور فقط ٹھنڈی نہیں ایک باغ بن گئی۔اور آپؑ کے گرد پھلوں کے درخت تھے چشمہ جاری تھا جب نمرود نے اپنے محل پر چڑھ کر یہ حال آپؑ کا دیکھا تو بیساختہ بول اٹھا کہ اگر کوئی خدا کو پسند کرے تو مثل خدائے ابراہیمؑ کے۔اس کے بعد بولا ارے ابراہیمؑ میں سمجھا کہ تیرا پروردگار بڑا قادر ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کے نام کی قربانی کروں۔آپ نے فرمایا جب تک تو اپنے مذہب میں ہے تیری قربانی قبول نہیں۔غرض اس کے بعد نمرود نے آپؑ کی ایذا رسانی چھوڑ دی اس وقت آپؑ کی عمر شریف سولہ برس کی تھی۔))

الانبیاء کی آیت ۶۸ کی تفسیر امیں اظہار ہوا کہ نمرود کے مزاج میں کچھ تغیر پیدا ہوا لیکن مذہب تبدیل نہیں کیا یعنی ایمان نہیں لایا۔انسان (خصوصاً مشرک و کافر) کتنا بڑا ضدی ہے کہ باوجود معجزات کے مشاہدے ایمان تبدیل نہیں کرتا کتنا بڑا ہٹ دھرم ہے کہ ایمان نہیں لاتا یعنی انسانی نفسیات اتنی پر تشدد ہیں کہ گمان کرنا مشکل ہے رب العالمین نے اتنی وضاحتیں نہ فرمائی ہوتیں تو ایک مومن کے لئے اتنی پیچیدہ نفسیاتی کیفیت کو سمجھنا محال تھا یہی نہیں بلکہ انسان (مشرک و کافر) کتنا بے غیرت ہے کہ وہ اپنے حریف کی خوشامد کرتا ہے لیکن اللہ و رسولؐ پر آج بھی ایمان لانے کے لئے تیار نہیں۔اس زمانہ میں روس کی مثال ہمارے لئے عبرتناک ہے کیوں کہ وہ (روس) امریکہ اور اتحادیوں کی منت کرتا ہے اپنی معیشت کو مغربی ممالک کے طرز پر چلانے کو آمادہ ہے لیکن روس کے حکمران (چند) ایمان لانے کے لئے تیار نہیں باوجود علوم سائنس اور ٹکنالوجی اور بظاہر طاقتور اور مہذب ہونیکے ان کا مزاج (روسیوں کا) جناب ابراہیمؑ کے دور والے نمرود سے مماثلت رکھتا ہے کیونکہ مزاج (روس والوں کے) میں تغیر ہے لیکن اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے کے لئے تیار نہیں نمرود کو یقین تھا کہ جناب ابراہیمؑ حق پر ہیں لیکن ایمان نہیں لایا بعینہ روس (حکمرانوں) کی یہی کیفیت ہے روس میں کافی مسلمان تھے جو کہ آزاد ہیں مقصد یہ ہے کہ حق و باطل کا روسیوں کو بھی علم ہے انبیاء کے خلاف (ہر دور میں) کفار و مشرکین اور منافقین منصوبہ بندی کرتے رہے لیکن اللہ کے فضل و کرم سے یہ سب ناکام رہے اور انبیاء و مومنین کو عموماً نجات دی گئی (۱۰:۱۰۳)۔

جناب موسٰیؑ کے دور کو قبل بیان کیا گیا لیکن چند آیات مزید غور طلب ہیں تاکہ فرعون کی فرعونیت کا اور بھی انداز ہو۔الشعراء کی آیات ۲۷ تا ۳۵ اور المومن کی ۲۶۔۲۷ ملاحظہ ہوں۔

[فرعون نے کہا (لوگو) یہ رسول جو تمھارے پاس بھیجا گیا ہے ہونہ ہو دیوانہ ہے موسٰیؑ نے کہا (وہ خدا جو)

پورب پچھم اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں ہے (سب کا) مالک ہے اگر تم سمجھتے ہو تو یہی کافی ہے فرعون نے کہا اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو (اپنا) خدا بنایا ہے تو میں ضرور تمھیں اپنا قیدی بناؤں گا موسیٰ نے کہا اگر چہ میں آپ کو ایک واضح وروشن معجزہ بھی دکھاؤں تو بھی فرعون نے کہا اچھا تو تم اگر (اپنے دعوے میں) سچے ہو تو (لادکھاؤ) بس (سنتے ہی) موسیٰ نے اپنی چھڑی (زمین پر) ڈالدی پھر یکا یک وہ ایک صریحی اژدہا بن گئی اور جیب سے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو یکا یک دیکھنے والوں کے واسطے بہت سفید چمکدار تھا فرعون اپنے درباریوں سے جو اسکے گرد (بیٹھے) تھے کہنے لگا کہ یہ تو یقینی بڑا کھلاڑی جادوگر ہے یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمھیں تمھارے ملک سے نکال باہر کرے تو تم لوگ کیا حکم لگاتے ہو۔]۲۶:۲۷-۳۵

[اور فرعون کہنے لگا مجھے چھوڑ دو کہ میں موسیٰ کو قتل کر ڈالوں اور وہ اپنے پروردگار کو مدد کے لئے بلاتا ہے تو بلائے مجھے اندیشہ ہے کہ تمھارے دین کو الٹ پلٹ کر ڈالے یا ملک میں فساد پیدا کر دے اور موسیٰ نے کہا کہ میں تو ہر متکبر سے حساب کے دن (قیامت) پر ایمان نہیں لاتا اپنے اور تمھارے پروردگار کی پناہ لے چکا ہوں۔]۴۰:۲۶-۲۷

فرعون خدائی کے دعویٰ سے دستبردار ہونے کو تیار تو کیا ہوتا مزید فساد پر آمادہ ہو گیا کم از کم ان آیات (الشعراء کی ۲۷ تا ۳۵ اور المومن کی ۲۶-۲۷) سے یہ بخوبی علم ہوتا ہے کہ انسان ہر قیمت پر اپنے مفسد نظریات پر ہٹ دھرمی کے ساتھ قائم رہتا ہے فرعون کے تکلم سے ظاہر ہے کہ حق و باطل کو جانتا ہے لیکن خود کو حق پر کہہ رہا تھا اور جعلی خدا بنا ہوا تھا فرعون کتنا ظالم انسان تھا کہ دوسروں سے سجدہ کرانے کے چکر میں رہتا تھا اس سے بڑا ظلم کیا ہوگا کہ زبردستی خدا (جعلی) بنا ہوا تھا جناب موسیٰ نے حق بات فرمائی کہ میرا (موسیٰ) اور تمھارا پروردگار ایک ہی اللہ (وحدہٗ لاشریک) ہے آپؑ نے یہ بھی دوٹوک فرمایا کہ فرعون (مشرک) متکبر اور قیامت پر ایمان نہ رکھنے والا ہے فرعون کبھی آپؑ کو باؤلا، جادوگر کہتا اور قتل کی دھمکی دیتا لیکن فرعون نے پانی میں موت کے خوف سے اللہ تعالیٰ کا کلمہ پڑھا (۱۰:۹۰) اور تمام جعلی خدائی کا راز فاش ہو گیا جناب عیسیٰ کے بارے میں بھی انسانوں کی منصوبہ بندی کہ آپؑ کو قتل کیا جائے۔ آل عمران کی آیات ۵۲۔۵۴ اور النساء کی آیات ۱۵۷-۱۵۸ قبل بیان کی گئی ہیں۔

[پھر جب عیسیٰ نے (اتنی باتوں کے بعد بھی) انکا کفر (پر اڑے رہنا) دیکھا تو کہنے لگے کون ایسا ہے جو خدا کی طرف ہو کر میرا مددگار بنے حواریوں نے کہا ہم اللہ کے طرف دار ہیں اور ہم اللہ پر ایمان لائے اور (عیسےؑ

سے کہا) آپ گواہ رہیئے کہ ہم فرمانبردار ہیں (اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی کہ) اے ہمارے پالنے والے جو کچھ تو نے نازل کیا ہم اس پر ایمان لائے اور ہم نے (تیرے) رسول (عیسیٰؑ) کی پیروی اختیار کی پس تو ہمیں (اپنے رسول کے) گواہوں میں لکھ لے۔ اور (یہودیوں نے عیسیٰؑ سے) مکاری کی اور اللہ نے اسکے دفیعہ کی تدبیر کی۲ اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنیوالا ہے۔] ۳:۵۲-۵۴

((تفسیر۲۔ بنی اسرائیل یہودی جن کی گھٹی میں شرارت تھی اور شیطنت انکی فطرت ہوگئی تھی۔ حضرت عیسیٰؑ کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچا کر جب تھک گئے اور انکی کچھ نہ چلی تو انواع واقسام کے حیلوں سے ایک شب حضرت عیسیٰؑ کو گرفتار کر کے ایک گھر میں مقید کر دیا۔ اور آپؑ اس سے پہلے حواریوں کو وصیت کر کے فارغ ہو چکے تھے اور حکم دیدیا تھا کہ تم لوگ اطراف عالم میں پھیل جاؤ اسی شب کو حضرت جبرائیل بحکم خدا آپ کو روشن دان سے آسمان پر لے گئے اور یہ لوگ تڑکے آپ کو پھانسی دینے کے ارادے سے یہاں پہنچے اور انکا سردار جسکا نام یہودا تھا آپ کو گرفتار کر کے باہر لانے کے واسطے اور لوگوں کو باہر چھوڑ کر گھر میں گھسا۔ اسکا گھسنا ہی تھا کہ اسی کو خدا نے حضرت عیسیٰؑ کی شکل کا بنادیا وہ آپکو گھر میں نہ پا کر اپنے یاروں سے وہاں کا ماجرا کہنے کو نکلا تھا کہ لوگوں نے اس کو بات کرنے کی بھی مہلت نہ دی اور وہ ہر چند غل مچاتا رہا کہ میں عیسیٰؑ نہیں تمہارا دوست یہودا ہوں مگر لوگوں نے ایک نہ سنی اور سولی دے دی اور پھر موئے پر سو درے اس کی لاش پر پتھر بھی مارے جب یہ سب اس کی گت بن چکی تو خدا نے اس کی اصلی صورت کر دی۔ چاہ کن را چاہ در پیش اس کو کہتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ وہ شب قدر اور ۲۱ رمضان تھی۔ واللہ اعلم۔))

اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰؑ (اولوالعزم) کیخلاف یہود کی تیار کردہ قتل کی سازش کو ناکام بنادیا اتنی عظیم شخصیتوں کے خلاف کافر ومشرک تو در کنار جو اہل کتاب (توریت) تھے انھیں نے سازشیں کیں۔ ایسی سازش کرنیوالے مرتد یا منافقین کے زمرے میں آئینگے ظاہر ہے کہ جو یہودی اس میں شامل تھے بدترین قسم کے انسان (کافر) تھے اور کافر جانور سے بدتر ہے (۸:۵۵) انسان ایمان لانے کے باوجود بدلتا رہتا ہے اس لئے جیسا عمل ہو انسان ویسا ہی کہلایا جائیگا۔ حضورؐ کے خلاف قتل کی سازش میں کفار ومشرکین نے کوئی دقیقہ نہ چھوڑا شب ہجرت آپؐ کے بیت کا محاصرہ (کفار ومشرکین) کیئے رہے جبکہ حضرت علیؑ آپؐ کے بستر پر سوتے رہے۔ اس واقعہ کو التوبہ کی آیت ۴۰ کی تفسیر میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے اس کے علاوہ منافقین (بظاہر مسلمان تھے) نے تبلیغ اسلام کے خلاف مسجد ضرار بنالی۔ (التوبہ کی آیات ۱۰۷-۱۱۰ تفسیر بیان کی گئی) یہ مسجد قبا کے مدمقابل مسجد ضرار کو حضورؐ کے

حکم کے بموجب ڈھا کر جلایا گیا۔ یہ تمام سازشیں حضورؐ کی حیات طیبہ میں کی گئیں تو پھر کیا کچھ ابتک آپؐ کی رحلت کے بعد اسلام کے خلاف نہ ہوا ہوگا۔ انسان ہر زمانہ یا دور میں بدلتا رہتا ہے۔ حضورؐ کا دور آج بھی ہے مختصر واقعات اولوالعزم انبیاء کے ادوار کے بیان کئے گئے کہ جس میں ان عظیم وعظیم ترین شخصیتوں نے دین اسلام کی خاطر جو مصائب وصعوبتیں برداشت کیں اس کا اندازہ مشکل ہے ان تمام مصائب کی وجوہات کفار ومشرکین اور منافقین ہیں۔

اس مختصر سائنسی تجزیہ کے ساتھ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا کی اکثر آبادی وسیلہ انبیا واوصیا علیہم السُّلام کو کس طرح نظر انداز کر کے انتشار کا شکار ہے اور جب تک انسان اپنی جبلی قوتوں پر حاوی نہ ہوگا یہ شر باقی رہیگا۔ یہ سرکار انبیاء جناب محمد مصطفےؐ کا دور چودہ سو سال سے چل رہا ہے اس لئے پوری دنیا کو آپؐ کے پیغام قرآن وسنت پر عمل کرنا چاہیئے کیا دنیا کی پوری آبادی مسلمان ہے؟ صرف بیس فیصد مسلمان ہیں کیا دنیا کے ہر گوشے میں اسلام و حضورؐ کا پیغام نہیں پہنچا؟ یقیناً پہنچ چکا ہے کیونکہ دنیا کے تین بڑے ممالک چین و ہندوستان اور روس میں مسلمان ہیں یعنی پیغام اسلام موجود ہے لیکن لوگوں کی اکثریت قبول نہیں کرتی۔ سائنسی ترقی کے اعتبار سے یہ تینوں ممالک ایٹمی طاقت ہیں جاپان وکوریا جیسے چند دوسرے ممالک کو بھی ان تین ممالک کے ساتھ شامل کرلیا جائے تو انکی غیر مسلم آبادی (کافر ومشرک) تقریباً دنیا کی نصف آبادی ہے ہندوستان میں اکثریت بتوں کی پوجا کرتی ہے (بت نعوذ باللہ خدا ہے) جنکو انھوں نے پتھر سے تراش کر کے یا مٹی سے بنایا ہے جو بت بنائے گئے ہیں وہ قیامت تک کلام بھی نہ کرینگے۔ یہ بت پرستوں کی قیامت میں کیا سفارش کرینگے۔ یہ بتوں کو وسیلہ بھی سمجھتے ہیں آج کی سائنسی دنیا میں عموماً جبکہ انسانوں نے خدائی کا دعویٰ ترک کیا ہے بت پرست فن صنم تراشی وغیرہ کی خود ساختگی کو خدا سمجھ رہا ہے حالانکہ اسکو یہ علم ہے کہ وہ بت پرست خود کسی کی مخلوق ہے۔ پرستش اور عدل کا تصور دونوں کے باوجود بت پرست بجائے اللہ تعالیٰ کے بتوں کی پرستش کرتا ہے کیا بت پرست کا یہی عدل ہے کہ خالق حقیقی کو چھوڑ کر بتوں کی طرف رخ کرے۔ سورۃ زمر کی دو آیات ملاحظہ ہوں۔

[کیا ان لوگوں نے اللہ کے سوا (دوسرے) سفارشی بنا رکھے ہیں (اے رسولؐ) تم کہدو کہ اگر چہ وہ لوگ نہ کچھ اختیار رکھتے ہونگے۔ ۲ نہ کچھ سمجھتے بوجھتے ہوں (تو بھی سفارشی بناؤ گے) تم کہدو کہ ساری سفارش تو اللہ کے لئے خاص ہے۔ سارے آسمان وزمین کی حکومت اسی کیلئے خاص ہے پھر تم لوگوں کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔] ۳۹:۴۳-۴۴

((۲۔ کفار جب توحید و نبوت کے دلائل سنکر چپ ہو جاتے اور انسے کچھ جواب بن نہ پڑتا تو عاجز ہو کر آخر یہ کہتے کہ ہم بتوں کی پرستش صرف اس لئے کرتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ کی بارگاہ میں ہماری سفارش کرینگے۔ اس آیت میں انکی یہ بیوقوفی بھی ظاہر کر دی گئی ہے کہ بھلا جو شخص نہ کچھ اختیار رکھتا ہو اور نہ سمجھ بوجھ ہی رکھتا ہو وہ کسی کی سفارش کیا کریگا۔))

لا مذہب لوگ جس انداز پر ایٹم بموں کا سہارا لیکر اپنی قوت کا مظاہرہ کرنا چاہتے ہیں تو مسلمانوں کو بھی اسکا ردعمل کرنا ضروری تھا لیکن ایک عرصہ تک نہ کیا گیا۔ سورۃ زمر میں اللہ نے اپنی حاکمیت کا اظہار فرمایا انسان کو یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ وہ دنیا کی تاریخ مرتب کرتا ہے حالانکہ یہ جو مختصر انسانی کیفیت بیان کی گئی اس سے تاثر یہی ہے کہ یہ ان جیسے انسانوں کی تاریخ عموماً ظلم و تشدد و انتشار اور فساد پر مبنی ہے اور یہ بموں کی سیاست صرف دہشت گردی ہے کیونکہ انسان ایسا (دہشت گردی) کر کے کسی عمل خیر کی طرف دعوت نہیں دیتا اور اسکی نیت میں فلاح و بہبود کا مقصد ہی نہیں بلکہ خود غرضی ہے دفاعی نکتہ نظر سے جہاد کے زمرے کے علاوہ اگر واقعی انکا (بموں کا) استعمال کیا جائے تو اسکی ہلاکت خیزی اور بھیانک اموات و امراض کا اندازہ بھی مشکل نہیں ہے اس قسم کی تاریخ جو مرتب ہوگی وہ دہشت گردی کی تاریخ ہوگی اس وجہ سے کوئی صاحب اقتدار (بادشاہ یا حاکم وقت صدر وغیرہ) یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ یہ عمل کر کے کسی اللہ کے بھیجے ہوئے پیغمبر یا وصی علیہم السّلام کی پیروی کرتا ہے اسکے برخلاف اللہ نے جو کتب نازل فرمائیں اور تمام انبیا اور اوصیا علیہم السّلام جو عدل پر قائم ہیں ان کے عمل نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیغام لیکر مختلف مدت یا ادوار کیلئے نازل ہوئے حضورؐ کا یہ دور قیامت تک رہے گا۔ اصل میں یہی تاریخ اسلام ہوگی اور یہ کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات قابل پرستش ہے اور انسان کو زندگی گزارنے کے لئے تین اولیا (۵:۵۵) کی ہدایات اور طرز عمل اختیار کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ انسان پر اچھی طرح عیاں ہو جاتا ہے کہ صراط مستقیم ایک ہی راہ (دین اسلام) ہے دوسرے راستے گمراہی ہیں۔ یہ پیغمبر بشیر و نذیر بنا کر بھیجے گئے یعنی خوشخبری دینے اور ڈرانیوالے تا کہ انسان نیک عمل کر کے جنت میں جائے ورنہ گمراہی کے تمام راستے عقل سے بیگانہ ہو کر نفس کی پیروی کی بناء پر اسے (انسان کو) واصل جہنم کرینگے۔

اس باب میں مندرجہ بالا تحریر کے تحت اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ دنیا کا واحد ملک 'پاکستان' جو کہ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ کو دنیا کے نقشہ پر وجود میں آیا یہ دین اسلام اور وسیلہ حضورؐ یا قرآن و سنت کے نظریات اور مسلمانوں (قوم) کے لئے وجود میں آیا جو ملک ان نظریاتی اساس پر قائم ہوا ہو اس کو ہم انھیں اساس پر دائم و قائم بھی رکھ

سکتے تھے لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ دسمبر ۱۹۷۱ء میں ملک دولخت ہو کر بنگلہ دیش اور موجودہ پاکستان بن گیا بظاہر نظریات تو چودہ سو سال پرانے جو پاکستان کے قیام کے وقت تھے وہی آج ہیں تو بدلا کیا؟ ملک دائم نہ رہا یعنی قوم کے اعمال بدلے اور اعمال پر ہی ملکوں کا دارمدار ہوتا ہے یہ دنیا کا واحد ملک ہے کہ جو دین اسلام پر حاصل ہوا تھا اور اس کارکردگی میں کہیں دہشت گردی کا شائبہ بھی نہ تھا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور انکے ساتھیوں نے 'مسلم لیگ' کے پلیٹفارم سے یہ کارنامہ انجام دیا۔ شمال سے جنوب اور مشرق سے مغرب تک مسلمانان ہند نے ایک ملت واحد کے طور پر اس کو انجام دیا۔ یہ ملک اسلامی فکر کے تحت باقی رہ سکتا تھا۔ جب یہ ملک دولخت ہوا تو اس وقت بنگلہ دیش بنگالی کے لئے بنا۔ حالانکہ قائداعظمؒ نے متنبہ کر دیا تھا کہ پاکستانیوں کو ''بنگالی'' پنجابی' پٹھان' وغیرہ کی بات نہ کرنا چاہئیے۔ کیونکہ ہمارے اس زمانے کے سیاسی لیڈروں (خواہ انکا کسی مقام سے تعلق ہو) نے صرف اسلام و مسلمانوں کا ذکر کیا۔ وہ سب باشعور اور خصوصاً عملی مسلمان تھے وہ دین اسلام (نظام عرش) اور نظام فرش (مقام و مقامیت یا صوبائیت) کے فرق کو سمجھتے تھے کیونکہ فلسفہ ہجرت رسولؐ سے سب آگاہ تھے لیکن بدقسمتی یہ ہوئی کہ بعد میں آنیوالے سیاستدانوں اور لیڈروں نے صرف ذاتی اغراض و مقاصد حاصل کرنے کیلئے دین اسلام و مسلمانوں کی بنیاد کو پس پشت ڈال کر نظام فرش ''بنگالی' پنجابی' پٹھان وغیرہ کو نئی بنیاد بنا دیا۔ ایسا کر کے یعنی نظام عرش کو چھوڑ کر فرش پر پہنچے۔ اب یہ غور طلب مسئلہ ہے کہ حضورؐ نے بھی نظام عرش (اسلام) کی خاطر نظام فرش سے عاجز ہو کر مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی۔ ہمارے سیاستدانوں اور لیڈروں نے صوبائیت کا مسئلہ چھیڑ کر خود وسیلہ کو معطل کر دیا۔ اسکا انجام یہ ہوا کہ بنگالی نے بنگلہ دیش بنالیا۔ باقی ماندہ پاکستان کے سیاستدانوں اور لیڈروں نے ان واقعات سے کوئی سبق حاصل نہ کیا۔ مسلسل یہاں صوبوں کی گفتگو کی جاتی ہے یعنی قوم نظام عرش کو ترک کر کے نظام فرش پر قائم ہے۔ کاش یہاں ملک میں نظریہ اسلام کو پس پشت نہ ڈالتے اور مال واقتدار کا چکر نہ ہوتا تو آج بنگلہ دیش دنیا کے نقشہ پر نہ ہوتا اور موجودہ صورت حال نہ ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات قادر مطلق ہے وہ سب کچھ کر سکتا ہے بشرطیکہ انسان خود خضوع و خشوع سے مغفرت کی دعا کرے مسئلہ صرف نیتوں (خصوصاً سیاستدانوں اور لیڈروں) کا ہے اور اسکی اصلاح جب تک مسلمان خود نہ کرنا چاہے اور اللہ سے رجوع نہ کرے موجودہ نیت و عمل سے اسکو توفیق الٰہی بھی نہ حاصل ہوگی ہم سب یہ بخوبی جانتے ہیں لیکن عمل کون کرے؟ یہ کتنے افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان اس زمانہ میں خود کو 'مہاجر' پنجابی' سندھی وغیرہ'' کہنے میں شائد فخر محسوس کرتا ہے بجائے اسلام و مسلمان کے صوبائیت و فرقہ واریت کا دور دورہ ہے پاکستان بننے سے قبل بھی یہی

صوبے اور فرقے وجود رکھتے تھے اب کیوں صوبائیت اور فرقہ واریت کا فساد کھڑا کیا گیا ہے! یہ ہمارے لئے بڑی باعث شرم باتِ ہے آج مسلمانوں کو دنیا میں رہنمائی کرنی چاہیے تھی کیونکہ قرآن حکیم جیسی کتاب پر ہمارا ایمان ہے جبکہ دوسرے ہماری رہنمائی پر تلے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کا کتنا احسان ہے کہ اس نے ہمیں ہر شے سے نوازا ہے سرسبز وشاداب زمین، دریاؤں، پہاڑوں، گیس، تیل، کوئلہ جیسے ایندھن اور سب سے بہتر مسلمان قوم کہ بہترین (جسمانی ودماغی) لوگ عطا فرمائے ہیں اللہ نہ کرے کہ برا وقت پڑے تو یہ قوم چنے کھا کر بھی دفاع کرسکتی ہے اس سے زیادہ شکر کا مقام کیا ہوگا لیکن اس قوم کو منتشر رکھا گیا ہے ہمیں اس پورے نظام کو بدلنا ہوگا۔ جیسا کہ پیش کیا گیا ہمارے سیاستدانوں ولیڈروں کو پچاس برس قبل کے مسلمانوں کی اقدار پر عمل کرنا ہوگا اگر ایسا ہو جائے۔ اللہ کرے ایسا ہو۔ آمین۔ اس طرح ہم سب پھر جلد ہی شیر وشکر ہو جائینگے لیکن نیتوں کو بدلنا ہوگا ورنہ ہمارے سامنے روس جیسا سائنس وٹکنالوجی کا اعلیٰ معیار اور طاقت رکھتا ہوا ملک بھی بکھر گیا۔ صوبوں کی تعداد ملک کو برقرار نہ رکھ سکی (روس—نظریہ کفر وشرک) نظریات (اسلام) صوبوں کو متحد کر دیتے ہیں مثلاً (پاکستان)- بنیادی طور پر یہ سب اللہ تعالیٰ کی شان ہے اور مسئلہ سب ان تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؓ) پر ایمان رکھنے یا ان میں سے کسی ولی کو نظر انداز کرنے کا ہی ہے۔ اگر تین اولیا پر ایمان رہے تو انسان فسادی نہ ہوگا اور کسی کو نظر انداز کرنا فسادی کریگا۔ انسان یا تو وسیلہ کو مانتا ہی نہیں (مشرک وکافر) بظاہر ایمان لاتا ہے دل سے نہیں ظاہری عبادت بھی کرتا ہے (منافق) یا پھر وقتی طور یا مکمل طور پر معطل کر دیتا ہے مثلاً یہودی، عیسائی اور مسلمان فرقہ بندی کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے پاکستان وپاکستانیوں کو بڑا نوازا ہے لیکن آج جو کچھ بھی ہماری کیفیت ہے یہ سب اپنے ہی آعمالوں (نفس کی بے راہ روی) اور ناشکرے پن کا نتیجہ ہے (۴:۷۹-۸۰)۔ اسی طرح بہت سے مسلم ممالک خلفشار کا شکار ہیں۔ ہمارے سامنے چند عرب ممالک کی بھی مثالیں ہیں۔ چند سال قبل دنیا نے دیکھا کہ عرب ممالک کس طرح آپس میں لڑے۔ ان ممالک میں زبان، رنگ وغیرہ کے مسائل بھی نہ تھے لیکن سب مسلمان (فرقہ کا مسئلہ بھی نہ تھا) لڑ پڑے کویت، سعودیہ عرب وغیرہ ایک طرف اور انھیں نے امریکہ و اتحادیوں کو بھی شامل کرلیا اور دوسری طرف عراق تھا۔ اصولاً امریکہ واتحادیوں کو جنگ میں شامل نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ یہ مسئلہ خود مسلمانوں کو حل کرنا تھا لیکن قرآن وسنت کی خلاف ورزی ہوئی۔ اسلام کا دعویٰ تو سب ہی مسلمان (منافق بھی) کرتے ہیں لیکن عمل کرنا بڑا مشکل کام ہے کیونکہ انسان نفس کی پیروی کرتا ہے۔ ہمیں اسلامی عدل وعدالت سے کام کرنا ہوگا۔ حضورؐ کی حیات میں مدینہ منورہ میں مہاجر وانصار سب برابر تھے۔

پاکستان اسی بنیاد پر قائم ہوا۔ اسلامی نظام میں کوئی ''کوٹہ سسٹم'' نہیں ہے۔ ہماری ''شرعی عدالت'' کا بھی یہ فیصلہ ہے لیکن شریعت پر عمل کرنا کڑوی دوا کی گولی ہے۔ اسلام میں تو صرف اہلیت اور صلاحیت پر دارومدار ہے اگر مسلمان عدل اسلامی پر عمل کرے تو بڑے پیچیدہ مسائل حل ہوسکتے ہیں لیکن جس پیچیدگی میں کہ اس وقت پاکستان / پاکستانی ہیں اس پر حضورؐ کا ارشاد (قرآن حکیم میں) صادق آتا ہے ''اے پروردگار میری قوم نے تو اس قرآن کو بیکار بنا دیا'' (۲۵: ۳۰-۳۱) یعنی مسلمان (نافرمانبرار) صوبائیت اور فرقہ واریت میں الجھا کر قرآن ہی کو بیکار بنا رہا ہے اس طرح حضورؐ ہی کو نظرانداز کراتا ہے یہی منافقت ہے۔ منافق کا خصوصاً یہی کام ہے کہ حضورؐ کو نظرانداز کرانے کیساتھ قرآن واہلبیت بھی نظرانداز ہو جائیں گے۔ منافق نے مسجد ضرار (۹: ۱۰۷) حضورؐ سے بغیر مشورے کے بنالی جو کہ آپؐ نے ڈھوا کر جلوادی۔ یہ (منافق) مال کا لالچی ہے اور جہاد سے فرار اختیار کرتا ہے۔ مسلم معاشرے میں عموماً یہ تین (مومنین، مسلمین اور منافقین) رہائش پذیر ہیں۔ مسلمان و مومن فسادی نہیں کیونکہ ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کی ولایت پر ایمان ہے لیکن منافق (مشرک و کافر بھی ہے) فسادی ہے مجاہد نہیں۔ یہی اسلام کا ٹھیکیدار بن کر معاشرے میں فساد مچاتا ہے۔

دنیا میں ایک عجیب واقعہ ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ہوا۔ یہ امریکہ کے شہر نیویارک میں ''ٹریڈ سینٹر'' کی عمارتیں بذریعہ ہوائی جہاز ٹکرانے سے پیش آیا لیکن تمام دنیا کے انسان حیرت زدہ رہ گئے کہ کون لوگ اس واقعہ کے ذمہ دار ہیں۔ اس وقت امریکہ طاقتور ترین (بظاہر) ملک ہے اس لئے کئی سوالات سامنے آتے ہیں کہ ان کے جوابات اصولاً ایسی طاقت (بظاہر) ہی کو دینا چاہیئے۔ ایٹمی طاقت کا بڑا ذخیرہ امریکہ کے پاس ہے۔ بہترین سراغ رسانی کے ادارے اور فوجی طاقت ہے لیکن یہ چیزیں دھری رہ گئیں۔ کچھ عرصہ بعد انکشاف ہوا کہ دہشتگردی کے اس سانحہ میں وہ افغانی سرفہرست ہیں کہ جو امریکہ کی پشت پناہی سے برسراقتدار آئے تھے بالفاظ دیگر یہ لوگ امریکہ سے ہی غداری کر گئے۔ امریکہ اور ان کے اتحادیوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ ان دہشتگردوں یا فسادیوں کے خلاف جنگ بھی کی جائے اور سزا دی جائے۔ اس کاروائی کا نام انھیں نے ''دہشتگردی کے خلاف جنگ'' قرار دیا۔ کیا امریکہ کو اس سانحہ سے قبل یہ خبر نہ تھی کہ یہ لوگ فسادی ہیں۔ قرآن حکیم کے مطابق فسادی اور جھگڑالو مسلم معاشرے میں منافقین زیر بحث آ گئے ہیں (۲: ۲۰۵)۔ حضورؐ کی موجودگی میں منافقین (منافقت کردار) کوئی نئی ایجاد نہ تھی بلکہ فرقہ بندی جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ علیہم السلام کے ادوار میں بھی تھی۔ منافقین کے چال چلن کا بیان توریت وانجیل میں بھی ہوگا اور قرآن حکیم میں وہ سب کچھ ہے جو انبیاء واوصیاء پر پہلے نازل فرمایا گیا اس لئے

انجیل کے مطابق بھی یہ فسادی منافقین تھے۔ اگر اس دلیل کو نظر انداز کیا جائے تو دوسری دلیل کہیں زیادہ قابل یقین ہے۔ امریکہ اور اسکے اتحادیوں نے طے کیا کہ ان منافقین کے خلاف چارہ جوئی کی جائے۔ لہذا پہلا اعلان کیا گیا کہ یہ جنگ ''دہشتگردوں'' کے خلاف ہے دوسرا اہم ترین اعلان یہ ہوا کہ یہ جنگ ''اسلام و مسلمانوں'' کے خلاف نہیں ہے۔ اس اعلان نے یہ قطعی فیصلہ کر دیا کہ مسلمان فسادی نہیں ہے بلکہ ان کے درمیان مسلم نما ''منافقین'' فسادی ہیں یہی نہیں بلکہ اسلام امن وامان کا دین ہے۔ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ افغانستان میں امریکہ نے فسادیوں (منافقین) کی پشت پناہی کی لیکن امریکہ کا دعویٰ ہے کہ وہ دنیا کے امن وامان کا ٹھیکیدار ہے۔ کیا فسادیوں کی پشت پناہی کرنیوالا ملک ان تصورات کا حامل ہوسکتا ہے؟ امریکہ کے قول وفعل میں کس قدر تضاد ہے۔ انسان اپنے ہی مثل لوگوں کی پشت پناہی کرتا ہے یعنی ایسے انسان حقیقتاً جناب عیسیٰؑ کے دین پر عمل پیرا نہیں ہیں اور اصل انجیل مسخ ہو چکی ہے اس لئے امریکیوں کو دین اسلام جو حضورؐ پر نازل ہوا قبول کر کے غیر فسادیوں کی صف میں داخل ہونا چاہیئے۔ مومن و مسلمان دونوں فسادی نہیں آیات بیان کی گئی ہیں۔ ان کی بخشش ہوگی (۳۵:۳۳)۔ انسان جانتا اور مانتا سب کچھ ہے لیکن اللہ و رسولؐ پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہوتا۔

امریکہ کی یہ کاروائی ایک مخصوص تنظیم کے خلاف بھی تھی نہ صرف تنظیم بلکہ دوسرے لوگوں کی کچھ رقوم بھی منجمد کر دی گئیں۔ یہ رقوم و دیگر اثاثہ پہلے سے موجود تھے لیکن کسی سراغ رساں ایجنسی کو نظر نہ آئے۔ نہ صرف امریکہ بلکہ دیگر اتحادیوں نے بھی رقوم منجمد کر دیں۔ کسی دوسرے اتحادی کی سراغ رساں ایجنسی کو بھی ان رقوم اور ان کا مصرف معلوم نہ تھا اور اگر علم تھا تو امریکہ کے علاوہ اتحادی بھی ان سب کو اپنا ہمدرد سمجھ رہے تھے اور کسی کو ان رقوم واثاثوں کا مصرف نظر نہ آیا لیکن ۱۱ستمبر کے واقعہ نے ان سب کو جگا دیا۔ اور ان کی سراغ رساں ایجنسیاں بھی متحرک ہوگئیں۔

انسان عموماً غور وفکر سے کام نہیں کرنا چاہتا۔ یہ اسی وجہ سے ہے کہ اگر عقل کی فرمانبرداری کی جائے تو پھر نفسانی خواہشات رہی جاتی ہیں کہ عموماً انسان خواہشات کا دلدادہ ہے اس لئے اصل دین (اسلام) بلکہ کتاب قرآن کا بھی سرسری مطالعہ کرتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اظہار قدردانی (انسان کی) اور اخلاقیات پر کتنا غور وفکر اور کتنا عمل کرتے ہیں صرف ایک واقعہ کو جناب موسیٰؑ کے دور سے مزید دہراتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کو اس وقت یہ فرما کے فرعون کے پاس بھیجا کہ فرعون سرکش ہوگیا ہے لیکن نرمی سے بات کرنا ممکن ہے کہ اپنی راہ بدل دے یعنی ایمان لے آئے لیکن فرعون نے اس قدردانی اور اخلاق ربانی کی قدر نہ کی

بلکہ عذاب مین مبتلا ہو گیا۔ سرکشی قابل عذاب کیفیت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ و رسولؐ اور آل رسولؐ از خود انسان کی اس کیفیت سے نجات دلانا چاہتے ہیں۔ رسولؐ کا انہماک تبلیغ اسلام میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت ۳ (۲۶:۳) میں فرمایا کہ کافر کو مومن بنانے کے لئے اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈ یں۔ امام حسینؑ نے یوم عاشورہ حُر کی توبہ قبول فرمائی اس لئے حُر آیت ۱۴۶ (۱۴۶:۴) کے مستحق ہو گئے لیکن عمر بن سعد کو توفیق توبہ نصیب نہ ہوئی حالانکہ امام حسین نے ۸ محرم کو خود اسے گفتگو کے لئے خصوصاً بلایا لیکن اس نے "رے" کی حکومت کی خاطر نور امام کو نظر انداز کر دیا اور جہنم کو ترجیح دی۔ گزارش کا مقصد ہے کہ اللہ و رسولؐ اور آل رسولؐ ہر طرح انسان کو جہنم کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں لیکن انسان اپنی ہی عقل کی فرمانبرداری نہ کر کے نفس کی خواہشات (ناجائز) پر گامزن رہکر گمراہی و سرکشی کا شکار ہو جاتا ہے۔

احساس برتری یا کمتری کے سبب سے بھی انسان ایک راہ فرار نکالتا ہے اور مقام و مقامیت کو ترجیح دینا چاہتا ہے یعنی اپنی رہائش کے مقام کو دوسروں سے افضل سمجھتا ہے انتہا یہ ہے کہ صاحبان ایمان (مومن و مسلمان) بھی اس مسئلہ میں الجھ جاتے ہیں حالانکہ صاحب ایمان قلب محمدؐ سے دین اسلام لینا چاہتا ہے اسے مقام و مقامیت سے واسطہ فروع دین تک محدود رکھنا چاہیئے۔ ہمارے لئے شعائر اللہ اور چند دیگر مقامات باعث تقدس ہیں کافر مکمل مقام و مقامیت کا شکار ہے کیونکہ باپ دادا کے رسوم و رواج ہر مقام پر جداگانہ ہیں۔ مقام و مقامیت کی عفریت صاحب ایمان کو کج اخلاقی اور گمراہی میں مبتلا کر سکتی ہے۔ ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' علامہ اقبال کے افکار پر عمل ضروری ہے۔ جو انسان یا گروہ اور قوم عمل نہ کرے وہی گمراہی کی زد میں آ سکتا ہے۔ مقام و مقامیت کی نسبت سے ہابیل و قابیل دونوں جناب آدمؑ کی اولاد ہیں۔ ہابیل کی شخصیت یا کردار لائق عزت ہے۔ قابیل مرتد ہے المائدہ آیات ۲۷ تا ۳۰ ملاحظہ ہوں (حصہ اوّل)۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کسی انسان سے پوشیدہ نہیں کہ وہ کس قدرت و اختیار کا مالک ہے لیکن انسان عموماً اس

خالق کائنات کی فرمانبرداری کے لئے تیار نہیں ہوتا۔اس قادر مطلق نے واضح فرمادیا کہ انسانی تخلیق کا مقصد عبادت اور مشقت بھی ہے۔عبادت کا مفہوم بڑا وسیع ہے اسلئے انبیاء واوصیاء بظاہر انہیں (انسانوں) میں سے ہدایات کیساتھ بھیجے تاکہ عوام الناس کو ان معاملات کی تعلیم دیجائے اور زندگی بسر کرنے کا شعور پیدا ہو۔اللہ تعالیٰ کی رضا یا مرضی کے لئے انبیاء واوصیاء پیغام پہنچاتے ہیں۔یہ مصلحت الٰہی ہے کہ انسان کے اندر نیکی و بدی دونوں کی صلاحیت ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا یہ ہے کہ وہ نیکی کرے بدی سے پرہیز کرے یعنی اللہ تعالیٰ و رسول کی فرمانبرداری کرے۔ان تمام تدابیر کے باوجود انبیاء واوصیاء کی عموماً پیروی نہ کی گئی حالانکہ ہدایات پر عمل ہوتا تو وہ اللہ تعالیٰ ہی کی فرمانبرداری ہوتی لیکن اکثر انسانوں نے ایسا نہ کیا اور غیر اللہ (بت وغیرہ) کی پرستش کر کے اپنے گمان پر عمل پیرا رہے اور آج بھی یہی ہوتا ہے اس بنا پر وہ اللہ تعالیٰ کو نظرانداز کر کے شرک کرتا ہے (مشرک) اور انبیا علیہم السلام کی نصیحت نہ مان کر کفر کرتا ہے (کافر) اسلئے نفس امارہ کی کیفیت پر رہ کر فسادی رہتا ہے یعنی خرابی نفس کی ہے عقل کی نہیں۔عقل سے سمجھتا ہے کہ ''ان الدین عند الله الا سلام'' درست اور حق ہے کسی صاحب عقل نے کہیں بھی حتیٰ کہ جہنم کے کنارے پر بھی یہ اعتراض نہیں کیا کہ پروردگار یہ پیغمبر کا پیغام سمجھ میں نہیں آیا یعنی اسلام کیطرف عقل کی رہنمائی ٹھیک ہے لیکن خرابی نفس کی وجہ سے ہے اس طرح اللہ و رسول کا منکر ہو کر انسان اس دور میں بھی مشرک و کافر ہے۔انسان میں خرابی یہ ہے کہ وہ راہ فرار اختیار کر کے شرک کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ پر ڈالتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو بت پرستی نہ کرتے۔نبوت پر اس لئے ایمان نہیں لاتا کیونکہ خود متمنی ہے کہ یہ فضیلت اسے دیجائے۔یہ کافر کا راہ فرار ہے۔بڑے غور وفکر کا مقام ہے کہ تقریباً پچاس فیصد اللہ و رسولؐ (دور حاضر میں) ہی پر ایمان نہیں لاتا (مشرکین و کفار) لیکن اللہ تعالیٰ و رسولوںؑ کی شفقت و تمنا ہے کہ یہ بھی جہنم میں نہ جائیں اسلئے ہادیان برحق اللہ تعالیٰ کی رضا پر گامزن رہے ہیں اور مصلحت الٰہی پر انؑ کا صبر ملاحظہ ہو۔

نمرود خدائی کا دعویدار تھا۔یہ مصلحت الٰہی سے بادشاہ تھا لیکن نبوت جناب ابراہیم علیہ السلام کی تھی یعنی صاحبان ہدایت (پیغمبر) رضائے الٰہی اختیار فرماتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کی رضا وہ ہے کہ جن ہدایات کیساتھ انبیاء و اوصیاء بھیجے گئے ہیں اسلئے ان کی سعی تھی کہ نمرود کسی طور شرک وکفر چھوڑ کر ایمان لائے تاکہ جہنم کی آگ سے بچے یعنی نیک اعمال بجالا کر جنت کا مستحق ہو لیکن نمرود بد بخت سرکشی پر آ گیا اسلئے مچھروں کے عذاب کا شکار ہوا۔ مصالح ایزدی پر انبیاء صبر فرماتے رہے ہیں۔جناب ابراہیمؑ کو اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین کی ساری بادشاہی

سے متعارف فرمایا۔الانعام آیت ۷۵ ملاحظہ ہو۔

[اور(جس طرح ہم نے ابراہیمؑ کو دکھایا تھا کہ بت قابل پرستش نہیں) اسی طرح ہم ابراہیمؑ کو سارے آسمان اور زمین کی سلطنت کا انتظام دکھاتے رہے تاکہ وہ (ہماری وحدانیت کا) یقین کرنیوالوں سے ہو جائیں۔] ۶:۷۵

آیت ۷۵(۶:۷۵) سے تصدیق ہو رہی ہے کہ جناب ابراہیمؑ کی سلطنت کے انتظام میں مہارت مستند ہے۔اس لحاظ سے بادشاہت کا حق جناب ابراہیمؑ کا تھا لیکن نمرود(ملعون) نے بادشاہت نہ چھوڑی اپنی کرسی برقرار رکھی تکبر کی بنا پر انجام میں نیست و نابود ہو گیا اسلئے یہ ظاہری دنیوی حکومتوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔اصل بادشاہت اللہ تعالیٰ کی اور خصوصاً اولوالعزم انبیاء کی ہے کیونکہ یہی صاحب ہدایت (وحی کیساتھ) ہیں۔اللہ تعالیٰ کے مقاصد کے ترجمان انبیاء و اوصیاء ہی ہیں۔انسان عموماً دنیوی حکومت میں مال و متاع کے چکر میں الجھا رہا ہے اور ہدایات انبیاء و اوصیاء کو ترک کرتا رہا ہے۔

جناب ابراہیمؑ کو مہارت سلطنت زمین و آسمان پر اور نبوت و امامت کے فضائل بھی عطا فرمائے اور آپؑ کو امامت امتحان کے بعد عطا ہوئی اسلئے نبوت سے بلند ہے (۲:۱۲۴)۔اسی آیت میں یہ بھی شرط کیساتھ منظور ہوا اور ارشاد ہے کہ سلسلہ امامت جناب ابراہیمؑ کی اولاد میں جائیگا۔جناب ابراہیمؑ کی دعا (۲:۱۲۸۔۱۲۹) کہ ایک گروہ ہماری اولاد سے پیدا کر جو تیرا فرمانبردار ہو چنانچہ اس گروہ کے سردار حضورؐ ہوئے اور دوسرے افراد حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ ہیں۔آیۂ تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) اور آیۂ مباہلہ (۳:۶۱) میں بھی یہی گروہ ہے۔ان تمام آیات سے اس گروہ کو ثابت کیا جا چکا ہے۔حدیث رسولؐ میں بیان فرمایا گیا کہ عالم بالا میں اسی گروہ (حضورؐ، حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور مام حسینؑ) کے افراد تسبیح و تقدیس الٰہی فرماتے رہے جناب ابراہیمؑ سے قبل کے زمانے میں صرف اللہ تعالیٰ و انبیاء کی اطاعت انسان کو بجا لانی تھی لیکن جناب ابراہیمؑ کی رسالت (پیغمبری) سے اللہ تعالیٰ نے ایک نیا نام ''امام'' (منصب امامت) کا بھی متعارف فرمایا اور آپؑ کی امامت کو نبوت سے افضل قرار دیا حالانکہ عوام کو بھی علم ہوگا کہ جناب نوحؑ کی پیغمبری کے دور میں صرف قلیل لوگ ایمان لائے تھے اور باقی (کفار) جناب نوحؑ کی بددعا کی وجہ سے طوفان نوح میں غرق ہو گئے اور ایک کافر بھی زمین پر زندہ نہ تھا لیکن انسان کی ہٹ دھرمی غور طلب ہے کہ جناب ابراہیمؑ کے دور رسالت میں نمرود جیسا بادشاہ خدائی کا دعویدار تھا اور بتوں کی پرستش کا ماحول تھا یعنی انسان نبوت

پر ہی ایمان لانا نہیں چاہتا تھا۔ اس انسانی نفس کی کیفیت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے نبوت کیساتھ ہی امامت کا منصب بھی بیان فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے منصوبوں پر عملدرآمد فرمانا ہے۔ انسان عموماً سب کچھ جاننے اور پہچاننے کے بعد بھی ایمان نہیں لانا چاہتا نہ اللہ تعالیٰ پر نہ رسولؐ پر اور نہ آئمہ طاہرین علیہم السلام پر (موجودہ دور میں)۔

اللہ و رسولؐ اور امامؑ کی مختصر تمہید کے بعد پھر جناب ابراہیمؑ جیسے پیغمبر و امام کا دور اور آپؑ کو سلطنت آسمان و زمین کا علم عطا فرمانا لیکن نمرود ایمان نہ لایا اور نہ اس نے بادشاہت چھوڑی۔ کم از کم یہ سمجھتے ہوئے کہ جناب ابراہیمؑ علم و عمل کے اعتبار سے اتنے لائق و فائق ہیں تو امور سلطنت ہی ان کے حوالے کر دیتا لیکن کافر ایمان نہ لا کر پیغمبری اور امامت (بلند) کو بھی خاطر میں نہ لایا۔ جناب موسیٰؑ کے دور رسالت میں فرعون (بادشاہ) خدائی کا دعویدار تھا۔ فرعون کو سب کچھ جناب موسیٰؑ کے فضائل کا علم تھا لیکن ایمان نہ لایا عذاب الٰہی کا شکار ہو گیا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عموماً انسانوں نے انبیاء و اوصیاء کے علم و عمل کی قدر نہ کی اسلئے کرسی (حکومت) بھی نہ چھوڑی۔ حضورؐ کی آعلیٰ شخصیت کی بھی قدر نہ کی گئی۔ ہجرت بھی کرا دی۔ حضورؐ کی فضیلت دنیا و آخرت دونوں میں برقرار ہے۔ دنیا میں آپؐ کا عمل وہی رہا جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے (۵۳:۳۔۴) ایسی آیات صرف حضورؐ کے لئے منفرد یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا پر چلے اور مصلحتوں پر صبر فرمایا جیسا کہ دوسرے انبیاء نے بھی صبر فرمایا۔ حضورؐ آخرت میں تمام انسانوں کے ممتحن ہونگے۔ انبیاء اور اوصیاء سے کافر برسر پیکار رہتا ہے حالانکہ وہ (کافر) ان کے آعلیٰ اوصاف اور صلاحیتوں سے اچھی طرح واقف بھی رہتا ہے لیکن کافر اپنی کرسی (حکمرانی کی) چھوڑنا نہیں چاہتا خواہ کتنا ہی آعلیٰ پیغمبر ہو یا امام۔

جناب ابراہیمؑ پر تذکرہ ہونا اسلئے بھی ضروری ہے کہ جب یہود و نصاریٰ نے مسلمانوں کا تمسخر اڑایا تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ رسولؐ کہہ دیں کہ ہم دین ابراہیمی پر ہیں (۲:۱۳۵)۔ جناب ابراہیمؑ کے لئے نبوت و امامت دونوں مناصب ہیں یعنی آپؑ نبی و امام ہیں لیکن حضورؐ کے علاوہ دیگر انبیاء بھی جھٹلائے گئے ہیں (۲۲:۴۲۔۴۳)۔ انسان (کافر) انبیاء کو بھی اپنے جیسا کہتا ہے حالانکہ انبیاء کی فضیلت سے واقف ہی نہیں بلکہ یہ تمنا بھی کرتا ہے کہ یہ مرتبہ اسے بھی دیا جائے (۶:۱۲۴)۔ جو انسان پیغمبر و نبوت کا تمسخر اڑا رہا ہے وہ امام و امامت کا بھی دشمن ہوگا۔ جناب ابراہیمؑ کے لئے شیعہ، لفظ استعمال ہوا۔ الصّٰفّٰت آیت ۸۳ "وان من شیعته لا براھیم"۔ اس سے قبل کی آیات میں جناب نوحؑ کے لئے مومن بندے فرمایا گیا ہے

یعنی اللہ تعالیٰ کے یا جناب نوحؑ کے شیعہ، جناب ابراہیمؑ ہیں۔ یہ لفظ شیعہ کتنا محترم ہے۔ ہم سب مسلمین ومو منین جتنے بھی حضورؐ پر ایمان لاتے ہیں وہ دین ابراہیمی پر ہیں اسلئے مسلمین ومومنین (سنی وشیعہ) دونوں کو جناب ابراہیمؑ کو شیعہ سمجھنا واجب ہے۔ صاحبان ایمان (سنی وشیعہ) کے لئے لفظ شیعہ کتنا عزیز ہے۔ کوئی مسلمان شیعہ لفظ کا تمسخر اڑا ہی نہیں سکتا۔ جناب ابراہیمؑ پہلے امام ہیں کہ جو امامت سے سرفراز ہوئے یعنی شیعت کیساتھ امامت ہے یا امامت کیساتھ شیعت ہے اب جو فرد یا گروہ 'شیعہ' کا تمسخر اڑاتا ہے نہ مسلمان ہے نہ مومن بلکہ منافق یا منافقین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ علم ہوتے ہوئے کہ اولوہیت ونبوت کے فضائل انسان جانتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ وانبیاء پر بڑی مشکل سے ایمان لائے گا پروردگار عالم نے ایک تیسرا سلسلہ امامت کا بھی جناب ابراہیمؑ سے ہی شروع فرمادیا۔ آج کی دنیا کی آبادی پچاس فیصد اللہ تعالیٰ ہی کی منکر ہے اس کے علاوہ تیس فیصد (یہود ونصاریٰ) حضورؐ کی منکر ہے صرف بیس فیصد اللہ ورسولؐ پر ایمان لائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو اپنی منصوبہ بندی پر کام کرنا ہے کوئی ایمان لائے یا نہ لائے۔ اس کیفیت میں امام تک پہنچنے میں ایمان لانے والوں کی تعداد کم ہوتی جائیگی۔ طوفان نوح میں کفار کے غرق ہونے کے باوجود بعدہٗ جناب ابراہیمؑ وموسیٰؑ کے ادوار میں نمرود وفرعون جیسے بادشاہ خدائی کے دعویدار ہوگئے۔ ان اولوالعزم انبیاء کی تبلیغ ان پر اثرانداز نہ ہوئی پھر بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق سے لگاؤ کا اظہار فرمایا اور خصوصاً فرعون کے لئے جناب موسیٰؑ کے ذریعہ کوشش فرمائی تا کہ ایمان لے آئے اور بخشش کی جائے لیکن ایمان نہ لایا۔ اس لحاظ سے انسان بڑا ضدی ہے اور ضد بھی ناحق کے لئے ہوتی ہے۔ یہ دونوں (نمرود وفرعون) عذاب الٰہی کے شکار ہوگئے۔ انہیں نے انبیاء جناب ابراہیمؑ وموسیٰؑ کو حکمرانی (دنیوی) کا موقع نہ دیا حالانکہ انبیاء کے علم وشعور سے واقف تھے۔ پیغمبرؐ ہو کہ امامؑ سلطنت آسمان وزمین کے انتظام سے واقفیت رکھتے ہیں لیکن کافر کو دنیا اس قدر عزیز ہے کہ وہ ان آعلیٰ شخصیتوں کی موجودگی کے باوجود کرسی (حکومت یا بادشاہت) چھوڑنے کو تیار نہیں۔ نمرود وفرعون اگر اللہ تعالیٰ وپیغمبرؐ اور امامؑ کے فرمانبردار ہوتے تو کرسی چھوڑتے۔ فرعون کی فوج سولہ لاکھ تھی۔ اس نے اپنے حساب سے انتظام وانصرام تو قائم کیا ہوگا لیکن اس کی بنیاد شرک وکفر پر تھی اسلئے انجام عذاب پر ہوا۔ آج کی دنیا میں غور فرمایئے کہ روس پہلا ملک تھا کہ جس نے فضائی سیارہ (Sputnik) چھوڑا۔ اس کی حالت دیکھئے کہ امریکہ وبرطانیہ وغیرہ کے آگے سرنگوں ہے۔ پہلے ان کو آنکھیں دکھایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ورسولؐ پر ایمان نہیں لانا چاہتا۔

چند باتیں یا نتائج غور طلب ہیں۔ جناب ابراہیمؑ کے لئے امور سلطنت آسمان وزمین کا علم ہونا واضح ہے

(۶:۷۵)۔اسی طرح حضورؐ کے لیئے بھی یہ علم ہونا ظاہر ہے۔حضورؐ تمام انبیاء کے گواہ اور حضورؐ کے گواہ حضرت علیؑ اسلیئے امور سلطنت میں حضرت علیؑ کی مہارت ثابت ہے۔امور سلطنت میں مہارت کے علاوہ علیؑ مولائے کائنات بھی ہیں (۵:۵۵)۔اس آیت ۵۵ میں تین مولائے کائنات ہیں (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) لیکن اللہ تعالیٰ خلاق کائنات ہونیکی وجہ سے مولائیت سے افضل ہے کیونکہ خلاّقیت صرف اللہ تعالیٰ کی ذات سے مخصوص ہے لیکن اللہ جسے چاہے یہ صفت عطا فرمائے مثلاً جناب عیسیٰؑ کو اس طرح کے معجزات عطا ہوئے اسکے علاوہ بھی کئی مقامات پر ایسے واقعات کو بیان کیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ کی پہلی تخلیق کائنات میں رسول اللہ ہیں اسلیئے رسولؐ سرور کائنات کے لقب سے یاد فرمائے جاتے ہیں حالانکہ آپؐ مولائے کائنات بھی ہیں۔تیسری صفت مولائے کائنات ہے اسلیئے حضرت علیؑ مولائے کائنات مشہور ہیں۔امام علیؑ امیر المومنین کیونکہ آیت ۵۵ (۵:۵۵) کے مومنینؑ میں بھی اول ہیں۔اس آیت میں کچھ مخلصین بھی شامل ہیں کہ انؑ پر شیاطین کی دسترس نہ ہوگی (۳۸:۸۳)۔یہ اللہ تعالیٰ کا لشکر فساد سے پاک ہے۔مسلمین و مومنین کتنے خوش قسمت ہیں کہ اس لشکر کے جز بن کر فساد سے پاک ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتب و اولوالعزم انبیا علیہم السلام کے ادوار کی تواریخ کے علم کے باوجود آج کی دنیا میں بھی انسان اکڑا ہوا ہے توریت و انجیل جیسی کتب بھی تبدیل کر دیں۔اللہ تعالیٰ اور حضورؐ پر ایمان لانے کے لئے راضی نہیں ہوتا حالانکہ حضورؐ کی کوشش یہ کہ کافر بھی کسی طور مومن ہو جائے۔اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ اے رسولؐ اپنی جان کو اسطرح ہلاکت میں نہ ڈالیں (۲۶:۳)۔اللہ تعالیٰ و رسولؐ پر کافر ایمان نہیں لاتا تو کسی تیسرے پر کیا ایمان لائیگا۔منافق ہی دین اسلام کا سب سے بڑا اندرونی دشمن ہے لیکن بظاہر دین کا سب سے بڑا ٹھیکیدار بنا رہتا ہے مسلمین و مومنین (سنی و شیعہ) کو فساد کا ذمہ دار قرار دینے کا پروپیگنڈہ کرتا ہے حالانکہ منافقین خود ہی فساد کے عموماً بانی ہیں کیونکہ مسلمین و مومنین کے درمیان رہائش پذیر ہیں۔یہ منافق خود کو بھی مسلمان (سنی) یا مومن (شیعہ) ہی ظاہر کرتا ہے۔اللہ و رسولؐ ہی پر ایمان نہیں لاتا جھوٹ بولتا ہے (۶۳:۱)۔علیؑ کی مولائیت پر یہ کیا ایمان لائیگا۔آپؑ کی بدگوئی کرتا ہے (۳۳:۵۸)۔یہ تمام امور اسلیئے دہرائے جا رہے ہیں کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ اللہ و رسولؐ ہی کی فرمانبرداری کے لئے تیار نہیں تو پھر کسی امام کو کیا خاطر میں لائے گا۔حضرت علیؑ نے تمام زندگی اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری میں گزار دی۔یہ علیؑ کی دنیوی فضیلت اور آخرت میں بھی رسولؐ کی رسالت کے گواہ اور تمام انسانوں کے نامہ عمل کا مشاہدہ امیر المومنین علیؑ بھی فرمائیں گے (۹:۱۰۵)۔

اللہ تعالیٰ کا مدمقابل انسان بت بنالیتا ہے۔ یوم حساب یہ بت بھی گواہی دینگے کہ یہ میری نہیں بلکہ اپنے نفس کی پرستش پر تھا۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں کہ وہ گمان پر چلتے ہیں یعنی آزادخیال ہیں۔ انبیاء واوصیاء پر اسلئے ایمان نہیں لاتا کہ فضیلت (نبوت کی) چاہتا ہے اور خود نبی بھی بنالیتا ہے۔ یہی سب بہانے راہ فرار ہے۔ اللہ تعالیٰ کو فکر کیوں غالب ہو اس معبود حقیقی کی مصلحتوں کو انسان کیا سمجھے! وہ اپنی وانبیاء کی فرمانبرداری کیساتھ اوصیاء کی بھی فرمانبرداری کرانا چاہتا ہے۔ مثلاً جناب عیسیٰؑ کے حواریوں پر ایمان لانے کے لئے ارشاد ہوا تو ایک گروہ ایمان لایا دوسرا کافر ہو گیا۔ عموماً اکثریت نے ہی اللہ تعالیٰ وانبیاء کے نصائح پر عمل نہ کیا پھر یہ کسی تیسرے (وصی، جانشین، حواری وغیرہ) کو کیسے خاطر میں لاتے لیکن جناب ابراہیمؑ کو نبوت کے بعد منصب امامت امتحان کے بعد عطا فرمایا۔ نبوت کیساتھ بعدہٗ امامت بھی ایک عرصہ تک انبیاء کو عطا ہوتی رہی۔ جناب ابراہیمؑ کے بعد اولوالعزم انبیاء جناب موسیٰؑ وعیسیٰؑ کی قوم یہود ونصاریٰ بھی حضورؐ پر ایمان نہ لائی۔ حضورؐ پر نبوت ختم ہوئی لیکن سلسلہ ہدایت کو قیامت تک جاری رہنے کے لئے امامت پھر حضورؐ کیساتھ ہی حضرت علیؑ کو عطا ہوئی۔ اہلبیت میں پنجتن پاکؑ (حضورؐ، حضرت علیؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، امام حسنؑ اور امام حسینؑ) ہیں۔ سورۃ مائدۃ آیت ۵۵ میں تین اولیاء (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) ازل سے ہیں بالفاظ دیگر انکا تعارف آدمؑ کے دور سے ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے نبوت کیساتھ سلسلہ امامت کو شروع فرمایا۔ یہی مصلحت الٰہی ہے کہ جناب ابراہیمؑ کو نبوت کے بعد امامت عطا ہوئی۔ یہ مومنینؑ آئمہ طاہرینؑ ہیں کہ حضورؐ کے دور رسالت میں قیامت تک ایک امامؑ اپنے زمانہ میں ہوگا۔ حدیث رسولؐ ہے کہ اگر انسان اپنے زمانے کے امام کو پہنچانے بغیر مرجائے تو وہ جاہلیت کی موت پر مرتا ہے۔ سائنسداں اتنی تحقیق میں کمال حاصل کرنے کے باوجود ابتک تخلیق کچھ نہ کرسکا۔ اللہ تعالیٰ کا دعویٰ کہ انسان ایک مکھی تو پیدا کردے؟ مکھی جو غذا لیکر جائے وہی چھڑالے؟ یعنی تخلیق میں تو صفر ہے لیکن اس میں اتنی طاقت بھی نہیں کہ مکھی سے غذا چھڑالے۔ انسان گیہوں کا ایک دانہ بھی پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ دعوے قیامت تک برقرار رہیں گے۔ انسان نے انبیاء کو بھی جھٹلایا حالانکہ معصوم انبیاء واوصیا ہی اللہ تعالیٰ کی نمائندگی فرماتے ہیں۔ حق وصداقت انہیں کا طرّہ امتیاز ہے لیکن اکثریت انہیں کی منکر رہی اور انتہائی رکیک سلوک کئے گئے اسلئے انبیاء کو نہیں بلکہ آیات الٰہی کو جھٹلاتے رہے۔ خصوصاً انبیاء اولوالعزم پر بھی جو مظالم ڈھائے گئے قرآن حکیم وتاریخ گواہ ہیں۔ انسانوں کی اکثریت انبیاء کے لئے باعث اذیت رہی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ عموماً قلیل انسانوں نے انبیاء واوصیاء کے پیغاموں کو تسلیم کرکے اس پر عمل کیا ہے۔ اکثریت انسانوں کی حق سے چڑھتی ہے (۴۳:۷۸) ایمان کیسے

لائے!

غیر مسلم سائنسی مضامین پڑھے لکھے لوگ بھی رسولؐ اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ پڑھے لکھے ہوں یا اَن پڑھ ایمان لانے کے مسئلہ میں عقل تو دونوں کی رہنمائی درست کرتی ہے لیکن کیفیت نفس اگر عقل کی ہم آہنگی کر جائے تو انسان صاحب ایمان ہو جاتا ہے لیکن نفس مخالفت کرے (عقل کی) پھر کافر ہی رہتا ہے۔ المنٰفقون پہلی آیت منافقین کے لئے ہے کہ (اے رسولؐ) یہ منافقین ایمان لانے کے متعلق یقین کرانا چاہتے ہیں لیکن یہ ایمان ہی نہیں لائے جھوٹے ہیں۔ 'کنز الایمان' کے علاوہ مولانا عثمانی صاحب نے بھی منافقین کو تفسیر میں بھی جھوٹا ہی تحریر فرمایا ہے۔ حضورؐ کی حیات طیبہ میں منافقین کا گروہ بھی تھا اور یہ قبل بھی بیان کیا گیا کہ اُحد میں جنگ سے قبل ہی یہ فرار اختیار کر گئے تاکہ مسلمان بھی انکی پیروی اختیار کر کے فرار ہوں اور حضورؐ کو شکست ہو۔ ممکن ہے کہ کچھ اور بھی منافقین ہوں لیکن مصلحتاً انہیں نے فرار اختیار نہ کیا ہو۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ سامری بھی پوشیدہ تھا لیکن بعد میں اس کی منافقت ظاہر ہوگئی کہ اس نے پوری بنی اسرائیلی قوم کو بچھڑے کی پرستش پر قائم کر دیا اور جناب ہارونؑ (جانشین جناب موسیٰؑ) کی ایک نہ سنی کیونکہ جناب موسیٰؑ توریت لینے کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے تھے۔ منافقین کی نیت ہی ٹھیک نہیں رہتی اسلئے ایمان نہیں لاتا۔ اللہ تعالیٰ کی بھی مصلحت ہے کہ وہ فوری سزا نہیں دیتا لیکن آخرت میں اس کے لئے بدترین سزا جہنم کا سب سے نچلا طبقہ ہوگا لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا یہی ہے کہ یہ ایمان لائے تاکہ اس کو جنت کی سیر کرائی جائے (۴:۱۴۵)(۴:۱۴۶)۔

بظاہر پڑھا لکھا انسان بھی نفسیاتی معاملات میں اتنا پرتشدد ہوتا ہے کہ زندگی جھوٹ فریب کیساتھ گزارنے کے لئے تیار ہے۔ دنیا میں حضورؐ پر بظاہر صرف بیس فیصد ایمان لاتے ہیں۔ ان مسلمین (سنی) ومومنین (شیعہ) کی بخشش ہوگئی (۳۳:۳۵) اسلئے منافق بھی خود کو سنی یا شیعہ ہی کہتا ہے کیونکہ اسے بھی علم ہے کہ بخشش انہیں کی ہوگی۔ اپنے کو کوئی بھی منافق کہہ نہیں سکتا۔ منافق بھی مسلمین ومومنین کے درمیان رہائش پذیر ہے۔ منافق سب سے بڑا شیطان ہوتا ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کو فریب دیتا ہے۔ اور رسولؐ کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔ جہاد سے جی چراتا ہے۔ حضور کی رائے کے بغیر مسجد 'ضرار' بنالی تھی جو کہ ڈھا کر جلادی گئی۔ یہ سب سے بڑا اسلام کا دشمن ہے۔ تین اولیاء (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) کا انکار کر کے انسان اپنی مرضی سے شیطین کو ولی بنانا چاہتا ہے (۷:۳۰) اسلئے اکثریت بنیادی طور پر اللہ ورسولؐ کی مخالفت کرتی آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بھی اصول دین کو بیان فرمایا اور رسولؐ نے بھی مختلف مواقع پر تعارف فرمادیا تاکہ کسی کو فرار کا موقع ہاتھ نہ آئے کہ رب العزت نے اور

حضورؐ نے بھی اصول دین بیان نہیں فرمائے۔ مسلمانوں کے اصول دین میں اولوہیت ونبوت لیکن مومنین کے اصول دین میں اولوہیت ونبوت اور امامت شامل ہیں المائدۃ آیت ۵۵ میں تین اولیاء (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) ہیں۔ تین اولیاء کے تین گروہ (مشرکین، وکفار اور منافقین) بالترتیب منکر ہیں۔ بنیادی طور پر یہ سب کافر ہیں لیکن تینوں کا کردار علیحدہ بھی ہے مشرکین شرک کرتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہیں رسولؐ کا منکر کافر کہلاتا ہے۔ حضرت علیؑ (مولائے کائنات) کا منکر مفافق ہے۔ منافق کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی کوفریب دینا چاہتا ہے (۱۴۲:۴) اسلئے اسکا انجام سب سے بدتر ہوگا (۱۴۵:۴)۔ مشرکین کے بارے میں الانعام آیات ۲۲ تا ۳۱ دلچسپ ہیں کہ یہ آخرت میں کیا حقائق بیان کریگا۔ راقم نے حصہ اول کے صفحہ ۵۴ پر آیات ۲۷ تا ۳۱ کا ترجمہ دیا ہے لیکن یہاں صرف دو آیت ۲۷، ۲۸ کا مفہوم پیش کیا جاتا ہے۔ ''مشرک جہنم کے کنارے پر تاثرات دے گا کہ پروردگار ایک مرتبہ پھر دنیا میں لوٹا دیئے جائیں تو آیات کو نہ جھٹلائیں گے اور مومنین میں سے ہو کر آئیں گے لیکن ارشاد الٰہی ہے کہ یہ پھر وہی کچھ کرینگے جس کو منع کیا گیا ہے۔ یہ جھوٹے ہیں''۔ آیات ۲۷:۲۸ میں مشرکین کے علم کی کیفیت کہ دنیا میں بھی سب حقائق معلوم تھے اور یہ کہ مومنین کا کردار ہی اپنانا چاہیئے تھا لیکن علم کے باوجود اس پر عمل نہ ہوا نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے رہے۔ یہ تصدیق ہو رہی ہے کہ مومن کی بخشش ہوگی۔ یہ ملحوظ خاطر رہے کہ آیت ۲۷ (۶:۲۷) میں لفظ مومنین، استعمال ہوا ہے۔ کافر کے جہنم پر تاثرات کے لئے سعودی عرب کے مطبوعہ قرآن حکیم سے مولانا عثمانی کی تفسیر بھی غور طلب ہے سورۃ الحجر آیت ۲ ملاحظہ ہو۔

[کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں۔ کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان ۱] ۱۵:۲

(۱ یعنی آج منکرین نے قرآن واسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کرینگے اور دست حسرت مل کر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے وہ وقت کب آئیگا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے۔ ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اسکو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا وآخرت میں موجود مواقع کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہینگے ہر موقع پر کفار کو رہ رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمت اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع ''جنگ بدر'' کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کیطرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقرائے مہاجرین اور اوس وخزرج کے کاشتکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلام فتوحات وترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار کو اپنی تہیدستی وحرمان پر

پچھتانے اور دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کیلئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔ اس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کرینگے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز نظارہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے۔ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعدہٗ مشرکین ان پرطعن کرینگے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو؟ اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم نے آیت پڑھی '' ربھا یود الذین کفر ولو کانو اسسلمین '' گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کرینگے)۔

مولانا عثمانی نے آیت ۲ (۲:۱۵) کی تفسیر میں '' جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کرینگے'' لکھ کر ایک بڑے مسئلہ کو حل فرمایا ہے یعنی انتہائی اظہار تاسف اور غم واندوہ پر انسان ماتم کرتا ہے اسلئے کوئی فرد ہو کہ قوم اگر کسی ایسے موقع پر ماتم کرے تو اس پر اعتراض کی بات نہیں بلکہ یہ ایک تقاضائے فطری ہے۔

سورۃ الانعام ۲۷ اور سورۃ الحجر ۲ نے واضح فرما دیا کہ مومن اور مسلمان کی بخشش ہوگی کیونکہ مشرک کو حسرت ہے کہ 'میں دنیا میں لوٹ کر جاؤں تو مومن ہو کر آ جاؤں' اسلئے کہ مومن کا کردار بخشش کے قابل ہے۔ بعینہ کافر کو بھی حسرت ہوگی کہ کاش میں مسلمان ہوتا یعنی مسلمان کا کردار بھی بخشش کے قابل ہے۔ آیت ۳۵ (۳۳:۳۵) میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ مسلمان و مومن کی بخشش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ولایت میں صرف رسولؐ (حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور مومنینؑ شامل ہیں کسی دوسرے پیغمبر کی اس ولایت میں شمولیت نہیں ہے۔ ولایت بڑا منفرد مرتبہ ہے اسلئے حضورؐ تمام انبیاء کے سردار ہیں اور جیسا کہ قبل ثابت کیا گیا امیر المومنین حضرت علیؑ ہیں۔ المائدۃ آیت ۵۶ میں اظہار ہو رہا ہے کہ جو بھی ان تین اولیاء پر ایمان لایا وہ اللہ تعالیٰ کے لشکر میں آ گیا۔ دنیا کے تمام لشکروں میں صرف اللہ تعالیٰ کا لشکر فساد سے پاک ہے باقی تمام لشکر فسادی ہیں۔ مسلمان اور مومن ان اولیاء پر ایمان لاکر فساد سے بری ہو جاتا ہے۔ کیا مسلم معاشرے میں مسلمان (سنی) اور مومن (شیعہ) عمومی فساد برپا کر سکتے ہیں؟ تو پھر معاشرے میں فساد کہاں سے آیا۔ اللہ ورسولؐ پر ایمان لانے والا کلمہ پڑھنے والا کیسے فسادی ہوگا یہ دونوں (مسلمان اور مومن) فسادی نہیں۔ انکے درمیان تیسرا گروہ منافقین کا ہے جو کہ اللہ ورسولؐ پر ایمان نہیں لاتا جھوٹ بولتا ہے (۶۳:۱) اور فسادی ہے (۲:۲۰۵)۔

اللہ تعالیٰ کو فساد پسند نہیں ۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر میں کوئی فسادی نہیں رہتا۔ مسلمان ومومن اگر عمل صالح پر ہیں تو دونوں کی بخشش کا وعدہ ہے (۳۵:۳۳) معاشرے میں بدنام فسادی ''شیعہ وسنی'' ہیں۔ حالانکہ یہی فسادی نہیں بلکہ منافقین ہیں۔ ضرب المثل ہے کہ ''بدا چھا بدنام برا'' ۔ یہ غلطی کس کی ہے اور کیوں ہے؟ قرآن حکیم میں غور وفکر نہ کرنے کا نتیجہ ہے ورنہ ایسا نہ ہوتا منافقین کا یہ بھی پروپیگنڈہ ہے کہ قرآن حکیم میں زیادہ غور وفکر نہ کرو ورنہ پیچیدگی میں پڑ جاؤ گے حالانکہ قرآن حکیم پیچیدگیوں کو دور کرنیکے لئے نازل فرمایا گیا۔ صدیوں سے یہ پروپیگنڈہ زوداثر ہے اور حق کے خلاف چلا آرہا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے کہ اس میں غور وفکر کرو۔ ایسا نہ کرنے کا انجام ہمارے معاشرے کے لیئے خرابی اور فساد ہے۔ ہم غلط فہمیوں کے شکار ہیں یہ تمام منافقین کی کارستانیاں ہیں۔ یہی شیعہ وسنی کو بدنام کرتے ہیں۔ منافق جب اسلام ورسولؐ کا دشمن ہے تو آل رسولؐ کا بھی دشمن ہے۔

حضرت علیؑ کی بدگوئی کرتا ہے حالانکہ علیؑ کو تمام مسلمان ولی (مولائے کائنات) مانتے ہیں۔ نہ صرف یہ بلکہ میلاد شریف وغیرہ میں حضرت علیؑ کے اقوال وفرمودات وسخاوت وشجاعت وغیرہ بیان کرتے ہیں۔ ولی بنانا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ ساری دنیا کے انسان ملکر بھی کسی کو ولی نہیں بنا سکتے ۔ حضرت علیؑ منزلت ولی پر ہونیکی بنا پر تمام انبیاء (بجز حضورؐ) سے افضل ہیں اسلیئے علیہ السلام کہنا واجب ہے۔

قرآن حکیم کے بموجب مسلمین ومومنین کے اصول دین آیت ۵۵ (۵۵:۵) کے اولیاء میں شمولیت رکھتے ہیں ۔ ان تین اولیاء کے اوصاف پر ایمان لاتے ہیں خصوصاً (خلاق کائنات' سرور کائنات اور مولائے کائنات)۔ ان اولیاء (اللہ ورسولؐ اور حضرت علیؑ) کی ولایت پر ایمان میں مسلمین اور مومنین متحد ہیں۔ منافقین ان اولیاء پر ایمان لاتے ہی نہیں ۔ اللہ تعالیٰ انہیں تین اولیاء پر ایمان لانے کا خواہاں ہے۔ عقل بھی انہیں اولیاء کی طرف ایمان لانے کی رہنمائی کرتی ہے لیکن انسان نفسانی خواہشات کی بنا پر اکثر ان کا منکر رہتا ہے۔ مسلمین اور مومنین کے اصول دین میں عوام الناس نہیں خواہ اصحاب ہی کیوں نہ ہوں ۔ انسان اپنی مرضی کے ولی بنالیتا ہے کیونکہ تصور ولایت تو ہے۔ شیاطین کو ولی بناتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے اولیاء نور ہیں۔ ولایت کیساتھ ہدایت بھی ہے اسلیئے کسی دوسرے کی ہدایت قابل قبول نہیں ہوتی لیکن ہدایت نور سے منسلک ہے ۔ پیغمبرؐ وامام دونوں معصوم ہیں۔ صاحبان ہدایت معصوم بھی ہیں منافق ہی رسولؐ پر ایمان نہیں لاتا یعنی اصول دین پر ایمان نہیں لاتا لیکن فروع دین (نماز' روزہ' حج وغیرہ) الکسا کر انجام دیتا ہے۔ جب اصول دین پر ایمان نہیں تو یہ منافق معاشرے کے لئے مجسم فساد ہے۔ منافق نظریہ نور سے متصادم ہے۔ مسلمین ومومنین انؑ انوار پر ایمان

رکھتے ہیں۔ مسلم معاشرے میں ایمان لانے والوں میں بظاہر یہی تین گروہ(مسلمین ،مومنین اور منافقین) ہیں۔ مسلمین ومومنین کی بخشش کا شرائط کے ساتھ وعدہ ہے آیت ۳۵ (۳۳:۳۵)۔منافقین انؑ اولیاء(خصوصاً رسولؐ وآل رسولؐ) کے نور کے قائل نہیں اسلئے انکا انجام عذاب ہے۔(سورۃ الحدید آیات ۱۳ تا ۱۵ آئندہ باب میں بیان کی گئی ہیں)۔

یہ مملکت ''پاکستان''انہیں اولیاء کے طفیل مسلمین ومومنین کی دعاؤں اور سعی سے وجود میں آیا ہے۔انسان ان اولیاء سے کیسے بچے گا کیونکہ آخرت میں تنہا پیش ہوگا (۱۹:۹۵) تذکرہ اولیاء افضل ترین عبادت ہے۔یہی بہشت کے مالک ومختار ہیں۔مختصر ترین الفاظ میں چند باتیں رقم کی جاتی ہیں۔تمام انسان ان اولیاء کے محتاج دنیاؐ میں بھی ہیں اور آخرت میں بھی ہونگے کیونکہ جنت کے مالک یہی اولیاء ہیں۔اللہ تعالیٰ کی مصلحت یہ ہے کہ اس کبریائی کی شان رکھنے والا وہ ابلیس کی ابلیسیت ،نمرود کی خدائی اور فرعون کی فرعونیت کہ جو ''انا ربکم الاعلیٰ'' کہتا تھا سب کچھ برداشت فرماتا ہے لیکن اس خلاق کائنات ورب العزت نے ''مخلصین'' کی خاطر ابلیسیت پر پابندی عائد فرمادی کہ ابلیس کے شر سے ''مخلصین'' محفوظ رہیں (۳۸:۸۳)۔نمرود کی خدائی مچھروں نے لے ڈالی۔بنی اسرائیل کے بچوں کا قاتل فرعون قابل بخشش بظاہر نہ تھا لیکن جناب موسیٰؑ وہارونؑ کو بھیجا کہ فرعون کے پاس جاؤ ممکن ہے کہ راہ بدل دے یعنی ایمان لے آئے لیکن بدبخت ایمان نہ لایا پوری فوج بھی عذاب کی شکار ہوگئی۔اس واقعہ میں بھی باوجود فرعون کے اتنے مظالم ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رضا یہی تھی کہ اگر ایمان لے آئے تو بخشا جائے جہنم سے بچالیا جائے۔خواہش الٰہی اور شان کبریائی یہی ہے کہ کسی طور انسان کو بخشا جائے لیکن انسان تائب ہونا بھی نہیں چاہتا۔اس طرح کے انسان اللہ تعالیٰ سے تائب نہیں ہونا چاہتے تو کسی پیغمبرؑ یا جانشین پیغمبر(وصیؑ یا امامؑ) سے کیسے توبہ کے طالب ہونگے۔محمدؐ وآل محمدؐ کی سرپرستی تسلیم کرکے عمل صالح انجام دینا جنت کی راہ ہموار کرنا ہے لیکن ان کی دشمنی جہنم میں پہنچادیگی۔

باب: ۹

جانشین انبیا علیہم السّلام

جیسا کہ پیشتر تحریر کیا گیا اولوالعزم انبیا علیہم السّلام جناب نوحؑ وابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ اور دور حاضر کے محسن انسانیت ورحمت اللعالمین، خاتم النّبیّین حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کو بھی انسانوں کی اکثریت نے تسلیم نہیں کیا اور نہ آج کرتے ہیں! اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا (سورۃ فاطر) کہ کوئی نبی ایسا نہیں کہ جسکی تکذیب نہ کی گئی ہو۔ (۳۵:۲۵)

حضورؐ نے بھی اپنی قوم کا شکوہ فرمایا سورۃ فرقان آیات ۳۰ تا ۳۱ ملاحظہ ہوں۔

[اور (اس وقت) رسولؐ (بارگاہ خداوندی میں) عرض کرینگے کہ اے میرے پروردگار میری قوم نے تو اس قرآن کو بیکار بنا دیا۔ اور ہم نے (گویا خود) گنہگاروں میں سے ہر نبی کے دشمن بنا دئے ہیں اور تمھارا پروردگار ہدایت اور مددگاری کے لئے کافی ہے۔] ۲۵:۳۰-۳۱

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو عظیم مخلوق بنایا تا کہ انؑ کے ادوار کی امتیں ان کی تعظیم اور فرمانبرداری کرتیں کیونکہ یہی ذات الٰہی کی فرمانبرداری ہوتی (۴:۷۹-۸۰) بجائے اس کے انسانوں کی اکثریت نے انؑ کی تکذیب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ خواستگار ہے کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے بنائے ہوئے اولیا کی پیروی کی جائے (۵:۵۵) اور دوسرے اولیا نہ بنائے جائیں لیکن انسان بہت کم نصیحت قبول کرتا ہے (۷:۳) انسان شیاطین کو اولیا بناتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ راہ راست پر ہے (۷:۳۰) یہ عمومی نفسیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اکثر انسان شکر ادا نہیں کرتا یا ناشکرا ہے۔ حضورؐ کا بھی ارشاد یہی ہے کہ قوم نے قرآن کو بیکار بنا دیا یعنی احکامات کے بموجب عمل نہیں کیا۔ آج کی دنیا بھی حضورؐ کے اعلیٰ اوصاف کی قائل ہے لیکن اکثریت ایمان نہیں لاتی (مشرک وکافر ومنافق ویہودی اور عیسائی) حالانکہ یہ سب حضورؐ کی امت ہیں۔ اگر یہاں قوم سے مراد صرف مسلمان تصور کئے جائیں تو ظاہر ہے کہ انھیں نے بھی حضورؐ کے وسیلہ وقرآن کو نظر انداز کر کے ہی فرقے بنا لئے اور مسلمانوں کی اکثریت بھی قرآن کے مطابق عمل نہیں کرتی۔ اسی وجہ سے مسلمان زبوں حالی کے شکار ہیں جب انسانوں کی اکثریت کو توفیق نہ ہوئی کہ وہ ان اولوالعزم انبیا علیہم السّلام کے وسیلے کو تسلیم کر کے ان پر ایمان لاتے تو پھر

جانشین انبیا علیہم السّلام پر ایمان لانا ایسے انسانوں کے لئے بڑی دشواری ہے۔ مسلمان دین ابراہیمؑ پر عمل پیرا ہیں (۱۳۵:۲)۔ اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیمؑ کو نبی بھی بنایا اور امام بھی یعنی نبوت و امامت دونوں عطا ہوئیں۔ یہ اللہ کی مصلحت کہ دونوں مناصب نبوت و امامت ایک ہی بشر کو عطا ہوئے جناب ابراہیمؑ کا مکالمہ اور دعا غور طلب ہیں سورۃ الشعراء کی آیات ۶۹-۹۰ ملاحظہ ہوں۔

[اور (اے رسولؐ) ان لوگوں کے سامنے ابراہیمؑ کا قصہ بیان کرو جب انھوں نے اپنے (منہ بولے) باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگ کس کی عبادت کرتے ہو۔ وہ بولے ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں۔ اور انھیں کے مجاور بن جاتے ہیں۔ ابراہیمؑ نے کہا بھلا جب تم لوگ انھیں پکارتے ہو تو وہ تمھاری کچھ سنتے ہیں یا کچھ تمھیں نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ کہنے لگے (یہ سب کچھ تو نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایسا ہی کرتے پایا ہے ابراہیمؑ نے کہا کیا تم نے دیکھا بھی کہ جن چیزوں کی تم پرستش کرتے ہو یا تمھارے اگلے باپ دادا کرتے تھے یہ سب میرے یقینی دشمن ہیں مگر سارے جہان کا پالنے والا جس نے مجھے پیدا کیا ہے پھر وہی میری ہدایت کرتا ہے اور وہی وہ ہے جو مجھے کھلاتا ہے اور مجھے پلاتا ہے اور جب بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھے شفا عنایت فرماتا ہے اور وہی وہ ہے جو مجھے مار ڈالے گا اسکے بعد (پھر) مجھے زندہ کریگا اور وہی وہ ہے جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں کو بخش دیگا۔ پروردگارا مجھے علم و فہم عطا فرما اور مجھے نیکوں کے ساتھ شامل کر اور آئندہ آنیوالی نسلوں میں میرا ذکر خیر قائم رکھ اور مجھے بھی نعمت کے باغ (بہشت) کے وارثوں میں سے بنا اور میرے (منہ بولے) باپ (چچا آذر) کو بخشدے کیونکہ وہ گمراہوں میں سے ہے اور جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائینگے مجھے رسوا نہ کرنا جس دن نہ تو مال ہی کچھ کام آئیگا اور نہ لڑکے بالے مگر جو شخص اللہ کے سامنے گناہوں سے پاک دل لئے ہوئے حاضر ہوگا (وہ فائدہ میں رہیگا) اور بہشت پرہیزگاروں کے قریب کر دی جائیگی۔]۲۶:۶۹-۹۰

((اِ۔ یہ دعا کیسے سچے دل سے نکلی تھی اور کیسی مقبول ہوئی کہ آج تک اہل کتاب کا ہر شخص آپ کی طرف نسبت کرنے کو اپنا فخر سمجھتا ہے اور آپ کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے اور علامہ ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ لسان صدق سے مراد حضرت علیؑ ہیں کہ جب آپ کی ولایت حضرت ابراہیمؑ کے سامنے پیش کی گئی تو حضرت ابراہیمؑ نے فرمایا: اللّٰھمہ اجعل من ذریتی: خدایا اس شخص کو میری اولاد سے قرار دے اور اللہ نے یہ دعا قبول فرمائی تو گویا حضرت کی مراد یہ ہوئی۔ اللّٰھمہ اجعل من ذریتی صادقاً۔))

((۲۔قلب سلیم کی تفسیر یوں مراد ہوتی ہے کہ جس دل میں اللہ کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو اور بعض نے لکھا ہے کہ وہ محبت دنیا سے بچا رہے۔))

الشعراء کی آیات ۶۹-۹۰ میں اصول دین مرتب ہو رہے ہیں جناب ابراہیمؑ نے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ تم یا تمھارے باپ دادا جن کی پرستش کرتے تھے میرے دشمن ہیں یعنی سب باطل پر ہیں پروردگار اصل خالق ہے اور میرا بھی خالق ہے اور وحدہٗ لاشریک ہے (اور وہی وہ ہے)۔ وہی میری ہدایت کرتا ہے یعنی یہ نبوت و امامت دونوں مناصب کی طرف اشارہ ہے کیونکہ پروردگار نبی و امام دونوں کی ہدایت فرماتا ہے (۲:۱۳۰) تاکہ وہ عوام الناس کو ہدایت منتقل فرمائیں۔ یہاں دونوں مناصب کا ذکر اس لئے آیا کہ جناب ابراہیمؑ کو دونوں عطا ہوئے۔ آپؑ کی امامت کا درجہ نبوت سے بلند ہے کیونکہ امتحان کے بعد عطا ہوئی (۲:۱۲۴)۔ وہ مومن ہی نہیں کہ جس کا عقیدہ نبوت و امامت پر نہ ہو کیونکہ ہم دین ابراہیمؑ پر ہیں (۲:۱۳۵) پھر آپؑ نے قیامت کا تذکرہ فرمایا۔ آخری آیت ۹۰ میں پرہیزگار کے قریب جنت کر دی جائیگی۔ اسی کا تعلق عدل الٰہی سے ہے کہ عادل ہے تو پرہیزگار کے لئے جنت کا بیان ہے ورنہ ہر انسان کے لئے جنت ہوتی۔ فرمانبردار اور نافرمانبردار دونوں اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی لئے تقاضائے عدل الٰہی ہے کہ فرمانبردار جنت میں جائے گا۔ دین ابراہیمیؑ میں پانچ بنیادی اصول ہیں۔ توحید و عدل یعنی اللہ وحدہٗ لاشریک و عادل ہے یہ دو اصول ہوئے۔ پھر تیسرا اور چوتھا نبوت و امامت کو تسلیم کرنا آخر میں پانچواں قیامت پر ایمان لانا یا یقین رکھنا۔ اس طرح پانچ اصول دین ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے جب جناب ابراہیمؑ کو امام بنانے کا ذکر فرمایا تو آپؑ نے التجا فرمائی کہ سلسلہء امامت میری (جناب ابراہیمؑ) اولاد میں جائے۔ ارشاد الٰہی ہوا کہ ظالم کو امام نہیں بنایا جائیگا۔ اللہ نے منصب امامت کو شرط کے ساتھ قبول فرمایا۔ البقرۃ آیت ۱۲۴ پیش کی جاتی ہے۔

[جب ابراہیمؑ کو انکے پروردگار نے چند باتوں۱ میں آزمایا اور انھوں نے پورا کر دیا تو اللہ نے فرمایا میں تم کو (لوگوں کا) امام یا پیشوا۲ بنانے والا ہوں۔ (حضرت ابراہیمؑ نے) عرض کی اور میری اولاد میں سے فرمایا (ہاں مگر) میرے اس عہدے پر ظالموں میں سے کوئی شخص فائز نہیں ہو سکتا۔] ۲:۱۲۴

((۱۔اس میں یہ اختلاف ہے کہ وہ کونسی باتیں تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ یہ ہیں: اگر سارے سر میں بال ہوں تو مانگ۱ نکالنا، ۲کلی کرنا، ۳ناک میں پانی دینا، تین تین دفعہ ۴مسواک کرنا، ۵مونچھوں کا کٹوانا، ۶بغل

کے بال منڈوانا' ۷۔زیر ناف کے بال لینا' ۸۔ ختنہ' ۹۔ پانی سے استنجا کرنا' ۱۰۔ ناخن کٹوانا' انھیں باتوں کا نام سنت ابراہیمؑ ہے۔))

((۲۔اس آیت میں اللہ نے دو باتوں کا فیصلہ بہت واضح طور پر فرمادیا ہے ایک تو یہ کہ کوئی شخص بغیر اللہ کے مقرر کئے ہوئے کسی کا پیشوا اور امام ہو ہی نہیں سکتا۔ دوسرے یہ کہ پیشوا وامام ہر شخص نہیں ہوسکتا بلکہ وہی شخص امام ہوگا جو معصوم ہو اور کوئی گناہ عمر بھر اس سے سرزد نہ ہوا ہو کیونکہ اگر اس نے ایک گناہ بھی کیا تو اس نے اپنے اوپر ظلم کیا اور ظالم ہوگیا اسکے علاوہ پھر حکم خدا قطعی نہ رہیگا۔))

البقرۃ آیۂ مبارکہ ۱۲۴ سے دوسرے نتائج بھی نکل رہے ہیں اللہ تعالیٰ نے مخصوص آزمائش یا امتحان کا ذکر فرمایا وہ امام (پیشوا) بنائے جانے کے ضمن میں ہے یعنی جناب ابراہیمؑ کے لئے نبوت پہلے سے طے تھی امتحان منصب امامت کے لئے ہوا بالفاظ دیگر انکا منصب امامت یقیناً نبوت سے بلند ہے۔منصب نبوت کے لئے تو انؑ کو منتخب کیا گیا تھا لیکن اللہ کو منصب امامت کو متعارف بھی فرمانا تھا تا کہ مخلوق (خصوصاً انسان) اس سے بھی واقف ہو اس طرح جناب ابراہیمؑ کو نبوت وامامت کی فضیلتیں عطا ہوئیں اور امامت کے لئے امتحان کا ذکر فرما کے منصب امامت کو انؑ کے منصب نبوت سے افضل ثابت فرمانا تھا تا کہ انسان امامؑ کو اسی طرح تسلیم کرے کہ جیسے نبیؐ کو کرتا ہے۔اب یہاں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جب بھی امامت کا سلسلہ اولاد ابراہیمؑ (حضورؐ کی آل) میں شروع ہوا اور قیامت تک قائم رہے وہ امام جو بھی منصب امامت پر ہوگا جناب ابراہیمؑ کے مرتبہ سے کم نہ ہوگا اور اگر جناب ابراہیمؑ کو بطور نبی علیہ السّلام کہا جاتا ہے تو اسی طرح کسی امام یا پیشوا کو بھی علیہ السّلام کہا جائیگا۔اگر نبی کا معصوم ہونا ضروری تو امام کا معصوم ہونا بھی ضروری ہے خلاصہ یہ کہ جتنی صفات سے نبی کا مرصع ہونا لازم اسی طرح امام کا بھی انھیں صفات کا حامل ہونا ضروری ہے اجمالاً یہ کہ جو منصب امامت پر فائز ہے وہ نبوت کے لئے بھی مناسب ہے لیکن بات صرف وقت اور مصلحت الٰہی کی ہے بہر کیف اللہ تعالیٰ نے طے فرمایا کہ جناب ابراہیمؑ کو نبوت وامامت دونوں سے سرفراز فرمائے۔مسلمان کا فرض ہے کہ وہ دونوں پر ایمان لائے یعنی نبوت وامامت دونوں کو اصول دین میں شامل کرے۔اللہ تعالیٰ نے جناب ابراہیمؑ کے دور سے ہی امامت پر زور دیا اسکی تصدیق کے لئے سورۃ الانبیاء آیات ۷۲:۷۳ کا حوالہ پیش کیا جاتا ہے۔

[اور ہم نے ابراہیمؑ کو انعام میں اسحاقؑ (جیسا بیٹا) اور یعقوبؑ (جیسا پوتا) عنایت فرمایا اور ہم نے سب کو نیک بخت بنایا۔اور ان سب کو (لوگوں کا) امام یا پیشوا بنایا کہ ہمارے حکم سے (انکی) ہدایت کرتے تھے اور

ہم نے انکے پاس نیک کام کرنے اور نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کی وحی بھیجی تھی اور یہ سب کے سب ہماری ہی عبادت کیا کرتے تھے۔]۲۱:۷۲-۷۳

آیات ۷۲-۷۳ میں بیان کردہ انبیاء کو امامؑ (پیشوا) سے تعبیر کر کے ذکر کرنا اس امر کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ سلسلہ امامت کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اس وجہ سے بھی تا کہ انسان تصور اور وسیلہ امامؑ وامامت کو بھی آئندہ کبھی فراموش نہ کرے۔ جس طرح کہ انسانوں کے لئے جناب آدمؑ سے لیکر جناب ابراہیمؑ کی نبوت تک صرف وسیلہ انبیاء کا تصور تھا۔ بعینہ اللہ نے جناب ابراہیمؑ کی امامت کو فضیلت دیکر اس امر سے بھی انسانوں کو روشناس کرایا کہ جس شخص کو امامؑ بنایا جائے وہ بھی اسی طرح وسیلہ ہوگا کہ جیسے نبیؑ اور اس میں کسی کو چوں و چرا کی گنجائش نہ ہوگی نبیؑ اور امامؑ بنانا صرف اللہ کے اختیار میں ہے کم از کم مسلمان تو اتنا بخوبی جانتا ہے کہ اگر آج دنیا کی جو آبادی کفر و شرک (نصف سے کچھ زائد) میں مبتلا ہے وہ خود خسارے میں ہے (۱۷:۸۲) اللہ کا کوئی نقصان نہیں ہے (نعوذ باللہ) لامذہب انسان اگر ایمان لائے تو اسی کا فائدہ ہے ورنہ وہ جہنم میں جائیگا کیونکہ یہ لامذہب وسیلہ انبیا علیہم السّلام کو ہی تسلیم نہیں کرتا حالانکہ تمام انسانوں کو ان وسیلوں کو تسلیم کرنا چاہئے۔ جناب ابراہیمؑ کے بارے میں سورۃ الصّٰفّٰت کی آیت ۸۳ ملاحظہ ہو۔۔

[وَ اِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ . اور یقیناً ان ہی کے طریقے پر چلنے والوں میں ابراہیمؑ بھی ضرور تھے۔]۳۷ : ۸۳

((۱۔ تفسیر قمّی و تفسیر مجمع البیان میں ابو بصیر کے واسطے سے روایت ہے کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا کہ تمھیں یہ اسم مبارک ہو۔ ابو بصیر کہتے ہیں میں نے عرض کیا وہ کونسا اسم میری جان آپ پر فدا ہو۔ حضرتؑ نے فرمایا۔ شیعہ۔ میں نے عرض کیا (کہا گیا) خود لوگ تو اس نام سے عیب لگاتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے خداوند عالم کا یہ قول نہیں سنا وَاِنَّ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ لَاِبۡرٰہِیۡمَ ۔ اور خداوند عالم کا یہ قول فَاسۡتَغَاثَہُ الَّذِیۡ مِنۡ شِیۡعَتِہٖ عَلَی الَّذِیۡ مِنۡ عَدُوِّہٖ ۔ تفسیر قمّی صفحہ ۲۲۳ جلد ۲ طبع نجف و تفسیر مجمع البیان صفحہ ۴۴۹ جلد ۸ طبع ایران اور حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس آیت کے ذیل میں مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا یعنی جناب ابراہیمؑ شیعہ علیؑ تھے اس مطلب کی تائید دیگر روایت سے بھی ہوتی ہے تفسیر برہان صفحہ ۲۰ جلد ۴ ایران۔))

البقرۃ آیت ۱۲۴ میں جناب ابراہیمؑ کے امام بنائے جانے کا ذکر آیا اور الصّٰفّٰت کی آیت ۸۳ انکے (جناب ابراہیمؑ) شیعہ ہونیکی تصدیق ہے جناب ابراہیمؑ کے نبی ہونیکی بابت البقرۃ آیت ۱۳۶ ملاحظہ ہو۔

[اور (اے مسلمانو تم یہ) کہو کہ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں اور اس پر جو ہم پر نازل کیا گیا (قرآن) اور جو (صحیفے) ابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ و یعقوبؑ اور اولاد یعقوبؑ پر نازل ہوئے تھے (ان پر) اور جو (کتاب) موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو دی گئی (اس پر) اور جو اور پیغمبروں کو ان کے پروردگار کی طرف سے انھیں دیا گیا۔ (اس پر) ہم تو ان میں سے کسی (ایک) میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم تو اللہ ہی کے فرمانبردار ہیں۔] ۱۳۶:۲

یہ اظہر من الشمس ہے کہ نبوت اور امامت دو علیحدہ منصب ہیں لیکن جناب ابراہیمؑ کی امامت کا مقام بلند ہے اگر اصول دین میں صرف نبوت کو رکھا جائے اور امامت کو شامل نہ کیا جائے تو مقصد یہ ہوا کہ ان (جناب ابراہیمؑ) کی بلند امامت کا تذکرہ قصداً نظر انداز کر دیا گیا یہ استدلال واضح ہے کسی انسان کے لئے کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ نبوت کو تسلیم کرکے جناب ابراہیمؑ کی نزول امامت کا منکر ہو جائے یا بالفاظ دیگر ان کا جو امتحان لیا گیا اسکو بالکل فراموش کردے۔ مسلمان دین ابراہیمیؑ پر قائم ہے جو کچھ جناب ابراہیمؑ پر نازل ہوا اس پر ایمان لانا ہے اس لئے امامت کو اصول دین میں شامل نہ کرکے جناب ابراہیمؑ کی منصب امامت سے معزولی کے مترادف بھی ہے معزولی کسی بشر کے اختیار میں نہیں ہے اس لئے ان کی امامت کو بھی بسروچشم ماننا واجب اور مسلمان کے لئے اسی میں نجات ہے جیسا یا جس طرح اللہ کسی نبیؑ یا وصیؑ یا امامؑ کو منوانا چاہتا ہے انسان کا فرض ہے کہ اسے ویسا ہی مان لے۔ نہ ماننے سے انسان کا اپنا ہی نقصان ہے وسیلہ امامؑ وامامت کو تسلیم کرنے میں انسان کی نجات ہے البقرۃ آیت ۱۲۴ میں جناب ابراہیمؑ کی دعا تسلسل امامت کے لئے اللہ نے اس شرط پر منظور فرمائی کہ ظالم کو امامت پر فائز نہیں کیا جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے جب امامت کو رکھنے کا اقرار فرمایا یعنی امامؑ بنائے گئے اور آج بھی کوئی نہ کوئی امامؑ ہے کیونکہ جناب ابراہیمؑ کی دعا رد نہیں ہوئی۔ امامت وامامؑ کے بارے میں دوسری آیات غور طلب ہیں سورۃ بنی اسرائیل آیات ۷۱-۷۲ ملاحظہ ہوں۔

[اس دن (کو یاد کرو) جب ہم تمام لوگوں کو انکے اماموںؑ (پیشواؤں)[1] کے ساتھ بلائینگے تو جس کا نامہ عمل انکے داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ لوگ (خوش خوش) اپنا نامہ عمل پڑھنے لگیں گے۔ اور ان پر ریشہ برابر ظلم نہیں کیا جائیگا۔ اور جو شخص اس دنیا میں (جان بوجھ کر) اندھا بنا رہا[2] تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہیگا اور (نجات کے) راستے سے بہت دور بھٹکا ہوگا۔] ۷۱:۱۷-۷۲

((۱۔ ابن مردویہ نے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے اس آیت کی تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ ہر قوم کو اپنے زمانہ کے امامؑ اپنے رب کی کتاب اور اپنے نبی کی سنت کے ساتھ بلایا جائیگا۔ تفسیر در منثور

جلد۴ صفحہ ۱۹۴ سطر ۵ مطبوعہ مصر۔ اس سے بھی صاف ثابت ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور اس بنا پر اس وقت امام عصر کا موجود رہنا بھی ضروری ہوا۔ دوسری روایت اس آیت کی تفسیر میں شاہ اسمٰعیل شہید دہلوی نے منصب امامت میں نقل کی ہے یعنی قیامت کے دن تمام لوگ اپنے اپنے اماموں کے ساتھ بلائے جائینگے پھر انھیں روکا جائیگا اور ان سے سوال کیا جائیگا صحابہ کرام نے دریافت کیا یا رسولؐ اللہ! کیا سوال کیا جائیگا۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ عن ولایت علی ابن ابی طالب یعنی علیؑ کی ولایت کے متعلق سوال ہوگا۔))

((۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں سمجھ اور عقل رکھ کر اس سے کام نہ لے اور ہدایت کی باتوں سے چشم پوشی کرے تو آخرت میں بھی اسے نجات کا راستہ نہ سوجھ پڑے گا۔))

جناب ابراہیمؑ کی تمنا کا اظہار کہ امام ان کی اولاد میں سے بنایا جائے البقرۃ کی ۱۲۴ پیش کی گئی ایک مخصوص گروہ (جناب ابراہیمؑ کی اولاد سے ایسا) ہو کہ جس سے ایک رسولؐ بھی ہو اس تمنا کا اظہار البقرۃ کی ۱۲۸-۱۲۹ ملاحظہ ہوں۔

[(اور) اے ہمارے پالنے والے تو ہمیں اپنا فرمانبردار بندہ بنا اور ہماری اولاد سے ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا فرمانبردار ہو۔ اور ہم کو ہمارے حج کی جگہیں دکھادے اور ہماری توبہ قبول کر۔ بے شک تو ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔ اور اے ہمارے پالنے والے (مکہ والوں میں) انہی میں سے ایک رسولؐ کو بھیج جو ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور آسمانی کتاب اور عقل کی باتیں سکھائے اور ان (کے نفوس) کو پاکیزہ کردے۔ بے شک تو ہی غالب اور صاحب تدبیر ہے۔] ۲:۱۲۸-۱۲۹

البقرۃ آیات ۱۲۸-۱۲۹ میں جناب ابراہیمؑ کی تمنا و دعا کا ذکر گروہ کے متعلق ہے کہ جس کے سردار (ایک رکن) حضورؐ ہیں باقی جو دیگر افراد ہیں وہ کون ہیں؟ آیت ۱۲۸ میں جس گروہ کا تذکرہ ہے یہ غیر معمولی گروہ حضورؐ کی وجہ سے ہے اس گروہ کے دوسرے ارکان کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے بھی یہاں طے نہیں فرمایا کہ وہ ان ارکان کی وضاحت فرماتا۔ یہ بالکل ناممکن کہ ان ارکان کا تعارف نہ کرایا گیا ہو۔ اللہ بغیر تعارف نہیں چھوڑتا کیوں کہ اس کا ارشاد پیش کیا گیا (۸۹:۱۶) کہ اس کتاب میں سب کچھ ہے اور اسی آیت ۸۹ میں حضورؐ کی یوم حساب تمام انبیاء واوصیاء پر برتری کا اظہار ہے آیت میں عندیہ ہے کہ جو کتاب میں نہیں وہ وضاحت یقیناً حضورؐ نے فرمائی ورنہ مسائل تشنہ رہ جاتے (۱۹:۷۵) اس زیر بحث گروہ میں حضورؐ بلند ترین ہیں اس لئے دوسرے ارکان بھی اعلیٰ مناصب پر ہیں اگر قرآن میں ان کا ذکر نہیں تو کیا اتنے اہم ارکان کو حضورؐ کیسے فراموش فرما سکتے تھے! یقیناً ان کا

تعارف کتاب نے بھی اور حضورؐ نے بھی تمام امت سے کرایا۔ اس گروہ کے بارے میں جناب ابراہیمؑ کی دعا قبول ہوئی رد نہیں ہوئی ورنہ اللہ تعالیٰ رد کرنے میں کوئی پس وپیش نہیں فرماتا۔ اللہ تعالیٰ کا انداز سورۃ ھود کی آیات ۴۵۔۴۷ ملاحظہ ہوں۔

[اور (جس وقت نوحؑ کا بیٹا غرق ہو رہا تھا) نوحؑ نے اپنے پروردگار کو پکارا اور عرض کی اے میرے پروردگار اس میں تو شک نہیں کہ میرا بیٹا میرے اہل میں شامل ہے اور (تو نے وعدہ کیا تھا کہ تیرے اہل کو بچا لونگا اور) اس میں تو شک نہیں کہ تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سارے (جہان کے) حاکموں سے بڑا حاکم ہے (تو میرے بیٹے کو نجات دیدے۔ خدا نے) فرمایا اے نوحؑ (تم یہ کیا کہہ رہے ہو) ہرگز وہ تمھارے اہل میں شامل نہیں وہ بیشک بد چلن ہے تو (دیکھو) جس کا تمھیں علم نہیں ہے مجھ سے اس کے بارے میں درخواست نہ کیا کرو میں تمھیں سمجھائے دیتا ہوں کہ نادانوں کی سی باتیں نہ کیا کرو۔ نوحؑ نے عرض کی اے میرے پروردگار میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں کہ جس چیز کا مجھے علم نہ ہو میں اسکی درخواست کروں اور اگر تو مجھے (میرے قصور) نہ بخش دے گا اور مجھ پر رحم نہ کھائیگا۔ تو میں سخت گھاٹا اٹھانیوالوں میں ہو جاؤنگا۔] ۱۱: ۴۵-۴۷

((تفسیر ا۔ چونکہ کنعان ظاہر طور پر ایماندار تھا اور حضرت نوحؑ اس کے باطن حال سے واقف نہ تھے اور خدا نے ان کے لڑکے بالوں کو نجات کا وعدہ کیا تھا اس وجہ سے آپؑ اس کے ڈوبنے پر بیچین ہو گئے اور خدا کی بارگاہ میں گویا محبت کا شکوہ کیا مگر چونکہ خدا فرما چکا تھا کہ مجھ سے کافروں کی سفارش نہ کرنا۔ اس وجہ سے ایسا جواب ملا۔ خلاصہ اس سوال وجواب کے دو نتیجے بہت عمدہ نکلے ایک تو یہ کہ عمدہ خاندان کچھ کام نہیں آتا اپنی حالت اچھی ہونی چاہئے۔ ''چو کنعاں راطبیعت بے ہنر بود: پیمبر زادگی قدرش نیفزود'' دوسرے یہ کہ انسان نافرمانی کی بدولت خاندان سے بھی خارج ہو جاتا ہے اور اسی بناء پر والدین کی نافرمانی عاق ہونے کا باعث ہوتی ہے۔))

سورۃ ھود کی ۴۵-۴۷ میں اظہار ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سفارش کو رد کرنے میں تکلف نہیں فرماتا لیکن اللہ نے الصّٰفّٰت میں جناب نوحؑ کی خدمات کو سراہا ہے وہ آیات ۷۵-۱۸۱ سکے ساتھ ہی جناب ابراہیمؑ کا ذکر آیات ۷۵۔۸۳ ملاحظہ ہوں

[اور نوحؑ نے (اپنی قوم سے مایوس ہو کر) ہم کو ضرور پکارا تھا تو (دیکھو ہم) کیا خوب جواب دینے والے تھے اور ہم نے ان کو اور انکے بالوں کو بڑی (سخت) مصیبت سے نجات دی اور ہم نے (ان میں وہ برکت دی کہ) انہی کی اولاد کو (دنیا میں) برقرار رکھا اور بعد کے آنے والے لوگوں میں ان کا اچھا چرچا باقی رکھا کہ ساری

خدائی میں (ہر طرف سے) نوحؑ پر سلام (ہی سلام) ہے ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزائے خیر عطا فرماتے ہیں اس میں شک نہیں کہ نوح ہمارے خالص ایماندار بندوں سے تھے پھر ہم نے باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔ اور یقیناً ان ہی کے طریقہ پر چلنے والوں میں ابراہیمؑ بھی ضرور تھے۔] ۳۷:۷۵-۸۳

جناب نوحؑ مومن ہیں اور جناب ابراہیمؑ جو کہ نبوت اور امامت دونوں سے مامور ہیں آیت ۸۳ میں اللہ تعالیٰ کے یا جناب نوحؑ کے شیعہ (جناب ابراہیمؑ) ہیں جناب ابراہیمؑ کی دعا جس گروہ کے بارے میں تھی اس کے ایک رکن حضورؐ ہیں بیشک حضورؐ سردار ہوئے۔ اب قرآن حکیم میں جن مقامات پر ایسے گروہ کا تذکرہ ہو کہ جس میں حضور بھی ہوں اس مسئلہ کا حل ممکن ہے الاحزاب کی آیت ۳۳ جزوی ملاحظہ ہو۔

[اے (پیغمبر کے) اہلبیت اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے۔] ۳۳:۳۳ (جزوی)

آیۂ تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) جیسی آیت کسی نبی کی آل کے لئے نہیں نازل ہوئی۔ حضورؐ ہی نہیں بلکہ آپؐ کی آل بھی اس لحاظ سے منفرد زمانہ ٹھہری۔ اس آیت میں چونکہ حضورؐ کی آل بہ ہر لحاظ شامل ہے اس میں حضرت علیؑ جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا اور رسولؐ کے دونواسے حسنؑ و حسینؑ شامل ہیں۔ ان کی شمولیت پر ہر مکتبہ فکر کے لوگ متفق ہیں۔ یہ اللہ کی مرضی کہ اس نے آل کے تذکرے کو جزوِ قرآن فرما دیا۔ آل میں کون افراد شامل ہیں اسکی بیّن مثال آیۂ مباہلہ (آل عمران کی آیت ۶۱) اور اسکی تفسیر میں ملاحظہ ہو۔ یہ ترجمہ و تفسیر جناب مولٰنا محمود الحسن صاحب اور جناب مولٰنا شبیر احمد عثمانی صاحب سے پیش کی جاتی ہے۔ (یہ قرآن الکریم ''شاہ فہد قرآن کریم پرنٹنگ کمپلکس مدینۂ منورہ'' نے اردو خواں مسلمانوں کے لئے ہدیۃً پیش کیا ہے۔)

[پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اسکے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہدے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے اور تمھارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمھاری عورتیں اور اپنی جان اور تمھاری جان پھر التجا کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی ان پر کہ جو جھوٹے ہیں ۳۔] ۳:۶۱

((تفسیر ۳۔ اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ ''مباہلہ کرو'' جسکی زیادہ موثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں سے جھوٹا ہے اس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ ''مباہلہ'' کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دیگی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت و حقانیت

پروثوق ویقین رکھتا ہے چنانچہ دعوت ''مباہلہ'' سن کر وفد نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دینگے۔ آخر مجلس مشاورت میں انکے ہوشمند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ اے گروہ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمدؐ نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں۔ پس ایک نبی سے مباہلہ وملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہ بھی نکل سکتا ہے کہ انکا کوئی چھوٹا بڑا اہلاکت یا عذاب الٰہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں یہ ہی تجویز پاس کر کے حضورؐ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسنؑ، حسینؑ، فاطمہ علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لئے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر انکے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جن کی دعا، پہاڑوں کو انکی جگہ سے سرکا سکتی ہے، ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو، ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہیگا۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث میں آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بنکر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔))

ال عمران کی آیت ۶۱ میں اللہ تعالیٰ نے افراد کے صیغے جمع فرمائے مفرد نہ تھے۔ یعنی (اَبنَـآءَنـا...... نِسَآءَ نا...... وَاَنفُسَنَا) تھے لیکن حضورؐ نے جو عمل فرمایا وہ ابنَآءَ نا کی جگہ حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لیا نِسَآءَ نا کی جگہ صرف بیٹی جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو لیا حالانکہ آیت میں گنجائش کسی زوجہ یا ازواج مطہرات کی ہے اور اَنفُسَنَا کی جگہ تنہا حضرت علیؑ کو لے گئے اس مباہلہ کی منزل پر اللہ تعالیٰ نے جو ارشادات فرمائے اور حضورؐ نے جو عملاً تفسیر فرمائی وہ بڑے دور رس نتائج واحکامات کا مظہر ہے آیۂ تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں جو اہلبیتؑ مقصود الٰہی ہیں یہی پنجتن یعنی حضورؐ علیؑ، فاطمہؑ، حسن اور حسین صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین ہیں یہ مصداق تعارف ہی تھے کیونکہ الاحذاب کی آیت ۳۳ (جزوی) میں اللہ نے انھیں کو ''رجس'' سے پاک قرار دیا ہے مباہلہ میں صرف وہی افراد حضورؐ کے ساتھ تشریف لائے جو ''رجس'' سے پاک تھے ازواج مطہرات میں سے کسی کو حضورؐ کا ہمراہ نہ لانا اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ وہ (ازواج) ''رجس'' سے پاک نہ تھیں اگر ہوتیں تو حضورؐ ہمراہ لاتے کیونکہ آیت میں گنجائش ہے اسکے علاوہ اس موقع پر ازواج مطہرات کا بھی خاموشی اختیار کرنا اس بات کی دلیل

ہے کہ انکو بھی یقین تھا کہ وہ ''رجس'' سے پاک نہیں ہیں یعنی ازواج مطہرات کو اس بات کا یقین تھا کہ آیہء تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں صرف بیٹی جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ علیہا ہیں ازواج کا مقام بھی بلند ہے اور وہ امہات المومنین تھیں لیکن اللہ تعالیٰ کے منصوبے بالکل مختلف ہیں انسانوں کی اکثریت کچھ چاہتی ہے اور اللہ کچھ اور چاہتا ہے مختصر یہ کہ آیہء تطہیر مفسرِ اعظم (حضورؐ) نے بہ نفس نفیس خود ''مباہلہ'' کی منزل پر نصاریٰ نجران کے سامنے پنجتن (حضرت محمدؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ) پاک کو پیش فرمایا۔ یہ پنجتنؑ پاک اسی لئے کہے جاتے ہیں ہی کہ یہ ''رجس'' سے پاک ہیں حدیث کساء انھیں کے لئے منسوب ہے کساء کے نیچے یہی پنجتن پاک علیہم السّلام تھے جیسا کہ مولٰنا عثمانی نے تفسیر میں لکھا '' اَللّٰھُمَّہ ھَوٗلَاءِ اَھلُ بَیتِی ''. پنجتنؑ پاک کا مباہلہ کی منزل پر تشریف لانا اسلیئے اہم ترین ہے کہ اس معاہدے میں نصاریٰ شامل تھے اس واقعہ کی حقیقت قائم رہی۔ نسآءَ نا میں صرف بیٹی کا تعارف (حضرت فاطمہؑ) تنہا کرایا گیا۔ ایک دوسرے پہلو سے اس مسئلہ کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے یعنی ازواج رسول بھی اگر آیہء تطہیر میں شامل ہیں اور ''رجس'' سے پاک ہیں تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ آیت (۳:۶۱) میں گنجائش کے باوجود حضورؐ کا کسی بھی زوجہ کو مباہلہ میں شامل نہ کرنا تقاضائے انصاف کے خلاف ہے جو کہ ناممکن ہے حضورؐ کا ہر فعل عدل پر ہے یعنی اللہ کی مرضی یہی تھی کہ آیہء تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں صرف آل رہے ازواج مطہرات میں سے کوئی نہ ہو۔ آیات تطہیر و مباہلہ اللہ تعالیٰ کی ایسی منصوبہ بندی ہے کہ جس پر ختم نبوت کے بعد دین اسلام کا دارمدار ہوگا دین اسلام کی پیروی کا حکم تمام دنیا کے انسانوں کے لئے ہے جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں حضورؐ کی سنت تو مرد کے لئے لیکن عورت کس کا اتباع کرے اسلیئے اللہ نے حضورؐ کی واحد بیٹی جناب فاطمہ زہراؑ کو ''رجس'' سے پاک کر کے تمام دنیا کی عورتوں کے لئے قابل اتباع بنا دیا۔ ''رجس'' سے پاک قرار دینے کا مقصد الٰہی یہ ہے کہ اب جیسا مزاج حضورؐ کا تھا وہی مزاج بیٹی کا تھا۔ حضورؐ معصوم تو یقیناً بیٹی بھی معصومہ ورنہ دوسری عورت کیوں اتباع کرے۔ غیر معصوم کا احترام اپنی جگہ درست ہے لیکن اتباع کے لئے شرط معصومیت ہے نبی معصوم ہوتا ہے لیکن جانشین نبی کا بھی معصومؑ ہونا واجب ہے اسی لئے جانشین نبی پر ایمان لانا واجب ورنہ مومن بھی کافر ہوجاتا ہے (۱۴:۶۱) جب مولٰنا شبیر احمد عثمانی خود تفسیر فرمارہے ہیں کہ آل محمدؐ کے نورانی افراد سے نصاریٰ اس قدر متاثر ہوئے کہ اگر یہ دعا کریں تو پہاڑ بھی اپنی جگہ سے سرک جائیں تو حضورؐ کو مباہلہ میں اس لئے آل کو لاکر متعارف فرمانا تھا کہ سیدہ زہراؑ تمام دنیا کی عورتوں کے لئے مشعل راہ ہیں دین اسلام میں آپؑ (جناب زہراؑ) کا اتباع عورتوں کے لئے واجب ہے اگر ازواج رسول کو

اس پر اعتراض ہوتا تو خود مدعی ہو کر احتجاج فرماتیں۔ اس زمانہ میں آل محمدؐ کے ساتھ ازواج مطہرات کو آیہ تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں شامل کرنا اس امر کے مترادف ہے کہ خدانخواستہ امہات المومنین میں اتنا عقل و شعور نہ تھا (نعوذ باللہ) کہ اس وقت احتجاج فرما کے حقوق کا مطالبہ فرماتیں۔ جو کوئی شخص کسی بھی فرقہ سے تعلق رکھتا ہو وہ آج امہات المومنین کو آیہء تطہیر میں شامل کر کے خود غلطی پر ہے اس قسم کی وکالت کر کے وہ شخص ''مدعی سست وگواہ چست'' ہونیکا ثبوت دیتا ہے کیونکہ ''مباہلہ'' کے موقعہ پر آل محمدؐ کو ہمراہ لانے پر نہ تو ازواج رسولؐ میں سے کسی نے اعتراض فرمایا اور نہ حضرت علیؑ کے لانے پر کسی دوسرے نے اعتراض کیا حالانکہ جلیل القدر صحابہؓ بھی موجود تھے حضورؐ نے 'مباہلہ' کے موقع پر دراصل تمام دنیا پر اپنے موقف کا اظہار فرمادیا کیونکہ آیہء مباہلہ میں حضورؐ کے ساتھ حضرت علیؑ ہی کا تعارف اللہ کے حکم سے ''نفس رسولؐ'' وقوع پذیر ہوا۔ حضورؐ نے آیہء تطہیر کی تفسیر بھی ''مباہلہ'' میں پیش فرمائی۔ انسان محتاج ہدایت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ یہ وسیلہ انبیاء واوصیاء کے ذریعہ سلسلہ ہدایت کیوں قائم فرماتا یعنی حق و باطل سمجھانے کی غرض ہے تاکہ انسان جنت میں جائے ورنہ بدعملی یا باطل کا راستہ واصل جہنم کر دیتا ہے۔ اس اعتبار سے کیا اللہ کی رہنمائی مباہلہ میں کافی نہیں کہ حضورؐ کے بعد دین اسلام کی ہدایت کا سلسلہ حضرت علیؑ (نفسِ رسولؐ) کو بلافصل منتقل ہو؟ مسئلہ حقیقتاً ہدایت ہے اور انسان اسی کا محتاج ہے یہی نہیں بلکہ اللہ ورسولؐ نے کم از کم پچاس برس کی ہدایت کے سلسلہ کو متعارف فرمادیا کیونکہ حضرت علیؑ کے ساتھ دونور نظر حسنؑ اور حسینؑ آیات تطہیر و مباہلہ میں شامل ہیں مباہلہ میں اس انداز سے حضورؐ کی آل محمدؐ کے ساتھ تشریف آوری یقیناً انتخاب وہدایت پروردگار عالم کے تحت تھا (۲:۱۳۰) اس سے بہتر انتخاب واظہار کیسے ممکن ہے کہ حضورؐ کی آل کو تمام عالم میں ممتاز فرمایا اور اس سے قبل کسی نبی کی آلؑ کو اس طرح ممتاز نہیں فرمایا اور یہ فضیلت یوم حساب بھی برقرار رہیگی (۹:۱۰۵) آیات تطہیر و مباہلہ میں اظہار فضیلت کے بعد یہ موقع بھی بہتر تھا کہ سلسلہ ہدایت کو قائم رکھنے کے لئے نصاریٰ کے سامنے اور مسلمانوں کے درمیان مباہلہ کی منزل پیش آئی یعنی ایک طرح کی بین الاقوامی صورت حال تھی کہ حضورؐ کے ساتھ مردوں میں صرف حضرت علیؑ اور حسنینؑ تشریف لائے تاکہ آج مکمل تعارف ہو کہ سلسلہ ہدایت حضورؐ کے بعد حضرت علیؑ کو پھر حسنؑ کو اور بعدہٗ حسینؑ کو منتقل ہوگا اس طرح یہ سلسلہ ہدایت حسینؑ کی آلؑ ہی میں قیامت تک رہیگا۔ یہاں پھر جناب ابراہیمؑ کی تمنا و دعا ایک مخصوص گروہ (۲:۱۲۸-۱۲۹) کے لئے کہ جس کے سردار حضور ختم نبوت کے پیغام کے ساتھ تشریف لائے باقی گروہ کے ارکان کون ہیں؟ آیہء تطہیر و مباہلہ کی تفسیر نے جو گروہ پیش فرمایا وہ پنجتن (حضورؐ علیؑ فاطمہؑ حسنؑ اور حسینؑ) پاک

ہیں کہ حضورؐ اس میں سردار ہوئے جناب ابراہیمؑ کی تمنا کہ امام بھی بنائے جائیں (۲:۱۲۴) اس لئے علیؑ، حسنؑ اور حسینؑ اپنے زمانہ کے امام ہوئے اور یہ امامت کا سلسلہ بھی اس وقت تک جاری رہیگا کہ جب تک حضورؐ کی رسالت جاری رہیگی یعنی قیامت تک ہی نہیں بلکہ یوم حساب بھی برقرار رہیگی ۔ یہ اظہار بھی کیا گیا کہ دوسرے آئمہ طاہرین قیامت تک کون ہیں جناب فاطمہؑ کے بارے میں بھی تفسیر پیش کی جائیگی کہ آپ کا مقام کیا ہے آیۂ تطہیر ومباہلہ کی تفسیر میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچی کہ نبوت وامامت ساتھ جاری ہیں لیکن اس زمانہ میں بھی جناب ابراہیمؑ کی دعا کے مطابق امام ہونا چاہیئے ۔ مباہلہ میں حضورؐ نے رسالت کے ساتھ امامت کے منصب کو بھی جناب ابراہیمؑ کی تمنا اور اللہ کے وعدہ آئمہؑ بنائے جانے کی تائید میں پیش فرمایا۔ امامت کی بابت اللہ تعالیٰ کا وعدہ اور جناب ابراہیمؑ اولو العزم پیغمبر کی تمنا و دعا تھی اور حضورؐ جیسے اولو العزم مفسر اعظم نے تفسیر فرمائی (۳:۶۱) اس کی تفسیر ۱۱۶ (کنز الایمان ۔ مترجم جناب احمد رضا خانؒ بریلوی) ملاحظہ ہو۔

((۱۱۶۔ تفسیر آیت ۶۱ (آل عمران) جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ نجران کو یہ آیت پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے کہ ہم غور اور مشورہ کرلیں کل آپ کو جواب دیں گے جب وہ جمع ہوئے تو انھوں نے اپنے سب سے بڑے عالم اور صاحب رائے شخص عاقب سے کہا کہ اے عبدالمسیح آپ کی کیا رائے ہے اس نے کہا کہ اے جماعت نصاریٰ تم پہچان چکے کہ محمد نبی مرسل تو ضرور ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو سب ہلاک ہو جاؤ گے اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انھیں چھوڑ دو اور گھر کو لوٹ چلو ۔ یہ مشورہ ہونے کے بعد وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے دیکھا کہ حضورؐ کی گود میں تو امام حسین ہیں اور دست مبارک میں حسن کا ہاتھ اور فاطمہ علی حضورؐ کے پیچھے ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) اور حضورؐ ان سب سے فرما رہے ہیں کہ جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا نجران کے سب سے بڑے نصرانی عالم (پادری) نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا۔ اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو ہٹا دینے کی دعا کریں تو اللہ تعالیٰ پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دے ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہیگا یہ سن کر نصاریٰ نے حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے آخر کار انھوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوئے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے نجران والوں پر عذاب قریب آ ہی چکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا

اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرند تک نیست و نابود ہو جاتے اور ایک سال کے عرصہ میں تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔))

''کنز الایمان'' میں آل عمران کی آیت ۶۱ کے مفسر نے امام حسینؑ کو حضورؐ کی گود میں ذکر کے ساتھ مباہلہ میں ہی امامت کی منزل پر فائز فرما دیا۔ اس سے نتیجہ یہی نکلا کہ پھر امام حسنؑ اور حضرت علیؑ بھی اسی منزل پر فائز تھے اسلئے کہ آیۂ تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں یہ تینوں (حضرت علیؑ اور امام حسنؑ اور امام حسینؑ) شامل ہیں۔ 'کنز الایمان' سے آیہء مباہلہ کی تفسیر سے مسئلہ امامت بھی واضح ہوا اب آیہء تطہیر کا ترجمہ و تفسیر (کنز الایمان) ملاحظہ ہو تا کہ جناب فاطمہ زہراؑ کا مقام بھی واضح ہو جائے۔

[اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی دور فرما دے اور تمھیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے ۸۵] ۳۳:۳۳ جزوی

((۸۵۔ تفسیر آیہ تطہیر۔ یعنی گناہوں کی نجاست سے تم آلودہ نہ ہو اس آیت سے اہل بیت کی فضیلت ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات اور حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا اور علی مرتضیٰ اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب داخل ہیں آیات واحادیث کو جمع کرنے سے نتیجہ نکلتا ہے اور یہی حضرت امام ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے ان آیات میں اہل بیت رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نصیحت فرمائی گئی ہے تا کہ وہ گناہوں سے بچیں اور تقویٰ و پرہیز گاری کے پابند رہیں گناہوں کو ناپاکی سے اور پرہیز گاری کو پاکی سے استعارہ فرمایا گیا کیونکہ گناہوں کا مرتکب ان سے ایسا ہی ملوث ہوتا ہے جیسا جسم نجاستوں سے اسطرز کلام سے مقصود یہ ہے کہ ارباب عقول کو گناہوں سے نفرت دلائی جائے اور تقویٰ و پرہیز گاری کی ترغیب دی جائے۔))

اہم ترین بات یہ ہے کہ آیت ۳۲ (الاحزاب) میں تخاطب ازواجِ رسولؐ سے ہے یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ انداز تکلم صرف انھیں سے مقصود ہے اور بنت رسولؐ (جناب فاطمہ زہراؑ) اس سے مستثنا ہیں اور مفسر نے بھی خاتون جنت کا لقب استعمال کر کے یہ مزید وضاحت فرما دی کہ خاتون جنت (جناب فاطمہ زہراؑ) اس خطاب میں یقیناً شامل نہیں بلکہ ازواج مطہرات اور اہل بیتؑ علیحدہ ہیں یعنی اہلبیتؑ میں حضورؐ حضرت علیؑ' خاتون جنت (فاطمہ زہراؑ) اور حسنینؑ رجس سے پاک ہیں یہی پنجتن پاک علیہم السّلام ہیں۔ المائدۃ آیت ۵۵ ہو کہ جناب ابراہیمؑ کی تمنا امام (۲:۱۲۴) بنائے جانے کے متعلق حضورؐ سے متصل جن مومنینؑ (آیت ۵۵) کا ذکر ہے اس

میں حضرت علیؑ امیر المومنین ثابت ہوئے اور آیات تطہیر ومباہلہ اور جس گروہ (۱۲۸:۲) میں سے حضورؐ کی سرداری اور نبوت ثابت ہوئی اسکے (گروہ کے) باقی ارکان میں حضرت علیؑ اور امام حسنؑ وامام حسینؑ آئمہ ثابت ہوئے اور جناب فاطمہ زہراؑ خاتون جنت ہیں رسالت کے ساتھ اب امام وامامت بھی ہدایت کے لئے قیامت تک جناب ابراہیمؑ کی تمنا کے تحت رہیگی۔ امام حسینؑ کے بعد اور موجودہ زمانہ میں کون امام ہیں یہ وضاحت قبل بھی کی گئی اور بعد میں بھی ہوگی۔ انسان کو نبی ونبوت سے بغض وحسد ہے اس لئے امام وامامت سے بھی بغض وحسد ہے النساء کی آیت ۵۴ ملاحظہ ہو۔ (مطبوعہ تاج کمپنی)

[یا جو خدا نے لوگوں کو اپنے فضل سے دے رکھا ہے اس کا حسد کرتے ہیں تو ہم نے خاندان ابراہیمؑ کو کتاب اور دانائی عطا فرمائی تھی اور سلطنت عظیم بھی بخشی تھی۔] ۵۴:۴

النساء کی آیت ۵۴ سے اظہار ہو رہا ہے کہ انسان کو نبوت وامامت دونوں سے حسد ہے کیونکہ جناب ابراہیمؑ کو دونوں مناصب عطا ہوئے۔ انکی امامت بلند ہے اس لئے اور زیادہ حسد ہوگا۔ انکی اولاد (حضورؐ وآل محمدؐ) سے بھی یقیناً حسد ہے۔

حضورؐ کی ہجرت سے متعلق التوبہ کی آیت ۴۰ ہے کہ جب کفار ومشرکین آپؐ کے بیت کا شب ہجرت محاصرہ کئے ہوئے تھے اور آپؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بستر پر سونے کے لئے فرمایا اور ہجرت فرمائی۔ جس ماحول میں کہ حضرت علیؑ بستر رسولؐ پر سوئے دنیا کا کوئی بہترین فوجی جنرل ہوتا تو تمام رات کروٹیں بدلتا۔ علیؑ اس شان سے سوگئے کہ جس طرح حضورؐ خوابیدہ ہوتے۔ نور رسالت نے ہجرت فرمائی تو حقیقت یہ ہے کہ اس کی جگہ نور امامت ہی پر کرسکتی تھی دشمن تمام رات اس غلط فہمی میں رہے کہ حضورؐ بستر پر ہیں یہ حضرت علیؑ کی منزل شجاعت تھی کہ شب ہجرت حضورؐ نے کفار ومشرکین کے مدمقابل علیؑ کو بستر پر سلا دیا۔ مباہلہ کی منزل پر تقویٰ وطہارت (خصوصاً رجس سے پاک) سرِ فہرست جبکہ مقابلہ نصاریٰ سے تھا لیکن رسالت کی گواہی (۴۳:۱۳) علم کتاب کی منزل اور ہمہ جہتی بین الاقوامی مسائل ہیں کہ جس میں آج بھی گواہی (رسالت کی) ہونی چاہئے رسالت (حضورؐ کی) چودہ سو برس سے قائم ہے اور قیامت تک رہیگی تو گواہ ہر زمانہ میں چاہیئے۔ رسالت اللہ کی طرف سے ہے تو گواہ بھی اللہ کی طرف سے ہو۔ رسولؐ معصوم تو رسالت کا گواہ بھی 'رجس' سے پاک ہونا چاہیئے (۳۳:۳۳ جزوی) جیسا کہ ثبوت فراہم کیا گیا۔ ہر کس وناکس کیسے رسالت کی گواہی دے سکتا ہے حضورؐ کی رحلت کے بعد بھی سلسلہء ہدایت کو قیامت تک قائم رہنا چاہیئے۔ اگر نبی یا رسولؐ نہ ہو تو اسکا جانشین ضروری ہے

کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انبیاء کے جانشین بھی بناتا رہا ہے یہ بھی سنت الٰہی ہے کہ جو تبدیل نہیں ہوتی (۱۷:۷۷) اور اسی سے سلسلہء ہدایت کبھی منقطع نہیں ہوتا وسیلہء انبیا و اوصیا (یا آئمہ) علیہم السّلام سے ہی ہدایت جاری ہے تاوقتیکہ قیامت نہ آئے اسکے ختم ہونے کا سوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جناب موسیٰؑ کے بارہ سردار جانشین (آئمہ) بنائے۔ المائدۃ کی ۱۲ (جزوی) اور السجدۃ کی ۲۳ تا ۲۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ نے بنی اسرائیل سے (بھی ایمان کا) عہد و پیمان لے لیا تھا۔ اور ہم (خدا) نے ان میں بارہ سردار (ان پر)۲ مقرر کیے] ۵:۱۲ جزوی

((۲۔ جس طرح بنی اسرائیل کے بارہ سردار تھے اسی طرح اس امت کے بھی بارہ سردار و امام ہیں چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں منقول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جب تک میرے بارہ خلیفہ نہ ہولیں گے دنیا قائم رہے گی اور وہ بارہ امام ہیں۔))

[اور (اے رسولؐ) ہم نے تو موسیٰؑ کو بھی کتاب (توریت) عطا کی تھی تو تم بھی اس کتاب (قرآن) کے (منجانب اللہ) ملنے سے شک میں نہ رہو۲ اور ہم نے اس توریت کو بنی اسرائیل کے لئے رہنما قرار دیا تھا اور انہیں (بنی اسرائیل) میں سے ہم نے کچھ لوگوں۳ کو چونکہ انھوں نے (مصیبتوں پر) صبر کیا تھا پیشوا بنایا جو ہمارے حکم سے (لوگوں کی) ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے (اے رسولؐ) اس میں شک نہیں کہ جن باتوں میں لوگ (دنیا میں) باہم جھگڑتے رہتے ہیں قیامت کے دن تمھارا پروردگار قطعی فیصلہ کردیگا۔ کیا ان کی ہدایت نہیں کی اس بات نے کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کرڈالا جن کے گھروں میں یہ لوگ چل پھر رہے ہیں۔ بیشک اس میں (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں تو کیا یہ لوگ سنتے نہیں ہیں] ۳۲:۲۳-۲۶

((۲۔ فَلَا تَكُنْ فِي مِرْيَةٍ مِّن لِّقَآئِهِ ۔ یعنی اے رسول تم موسیٰؑ کی (شب معراج) ملاقات کے بارے میں شک نہ کرنا یہ معنی ابن عباس سے مروی ہیں اور بعض نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم موسیٰؑ کی آخرت میں ملاقات کے بارے میں شک نہ کرنا اور زجاج کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ تم موسیٰؑ کا کتاب (توریت) ملنے کے بارے میں شک نہ کرنا (تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۳۲ جلد ۸۔ ایران))

((۳۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت رسولؐ کے اکثر حالات ملتے جلتے ہیں ان کو توریت عطا ہوئی آپ کو قرآن۔ ان کو بھی جہاد کا حکم ہوا تھا۔ آپ کو بھی۔ انہوں نے خدا سے درخواست کر کے حضرت ہارونؑ کو اپنا وزیر

وخلیفہ بنایا تھا آپؐ نے حضرت علیؑ کو ان کو فرعونیوں پر فتح ہوئی آپ کو کفار قریش وغیرہ پر۔ ان کے بعد ان کے بارہ اوصیاء نے توریت کے مطابق ہدایت کی چنانچہ خدا نے اسے دو طرح ذکر فرمایا ہے وقطعنا ھمہ اثنی عشد انسباطًا وبعثنا منھمہ اثنی عشد نقیبا۔ اسی طرح حضرت رسولؐ کے لئے بارہ خلفاء اور آئمہ ہیں جو قرآن کے مطابق ہدایت کرتے رہے اور قیامت تک کرتے رہینگے اسی مطلب کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے چنانچہ علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف میں اس مقام پر لکھتے ہیں: ''وکذا لک لنجعلن الکتاب المنزل الیک ھدی ونورا ولنجعلن من امتک آئمۃ یھدون مثل تلک الھدایۃ'' اسی طرح ہم تمھاری آسمانی کتاب کو از سرتاپا ہدایت و نور بنائینگے اور تمھاری امت سے ویسے ہی آئمہ بنائیں گے جو اسی طرح ہدایت کرینگے۔))

جناب عیسیٰؑ کے بھی جانشین (حواری) متعین فرمائے گئے تا کہ سلسلہء ہدایت منقطع نہ ہو۔ الصَّف کی آیت ۱۴ ملاحظہ ہو۔

[اے ایماندارو اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح مریم کے بیٹے عیسیٰؑ نے حواریوں سے کہا تھا کہ اللہ کی رب بلانے میں میرے مددگار کون لوگ ہیں تو حواریّین بول اٹھے تھے کہ ہم اللہ کے انصار ہیں تو بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ (ان پر) ایمان لایا اور ایک گروہ کافر رہا تو جو لوگ ایمان لائے ہم نے ان کو ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد دی تو (آخر) وہی غالب رہے۔] ۱۴:۶۱

الصَّف کی ۱۴ میں جن حواریوں کا ذکر ہے وہ بارہ تھے (کنز الایمان)۔ سورۃ الصَّف آیت ۱۴۔ تفسیر ۲۵ بھی ملاحظہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح جناب موسیٰؑ کے آئمہ یا نقیب بارہ اور جناب عیسیٰؑ کے حواری یا انصار اللہ بارہ بنائے اسی طرح حضورؐ کے جانشین آئمہء بھی بارہ ہی ہیں سنت الٰہی بھی یہی ہے جو تبدیل نہیں ہوتی تا کہ ہدایت کا سلسلہ بھی قیامت تک جاری رہے بنی اسرائیل کی آیت ۷۷ اس طریقہ کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

[تم سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے ہیں انکا برابر یہی دستور رہا ہے اور جو دستور ہمارے (ٹھہرائے ہوئے) ہیں ان میں تم تغیر تبدل نہ پاؤ گے۔] ۷۷-۱۷

بنی اسرائیل کی آیت ۷۷ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان بالکل واضح ہے کہ انبیا علیہم السّلام کو وسیلہ بنا کر انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجتا رہا ہے جانشین انبیاء کے بارے میں بھی اللہ کا طریقہ کار یہی ہے کیونکہ جانشین انبیاء بنانا بھی اللہ کی ذمہ داری رہی ہے جناب آدم سے لیکر قیامت تک اللہ ہی یہ کام (پیغمبر یا جانشین پیغمبر بنانا) انجام

دے رہا ہے حضورؐ نے جو سلسلہ امامت کا تعارف آیہء مباہلہ (نصاریٰ کے ساتھ) سے مستحکم فرمایا وہ جناب ابراہیمؑ کی دعا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ (۲:۱۲۴) ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہیگا۔ اللہ تعالیٰ نبی کے ساتھ اس کے جانشین کو بھی کتاب (یا علم کتاب) عطا فرماتا ہے (۲۱:۴۸)

جس طرح جناب موسیٰؑ و ہارونؑ کو توریت عطا ہوئی (۲۱:۴۸) اسی طرح الرعد آیت ۴۳ کے تحت حضورؐ کی رسالت کا گواہ شخص ہے کہ جس کو اللہ نے کتاب کا علم عطا فرمایا۔ جس کو اللہ کتاب کا علم دیتا ہے وہ جانشین نبی بھی ہوتا ہے اسطرح شخص (امام حضرت علیؑ ہادی برحق) جانشین رسولؐ ہوئے۔ حضورؐ کی رسالت کی گواہی کی مناسبت سے کتاب سے مراد صرف قرآن ہے اللہ کے دستور کے مطابق (۱۷:۷۷) حضورؐ کے ساتھ ہی علم قرآن کے وارث حضرت علیؑ (۲۱:۴۸) ہیں پھر تصدیق ہوئی کہ حضرت علیؑ ہی جانشین رسولؐ ہوئے جیسے کہ جناب ہارونؑ جناب موسیٰؑ کے جانشین ہیں قرآن حکیم کی آیات کا ربط بھی اس کی معجز بیانی ہے لیکن غور وفکر سے ہی اس معجز بیانی سے لطف اندوز ہوا جاسکتا ہے اور ان نتائج تک پہنچا جاسکتا ہے۔

الاعراف کی آیت ۱۵۷ میں رسولؐ کے ساتھ جو نور نازل ہوا اس کی پیروی کا حکم ہے اس آیت کے حوالہ سے تفسیر املاحظہ ہو۔

((ا۔ حضرت امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں نور سے مراد علیؑ ابن ابی طالب اور آئمہ حق ہیں تفسیر صافی۔ صفحہ۔۲۔۱۷۱۔))

الاعراف کی آیت ۱۵۷ میں حضورؐ کے ساتھ جو نور نازل ہوا ظاہر ہے کہ ان دونوں (حضورؐ و حضرت علیؑ) کا تعلق اس گروہ سے ہے کہ جو جناب ابراہیمؑ جیسے اولوالعزم کی تمنا و دعا کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوا (۲:۱۲۸-۱۲۹)

اور حضرت علیؑ کو امامت سے سرفراز فرمایا گیا (۲:۱۲۴) جیسا کہ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا آج بھی سلسلہء امامت جاری ہے یہ سلسلہ آخرت میں بھی برقرار رہیگا (۹:۱۰۵) تا کہ اپنے زمانہ کے انسانوں کے نامہ اعمال مشاہدہ فرمائیں۔ حضورؐ کے ساتھ یہ آئمہؑ حق بھی ہونگے۔ امام جو کہ مختلف زمانہ میں حضورؐ کے دور رسالت میں ہیں ان کے متعلق آیات پیش کی جاتی ہیں۔

پہلے القصص کی آیت ۵ امامؑ کے بارے میں ملاحظہ ہو۔

[اور ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جو لوگ روئے زمین میں کمزور کردئے گئے ہیں ان پر احسان کریں ؎۱ اور ان ہی کو (لوگوں کا) امام یا پیشوا بنائیں اور ان ہی کو اس (سرزمین) کا مالک بنائیں اور انھی کو روئے زمین میں پوری

قدرت عطا کریں۔]۲۸:۵

((۳۔ کتاب الغیبہ میں حضرت امیر المومنینؑ سے مروی ہے کہ اس آیت کا مصداق آل محمد صلوات اللہ علیہم ہیں جن کے شدائد و آلام کے بعد خداوند عالم انکے مہدیؑ کو بھیجے گا پس انؑ کو قوت وطاقت عطا فرمائیگا اور انکے دشمنوں کو ذلیل و خوار کریگا۔ تفسیر برہان۔ تفسیر مجمع البیان۔ تفسیر قمی۔))

اہلبیتؑ کی دعا پرہیز گاروں کا امام بنائے جانے کے ضمن میں سورۃ فرقان آیات ۷۴۔۷۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور وہ لوگ جو (ہم سے) عرض کیا کرتے ہیں کہ پروردگار ہمیں ہماری بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہم کو پرہیز گاروں کا امام یا پیشوا بنا۳ یہ وہ لوگ ہیں جنھیں انکی جزا میں (بہشت کے) بالاخانے عطا کئے جائینگے۔ اور وہاں انھیں تعظیم اور سلام (کا ہدیہ) پیش کش کیا جائیگا۔ اور یہ لوگ اس میں ہمیشہ رہینگے۔ اور وہ رہنے اور ٹھہرنے کی کیا اچھی جگہ ہے۔]۲۵:۷۴-۷۶

((۳۔ واجعلنا للمتقین اماماً۔ تفسیر قمی میں ابان بن تغلب سے روایت ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے اس قول ۔ الذین یقولون ربنا کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ اس سے ہم اہلبیت مراد ہیں (تفسیر قمی جلد ۲ طبع نجف) اور حضرت امام محمد باقرؑ سے مروی ہے کہ یہ آیت خاص آل محمد علیہم السّلام کے بارے میں ہے تفسیر برہان جلد ۳ طبع ایران۔))

یوم حساب آخرت میں ہر فرد یا قوم وامت کا نامہ اعمال اس دور کے نبیؑ یا وصیؑ یا امامؑ کے سامنے پیش ہوگا اور یہ وسیلہ (جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) جو بھی فیصلہ فرمائیگا اسی کے مطابق انسان جنت یا جہنم میں جائیگا۔ سورۃ القصص آیت ۷۵ بھی ملاحظہ ہو انسان کے تسلیم کرنے یا نہ کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اللہ نے جو وسیلہ قائم فرمایا ہے وہ آخرت تک رہیگا۔ کفار و مشرکین تسلیم کریں یا منکر ہوں حضورؐ کا وسیلہ آج بھی قائم ہے۔

[اور ہم ہر ایک امت سے ایک گواہ۱ نکالیں (سامنے بلائیں) گے پھر کہیں گے کہ اپنی (برات کی) دلیل پیش کرو تب انھیں معلوم ہو جائیگا کہ حق اللہ ہی کی طرف ہے اور جو افترپردازیاں یہ لوگ کیا کرتے تھے سب ان سے غائب ہو جائینگی۔]۲۸:۷۵

((۱۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر امت کے مستحق عذاب لوگوں کے قائل کرنے کے واسطے انکے نبی بلائے جائینگے اور انکی نافرمانیوں کی گواہی دینگے اسی طرح ہر زمانے کے اوصیاء اور آئمہ بھی آکر اپنے زمانہ کے نافرمانوں کے خلاف اظہار کرینگے اسی وجہ سے حضرت رسولؐ سے منقول اور تمام فرق اسلام میں متفق علیہ

ہے "من مات ولمه یعرف امام زمانه مات میتةً جاهلیة" جوشخص اپنے امامؑ زمانہ کو پہچانے بغیر مر گیا وہ کفر کی موت مرا۔))

سورۃ یٰسین آیت ۱۲ بھی ملاحظہ ہو۔

[ہم ہی یقیناً مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ پہلے کر چکے ہیں انکو اور انکی (اچھی یا بری باقی ماندہ) نشانیوں کو لکھتے جاتے ہیں اور ہم نے ہر چیز کو ایک صریح و روشن ۲ پیشوا میں گھیر دیا ہے۔] ۱۲:۳۶

((۲۔ ایک روایت میں ہے کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر و عمر آپؐ کے پاس کھڑے ہوئے تھے دونوں صاحبوں نے پوچھا کہ کیا امام مبین توریت ہے فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا انجیل ہے فرمایا نہیں پھر پوچھا کیا قرآن ہے فرمایا نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے نمودار ہوئے تو فرمایا یہ امام مبین ہے اسی کی مؤید وہ روایت ہے جو علامہ جلال الدین سیوطی نے بیان کی ہے کہ عبد بن حمید بن حریر اور ابن ابی حاتم نے قتادہ سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ ہر چیز ایک پیشوا میں اللہ کے نزدیک محفوظ ہے تفسیر در منشور جلد ۵ صفحہ ۲۶۱ سطر ۲ مطبوعہ مصر۔))

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کی تخلیق فرمائی تا کہ یہ اس (اللہ) کی عبادت کریں لیکن شرط یہ عائد فرمائی کہ عبادت یا فرمانبرداری اپنی مرضی سے نہیں بلکہ مخصوص و ممتاز انسان خلق فرمائے جنھیں اللہ تعالیٰ نے انبیا و اوصیا علیہم السَّلام سے تعبیر فرما کے ہدایت سے نوازا تا کہ یہ باقی ماندہ انسانوں کی خود ہدایت فرمائیں بالفاظ دیگر ان انبیاء و اوصیاء کو اللہ نے اپنے اور عوام الناس کے درمیان وسیلہ بنایا اگر انسان ان وسیلوں کی فرمانبرداری کر کے نیک عمل انجام دے تو اسکے لئے آخرت میں جنت ہوگی ورنہ مقدر جہنم ہوگا۔ انسان بظاہر اپنے جیسے انسان (انبیاء و اوصیاء) کو وسیلہ ماننے کے لئے بڑی مشکل سے تیار ہوتا ہے چنانچہ اس کشمکش میں آج بھی دنیا کی نصف سے زائد آبادی کافر و مشرک ہی ہے اللہ کا ارشاد بھی یہی ہے (۱۰۶:۱۲) لیکن دور حاضر کے پڑھے لکھے لوگ جو کہ سائنسی و ٹیکنیکی شعور بھی رکھتے ہیں اللہ کی نافرمانبرداری کی وجہ سے واصل جہنم ہونگے۔ کیونکہ یہ سب عموماً شرط اول یعنی وسیلہ کو ہی تسلیم نہیں کرتے۔ اب جو نصف سے کم آبادی ہے اس میں یہودی و عیسائی و مسلمان ہیں۔ یہودی جناب موسیٰؑ پر ایمان لائے لیکن انکی اکثریت کفار و مشرکین سے دوستی رکھتی ہے انکے لئے آخرت میں عذاب ہوگا۔ ان یہودیوں نے کتاب (توریت) کو بھی مسخ کر دیا اور اکہتر فرقے بنا لئے اللہ کی کتاب و سنت نبی (جناب موسیٰؑ) کو بھی بدل ڈالا یہ تبدیلی کا جو کچھ بھی کام کیا گیا یہ سب منافقت ہی ہے انسان کی خصلت یہی ہے

کہ وہ نفس کی پیروی کی وجہ سے بڑی جلدی بدلتا ہے اور ایمان لا کر کتنی جلدی ارتداد اختیار کرتا ہے اس نا گفتہ بہ ماحول میں سب سے مشکل اور دشوار گزار زندگی ان مومنین کی نظر آتی ہے کہ جو ان تمام کوائف کو دیکھ کر خاموش تماشائی بنے رہے ہوں لیکن صبر و تحمل کے درس نے ان مومنین کے مسائل کو بڑے حسن و خوبی سے حل فرمایا ہو یہی توفیق الٰہی کی نوعیت ہے ورنہ قلیل تعداد مومنین میں یہ خوبی کہاں سے پیدا ہوتی کہ مسائل حل ہوں۔ جناب موسیٰؑ سے قبل صرف صحیفے نازل ہوتے رہے لیکن نبوت کے ساتھ امامت کا سلسلہ بھی جناب ابراہیمؑ سے شروع ہوا۔ انسانوں نے انبیا علیہم السّلام کو ہی ڈھنگ (کیا فرقے بنانا ڈھنگ ہے؟) سے تسلیم نہ کیا تو پھر جانشین کو کتنی مشکل سے خاطر میں لائیگا۔ جناب موسیٰؑ کے جانشین بارہ آئمہ ہوئے۔

پھر جناب عیسیٰؑ تشریف لائے آپؑ کو انجیل عطا ہوئی۔ آپؑ کی قوم عیسائی ہے بڑی غور طلب بات یہ ہے کہ انسان وہی کچھ کرتا رہا جو کہ اس سے قبل کے دور میں ہو رہا تھا عیسائیوں نے بہتر فرقے بنالئے اور انجیل کو بھی تبدیل کر دیا۔ الصّف کی آیت ۱۴ میں مسئلہ جانشینی پر عیسائیوں کے دو گروہ ہو گئے ایک حواریوں (جانشینوں) پر ایمان لایا دوسرا کافر ہو گیا۔ جانشین نبی پر بھی ایمان نہ لانا کفر ہے (۶۱:۱۴) اس کے بعد حضورؐ تشریف لائے جو آپؐ پر ایمان لائے تو مسلمان ہوئے انھیں نے بھی تہتر فرقے بنالئے اور یہ ثابت کر دیا کہ یہ کسی سے کم نہیں ہیں اماموں کے بارے میں آیات کے جو حوالے دیئے گئے اس سے ثابت ہے کہ آپؐ کے ساتھ بھی بارہ آئمہ کو تسلیم کرنا ہے تہ دل سے تسلیم کرنے میں ہمارا ہی فائدہ ہے اللہ جو کچھ منوانا چاہتا ہے اسے مان لینے میں انسان کا فائدہ ہی فائدہ ہے انسان تسلیم کرے یا نہ کرے اللہ کا کوئی فائدہ نہیں۔ اسی طرح نبیؐ یا رسول کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے انسان تسلیم کرے یا نہ کرے اللہ نہ کرے کہ انسان اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کر کے اس (اللہ تعالیٰ) کی ذات کو وحدہٗ لاشریک نہ سمجھے تو وہ انسان سیدھا جہنم واصل ہوگا کیونکہ ایسے انسان کو قیامت پر یقین نہیں ہے دوسری منزل پر دیکھئے کہ انسان (موحد ہے) اللہ کی ذات کو وحدہٗ لاشریک سمجھ رہا ہے لیکن وسیلہ ءرسولؐ یا رسالت کا انکار کرتا ہے یعنی وہ کفر کرتا ہے یا انسان کافر ہے پھر بھی سیدھا جہنم واصل ہوگا۔ اسلئے مشرک و کافر جہنمی ہے شرک و کفر چھوڑنے یا رسولؐ پر ایمان لانے میں فائدہ یہ ہے کہ انسان ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) پر بھی ایمان لا کر مسلمان ہو رہا ہے اور مسلمان کو قیامت پر یقین ہے یعنی ایک مسلمان کی حیثیت سے ہمیں آخرت میں حساب دینا ہے کہ اس دنیا میں زندگی کس طرح بسر کی۔ اگر زندگی احکامات الٰہی کے تحت بسر کی یعنی نیکیاں کرتے رہے تو آخرت میں جنت لیکن اس طرح جیسا کہ آیت سے واضح ہے کہ انسان کو پہلے

نظریات درست کرنے ہیں اگر نظریہ درست نہ ہوتو نیک عمل ممکن ہی نہیں پھر خسارہ ہے صرف مسلمان ہونے سے بخشش ممکن ہے لیکن مومن نہ ہوگا کیونکہ حضورؐ کے بعد ان آیات سے ظاہر ہے کہ سلسلہ ہدایت امامؑ کو منتقل ہوا یہی امامؑ رسالت کا گواہ ہے اس لئے حضورؐ کے ساتھ یہ بھی وسیلہ ہیں وسیلہ امامؑ کو بھی تسلیم کرنے میں ہمارا مفاد اسی طرح مضمر ہے کہ جس طرح تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) کی ولایت تسلیم کرنے میں ہے اور امامؑ (امامت) کو تسلیم کر کے نیک عمل کے ساتھ انسان مومن ہوگا مومن کے ساتھ بھی نیک عملی شرط ہے اس طرح نظریاتی طور پر انسان کا ایمان مکمل ہوگا انسان مومن ہوتو قرآن شفاء و رحمت ہے مشرک وکافر خسارے میں ہیں (۸۲:۱۷) القصص کی آیت ۶۸ اور اس سلسلہ میں مختلف علما کی آراء تفسیر میں غور طلب ہیں۔

[اور تمھارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے اور جس چیز کو یہ لوگ اللہ کا شریک بناتے ہیں اس سے اللہ پاک اور برتر ہے۔] ۶۸:۲۸

((ا۔ یہ آیت انبیاء اور اولیاء کے منصوص من اللہ ہونے پر روشن دلیل ہے اس سے بالکل واضح ہے کہ دینی حکمرانوں کے منصب اللہ ہی کی طرف سے ہوگا اس میں اجماع، استخلاف، شوریٰ اور غلبہ کو کوئی دخل نہیں ہے امام یا خلیفہ بنانے کا حق صرف اللہ کو ہے یہ کام نہ صرف امت بلکہ انبیاء و رسل کے بھی دسترس سے بالاتر ہے علامہ قاضی بیضاوی تحریر فرماتے ہیں **فظاھرہ نفی الاختیار عنھم راساً والا رکذٰلک عندالتحقیق . الخ** کہ **(ماکان لھمہ الخیرۃ)** ۔ظاہری مطلب یہ ہے کہ خداوند عالم لوگوں کے مطلقاً اختیار و انتخاب کی نفی کر رہا ہے یعنی امت کو اختیار اور انتخاب کا بالکل ہی حق نہیں ہے اور یہی تحقیق ہے۔ (تفسیر بیضاوی صفحہ ۳۲۵)

علامہ شبیر احمد عثمانی قرآن مجید مترجمہ شیخ الہند علامہ محمود حسن دیوبندی کے حاشیہ صفحہ ۵۰۹ کے نشان ۸ پر لکھتے ہیں ''یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اسکی مشیت اور اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے جو اسکی مرضی پر احکام بھیجے جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص منصب یا مرتبہ پر فائز کرے جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرمادے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنادے اسکے سوا کسی کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن القیم نے ردالمعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے فلیراجع یعنی تخلیق و تشریح اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء ٹھہرائے ہیں سب باطل و بے سند ہیں (انتہیٰ) میں کہتا ہوں کہ علامہ موصوف نے (حق

برزباں جاری) بہت صحیح بات فرمائی ہے اور پوری تحقیق سے کام لیکر یہ بھی فرمادیا ہے کہ اس مقصد میں اللہ کا کوئی شریک نہیں اور جس نے ایسا کر دیا گویا وہ اللہ کا شریک بن گیا۔ دریں صورت انتخاب باطل و بے سند ہوگا۔

شمس العلماء نذیر احمد دہلوی لکھتے ہیں اللہ نے یہ انتخاب اپنے اختیار میں رکھا ہے اس معاملہ میں دخل دینا ایک طرح کا شرک ہے (حاشیہ قرآن مجید صفحہ ۶۲۹ طبع نہم۔ دہلی))۔

جناب موسٰیؑ کے جانشین انکے چچازاد بھائی جناب ہارونؑ تھے الاعرف کی آیت ۱۴۲ کا کچھ حصہ ملاحظہ ہو۔

[اور موسٰیؑ نے اپنے بھائی ہارونؑ سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے جانشین رہو اور انکی اصلاح کرنا اور فسادکرنیوالوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔] ۷:۱۴۲

((ا۔ جب حضرت موسٰیؑ نے چالیس دن کے لئے اپنی امت کا بغیر خلیفہ و جانشین کے خودسر بنا دینا مناسب نہ سمجھا تو کیونکر ہوسکتا تھا کہ حضرت رسولؐ اپنی امت کو قیامت تک کے لئے اپنی طرف سے بغیر خلیفہ بنائے چھوڑ جاتے۔))

الاعراف کی آیت ۱۴۲ میں جانشین کے بارے میں جو تفسیر علامہ حافظ سید فرمان علی صاحب اعلے اللہ مقامہ نے فرمائی ہے اسی ضمن میں مختلف سورتوں سے آیات کا ترجمہ وتفسیر پیش کیا جاتا ہے تاکہ جانشین کے منصب واہمیت کا اندازہ آیات کی روشنی میں ہو۔ ان آیات سے یہ بھی تصدیق ہورہی ہے کہ جانشین پیغمبر کا تعین کسی رسول کے بھی اختیار میں نہیں تھا اگر یہ اختیار ہوتا تو جناب موسٰیؑ جیسے اولوالعزم پیغمبر اللہ کی بارگاہ میں جناب ہارونؑ کو جانشین بنانے کے لئے التجا یا دعا کیوں فرماتے (۲۸:۳۴) جب ابنیا علیہم السّلام کو یہ اختیارات نہ تھے تو ان کی امتوں کو کہاں سے اختیار ملا کہ وہ کسی پیغمبر کا جانشین بنالیں۔ القصص، الشعراء، الفرقان کی آیات ۳۴، ۱۰-۱۳، ۳۵-۳۶ ملاحظہ ہوں۔

[اور میرا بھائی ہارونؑ وہ مجھ سے زبان میں زیادہ فصیح ہے تو تو اسے میرے ساتھ میرا مددگار بنا کر بھیج کہ وہ میری تصدیق کرے کیونکہ یقیناً میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ مجھے وہ لوگ جھٹلا دیں گے۔] ۲۸:۳۴

[اے رسولؐ وہ وقت یاد کرو جب تمھارے پروردگار نے موسٰیؑ کو آواز دی کہ ان ظالم لوگوں فرعون کی قوم کے پاس جاؤ (ہدایت کرو) کیا یہ لوگ میرے غضب سے ڈرتے نہیں ہیں موسٰیؑ نے عرض کی پروردگارا میں ڈرتا ہوں کہ مبادا وہ لوگ مجھے جھٹلا دیں۔ اور انکے جھٹلانے سے میرا دم رک جائے اور میری زبان اچھی طرح نہ چلے تو تو ہارونؑ کے پاس پیغام بھیجدے (کہ میرا ساتھ دیں)۔] ۲۶:۱۰-۱۳

[اور البتہ ہم نے موسیٰؑ کو کتاب (توریت) عطا کی اور ان کے ساتھ انکے بھائی ہارونؑ کو (انکا) وزیر بنایا تو ہم نے کہا تم دونوں ان لوگوں کے پاس جو ہماری (قدرتکی) نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں جاؤ (اور سمجھاؤ جب نہ مانا) تو ہم نے انھیں خوب برباد کر ڈالا۔] (۲۵:۳۵-۳۶)

المومنون کی آیات ۴۵-۴۹ میں فرعون کے دربار کے امراء نے اعتراض یہ کیا کہ ہم (کفار و مشرکین) اپنے ہی ایسے دو آدمیوں پر کیسے ایمان لائیں۔ کافر و مشرک کو نہ صرف یہاں بلکہ دوسری سورتوں کی آیات میں بھی انبیاء کیلئے یہی اعتراض کرتا آیا ہے کافر و مشرک ہدایت کو تسلیم کرتا ہی نہیں اسلئے نبی و جانشین دونوں کا انکار کرتا ہے یہ تو پچھلے ادوار کی باتیں ہیں کہ جب انسان اتنا تعلیم یافتہ نہ تھا لیکن موجودہ دور جو کہ حضورؐ کا ہے جبکہ کافر و مشرک بھی پڑھا لکھا ہے صورت حال کچھ مختلف نہیں ہے یعنی دنیا کی نصف سے زائد آبادی کافر و مشرک ہی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ دراصل انسان کی نیت ہی صحیح نہیں ہے کسی طور ہدایت کو تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتا تو پھر ہدایت یافتہ نبی یا جانشین کو بھی نہیں مانتا۔ ایسا نہ کرنا عقل کی نہیں بلکہ نفس کی خرابی ہے انسان نفس کی امارگی کی وجہ سے انبیاء و اوصیاء پر ایمان نہیں لاتا۔ سورۃ طٰہٰ کی آیات ۲۵ تا ۳۵ میں بھی اس مسئلہ جانشین کی اہمیت کی وضاحت اور اسی ضمن میں حضورؐ کی دعا بھی تفسیر میں پیش کی جاتی ہے۔

[موسیٰؑ نے عرض کیا پروردگارا (میں تو جانتا ہوں مگر) تو میرے لئے میرے سینے کو کشادہ فرما (دلیر بنا) اور میرا کام میرے لئے آسان کر دے اور میری زبان سے لکنت کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھ لیں اور میرے کنبہ والوں میں سے میرے بھائی ہارونؑ کو میرا وزیر (بوجھ بٹانے والا) بنا دے۔ اسکے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر دے۔ اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تا کہ ہم دونوں (مل کر) کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے تیری یاد کریں۔ تو تو ہماری حالت دیکھ ہی رہا ہے۔] ۲۰:۲۵-۳۵

((ا۔ ابن مردویہ خطیب بغدادی اور ابن عساکر نے اسماء بنت عمیس سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت رسولؐ کو بثیر (مکہ میں ایک پہاڑ ہے) کے مقابلہ میں دیکھا کہ آپؐ فرما رہے تھے کہ خداوندا میں بھی تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جو میرے بھائی موسیٰؑ نے کیا تھا کہ میرے سینے کو کشادہ فرما اور میرا کام میرے لئے آسان کر اور میری زبان کی گرہ کھول دے تا کہ لوگ میری بات اچھی طرح سمجھیں۔ اور میرے اہل بیت سے میرے بھائی علیؑ کو میرا وزیر بنا اور اس کے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کر اور میرے کام میں اس کو میرا شریک بنا تا کہ ہم دونوں کثرت سے تیری تسبیح کریں اور کثرت سے یاد کریں تو تو ہماری حالت دیکھ ہی رہا ہے دیکھو تفسیر

درمنثور جلد۴ صفحہ ۲۹۵ سطر ۱۷ مطبوعہ مصر۔))

جناب عیسیٰؑ نے بھی جانشین چھوڑے۔ سورۃ الصَّفّ کی آیت ۱۴ کے تحت جناب عیسیٰ کی موجودگی میں ہی عیسائیوں کے دو گروہ ہو گئے ایک گروہ حواریوں پر ایمان لایا اور دوسرا ایمان نہ لا کر کافر ہو گیا۔ حواری جناب عیسیٰؑ کے جانشین تھے عیسائیوں کے دونوں گروہ جناب عیسیٰؑ (نبوت) کو تسلیم کر رہے تھے لیکن ایک گروہ انکے جانشینوں پر ایمان نہ لایا (۶۱:۱۴) یہی گروہ کافر ہو گیا۔ پیغمبر کے جانشینوں پر ایمان نہ لانا کفر ہے نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کی حیات ہو یا انتقال فرما جائے تو اس کے جانشینوں پر ایمان لانا واجب ہے چند وضاحتیں انتہائی اہم ہیں عیسائیوں کا وہ گروہ جو حواریوں پر ایمان نہ لایا کافر کہا گیا کافر وہ ہے کہ جو کسی نبیؑ کا انکار کردے یا پیغمبر پر ایمان نہ لائے۔ اللہ تعالیٰ نے عیسائیوں کے گروہ کو جو کافر قرار دیا اس سے پتہ چلا کہ حواریوں (اللہ کے انصار) کا منصب کسی نبی سے کم نہیں ہے لیکن پروردگار عالم نے حواریوں کو نہ یہاں امام اور نہ وصی فرمایا بس یہی اللہ کی مرضی و مصلحت ہے کہ جس نام کو وہ چاہے نبی کے منصب کے برابر قرار دے اگر آیات میں غور و فکر کی جائے تب یہ وضاحتیں ممکن ہیں حواریوں کو اللہ کے انصار سے نسبت دیکر انکے مرتبہ کو بلند فرمایا اور بلندی بھی اتنی کہ جو ان (حواریوں) پر ایمان نہ لائے کافر ہو جائیگا (۶۱:۱۴)۔ انبیاء کے جانشین تو بیشک ہیں لیکن انسانوں کی اکثریت نے اولوالعزم انبیاء کو ہی بہت کم تسلیم کیا تو جانشین کی بات دیگر ہے مومن (خصوصاً پرہیزگار) اسی لئے کہتا ہے کہ جو کچھ اللہ حکم دیتا ہے ٹھیک ہے لیکن کج بحثی وہی انسان کرتا ہے کہ جس کے قلب میں مرض ہو۔ حواری بھی بارہ تھے جناب موسیٰؑ اور حضورؐ کے بھی بارہ بارہ جانشین (آئمہ) ہوئے اس زمانہ میں امام مہدیؑ کا تصور مسلمانوں کے اہم فرقوں میں آج بھی ہے اور ہم آپؑ کے منتظر ہیں امام و امامت کے بارے میں دوسرے ابواب میں بھی آیات پیش کی گئی ہیں حضرت علیؑ و دیگر آئمہ طاہرین علیہم السلام اپنے اپنے زمانہ کے جانشین رسولؐ ہیں۔

حضرت علیؑ و دیگر ائمہ طاہرینؑ کے حضور کیساتھ اور بعد میں مزید مختصراً اسلامی خدمات آیات قرآن کی روشنی میں ملاحظہ ہوں۔ الشعراء کی آیات ۲۱۴۔۲۱۷۔

[اور (اے رسولؐ) تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو مومنین تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے سامنے اپنا بازو جھکاؤ تواضع کرو پس اگر لوگ تمہاری نافرمانی کریں تو صاف صاف کہہ دو کہ میں تمہارے کرتوتوں سے بری الذمہ ہوں اور تم اس خدا پر جو سب سے غالب اور بڑا مہربان ہے بھروسہ رکھو۔] (۲۶:۲۱۴-۲۱۷)

((۱۔صاحب تفسیر معالم التنزیل نے اس آیت کی شان نزول میں یہ روایت ابن عباس سے ذکر کی ہے وہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت علیؑ نے بیان کیا کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت نے مجھ سے فرمایا خدا کا ایسا حکم ہے مگر چونکہ میں جانتا تھا کہ ان لوگوں کو اس حکم کے سنانے سے رنج کے سوا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اس وجہ سے میں ساکت تھا مگر پھر دوبارہ باعتاب حکم آیا ہے اب کوئی چارہ نہیں تو تم کچھ روٹی بکرے کی ایک ران اور تھوڑے دودھ کا سامان کر رکھو جب شام ہوئی تو آپ نے قریش میں عباس، حمزہ، ابولہب، ابوطالب ایسے چالیس آدمیوں کو بلا بھیجا اور وہ کھانا ان کے سامنے رکھا گیا آپ نے پہلے اپنا ہاتھ لگا دیا اس کے بعد ان سے کھانے کو فرمایا۔ سب کے سب کھا کر سیر ہو گئے۔ حالانکہ وہ کھانا بظاہر ایک آدمی سے زیادہ کے کھانے کا نہ تھا اب آپ نے چاہا کہ کچھ بات کریں کہ ابولہب مردود نے بات کاٹ کر کہا کہ تمھارے صاحب نے بڑا سخت جادو کیا ہے یہ سننا تھا کہ سب کے سب چل دئے۔ دوسرے دن پھر حضرتؐ نے اسی سامان کا حکم دیا اور کھانے کے بعد آپ نے فرمایا اے فرزندان عبدمناف میں تمھارے پاس دنیا وآخرت کی نیکی لے کر آیا ہوں۔ اور ایسی اچھی خبر لایا ہوں کہ اس کے قبل کوئی تمھارے پاس نہیں لایا اور مجھے خدا نے تمھیں اس کی طرف سے دعوت کا حکم دیا تو تم میں سے کون ایسا ہے جو میرا وزیر بنے اور میرے کام میں میری مدد کرے تا کہ وہ میرا بھائی میرا وصی اور میرا خلیفہ تمھارے درمیان ہو کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر حضرت علیؑ نے عرض کی ''میں یا رسولؐ اللہ'' اسی طرح حضرت نے تین مرتبہ فرمایا اور بجز حضرت علیؑ کسی نے جواب نہ دیا تب آپ نے فرمایا تو ہی میرا وزیر میرا وصی میرا بھائی میرا خلیفہ ہے اور یہ روایت باختلاف الفاظ تفسیر درمنشور۔ مسند احمد بن حنبل ۔ ریاض النضرہ وغیرہ کتب اہل سنت میں بھی مذکور ہے۔))

الشعراء کی آیت ۲۱۴ کی تفسیر میں وضاحت ہوئی کہ اعلان رسالت کے ساتھ ہی جانشین رسالت کا تعین بھی اسی دعوت ذوالعشیرہ میں ہو گیا۔

جانشین رسالت گواہ رسالت ہیں حضرت علیؑ کا استدلال سورۃ ھود کی آیت ۱۷ میں ملاحظہ ہو۔

[تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے دلیل روشن پر ہو اور اسکے پیچھے ہی پیچھے انھیں کا ایک گواہ ہو اور اس کے قبل موسیٰؑ کی کتاب (توریت) جو لوگوں کے لئے پیشوا اور رحمت تھی (اسکی تصدیق کرتی ہو وہ بہتر ہے یا کوئی دوسرا) یہی لوگ سچے ایمان والے اور تمام فرقوں میں سے جو شخص اسکا انکار کرے تو اس کا ٹھکانا بس آتش (جہنم) ہے تو تم کہیں اس کی طرف سے شک میں نہ پڑے رہنا بے شک یہ قرآن تمھارے پروردگار کی طرف

سے برحق ہے مگر بہتیرے لوگ ایمان نہیں لاتے۔]۱۱:۱۷

((۱۔ابن ابی حاتم اور ابونعیم ابن عساکر اور ابن مردویہ نے کئی طریقہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک مرتبہ منبر پر فرمایا کہ قریش میں کوئی ایسا نہیں جس کے بارے میں کچھ نہ کچھ قرآن نازل نہ ہوا ہو یہ سن کر ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا آپ کے بارے میں کیا نازل ہوا ہے آپ نے فرمایا کیا تو نے سورۃ ھود کی آیت افمن کان علی بینة من ربه ویتلوه شاهد منه نہیں پڑھی ہے تو علی بینة سے مراد حضرت رسولؐ ہیں اور یتلوه شاهد منه سے میں مقصود ہوں۔ دیکھو تفسیر در منشور جلد ۳ صفحہ ۳۲۴ سطر ۱۶۔ مطبوعہ مصر۔ اسکے علاوہ تفسیر ثعلبی میں ابوہریرہ سے کتاب الغارات میں منہال سے یہ روایت کچھ زیادتی کے ساتھ منقول ہے اور ان کے علاوہ مثل حافظ ابونعیم کے حلیۃ الاولیا میں بہت سے لوگوں نے اہل سنت کے علماء میں سے نقل و بیان کی ہے ان کتابوں کے علاوہ تفسیر طبری پارہ ۱۲ صفحہ ۱۰ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶ قول سمیم مناقب اخطب خوارزمی ۱۸۸ فواتح میبذی صفحہ ۱۰۸ تذکرہ خواص الامتہ صفحہ ۱۰۔ مواہب علیہ تفسیر حسینی ۳۰۶ ینابیع المودۃ صفحہ ۹۹ ارجح المطالب صفحہ ۷۷ میں بھی ہے))

حضورؐ کا آخری اعلان حضرت علیؑ کے مولیٰ یا ولی ہونیکا۔ المائدۃ کی آیت ۶۷ ملاحظہ ہو۔

[اے رسولؐ جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچادو۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اسکا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ اور (تم ڈرو نہیں) اللہ تم کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ خدا ہرگز کافروں کی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔]۵:۶۷

((۱۔ابن ابی حاتم نے ابوسعید خدری سے روایت کی ہے کہ یہ آیت غدیر خم میں حضرت علیؑ کے بارہ میں نازل ہوئی اسی وجہ سے ابن مردویہ نے ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسولؐ اللہ کے زمانہ میں اس آیت کو یوں پڑھتے تھے:''یاایھا لرسول بلغ ماانزل الیک من ربک ان علیا مولی المومنین وان لمہ تفعل فمابلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس''۔ (اے رسولؐ جو حکمد واس بات کا کہ علیؑ تمام مومنین کے حاکم ہیں) تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے پہنچادو اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو سمجھ لو کہ تم نے اس کا کوئی پیغام ہی نہیں پہنچایا۔ دیکھو تفسیر در منشور ملا جلال الدین سیوطی جلد ۲ صفحہ ۲۹۸ سطر ۸۔ مطبوعہ مصر۔ سچ یوں ہے کہ جناب رسالتؐ مآب ایک عرصہ سے چاہتے تھے کہ علیؑ ابن ابی طالب کو اپنا خلیفہ نامزد کریں۔ مگر مخالفت کے خوف سے اس پر اقدام نہ کرتے تھے آخر خدا نے آخری حج کے بعد راستہ میں یہ تاکیدی حکم نازل کیا تب تو حضرت مجبور

ہو گئے اور ایک مقام پر جس کا نام غدیر خم تھا ایک لاکھ آدمیوں کے سامنے اپنا خلیفہ نامزد کیا اور پھر لوگوں نے حضرت علیؑ کی خلافت وولایت کی مبارکباد دی۔ شعراء نے قصیدے نظم کئے حسان کا یہ شعر مشہور ہے فقال لہ قمہ یا علی فاننی: رضیتک من بعدی اماماً وھادیا۔ بعض لوگوں کو یہ ولی عہدی کی خبر سن کر رنج ہوا اور رسولؐ کے پاس مباحثہ کرنے کو آئے اور آخران پر بجلی گری اور فی النار ہوئے اور خدا نے بھی اس کی خبر قرآن میں دے دی سال سائل بعذاب واقع۔))

حضرت علیؑ کے دیگر فضائل مختلف آیات میں پیش کئے جاتے ہیں الذمر کی آیات ۳۲-۳۳ ملاحظہ ہوں۔

[تو اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ (طوفان) باندھے اور جب اسکے پاس اچی بات آئے تو اس کو جھٹلائے کیا جہنم میں کافروں کا ٹھکانا نہیں ہے (ضرور ہے) اور یاد رکھو کہ جو شخص (رسولؐ) سچی بات لے کر آیا وہ اور جس نے اس کی تصدیق ۲۔ کی یہی لوگ تو پرہیزگار ہیں۔]۳۹:۳۲-۳۳

((۱۔ اگر چہ اور مفسرین نے توحید اور قرآن وغیرہ کو اس سے مراد لیا ہے اور کچھ بے جا بھی نہیں ہے تو اس سے ہر منکر توحید وغیرہ مراد ہوگا۔ مگر اہل سنت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردویہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالت مآب کو علیؑ کے بارے میں جھٹلائے وہ مراد ہے تو اب صدق سے حضرت علیؑ کے بارے میں رسولؐ کا فرمانا مراد ہوا۔ اسکے علاوہ بعد والی آیت سے یقینی طور پر حضرت علیؑ ہی مراد ہیں اور آپ ہی کی فضیلت کا بیان ہے اسی بنا پر تقابل بھی اسی کا مقتضی ہے کہ اس آیت میں آپ کی فضیلت کا منکر مراد ہو۔))

((۲۔ اس پر ہر شخص کا اتفاق ہے اور فریقین کے علماء اس کے قائل ہیں کہ حضرت رسولؐ پر سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت علیؑ ہی ہیں انہی کی مدح میں یہ آیت نازل ہوئی ہے چنانچہ حافظ ابن مردویہ نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ جس شخص نے تصدیق کی ہے علیؑ ابن ابی طالب مراد ہیں دیکھو تفسیر درمنشور جلد ۶ صفحہ ۳۲۸ سطر ۲۴ مطبوعہ مصر۔ اور ایک دوسری حدیث میں حضرت رسولؐ سے مروی ہے کہ صدیق تین شخص ہیں حزقیل مومن آل فرعون، حبیب نجار مومن آل یسٓین اور علیؑ ابن ابی طالب صدیق اکبر۔ اسی بنا پر خود جناب امیرؑ اپنی ظاہری خلافت کے زمانہ میں فرماتے تھے میں صدیق اکبر ہوں۔))

فتح مکہ کے بعد حضرت علیؑ نے خانہ کعبہ کے بت گرائے جو بلندی پر تھے حضورؐ کے شانہ پر سوار ہو کر گرائے۔ بنی اسرائیل کی آیات ۷۹-۸۱ ملاحظہ ہوں۔

[اور رات کے خاص حصہ میں نماز تہجد پڑھا کرو یہ سنت تمھاری (خاص) فضیلت ہے قریب ہے کہ قیامت

کے دن اللہ تمکو مقام محمود تک پہنچائے اور یہ دعا مانگا کرو اے میرے پروردگار مجھے (جہاں) پہنچا اچھی طرح پہنچا اور مجھے جہانسے نکال تو اچھی طرح سے نکال اور مجھے خاص اپنی بارگاہ سے ایک طاقتور مددگار دے دے۔ اور (اے رسولؐ) کہدو کہ (دین) حق آ گیا اور (دین) باطل نیست و نابود ہوا اسمیں شک نہیں کہ باطل مٹنے والا ہی تھا۔] ۱۷:۷۹-۸۱

((ا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب حضرت رسولؐ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے چلے تو خدا کا یہ حکم پہنچا۔ غرض آپ نے یہ دعا کی اور خدا نے اسے قبول فرمایا اور یوں سچ کر دکھایا کہ جب فتح مکہ ہوا تو آپ خانہ کعبہ میں تشریف لائے اور بتوں سے پاک کیا چنانچہ اس وقت کے واقعہ کو امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں جابر بن عبداللہ انصاری سے یوں بیان کیا ہے کہ جب ہم مکہ میں رسول اللہ کے ساتھ داخل ہوئے اور خانہ کعبہ میں آئے تو تین سو ساٹھ بت جو خانہ کعبہ کے گرد عرب کے مختلف قبیلوں کے پوجنے کے واسطے نصب تھے حضرت رسولؐ نے انکے گرانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ سب بت گرائے گئے آخر ایک بہت بڑا بت جس کا نام ہبل تھا اور اوپر نصب تھا باقی رہ گیا جب اس کو آپؐ نے دیکھا تو حضرت علیؑ سے فرمایا تم میرے شانے پر چڑھو یا میں تمھارے شانے پر چڑھوں اور اس کو گرائیں۔ حضرت علیؑ نے عرض کی آپ میرے شانے پر سوار ہوں۔ غرض رسول اللہؐ حضرت علیؑ کے شانے پر چڑھے تو حضرت علیؑ فرماتے ہیں مجھے اس وقت نبوت کا بار بہت گراں گزرا اور مجھ سے یہ بھی ممکن نہیں تھا کہ آپ کو حرکت دے سکوں۔ تب آپ اتر آئے اور مجھے اپنے شانہ پر سوار کیا۔ غرض جب میں سوار ہوا تو خدا کی قسم میں نے اپنے کو اس قدر بلند پایا کہ اگر چاہتا تو آسمان کو چھو لیتا سچ ہے: علیؑ بر دوشِ احمد چشم بد دور:: عیاں شد معنی نُورٌ علےٰ نور۔ آخر میں نے ہبل کو اکھاڑ کر زمین پر پھینکا اور حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ اسکے بعد میں آپؐ کے شانے سے کود پڑا تو مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی۔))

جنگ بدر میں حضورؐ کے چچا عباس بھی آپؐ کے مدمقابل تھے وہ (عباس) گرفتار ہو کر آئے تو حضرت علیؑ نے انھیں سخت وست کہا۔ التوبہ کی آیات ۱۷۔۲۰ ''کنزالایمان'' سے پیش کی جاتی ہیں۔

[مشرکوں کو نہیں پہنچتا کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں ۳۸ خود اپنے کفر کی گواہی دے کر ۳۹ ان کا تو سب کیا دھرا اکارت ہے اور وہ ہمیشہ آگ میں رہیں گے ۴۰ اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتے اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں ۴۱ اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ۴۲ تو قریب ہے کہ یہ

لوگ ہدایت والوں میں ہوں تو کیا تم نے حاجیوں کی سبیل اور مسجد حرام کی خدمت اس کے برابر ٹھہرالی جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ اللہ کے نزدیک برابر نہیں اور اللہ ظالموں کو راہ نہیں دیتا۴۳ وہ جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مال و جان سے اللہ کی راہ میں لڑے اللہ کے یہاں ان کا بڑا درجہ ہے۴۴ اور وہی مراد کو پہنچے۴۵۔]۹:۱۷-۲۰

((۳۸۔مسجدوں سے مسجد حرام کعبہ معظّمہ مراد ہے اس کو جمع کے صیغے سے اس لئے ذکر فرمایا کہ وہ تمام مسجدوں کا قبلہ اور امام ہے اس کا آباد کرنے والا ایسا ہے جیسے تمام مسجدوں کا آباد کرنے والا اور جمع کا صیغہ لانے کی یہ وجہ بھی ہے کہ ہر بقعہ مسجد حرام کا مسجد ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد سے جنس مراد ہو اور کعبہ معظّمہ اس میں داخل ہو کیونکہ وہ اس جنس کا صدر ہے شان نزول کفار قریش کے رؤسا کی ایک جماعت جو بدر میں گرفتار ہوئی اور ان میں حضور کے حضرت چچا عباس بھی تھے انکو اصحاب کرام نے شرک پر عار دلائی اور حضرت علی مرتضٰی نے تو خاص حضرت عباسؓ کو سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل آنے پر بہت سخت سست کہا حضرت عباس کہنے لگے کہ تم ہماری برائیاں تو بیان کرتے ہو اور ہماری خوبیان چھپاتے ہو ان سے کہا گیا آپ کی کچھ خوبیاں بھی ہیں انھوں نے کہا ہاں ہم تم سے افضل ہیں ہم مسجد حرام کو آباد کرتے ہیں کعبہ کی خدمت کرتے ہیں حاجیوں کو سیراب کرتے ہیں اسیروں کو رہا کراتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مسجدوں کا آباد کرنا کافروں کو نہیں پہنچتا کیونکہ مسجد آباد کی جاتی ہے اللہ کی عبادت کے لئے تو جو خدا ہی کا منکر ہو اسکے ساتھ کفر کرے وہ کیا مسجد آباد کرے گا اور آباد کرنے کے معنی میں بھی کئی قول ہیں ایک تو یہ کہ آباد کرنے سے مسجد کا بنانا بلند کرنا مرمت کرنا مراد ہے کافر کو اس سے منع کیا جائے گا دوسرا قول یہ ہے کہ مسجد آباد کرنے سے اس میں داخل ہونا بیٹھنا مراد ہے۔))

((۳۹۔اور بت پرستی کا اقرار کر کے یعنی یہ دونوں باتیں کس طرح جمع ہوسکتی ہیں کہ آدمی کافر بھی ہو اور خاص اسلامی اور توحید کے عبادت خانہ کو آباد بھی کرے۔))

((۴۰۔کیونکہ حالت کفر کے اعمال مقبول نہیں نہ مہمانداری نہ حاجیوں کی خدمت نہ قیدیوں کا رہا کرانا اس لئے کہ کافر کا کوئی فعل اللہ کے لئے تو ہوتا نہیں لہٰذا اس کا عمل سب اکارت ہے اور اگر وہ اسی کفر پر مر جائے تو جہنم میں ان کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے۔))

((۴۱۔اس آیت میں یہ بیان کیا گیا کہ مسجدوں کے آباد کرنے کے مستحق مومنین ہیں مسجدوں کے آباد کرنے میں یہ امور بھی داخل ہیں جھاڑو دینا صفائی کرنا روشنی کرنا اور مسجدوں کو دنیا کی باتوں سے اور ایسی چیزوں

سے محفوظ رکھنا جن کے لئے وہ نہیں بنائی گئیں مسجدیں عبادت کرنے اور ذکر کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں اور علم کا درس بھی ذکر میں داخل ہے۔))

((۴۲۔ یعنی کسی کی رضا کو رضائے الٰہی پر کسی اندیشہ سے بھی مقدم نہیں کرتے یہی معنی ہیں اللہ سے ڈرنے اور غیر سے نہ ڈرنے کے۔))

((۴۳۔ مراد یہ ہے کہ کفار کو مومنین سے کچھ نسبت نہیں نہ ان کے اعمال کو مومن کے اعمال کے برابر قرار دینا ظلم ہے شان نزول روز بدر جب حضرت عباس گرفتار ہو کر آئے تو انھوں نے اصحاب رسولؐ سے کہا کہ تم کو اسلام اور ہجرت و جہاد میں سبقت حاصل ہے تو ہم کو بھی مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کے لئے سبیلیں لگانے کا شرف حاصل ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور آگاہ کیا گیا کہ جو عمل ایمان کے ساتھ نہ ہوں وہ بیکار ہیں۔))

((۴۴۔ دوسروں سے۔))

((۴۵۔ اور انھیں کو دنیا و آخرت کی سعادت ملی۔))

التوبہ کی آیات ۱۷تا۲۰ سعودی عرب کے مطبوعہ قرآن کریم سے پیش کی جاتی ہیں کہ جس میں "حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی" جیسی کہ "کنزالایمان" سے پیش کی گئی۔ آیات ۱۷-۲۰ اور تفسیر (جناب مولٰنا عثمانی صاحب) ملاحظہ ہو۔

[مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں اور تسلیم کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو وہ لوگ خراب گئے انکے عمل اور آگ میں رہیں گے وہ ہمیشہ وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے' سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں ؎ کیا تم نے کر دیا۔ حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اسکے جو یقین لایا اللہ پر آخرت کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ رستہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ؎ جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان سے ان کے لئے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔] ۹:۱۷-۲۰

((۱۔ پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوڑے جا سکتے' بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں ان کی ثابت قدمی دیکھی جائیگی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور سول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادت گاہیں) حقیقۃً ایسے ہی اولوالعزم

مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو ''ذکر اللہ'' کرنیوالے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں لغویات اور خرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے یہ مقصد کفار و مشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھئے مشرکین مکہ بڑے فخر سے اپنے کو ''مسجد حرام'' کا متولی اور خادم کہتے تھے۔ مگر ان کی بڑی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر کی سیکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر و نیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے لے دے کر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لئے پانی کی سبیل لگادی یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا۔ یا کعبہ پر غلاف چڑھایا۔ یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست و ریخت کی مرمت کرادی۔ مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلہ توجہ اور مرکز اخلاص خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی ذات منبع الکمالات نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتد بہ عمل نہیں ہے (اسی کو حبطت آعمالھمہ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار و مشرکین جو اپنے حال وقال سے اپنے کفر و شرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد اللہ خصوصاً مسجد حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے۔ یہ کام صرف ان لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں جوارح سے نمازوں کی اقامت میں مشغول رہتے ہیں اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ اسی لئے مساجد کی صیانت و تطہیر کی خاطر جہاد کے لئے تیار رہتے ہیں ایسے مومنین جو دل، زبان، ہاتھ پاؤں، مال و دولت' ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ انکے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔))

((۲۔ مشرکین مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے انھیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۃ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادت کا یہ ذخیرہ موجود ہے ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی کرم وجہہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی

عبادت نہیں ۔ دوسرے نے کہا میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے ۔ (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات اعمال سے افضل و اشرف ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم ''جمعہ'' کے وقت منبر رسول اللہ صلعم کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو، ذرا صبر کرو۔ جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائیگی ۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں ۔ اَجَعَلۡتُمۡ سِقَايَةَ الۡحَآجِّ وَعِمَارَةَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ الخ یعنی حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد حرام کو ظاہری طور پر بسانا ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کی برابر بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا؟) یہاں جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر کیا تو اس لئے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے۔ اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے وَمَا يَسۡتَوِى الۡاَحۡيَآءُ وَلَا الۡاَمۡوَاتُ (فاطر، رکوع ۳) اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا۔ اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے ایمان کے ذکر سے تنبیہ فرما دی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر ہیچ اور لاشے محض ہے ان عزائم اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے اور اس نکتہ کو وہی لوگ سمجھتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں ۔ ظالمین (بے موقع کام کرنیوالوں) کی ان حقائق تک رسائی ممکن نہیں ۔))

التوبہ کی آیت ۱۹ تفسیر ۲ میں جو حضورؐ کے چچا عباس اپنی فضیلت کا اظہار حضرت علیؑ کے مقابلہ میں پیش کر رہے تھے کہ جس کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ مشرک تو اللہ کے مد مقابل رہتا ہی ہے اس لحاظ سے غور کیا جائے تو خالق (اللہ) کے سامنے مخلوق (عام انسان) کی حیثیت ہی کیا ہے اور وہ بھی مشرک یا کافر ۔ لیکن خالق کائنات نے جو مراعات دی ہیں وہ لامحدود ہیں شرک و کفر کے ساتھ کسی بھی نیک عمل خواہ وہ مسجد حرام کی خدمت اور حاجیوں کو پانی پلانا وغیرہ انکے (مشرک و کافر) عمل حبط ہو جائینگے ۔ چچا عباس کی غلط فہمی یہ تھی کہ یہ اعمال (مسجد حرام و حاجیوں کی خدمت) افضل ترین ہیں تو التوبہ آیات ۱۷-۲۰ نے بالکل واضح فرما دیا کہ ایمان باللہ و جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک عمل کی برابری یہ خدمات (مسجد و حاجیوں کی آبیاری) نہیں کر سکتیں ۔ انکا اصل مقصد یہ تھا کہ ان کی یہ خدمات حضرت علیؑ کی کارکردگی سے بھی افضل ہیں ۔ کچھ مسلمان بھی نماز جمعہ کے موقع پر اسی قسم کی فضیلت کی گفتگو میں الجھے ہوئے تھے جمعہ کی مناسبت سے ظاہر ہے کہ حضورؐ کی موجودگی اور جلیل القدر صحابہؓ

کے سامنے بعد نماز ان مسائل کا ذکر آیا تو ان آیات نے حضرت علیؑ کی فضیلت ان سب حاضرین پر ثابت فرمادی۔ان آیات کی روشنی میں اگر ہم غزوات کا جائزہ لیں تو مکمل مطابقت ہے کیونکہ غزوات کے درمیان عموماً مسلمانوں کی جونفسیات ہیں وہ یا تو مال کی لالچ میں حضورؐ کے حکم کے باوجودمورچہ چھوڑا گیا (خصوصاً احد) یا دشمن کے خوف سے میدان چھوڑ گئے اگر انسان خصوصاً مسلمان کے دل میں اللہ کا خوف یالگاؤ ہوتو میدان سے فرار نہ ہوگا یہی ایمان باللہ کی دلیل ہے میدان جہاد میں اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ مسلمان اس لشکر کے مقابل ہوں کہ جو اسباب جنگ سے مسلح ہوتا کہ شرک وکفر کی جڑیں کٹ جائیں۔اللہ تعالیٰ نے جس حکمت عملی کا تعین فرمایا نہایت اعلی ہے کیونکہ شرک وکفر کی جڑ کٹے گی تو مال ویسے ہی ہاتھ آجائیگا۔اس لئے مسلمان کو اس نیت سے جہاد میں شریک ہونا چاہئے لیکن عموماً مسلمانوں کی نگاہ مال پر رہتی ہے نتیجہ میں مسلمانوں کی اکثریت راہ فرار اختیار کرتی۔ایمان باللہ وجہاد فی سبیل اللہ ہوتو وہ شخص کرار وغیر فرار ہوگا اور اسکی نیت یہ ہوگی کہ شرک وکفر کی جڑیں کٹ جائیں۔اب تمام غزوات مختصراً جومختلف تراجم وتفاسیر سے پیش کئے گئے ان میں خصوصاً مسلمانوں کی میدان جنگ میں نفسیات ظاہر ہوئیں۔ہر مفسر نے حضرت علیؑ کی انتہائی کرار شخصیت کو نمایاں فرمایا تمام اہم ترین غزوات ومیدان جہاد میں حضورؐ کے ساتھ حضرت علیؑ کی ہمراہی رہی ہے کہ جس طرح الرعد کی آیت ۴۳ میں حضورؐ کے ساتھ کتاب (قرآن) کی وراثت اور ولایت میں بھی شخص حضرت علیؑ ہی ہیں (۱۳:۴۳) (۵:۵۵)۔

اس جانشین رسولؐ اور امام کا تصور الانبیاء کی آیت ۱۰۵ اور النور کی ۵۵ سے پیش کیا جاتا ہے ان آیات مبارکہ کا ترجمہ وتفسیر سعودی عرب کے مطبوعہ قرآن سے ہے

[اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے ا۔]۲۱:۱۰۵

((ا) تفسیر آیت ۱۰۵۔مولنا عثمانی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ داؤدؑ کی کتاب ''زبور'' ۳۷۔۲۹ میں ہے کہ ''صادق زمین کے وارث ہونگے'' چنانچہ اس امت کے کامل وفادار اور صادق بندے مدت دراز تک زمین کے وارث رہے شرق وغرب میں انھوں نے آسمانی بادشاہت قائم کی عدل وانصاف کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دین حق کا ڈنکا چاردانگ عالم میں بجا دیا۔اور نبی کریم کی یہ پیشین گوئی ان کے ہاتھوں پر پوری ہوئی۔اِن اللہ تعالیٰ زوی الارض فرایت مشارِقَہا ومَغارِبَھا وَاِنَّ اُمتّی سَیَبلُغُ ملکھا مازوی لی مِنھا'' اور اسی قسم کی دوسری پیشینگوئی

امام مہدی اور حضرت مسیح علیہ السلام کے زمانہ میں پوری ہو کر رہیگی ۔))

الانبیاء آیت ۱۰۵ کی تفسیر میں تصدیق ہورہی ہے کہ امام مہدیؑ کا تذکرہ زبور میں ہے التوبہ آیت ۱۱۱ میں بھی ایسی شخصیات کے تذکرے کا اظہار توریت وانجیل کے متعلق بھی ہے۔

النور کی آیت ۵۵ بھی ملاحظہ ہو۔ (مطبوعہ تاج کمپنی)

[جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے ان سے خدا کا وعدہ ہے کہ ان کو ملک کا حاکم بنا دیگا جیسا انسے پہلے لوگوں کو حاکم بنایا تھا اور انکے دین کو جسے اس نے انکے لئے پسند کیا ہے مستحکم و پائیدار کریگا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا وہ میری عبادت کرینگے۔ اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اسکے بعد کفر کرے تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔] ۵۵:۲۴

جناب مولنا عثمانی صاحب النور آیت ۵۵ کی تفسیر ۳ کے درمیان ایک مقام پر فرماتے ہیں ''احادیث سے معلوم ہوا کہ آخری خلیفہ امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہونگے جنکے متعلق عجیب وغریب بشارات سنائی گئی ہیں۔ وہ خدا کی زمین کو عدل وانصاف سے بھر دینگے اور خارق عادت جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے اسلام کا کلمہ بلند کرینگے'' اسی آیت ۵۵ کی تفسیر ۱۲۹ (کنز الایمان) میں حضرت امام حسنؑ کا ذکر ہے آیہء تطہیر ومباہلہ ودیگر آیات سے وضاحت کی گئی کہ حضرت علی علیہ السّلام اول امام اور امیر المومنین ہیں دوسرے امام حسنؑ تیسرے امام حسینؑ اس سلسلہ کے آخری و بارہویں امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ان آیات (۵۵:۲۴) و (۱۰۵:۲۱) کی تفاسیر نے جو نام یہاں پیش کئے خصوصاً امام مہدیؑ کا اسم گرامی حدیث کے حوالے سے پیش ہوا چونکہ ذکر احادیث کا ہے اس لئے بارہ آئمہ طاہرین علیہم السلام کے نام ''ینابیع المودۃ'' میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔

جانشین رسولؐ یا امام کا تصور سورۃ التحریمہ کی آیت ۸ سے بھی ملاحظہ ہو۔

[اے ایماندارو! اللہ کی بارگاہ میں صاف خالص دل سے ۱ توبہ کرو تو (اسکی وجہ سے) امید ہے کہ تمھارا پروردگار تم سے تمھارے گناہ دور کردے اور تم کو (بہشت کے) ان باغوں میں داخل کرے جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اس دن جب اللہ رسول کو اور ان لوگوں کو جو انکے ساتھ ایمان لائے ہیں رسوا نہیں کریگا۔ (بلکہ) انکا نور ۲ انکے آگے آگے اور انکے داہنے طرف (روشنی کرتا) چل رہا ہوگا اور یہ لوگ ۳ دعا کرتے ہونگے پروردگار ہمارے لئے ہمارا نور پورا کرا اور ہمیں بخش دے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔] ۸:۶۶

((۱۔ توبہ نصوح سے یہ مراد ہے کہ سچے دل سے اللہ کی خوشنودی کی غرض سے اس طرح توبہ کرے کہ پھر اس کو

نہ توڑے اسی بناپر حضرت امیر نے ایک اعرابی سے جو بہت توبہ توبہ کرتا تھا فرمایا تھا کہ فقط زبان سے جلدی جلدی توبہ کرنا جھوٹوں کی توبہ ہے توبہ تو یہ ہے کہ اس میں چھ باتیں پائی جائیں ۱؎ اپنے گزشتہ افعال پر پشیمانی وندامت ۲؎ جو فرائض ترک ہوئے ہیں انکا بجالانا ۳؎ لوگوں کے جو حقوق اپنے ذمہ ہیں ادا کرنا ۴؎ تیرے جو حقوق دوسروں پر ہیں انکا بحال کردینا ۵؎ آئندہ گناہ نہ کرنیکا مصمم ارادہ کرنا ۶؎ اللہ کی خوشنودی اور اطاعت میں اپنے کو گلا دینا۔))

((۲۔ نُورُ هُمهٗ يَسعٰى بين ايديهِم ۔تفسیر قمی میں امام جعفر صادق علیہ السَّلام سے مروی ہے کہ مومنین کا نور آئمہ ہیں جو قیامت کے دن مومنین کے آگے آگے اور انکے داہنے طرف چل رہے ہونگے یہاں تک کہ انکو جنت میں انکے منازل میں پہنچادیں گے۔تفسیر قمی جلد۲ صفحہ ۳۷۵ نجف اشرف تقریباً اسی مضمون کی حدیث تفسیر مجمع البیان میں بھی ہے۔))

((۳۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ ان لوگوں سے حضرت علیؑ اور انکے اصحاب مراد ہیں۔))

سورۃ التّحریم کی آیت ۸ کو بہ نظر غائر دیکھا جائے تو اصول دین مرتب ہور ہے ہیں خالص دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کی جائے توحید الٰہی کا اقرار ہو تو تقاضائے عدل الٰہی ہے کہ جب بندہ ایسا کرے تو آخرت میں اسکو بخش دیا جائے پھر اللہ کے ساتھ اسکے رسولؐ اور ایمان لانے والوں کا ذکر یعنی نبوت وامامت کا بیان ہے ظاہر ہے کہ امامت کے بعد ہی قیامت آئیگی اور اسکے انجام میں اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنیوالے کے لئے بہشت فرمایا ہے اس طرح پانچ اصول دین (اسلام) ہوئے اول توحید (اللہ وحدہٗ لاشریک) دوئم عدل (اللہ تعالیٰ عادل ہے) تیسرا نبوت چوتھا امامت پانچواں قیامت ۔ختم نبوت کے بعد یعنی حضورؐ سرکار احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کے بعد امامت کوئی نیا عہدہ نہیں اللہ تعالیٰ نے ہزاروں برس قبل جناب ابراہیمؑ کو امامت عطا فرما کے اسی وقت اور انکی اولاد کو بھی امامت یا پیشوائی سے یاد فرمایا تا کہ انسان عموماً اور خصوصاً مسلمان (جو کہ دین ابراہیمؑ پر ہے) اس عہدہ امامت کو فراموش نہ کر بیٹھے۔وسیلہ انبیاء ومرسلین علیہم السلام کو تسلیم نہ کر کے مشرک وکافر خسارے میں ہے حالانکہ اکثریت انھیں کی ہے اس صورت حال کا سدباب کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان فرما کر حضور اکرمؐ کے ساتھ اور بعد رحلت وسیلہء آئمہ طاہرین علیہم السلام کو قائم فرمایا جیسا کہ قبل جناب ابراہیمؑ کو امامت کی فضیلت سے متعارف فرمایا تھا پھر جناب موسیٰؑ کے بھی بارہ جانشین (آئمہؑ) بھی ہوئے۔اور جناب عیسیٰؑ کے بھی بارہ حواری اور حضورؐ کے جانشین (آئمہؑ) بھی بارہ ہوئے۔انسان دراصل وسیلہ (وہ پیغمبر ہو یا وصی یا جانشین امامؑ ہو) کو ہی نظر انداز کرنا چاہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بنیاد ہی وسیلہ پر قائم فرمائی یعنی جناب آدمؑ کو ہی وسیلہ اور نبی بنا کر

بھیجا تا کہ انسان گمراہ نہ ہو۔ اگر انسان ان وسیلوں سے لگاؤ رکھے تو ان (وسیلوں) کا کردار نگاہ کے سامنے رہے گا اس کیفیت کو انسان طاری کرلے تو گمراہی کبھی اس کا مقدر نہ ہوگی کیونکہ انسان کے ذہن میں ایک وسیلہ اعلیٰ نگراں کا تصور ہر آن رہے گا یہی اسکی نجات کا سبب بن جائیگا۔

اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنا اور بوقت ضرورت جان دینا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کا امتحان مسلمانوں سے بھی لیتا ہے۔ البقرۃ کی ۲۱۸، النساء کی ۹۳-۹۶ اور التوبہ کی ۲۳-۲۴ ملاحظہ ہوں۔

[بے شک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی اور جہاد کیا یہی لوگ رحمت خدا کے امیدوار ہیں اور خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔] ۲:۲۱۸

[اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر مار ڈالے (تو غلام کی آزادی وغیرہ اسکا کفارہ نہیں بلکہ) اسکی سزا دوزخ ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیگا۔ اسپر اللہ نے (اپنا) غضب ڈھایا ہے اور اسپر لعنت کی ہے اور اس کے لئے بڑا سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ اے ایماندارو جب تم اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے کو) سفر کرو تو (کسی کے قتل کرنے میں جلدی نہ کرو بلکہ) اچھی طرح جانچ لیا کرو اور جو شخص (اظہار اسلام کی غرض سے) تمھیں سلام کرے تو تم (بے سوچے سمجھے) نہ کہہ دیا کرو کہ تو ایماندار نہیں ہے (اس سے تو ظاہر ہوتا ہے) کہ تم (فقط) دنیاوی اثاثہ کی تمنا رکھتے ہو (کہ اسی بہانہ قتل کر کے لوٹ لو اور یہ نہیں سمجھتے کہ اگر یہی ہے) تو اللہ کے یہاں بہت سی غنیمتیں ہیں (مسلمانو) پہلے تم خود بھی تو ایسے ہی تھے پھر اللہ نے تم پر احسان کیا کہ (بے کھٹکے مسلمان ہو گئے) غرض (خوب) چھان بین کر لیا کرو بیشک اللہ تمھارے ہر کام سے خبردار ہے۔ معذور لوگوں کے سوا (جہاد سے منھ چھپا کے) گھر میں بیٹھنے والے اور اللہ کی راہ میں اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والے ہرگز برابر نہیں ہو سکتے[1] بلکہ اپنے مال و جان سے جہاد کرنے والوں کو گھر بیٹھ رہنے والوں پر اللہ نے درجہ کے اعتبار سے بڑی فضیلت دی ہے۔ اللہ نے سب ایمانداروں سے (خواہ جہاد کریں یا نہ کریں) بھلائی کا وعدہ کر لیا ہے مگر غازیوں کو خانہ نشینوں پر عظیم ثواب کے اعتبار سے اللہ نے بڑی فضیلت دی ہے (یعنی انھیں) اپنی طرف سے بڑے بڑے درجے اور بخشش اور رحمت (عطا فرمائے گا) اور اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔] ۴:۹۳-۹۶

(([1] جنگ تبوک کے وقت کعب بن مالک، مرارہ بن الربیع اور ہلال بن امیہ وغیرہ جان چرا کر گھر میں بیٹھ رہے اور جہاد میں جانے سے جی چھوڑ بیٹھے مگر عبداللہ بن مکتوم نے اپنی بینائی کا عذر پیش کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔))

[اے ایماندارو اگر تمھارے (ماں) باپ اور تمھارے بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو ترجیح دیتے ہیں تو تم ان کو اپنا خیر خواہ نہ سمجھو اور تم میں جو شخص ان سے الفت رکھے گا تو یہی لوگ ظالم ہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہدو اِ کہ تمھارے باپ دادا اور تمھارے بیٹے اور تمھارے بھائی بند اور تمھاری بیویاں اور تمھارے کنبہ والے اور وہ مال جو تم نے کما کے رکھ چھوڑے ہیں اور وہ تجارت کہ جس کے مندا پڑ جانے کا تمھیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جنھیں تم پسند کرتے ہو اگر تمھیں اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو تم ذرا ٹھہرو یہاں تک اللہ اپنا حکم (عذاب) موجود کرے اور اللہ نافرمان لوگوں کی ہدایت نہیں کرتا۔]۹:۲۳-۲۴

((اِ۔ یہ حکم اگر چہ ابتدا میں مسلمانوں پر بہت شاق ہوا لیکن اگر ایسا نہ کیا جاتا تو مسلمانوں کی جماعت بھی قائم نہ ہوتی اور آخر یہی ہوا کہ چند ہی روز مسلمان ثابت قدم رہے اور تھوڑے دنوں تکلیف اٹھائی کہ پھر گروہ کے گروہ کفار مسلمان ہو گئے۔))

مجاہد کی موت بہتر ہے آل عمران کی آیات ۱۵۷-۱۵۸، میں بیان کیا گیا۔

مسلمانوں کے جہاد کی کیفیت یا نفسیات مختلف جہاد کے مواقع (بدر واُحد وغیرہ) پر آیات پیش کی جاتی ہیں۔

جنگ بدر کی کیفیت الانفال کی آیت ۷ و تفسیر (مطبوعہ تاج کمپنی) ملاحظہ ہو۔

[اور (اس وقت کو یاد کرو) جب خدا تم سے وعدہ کرتا تھا کہ (ابوسفیان اور ابوجہل) دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمھارا (مسخر) ہو جائے گا اور تم چاہتے تھے کہ جو قافلہ بے (شان) وشوکت (یعنی بے ہتھیار) ہے وہ تمھارے ہاتھ آ جائے اور خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ (کر پھینک) دے اِ۔]۸:۷

((اِ۔ یہ آیتیں جنگ بدر کے متعلق ہیں۔ بعض مورخین ومفسرین نے اس جنگ کی یہ وجہ لکھی ہے کہ وہ قافلہ جو ابوسفیان شام سے مکّے کو لئے آ رہا تھا اس کی نسبت جناب رسالت مآب اور ان کے صحابہ نے یہ خیال کر کے کہ اس قافلے میں لوگ بہت کم اور مال بہت زیادہ ہے لوٹ لینے کے ارادے سے کوچ کیا تھا جب یہ خبر قریش مکہ کو پہنچی تو وہ بہت سی جمعیت لے کر قافلے کے بچانے کو نکلے آخر بمقام بدر جنگ ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ قریش کے ستر (۷۰) آدمی مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے اور جو مال واسباب وہ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ سب مسلمانوں کے ہاتھ آیا مگر آیات قرآنی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول خدا کو قریش مکہ کا مدینے پر چڑھائی کرنے کا حال پہلے معلوم ہو چکا تھا اور اس کے بعد آپ نے ان کے مقابلے کے لئے کوچ فرمایا تھا بیشک

بعض صحابہ کی رائے ہوگی کہ شام کے قافلے کو لوٹ لیا جائے اور اسی گروہ کی نسبت اللہ نے فرمایا ہے کہ تم بے شان وشوکت گروہ کو لینا چاہتے ہو۔ مگر خدا نے اس رائے کو منظور نہ فرمایا اور یہی چاہا کہ فوج مسلح سے جنگ کریں اور داد شجاعت دے کر فتح حاصل کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا اس جنگ کی وجہ جو نہایت قرین قیاس ہے یہ ہے کہ قریش مکہ کو مہاجرین اور انصار مدینہ کے ساتھ سخت عداوت تھی اور وہ ہمیشہ ان کے درپئے آزار رہتے تھے تو جناب رسالت مآب اپنے دشمنوں کے حالات اور ارادوں سے آگاہ رہنے کے لئے کبھی کبھی اطراف مکہ میں آدمی روانہ فرماتے چنانچہ ایک دفعہ مقام نخلہ میں جو مکہ اور طائف کے درمیان واقع ہے آپ نے چند اشخاص روانہ فرمائے جنکے سردار آپ کے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحش تھے نخلہ ایک نہایت خطرناک مقام تھا اور وہاں جانے کا سخت اندیشہ تھا آپ نے عبداللہ کو احتیاطاً ایک سر بمہر پرچہ دیا اور فرمایا کہ مکے کی طرف برابر چلے چلو تین روز کے بعد اس پرچہ کو کھولکر پڑھنا اور جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرنا۔ پرچہ میں لکھا تھا کہ امــــض حتی تنزل نخلة فتر صد بها قریشاً وتعلم لنا من اخبار هم یعنی نخلے تک چلے جاؤ اور وہاں پہنچ کر مخفی طور پر قریش کے حالات معلوم کرو اور ہمارے پاس انکی خبر لاؤ مگر وہاں اور ہی معاملہ پیش آیا کہ انکے نخلے میں پہنچنے کے دو دن بعد قریش کا ایک چھوٹا سا قافلہ طائف کا مال تجارت لئے ہوئے آ پہنچا عبداللہ اور ان کے رفقاء کو ارشاد نبوی اور اس پرچہ کا خیال نہ رہا اور انھوں نے ان لوگوں پر حملہ کر دیا نتیجہ یہ ہوا کہ عمرو بن عبداللہ حضرمی جو سرداران قریش مکہ میں سے تھا تیر سے مارا گیا اور حکم بن کیسان اور عثمان بن عبداللہ مخزومی گرفتار ہو گئے۔ ہر چند جناب رسول خدا نے ان لوگوں کو اس حرکت پر بہت ملامت کی اور قیدیوں کو چھوڑ بھی دیا اور عمرو بن عبداللہ حضرمی کا خوں بہا بھی اپنے پاس سے دے دیا۔ مگر اہل مکہ کی آتش کینہ بے مشتعل ہوئے نہ رہی اور انھوں نے ساڑھے نو سو کے قریب جنگ آزمودہ جمع کئے جن میں سے تین سو کے پاس گھوڑے اور باقیوں کے پاس سواری اور بار برداری کے لئے سات سو اونٹ تھے اسکے علاوہ کسی نے یہ ہوائی اڑا دی کہ جناب رسول اللہ ابوسفیان والے قافلہ کو جو شام سے مکے کو آ رہا ہے لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس خبر سے ان کا غضب اور بھی بھڑک اٹھا اور وہ فوراً مدینے پر حملہ کرنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے ادھر مدینے میں یہ خبر پہنچ ہی چکی تھی کہ قریش مکہ بہت زور شور سے مدینے پر چڑھائی کرنیکی تیاریاں کر رہے ہیں اس صورت میں ضرور تھا کہ جناب رسول خدا اپنی حفاظت کا انتظام فرماتے تو آپ نے تین سو تیرہ اشخاص کی جمعیت کے ساتھ مدینے سے کوچ فرمایا جن میں سے ایک یا دو کے پاس گھوڑے تھے اور باقیوں کے پاس صرف ستر اونٹ تھے جن پر نوبت بنوبت تین تین چار چار آدمی سوار

ہوتے تھے چنانچہ خود جناب سرور کائنات اور حضرت علی مرتضٰی اور زید بن حارثہ ایک ہی اونٹ پر باری باری سے سوار ہوتے رہے جب بمقام بدر پہنچے تو قریش سے لڑائی ہوئی جس میں انکے ستر آدمی مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے اور بہت سا مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ مقتولین میں ابوجہل اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور حنظا بن ابی سفیان اور نوفل اور ابوالبختری وغیرہ چوبیس آدمی سرداران قریش میں سے تھے جن میں سے ابن ہشام کی روایت کے مطابق نو کو حضرت علی نے تہ تیغ کیا تھا مسلمانوں میں سے صرف چودہ آدمی مارے گئے جن میں چھ مہاجر اور آٹھ انصار تھے قرآن کی آیتوں کو دیکھو پانچویں آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب سرور کائنات ابھی مدینے ہی میں تھے اور کوچ نہیں فرمایا تھا کہ صحابہ میں اختلاف واقع ہوا بعضے لڑائی کو پسند کرتے تھے اور بعضے ناپسند کرتے تھے چھٹی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان قریش مکہ کی اس فوج کثیر کے مقابلے سے ہچکچاتے تھے جو انھوں نے مدینے پر حملہ کرنے کی غرض سے جمع کی تھی۔ ورنہ قافلہ تجارت کو لوٹ لینے کے ارادے سے تکلیف کرنا کسی صورت میں موت کی طرف ہانکا جانا نہیں ہوسکتا۔ ساتویں آیت میں دو گروہوں کا ذکر ہے ایک جو لڑائی کا ساز وسامان نہیں رکھتا تھا اور وہ ابوسفیان کا قافلہ تھا جو شام سے آرہا تھا دوسرا گروہ قریش مکہ یعنی ابوجہل کا لشکر تھا جس کی بہت سی جمعیت تھی اور جس کے ساتھ بہت سا سامان جنگ تھا غرض بے ہتھیار لوگوں پر حملہ کرنا تو خدا کو منظور اور پسند نہ تھا فوج مسلح کا مقابلہ کیا گیا تو اس کے وعدے کے مطابق مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔))

الانفال کی آیت ۷ میں ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی خواہش تھی کہ جس قافلہ میں مال ہے اس کو لوٹا جائے لیکن اللہ یہ چاہتا ہے کہ مسلح قافلہ کے ساتھ جہاد کیا جائے تاکہ کافر ومشرک پر ضرب کاری لگا کر اسے پسپا کیا جائے اللہ شرک وکفر کو ختم کرنا چاہتا ہے جبکہ مسلمان کی نگاہ مال پر ہے العدیٰت کی آیت ۸ میں انسان کو مال کا حریص فرماتا ہے چنانچہ مسلمان بھی مال سے لگاؤ رکھتے ہیں۔ آیت ۸ میں انسان کا رجحان مال کی طرف ہے مسئلہ غور طلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی نیت دفاع کے بجائے مال پر ہے یہاں آیات کا ربط ملاحظہ ہو کہ نفسیات انسانی کا اظہار دفاع جیسے اہم موقع پر بھی قائم ہے حالانکہ کافر ومشرک اگر دفاع میں ختم کردیا جائے تو مال کہاں جائیگا؟ لیکن مسلمان بھی خواہش نفسانی کا شکار ہوجاتا ہے حضور کی حیات طیبہ میں بھی مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی اس امر کا اظہار آئندہ دفاعی مقامات پر بھی ہوگا۔ جنگ احد کے بارے میں چند آیات وتفسیر ''کنز الایمان'' سے پیش کی جاتی ہیں آل عمران کی آیات ۱۲۱-۱۲۳ ملاحظہ ہوں۔

[اور یاد کرواے محبوب جب تم صبح کو ۲۲۶ اپنے دولت خانے سے برآمد ہوئے مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر قائم کرتے ۲۲۷ اور اللہ سنتا جانتا ہے جب تم میں کے دو گروہوں کا ارادہ ہوا کہ نامردی کر جائیں ۲۲۸ اور اللہ ان کا سنبھالنے والا ہے اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیئے۔ اور بے شک اللہ نے بدر میں تمھاری مدد کی جب تم بالکل بے سروسامان تھے ۲۲۹ تو اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار رہو۔] ۳:۱۲۱-۱۲۳

((۲۲۶۔ بمقام مدینہ طیبہ بقصد احد۔))

((۲۲۷۔ جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ بیان جنگ احد کا ہے جس کا اجمالی واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا اس لئے انھوں نے بقصد انتقام لشکر گراں مرتب کر کے فوج کشی کی جب رسول کریم ﷺ کو خبر ملی کہ لشکر کفار احد میں اترا ہے تو آپ نے اصحاب سے مشورہ فرمایا اس مشورت میں عبد اللہ بن ابی بن ابی سلول کو بھی بلایا گیا جو اس سے قبل کبھی کسی مشورت کے لئے بلایا نہ گیا تھا اکثر انصار کی اور اس عبد اللہ کی یہ رائے ہوئی کہ حضور ؑ مدینہ طیبہ میں ہی قائم رہیں اور جب کفار یہاں آئیں تب ان سے مقابلہ کیا جائے یہی سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی تھی لیکن بعض اصحاب کی رائے یہ ہوئی کہ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہئے اور اسی پر انھوں نے اصرار کیا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم دولت سرائے اقدس میں تشریف لے گئے اور اسلحہ زیب تن فرما کر باہر تشریف لائے اب حضور کو دیکھ کر ان اصحاب کو ندامت ہوئی اور انھوں نے عرض کیا کہ حضور کو رائے دینا اور اس پر اصرار کرنا ہماری غلطی تھی اس کو معاف فرمایئے اور جو مرضی مبارک ہو وہی کیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ نبی کے لئے سزاوار نہیں کہ ہتھیار پہن کر قبل جنگ اتار دے مشرکین احد میں چہار شنبہ پنج شنبہ کو پہنچے تھے اور رسول کریم ؑ جمعہ کو اور بعد نماز جمعہ ایک انصاری کی نماز جنازہ پڑھ کر روانہ ہوئے اور پندرہ شوال ۳ھ روز یک شنبہ احد میں پہنچے یہاں نزول فرمایا اور پہاڑ کا ایک درہ جو لشکر اسلام کے پیچھے تھا اس طرف سے اندیشہ تھا کہ کسی وقت دشمن پشت پر سے آ کر حملہ کرے اس لئے حضور نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیر اندازوں کیساتھ وہاں مامور کیا فرمایا کہ اگر دشمن اس طرف سے حملہ آور ہو تو تیر باری کر کے اس کو دفع کر دیا جائے اور حکم دیا کہ کسی حال میں یہاں سے نہ ہٹنا اور اس جگہ کو نہ چھوڑنا خواہ فتح ہو یا شکست ہو عبد اللہ بن ابی بن سلول منافق جس نے مدینہ طیبہ میں رہ کر جنگ کرنے کی رائے دی تھی اپنی رائے کے خلاف کئے جانے کی وجہ سے برہم ہوا اور کہنے لگا کہ حضور ؑ نے نوعمر لڑکوں کا کہنا تو مانا اور میری بات کی پرواہ نہیں کی اس عبد اللہ بن ابی کے ساتھ تین سو منافق تھے ان سے اس نے کہا کہ جب دشمن لشکر اسلام کے مقابل آ جائے اس وقت بھاگ پڑو تا کہ لشکر اسلام میں ابتری

ہو جائے اور تمھیں دیکھ کر اور لوگ بھی بھاگ نکلیں مسلمانوں کے لشکر کی کل تعداد معہ ان منافقین کے ہزار تھی اور مشرکین تین ہزار۔ مقابلہ ہوتے ہی عبداللہ بن ابی منافق اپنے تین سو منافقوں کو لے کر بھاگ نکلا۔ اور حضور کے ساتھ سات سو اصحاب رہ گئے اللہ تعالیٰ نے ان کو ثابت رکھا یہاں تک کہ مشرکین کو ہزیمت ہوئی اب صحابہ بھاگتے ہوئے مشرکین کے پیچھے پڑ گئے اور حضورؐ نے جہاں قائم رہنے کے لئے فرمایا تھا وہاں قائم نہ رہے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں یہ دکھا دیا کہ بدر میں اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی برکت سے فتح ہوئی تھی یہاں حضور کے حکم کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں سے رعب و ہیبت دور فرمائی اور وہ پلٹ پڑے اور مسلمانوں کو ہزیمت ہوئی رسول کریمؐ کے ساتھ ایک جماعت رہی جس میں حضرت ابوبکر و علی و عباس و طلحہ و سعد تھے اسی جنگ میں دندان اقدس شہید ہوئے اور چہرہ اقدس پر زخم آیا اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی))

((۲۲۸۔ یہ دونوں گروہ انصار میں سے تھے ایک بنی سلمہ ''خزرج'' میں سے اور ایک بنی حارثہ اوس میں سے دونوں لشکر کے بازو تھے جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق بھاگا تو انھوں نے بھی واپس جانے کا قصد کیا اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور انھیں اس سے محفوظ رکھا اور وہ حضور کے ساتھ ثابت رہے یہاں اس نعمت و احسان کا ذکر فرمایا ہے۔))

((۲۲۹۔ تمھاری تعداد بھی کم تھی تمھارے پاس ہتھیاروں اور سواروں کی بھی کمی تھی۔))

''کنزالایمان'' سے جنگ احد میں مسلمانوں کی کیفیت آل عمران کی آیت ۱۵۵ ملاحظہ ہو۔

[بے شک وہ جو تم میں سے پھر گئے ۲۹۳ جس دن دونوں فوجیں ملی تھیں انھیں شیطان ہی نے لغزش دی ان کے بعض اعمال کے باعث ۲۹۴ اور بیشک اللہ نے انھیں معاف فرما دیا بے شک اللہ بخشنے والا حکم والا ہے۔] ۳:۱۵۵

((۲۹۳۔ اور جنگ احد میں بھاگ گئے اور نبی کریمؐ کے ساتھ تیرہ یا چودہ اصحاب کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔))

((۲۹۴۔ کہ انھوں نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے برخلاف مرکز چھوڑا۔))

جیسا کہ آل عمران کی آیات ۱۲۱-۱۲۳ کی تفاسیر سے ظاہر ہے کہ جنگ احد میں ایک ہزار مسلمان شریک ہوئے لیکن اس میں تین سو منافقین بعد میں فرار ہو گئے اس کے بعد بعض قبائل بھی برگشتہ خاطر ہوئے پھر بھی اللہ نے ان کو تسکین دے کر قائم فرما دیا لیکن رسولؐ کے حکم کی مخالفت کے بعد مسلمان ایسے فرار ہوئے کہ ''کنزالایمان'' کی آیت ۱۵۵ کی تفسیر سے ظاہر ہے کہ سات سو میں سے صرف تیرہ یا چودہ ٹھہرے۔ اُحد میں مسلمانوں کے ساتھ منافقین بھی جنگ میں شمولیت کے لئے آئے لیکن حضورؐ نے عبداللہ بن ابی بن سلول

(سردار منافقین) کی رائے سے اتفاق نہ فرمایا چنانچہ عبداللہ نے منافقین کو مشورہ دیا کہ جنگ شروع ہونے سے قبل میدان سے بھاگ جائیں تا کہ مسلمان بھی منتشر ہوں اور اسلام کی شکست ہو۔ جنگ کے دوران مسلمانوں نے بھی فرار اختیار کیا۔ لیکن دونوں میں بنیادی فرق یہ تھا کہ منافقین کی نیت یہ کہ مسلمان جنگ ہار جائیں جبکہ مسلمان کی نیت تھی کہ مقابلہ کریں گے کچھ بھی انجام ہو اس لئے منافق (دولوں) مسلمان و اسلام کا دشمن ہے۔ حضورؐ کی موجودگی میں نفسیات منافقین اور مسلمانوں کا یہ حال تھا۔ کچھ تفصیل مطبوعہ پیر ابراہیم ٹرسٹ سے آل عمران کی آیات ۱۳۹ تا ۱۴۸ ملاحظہ ہوں تا کہ جنگ احد میں مسلمانوں کی کیفیت واضح ہو۔

[اور (مسلمانوں) کاہلی نہ کرو اور اس اتفاقی شکست احد سے کڑھو نہیں اگر تم سچے مومن ہو تو تم ہی غالب رہو گے اگر جنگ احد میں تم کو زخم لگا ہے تو اسی طرح (بدر میں) تمھارے فریق (کفار) کو زخم لگ چکا ہے (اس پر انکی ہمت تو نہ ٹوٹی) یہ اتفاقات زمانہ ہیں جو ہم لوگوں کے درمیان باری باری الٹ پھیر کیا کرتے ہیں اور (یہ اتفاقی شکست اس لئے تھی) تا کہ اللہ سچے ایمانداروں کو (ظاہر) مسلمانوں سے الگ دیکھ لے اور تم سے بعض کو درجہ شہادت پر فائز کرے۔ اور خدا (حکم رسولؐ سے) سر تابی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور یہ (بھی منظور تھا) کہ سچے ایمانداروں کو ثابت قدمی کیوجہ سے الگ کرے اور نافرمانوں (بھاگنے والوں) کا ملیا میٹ کردے (مسلمانو) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ سب کے سب بہشت میں چلے ہی جاؤ گے؟ اور کیا اللہ نے ابھی تک تم میں سے ان لوگوں کو بھی نہیں پہچانا جنھوں نے جہاد کیا اور نہ ثابت قدم رہنے والوں ہی کو پہچانا؟ اور تم تو موت کے آنے سے پہلے (لڑائی میں) مرنے کی تمنا کرتے تھے پس اب تو تم نے اس کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور تم (اب بھی) دیکھ رہے ہو۔ (پھر لڑائی سے کیوں جی چراتے ہو) اور محمدؐ تو صرف رسولؐ ہیں (خدا نہیں) ان سے پہلے اور بھی بہتیرے پیغمبر گزر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر (محمدؐ) اپنی موت سے مر جائیں یا مار ڈالے جائیں تو تم الٹے پاؤں (اپنے کفر کی طرف) پلٹ جاؤ گے؟ اور جو الٹے پاؤں پھرے گا تو ہر گز اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑے گا۔ اور عنقریب اللہ شکر کرنیوالوں کو اچھا بدلہ دے گا۔ اور بغیر حکم خدا کے تو کوئی شخص مر ہی نہیں سکتا۔ وقت معین تک (ہر ایک کی موت لکھی ہوئی ہے) اور جو شخص (اپنے کئے کا) بدلہ دنیا میں چاہے تو ہم اسکو اس میں سے دیدیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا بدلہ چاہے اسے اس میں سے دینگے اور (نعمت ایمان کے) شکر کرنیوالوں کو بہت جلد جزائے خیر دیں گے اور (مسلمانو کچھ تم ہی نہیں) ایسے پیغمبر بہت سے گزر چکے ہیں جن کے ساتھ بہتیرے اللہ والوں نے (راہ خدا میں) جہاد کیا اور پھر انکو اللہ کی راہ میں جو جو مصیبت پڑی ہے نہ تو انھوں نے ہمت ہاری اور نہ

بودا پن کیا اور نہ (دشمن کے سامنے) گڑگڑانے لگے اور ثابت قدم رہنے والوں سے اللہ الفت رکھتا ہے اور (لطف یہ ہے کہ) انکا قول اسکے سوا کچھ نہ تھا کہ دعائیں مانگنے لگے کہ اے ہمارے پالنے والے ہمارے گناہ اور اپنے کاموں میں ہماری زیادتیاں معاف فرما اور دشمنوں کے مقابلہ میں ہم کو ثابت قدم رکھ اور کافروں کے گروہ پر ہم کو فتح دے تو اللہ نے انکو دنیا میں بدلہ دیا اور آخرت میں اچھا بدلہ عنایت فرمایا۔ اور خدا نیکی کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے۔] ۳:۱۴۶-۱۴۸

((ا۔ جنگ بدر کے بعد مسلمانوں نے شہادت کے درجے اور اسکے فضائل حضرت رسولؐ سے سنے تو بڑی تمنا بھرے لہجے میں باہم کہتے کہ کاش ہم بھی کسی جنگ میں خدا کی راہ میں اپنی جان دے دیتے اور شہید ہوتے مگر کہنے اور کرنے میں تو ہمیشہ فرق ہوا ہی کرتا ہے خصوصاً جب جان کا سودا ہو۔ چنانچہ جب حضرت رسولؐ نے تین یا پانچ ہزار کفار کے مقابلہ میں اپنے سات سو آدمیوں کی صف آراستہ کی تو مسلمانوں نے آخر میں وہ حرکت کی کہ آخر شیطان نے پکار دیا کہ محمد قتل ہو گئے (معاذ اللہ) اور یہ خبر شدہ شدہ مدینہ تک پہنچی اور جناب سیدہؑ مضطربانہ روتی احد تک پہنچیں آخر وقت میں تو حضرت علیؑ کے سوا ایک آدمی بھی آپ کی مدد کو دیکھنے میں نہ آتا تھا حضرت علیؑ بھی لڑتے لڑتے تین مرتبہ گھوڑے سے گرے اور ہر دفعہ جبرئیلؑ نے آکر سوار کیا ان ہی باتوں کیطرف اشارہ کر کے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔))

جنگ احد کے بارے میں مزید آل عمران کی آیات ۱۵۰-۱۵۴ ملاحظہ ہوں۔

[(تم کسی کی مدد کے محتاج نہیں) بلکہ اللہ تمھارا سرپرست ہے اور وہ سب مددگاروں سے بہتر ہے (تم گھبراؤ نہیں) ہم عنقریب تمھارا رعب ا کافروں کے دلوں میں جما دینگے۔ اسلئے کہ ان لوگوں نے اللہ کا شریک بنایا (بھی تو) اس چیز (بت) کو جسے اللہ نے کسی قسم کی حکومت نہیں دی۔ اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور ظالموں کا برا ٹھکانا ہے اور بیشک اللہ نے (جنگ احد میں بھی) اپنا (فتح کا) وعدہ ۲ سچا کر دکھایا تھا جب تم اسکے حکم سے (پہلے ہی حملہ میں) ان (کفار) کو خوب قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ تمھارے پسند کی چیز (فتح) تمھیں دکھا دی اسکے بعد بھی تم نے (مال غنیمت دیکھ کر) بزدلا پن کیا اور حکم رسولؐ (مورچہ پر جمے رہنے) میں باہم جھگڑا کیا اور (رسولؐ کی) نافرمانی کی۔ تم میں سے کچھ تو طالب دنیا ہیں (کہ مال غنیمت کی طرف جھک پڑے) اور کچھ طالب آخرت ۳ (کہ رسول پر اپنی جان فدا کر دی) پھر (بزدلے پن نے) تمھیں ان (کفار) کی طرف سے پھیر دیا (اور تم بھاگ کھڑے ہوئے) اس سے خدا کو تمھارا (ایمان اخلاص) آزمانا منظور تھا اور (اس پر بھی) خدا نے تم

سے در گزر کی اور خدا مومنینؑ پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے (مسلمانو تم اس وقت کو یاد کر کے شرماؤ) جب تم بھاگے پہاڑ پر چڑھے چلے جاتے تھے اور باوجود کہ رسول تمھارے پیچھے (کھڑے) تم کو بلا رہے تھے مگر تم (جان کے خوف) سے کسی کو مڑ کے نہ دیکھتے تھے پس (چونکہ تم نے رسول کو آزردہ کیا) اللہ نے بھی تمکو اس رنج کی سزا میں (شکست کا) رنج دیا تاکہ جب کبھی تمھاری کوئی چیز ہاتھ سے جاتی رہے یا کوئی مصیبت پڑے تو تم رنج نہ کرو (اور صبر کرنا سیکھو) اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے پھر اللہ نے اس رنج کے بعد تم پر اطمینان کی حالت طاری کی کہ تم میں سے ایک گروہ کو (جو سچے ایماندار تھے) خوب گہری نیند آ گئی اور ایک گروہ (جن کو اس وقت بھاگنے کی شرم سے) جان کے لالے پڑے تھے اللہ کے ساتھ (خواہ مخواہ) زمانہ جاہلیت کی ایسی بدگمانیاں کرنے لگے اور کہنے لگے بھلا کیا یہ امر (فتح) کچھ بھی ہمارے اختیار میں ہے؟ اے رسول کہدو ہر امر کا اختیار اللہ ہی کو ہے (زبان سے تو کہتے ہی نہیں) یہ اپنے دلوں میں ایسی باتیں چھپائے ہوئے ہیں جو تم سے ظاہر نہیں کرتے (اب سنو) کہتے ہیں کہ اس امر فتح میں اگر ہمارا کچھ بھی اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے ہی نہ جاتے (اے رسولؐ ان سے) کہدو کہ تم اگر اپنے گھروں میں رہتے تو جن کی تقدیر میں لڑ کے مرجانا لکھا تھا وہ (اپنے گھروں سے) نکل نکل کے اپنے مرنے کی جگہ ضرور آ جاتے (اور یہ اس واسطے کیا گیا) تاکہ جو کچھ تمھارے دل میں ہے اللہ اس کا امتحان کر لے (اور لوگ دیکھ لیں) اور تاکہ جو کچھ تمھارے دل میں ہے صاف کر دے اور اللہ تو دلوں کا راز خوب جانتا ہے۔] ۳:۱۵۰-۱۵۴

((۱۔ جب حضرت علیؑ کی تلوار ذوالفقار سے ابوسفیان کے دانت کھٹے ہو گئے اور باوجودیکہ وہ تنہا تھے مگر ان کفار کی جم غفیر کو سوا بھاگنے کے کوئی چارہ نہ ہوا اور ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ کی راہ لی تو کچھ دور جا کر اپنے ہمراہیوں سے کہنے لگا کہ ہم لوگوں نے غلطی کی کہ احد سے بھاگ آئے اس وقت مسلمان ایک تو معدودے چند اس پر ادھر ادھر متفرق پریشان، اس پر زخمی چلو اب بھی ہم لوگ ہجوم کر کے مدینہ پر حملہ آور ہوں اور سب کو تہ تیغ کر دیں مگر ایک علیؑ کی تلوار کی دھاک ان کے دلوں میں وہ مضبوط جگہ پکڑ چکی تھی کہ سب کی ہمت پست ہو گئی اور کسی نے ابوسفیان کی دم سازی نہ کی۔ اسی طرف اشارہ کر کے خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔))

((۲۔ جب اصحاب رسولؐ افتاں خیزاں رسولؐ کو تنہا چھوڑ اپنی جان بچا کر بھاگے ہوئے مدینہ پہنچے تو باہم کہنے لگے کہ ہم سے تو خدا اور رسولؐ نے فتح کا وعدہ کیا تھا شکست آخر کیوں ہوئی اس کے جواب میں خدا نے یہ آیت نازل کی اور سمجھا دیا کہ اگر تم صبر اور رسولؐ کی تابعداری کرتے تو تم کو فتح ہوتی اسی وجہ سے جب تک تم

صبر کئے رہے تمھاری فتح ہی فتح تھی جب تم نے رسولؐ کی مخالفت کی تو تم کو شکست ہوئی پھر تمھارے بھاگنے کے بعد بھی جو ثابت قدم رہا اس کی آخر فتح ہوئی۔ کھوٹے کھرے الگ ہو گئے۔))

((۳۔ جنگ احد میں رسولؐ اللہ نے عبداللہ بن جبیر کو پچاس جوانوں کا افسر بنا کے ایک گھاٹی پر معین فرمایا تھا اور تاکید کر دی تھیں کہ خواہ لشکر اسلام کو فتح ہو یا شکست مگر تم اپنی جگہ سے نہ ہلنا اور جب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا اور فوج اسلام کو گویا فتح نمایاں ہوئی ادھر ابوسفیان پر انصار حملہ آور ہوئے اور کفار کو پسپا کر دیا ادھر ابن جبیر نے تیر باراں کر کے بھگا دیا پس پھر کیا تھا فوج اسلام پوری مال غنیمت پر جھک پڑی۔ اب ابن جبیر کے ساتھیوں میں کہاں تاب تھی منہ میں پانی بھر آیا۔ ہر چند ابن جبیر نے روکا رسولؐ اللہ کا قول یاد دلایا۔ مگر یہ کاہے کو سننے والے تھے غرض سات یا بارہ آدمیوں کے سوا سب چل دئے آخر خالد بن ولید و عکرمہ اپنی فوج کے ساتھ بھاگتے ہوئے موقع کو خالی پا کر ابن جبیر کے مقابل ہوئے اور مختصر سی جنگ کے بعد ابن جبیر اپنے مٹھی بھر ساتھیوں کے ساتھ شہید ہوئے اور پوری فوج کفار اہل اسلام پر پشت کیطرف سے حملہ آور ہوئی حتٰی کہ فوج اسلام کے قدم اکھڑ گئے اور چند جانثاروں کے سوا سب نے راہ فرار اختیار کی۔ آخر حضرت حمزہؓ وغیرہ نے شہادت پائی اور رسولؐ کے دندان مبارک زخمی ہوئے اس وقت حضرت علیؑ، ابودجانہؓ، بی بی نسیبہ اور اس کے شوہر اور ان کے دونوں بیٹے عبداللہ وعمارہ کے سوا سب چل چنپت اور رسولؐ اللہ پیچھے کھڑے بلاتے رہ گئے غرض یہ لوگ بھی شہید ہوئے اور بے چاری نسیبہ بھی بہت زخمی ہوئی اور حضرت علیؑ کے سوا رسولؐ اللہ کی ہمدردی و جانثاری کو کوئی باقی نہ رہا۔ حضرت جبرئیلؑ نے یہ حال دیکھ کر عرض کی یارسولؐ اللہ اس کو ہمدردی کہتے ہیں حضرت نے فرمایا کیوں نہ ہو انہ منی وانا منہ (یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا وانا منکما (اور میں آپ دونوں سے ہوں) اس وقت یہ آواز غیب سے آئی لاسیف الا ذوالفقار ولافتی الا علی۔ دیکھو تاریخ طبری جلد ۳ صفحہ ۷، سطر ۱۹۔ مطبوعہ مصر۔))

((۴۔ یہ علم اخلاق کا ایک بہت بڑا گر ہے جسے خداوند عالم نے تعلیم فرمایا ہے۔))

اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہی مومنین کو بھروسا رکھنا چاہئے۔ آل عمران کی آیت ۱۶۰ اس فلسفہ پر ملاحظہ ہو۔

[مسلمانوں یاد رکھو کہ) اگر اللہ نے تمھاری مدد کی تو پھر کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا اور اگر تم کو چھوڑ دے تو پھر کون ایسا ہے جو اسکے بعد تمھاری مدد کو کھڑا ہو اور مومنین کو چاہئے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔] ۳:۱۶۰

((۱۔ خدا پر بھروسہ کرنے کے یہ معنی نہیں کہ ہر تدبیر و بندوبست لغو ہے اور عادی بن کے بیکار محض ہو جائے

کیونکہ بیکاری ایک اخلاقی جرم ہے اور بالکل خلاف شرع ہے اور یہ ان کا عقیدہ ہے جو ہر تاثر کا مصر خدا ہی کی ذات میں کرتے ہیں حالانکہ اگر یہ صحیح ہوتو رسول کا آنا جنگ احزاب میں خندق کھدوانا آلات حرب سے آراستہ ہونا ہجرت کرنا، سپر سے تلوار روکنا کھانا پکوانا وغیرہ وغیرہ سب لغو ہو جائے بلکہ توکل کے دو معنی ہیں (۱) اسباب دنیا پر اتنا مغرور نہ ہو کہ اصلی مسبب الاسباب کو بھول جائے کیوں کہ اس کے لئے ہر وقت ممکن ہے کہ چیزوں کی تاثیر بدل دے مثلاً ہری مکو ورم کو زائل کرتی ہے پھر بعض لوگوں کو مدتوں پلاتے چلے جاؤ۔ اور خاک نفع نہیں ہوتا۔ (۲) جس پر بھروسہ ہوتو جتنی تدبیریں اس نے شرع اور عقل کی زبانی بتائی ہیں ان پر عمل کرے اور انسانی تدبیروں کی حد سے گزر کر حیوانی غیر عقلی تدبیروں کے احاطہ میں قدم نہ ڈالے۔ واللہ اعلم۔))

جنگ احد کے بارے میں آل عمران کی آیات ۱۶۵-۱۶۸ بھی ملاحظہ ہوں۔

[(مسلمانو!) کیا جب تم پر (جنگ احد میں) وہ مصیبت پڑی جس کی دونی مصیبت۲ تم (کفار پر) ڈال چکے تھے تو گھبرا کے کہنے لگے یہ آفت کہاں سے آ گئی اے رسول تم کہدو کہ یہ تو خود تمھاری ہی طرف۱ سے ہے (نہ رسولؐ کی مخالفت کرتے نہ سزا ہوتی) بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جس دن دو جماعتیں (جنگ احد میں) آپس میں گتھ گئیں اس دن تم پر جو مصیبت پڑی وہ (تمھاری شرارت کی وجہ سے) اللہ کے اذن سے (آئی) اور تا کہ اللہ سچے ایمان والوں کو دیکھ لے (کہ کون ہیں) اور منافقوں کو دیکھ لے کہ کون ہیں۔ اور منافقوں کو کہا گیا کہ آؤ اللہ کی راہ میں جہاد کرو یا (یہ نہ سہی اپنے دشمن کو) ہٹا دو تو کہنے لگے (ہائے کیا کہیں) اگر ہم لڑنا جانتے تو ضرور تمھارا ساتھ دیتے یہ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب تھے اپنے منھ سے وہ باتیں کہہ دیتے ہیں جو ان کے دل میں (خاک) نہیں۳ ہوتیں اور جسے وہ چھپاتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے (یہ وہی لوگ ہیں) جو (آپ چین سے گھر) میں بیٹھے رہے اور اپنے (شہید) بھائیوں کے بارے میں کہنے لگے کاش ہماری پیروی کرتے تو نہ مارے جاتے (اے رسولؐ ان سے) کہدو کہ اگر تم سچے ہوتو ذرا اپنی جان سے موت کو ٹال دو ۔] ۳:۱۶۵-۱۶۸

((۲۔ کیونکہ جنگ احد میں ۷۰ مسلمان شہید ہوئے اور جنگ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور ستر اسیر ہوئے یوں دگنے ہو گئے۔))

((۱۔ نہ رسول کو تنہا چھوڑ کر بھاگتے اور نہ ان کی مخالفت کرتے نہ مارے جاتے۔))

((۳۔ منافقین چونکہ یہ کہہ کر جنگ احد کے راستے سے پلٹ آئے تھے کہ اب آج تو لڑائی ہوگی نہیں

جا کے کیا کریں اور یہ صرف مکاری تھی کیونکہ وہ دل سے خوب جانتے تھے کہ لڑائی ضرور ہوگی وہ سمجھتے تھے کہ کفار اتنی دور دراز مسافت طے کر کے لشکر جرار لیکر بدر کا بدلہ لینے کی غرض سے چڑھ کے آئے ہیں تو ضرور لڑائی ہوگی اسی کو خدا نے واضح کر دیا۔ جو ان کے دل میں ہے خدا اس کو خوب جانتا ہے۔))

آل عمران کی آیات ۱۶۵-۱۶۸ میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے کردار پر جو روشنی ڈالی ہے وہ انتہائی غور طلب ہے کافر و مشرک تو مسلمان کا کھلا ہوا دشمن ہے منافق اس سے زیادہ خطرناک دشمن ہے کیونکہ یہ مسلمانوں کے درمیان رہائش پذیر رہتا ہے اور انتہا یہ ہے کہ بظاہر جنگ میں بھی مسلمانوں کے ہمراہ رہتا ہے اور مسلمانوں کی طرح یہ بھی کفار و مشرکین کے مد مقابل ہی رہتا ہے لیکن منافق کی نیت یہ ہے کہ درمیان جنگ مسلمانوں کا ساتھ اس طرح چھوڑا جائے کہ مسلمان خود ہمت چھوڑ دیں یا ہمت ہار جائیں۔ بالفاظ دیگر یہ منافق کافر و مشرک سے زیادہ خطرناک اور بڑا دشمن (مسلمانوں کا) ہے منافقین جب رسولؐ کے ساتھ بظاہر شریک تھے تو مسلمانوں کے درمیان منافقین کا آج بھی ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے بھی ان آیات مبارکہ (۳:۱۶۵-۱۶۸) میں منافقین کے کردار کو ایسا واضح فرمایا کہ ایمانداروں سے علیحدہ کر کے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا۔ یعنی حق و باطل نظر آ گیا۔ ان آیات سے مشابہ العنکبوت کی آیات ۱۰-۱۱ بھی ملاحظہ ہوں منافق بھی یہ جانتا ہے کہ اللہ دلوں کے حال بھی جانتا ہے۔

[اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب انکو اللہ کے بارے میں کچھ تکلیف پہنچی تو وہ لوگوں کی تکلیف دہی کو عذاب کے برابر ٹھہراتے ہیں اور (اے رسولؐ) اگر (تمھارے پاس) تمھارے پروردگار کی مدد آ پہنچی (اور تمھیں فتح ہوئی) تو یہی لوگ کہنے لگتے ہیں کہ ہم بھی تو تمھارے ساتھ ہی ساتھ تھے بھلا جو کچھ سارے جہان کے دلوں میں ہے کیا اللہ بخوبی واقف نہیں (ضرور ہے) اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اللہ انکو یقیناً جانتا ہے اور منافقین کو بھی ضرور جانتا ہے۔] ۲۹:۱۰-۱۱

جنگ احد کے بارے میں جو آیات و تفاسیر پیش کی گئیں ان سے تصدیق ہوئی کہ مسلمان بحالت جنگ (جہاد) مال کی طرف زیادہ نگاہ رکھتا ہے حالانکہ ان حالات میں کفر و شرک اور منافقت کی زیادہ بیخ کنی کرنی چاہئے اللہ و رسولؐ کی خاطر اپنی نفسانی خواہشات پر تسلط رکھنا ہی اصل جہاد ہے احد میں شکست کے باوجود کافر و مشرک پھر مدینہ واپس آ کر حضورؐ سے بدلہ لینے کے چکر میں تھے آل عمران کی آیات ۱۷۲-۱۷۳ ملاحظہ ہوں۔

[جنگ احد میں جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد بھی اللہ و رسولؐ کا کہنا مانا ان میں سے جن لوگوں نے نیکی

کی اور پرہیزگاری کی (سب کے لئے نہیں صرف) ان کے لئے بڑا ثواب ہے یہ وہ ہیں کہ جب ان سے لوگوں نے کہنا شروع کیا کہ دشمن لوگوں نے تمھارے (مقابلہ کے) واسطے (بڑا لشکر) جمع کیا ہے پس ان سے ڈرتے رہو (تو بجائے خوف کے) انکا ایمان اور زیادہ ہوگیا اور کہنے لگے ہوگا بھی اللہ ہمارے ۲ واسطے کافی ہے اور وہ کیا اچھا کارساز ہے۔] ۳:۲:۱۷۲-۱۷۳

((۳۔ جب حضرت رسولؐ احد سے مدینہ میں تشریف لائے تو جبرئیلؑ یہ حکم خدا لے کر نازل ہوئے کہ تم ابوسفیان کا پیچھا کئے چلے جاؤ مگر آپ کے ساتھ صرف زخمی لوگ ہوں۔ غرض آپ حسب الحکم چند اصحاب خاص کر جو زخمی تھے لے کر روانہ ہوئے اور مقام حمراء الاسد پر جا کر ٹھہرے اور کفار مقام روحا میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ان کا ارادہ تھا کہ پلٹ کر مدینہ جائیں اور پھر مسلمانوں کو تہ تیغ کریں ابوسعید خزاعی نے حضرت رسولؐ سے عرض کی کہ اب جانبازوں کا رنج مجھے گوارا نہیں اب انھیں راحت دینی چاہئے یہ کہہ کر خود بڑھ کر ابوسفیان سے ملے اور اسے دھمکی دے دی کہ حضرتؐ بڑا جرار لشکر لئے ہوئے تیرے پیچھے چلے آتے ہیں یہ سنتے ہی وہ ڈر کے مارے مکہ کو بھاگا مگر چلتے چلتے نعیم ابن مسعود اشجعی کو جو مدینہ آرہا تھا لالچ دی اور کہا کہ اگر تو محمدؐ کے لشکر میں جا کر یہ کہدے کہ کفار قریش کے ساتھ بہت بڑا لشکر ہے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ تو میں دس اونٹ کا بار خرما اور سوکھے انگور تجھ کو انعام میں دونگا۔ جب نعیم یہ خبر لے کر آپ کے لشکر میں آیا تو اس کے جواب میں حضرت علیؑ نے فوراً فرمادیا کچھ پروا نہیں '' حسبنا اللہ ونعمہ الوکیل '' خدا کو حضرت علیؑ کی یہ بات ایسی پسند آئی کہ اسی قول کی حکایت کردی اور اس پر یہ آیت نازل ہوئی دیکھو کتاب ابن مردویہ۔ پھر جبرئیلؑ نے آپ کو یہ خبر پہنچادی کہ کفار مکہ چلے گئے آپ بھی مدینہ واپس جایئے تب آپ مدینہ واپس تشریف لائے۔))

جنگ احزاب یا جنگ خندق۔ یہ احد کے بعد ہوئی۔ ''کنز الایمان'' سے الاحزاب کی ۱تا۳ ملاحظہ ہوں۔

[اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) ۲ اللہ کا یونہی خوف رکھنا اور کافروں اور منافقوں کی نہ سننا ۳ بے شک اللہ علم و حکمت والا ہے اور اسکی پیروی رکھنا جو تمھارے رب کی طرف سے تمھیں وحی ہوتی ہے اے لوگو اللہ تمھارے کام دیکھ رہا ہے اور اے محبوب تم اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔] ۳۳:۱-۳

((۲۔ یعنی ہماری طرف سے خبریں دینے والے ہمارے اسرار کے امین ہمارا خطاب ہمارے پیارے بندوں کو پہنچانے والے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو یا ایہا النبی کے ساتھ خطاب فرمایا جس کے یہ معنی ہیں کہ جو ذکر کئے گئے نام پاک کے ساتھ یا محمد فرما کر خطاب نہ کیا جیسا کہ دوسرے انبیاء کو خطاب فرمایا ہے اس سے مقصود

آپ کی تکریم اور آپ کو احترام اور آپ کی فضیلت کا ظاہر کرنا ہے (مدارک)۔))

((۳۔ شان نزول ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابی جہل اور ابوالاعور سلمی جنگ احد کے بعد مدینہ طیبہ میں آئے اور منافقین کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہاں مقیم ہوئے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے گفتگو کے لئے امان حاصل کر کے انھوں نے یہ کہا کہ آپ لات عزیٰ منات وغیرہ بتوں کو جنھیں مشرکین اپنا معبود سمجھتے ہیں کچھ نہ فرمایئے اور یہ فرمادیجئے کہ ان کی شفاعت ان کے پجاریوں کے لئے ہے اور ہم لوگ آپ کو اور آپ کے رب کو کچھ نہ کہیں گے۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ان کی یہ گفتگو بہت ناگوار ہوئی اور مسلمانوں نے ان کے قتل کا ارادہ کیا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قتل کی اجازت نہ دی اور فرمایا کہ میں انھیں امان دے چکا ہوں اس لئے قتل نہ کرو مدینہ شریف سے نکال دو چنانچہ حضرت عمرؓ نے نکال دیا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اس میں خطاب تو سید عالمؐ کے ساتھ ہے اور مقصود ہے آپ کی امت سے فرمانا کہ جب نبی کریمؐ نے امان دی تو تم اس کے پابند رہو اور نقض عہد کا ارادہ نہ کرو اور کفار و منافقین کی خلاف شرع بات نہ مانو۔))

جنگ احزاب میں جب لشکر آئے تو یہ کیفیت ''کنزالایمان'' سے الاحزاب کی آیات ۹ تا ۲۲ ملاحظہ ہوں۔

[اے ایمان والو! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو۲۴ جب تم پر کچھ لشکر آئے ۲۵ تو ہم نے ان پر آندھی اور وہ لشکر بھیجے جو تمھیں نظر نہ آئے ۲۶ اور اللہ تمھارے کام دیکھتا ۲۷ جب کافر تم پر آئے تمھارے اوپر سے اور تمھارے نیچے سے ۲۸ اور جب کہ ٹھٹک کر رہ گئیں نگاہیں ۲۹ اور دل گلوں کے پاس آ گئے ۳۰ اور تم اللہ پر طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ (امید و یاس کے) ۳۱ وہ جگہ تھی کہ مسلمانوں کی جانچ ہوئی ۳۲ اور خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا ۳۳ ہمیں اللہ و رسول نے وعدہ نہ دیا تھا مگر فریب کا ۳۴ اور جب ان میں سے ایک گروہ نے کہا ۳۵ اے مدینہ والو! ۳۶ یہاں تمھارے ٹھہرنے کی جگہ نہیں ۳۷ تم گھروں کو واپس چلو اور ان میں سے ایک گروہ ۳۸ نبی سے اذن مانگتا تھا یہ کہہ کر کہ ہمارے گھر بے حفاظت ہیں اور وہ بے حفاظت نہ تھے وہ تو نہ چاہتے تھے مگر بھاگنا۔ اور اگر ان پر فوجیں مدینہ کے اطراف سے آئیں پھر ان سے کفر چاہتیں تو ضرور ان کا مانگا دے بیٹھتے ۳۹ اور اس میں دیر نہ کرتے مگر تھوڑی اور بے شک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے کہ پیٹھ نہ پھیریں گے اور اللہ کا وعدہ پوچھا جائے گا ۴۰ تم فرماؤ ہرگز تمھیں بھاگنا نفع نہ دے گا اگر موت یا قتل سے بھاگو ۴۱ اور جب بھی دنیا نہ برتنے دیئے جاؤ گے مگر تھوڑی ۴۲ تم فرماؤ وہ کون ہے جو اللہ کا حکم تم پر سے ٹال دے۔ اگر وہ تمھارا برا چاہے ۴۳ یا تم پر مہر (رحم) فرمانا چاہے ۴۴ اور وہ اللہ کے

سوا کوئی حامی نہ پائیں گے نہ مددگار۔ بیشک اللہ جانتا ہے تمھارے ان کو جو اوروں کو جہاد سے روکتے ہیں اور اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں ہماری طرف چلے آؤ، ۴۵ اور لڑائی میں نہیں آتے۔ مگر تھوڑے ۴۶ تمھاری مدد میں گئی کرتے (کمی کرتے) ہیں پھر جب ڈر کا وقت آئے تم انھیں دیکھو گے تمھاری طرف یوں نظر کرتے ہیں کہ ان کی آنکھیں گھوم رہی ہیں جیسے کسی پر موت چھائی ہو پھر جب ڈر کا وقت نکل جائے ۴۷ تمھیں طعنے دینے لگیں تیز زبانوں سے مال غنیمت کے لالچ میں ۴۸ یہ لوگ ایمان لائے ہی نہیں ۴۹ تو اللہ نے ان کے عمل اکارت کر دئے ۵۰ اور یہ اللہ کو آسان ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر بھی نہ گئے ۵۱ اور اگر لشکر دوبارہ آئیں تو ان کی ۵۲ خواہش ہوگی کہ کسی طرح گاؤں میں نکل کر ۵۳ تمھاری خبریں پوچھتے ۵۴ اور اگر وہ تم میں رہتے جب بھی نہ لڑتے مگر تھوڑے ۵۵ بے شک تمھیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے ۵۶ اس کے لئے کہ اللہ اور پچھلے دن کی امید رکھتا ہو۔ اور اللہ کو بہت یاد کرے۔ ۵۷ اور جب مسلمانوں نے کافروں کے لشکر دیکھے بولے یہ ہے وہ جو ہمیں وعدہ دیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے ۵۸ اور سچ فرمایا اللہ اور اسکے رسول نے ۵۹ اور اس سے انھیں نہ بڑھا مگر ایمان اور اللہ کی رضا پر راضی ہونا۔] ۳۳:۹-۲۲

((۲۴۔ جو اس نے جنگ احزاب کے دن فرمایا جس کو غزوۂ خندق کہتے ہیں جو جنگ احد سے ایک سال بعد تھا جبکہ مسلمانوں کا نبی کریمؐ کے ساتھ مدینہ طیبہ میں محاصرہ کر لیا گیا تھا۔))

((۲۵۔ قریش اور غطفان اور یہود قریظہ و نضیر کے۔))

((۲۶۔ یعنی ملائکہ کے لشکر غزوۂ احزاب کا مختصر بیان یہ غزوہ شوال ۴ یا ۵ ہجری میں پیش آیا جب یہود بنی نضیر کو جلا وطن کیا گیا تو ان کے اکابر مکہ مکرمہ میں قریش کے پاس پہنچے اور انھیں سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ کی ترغیب دلائی اور وعدہ کیا کہ ہم تمھارا ساتھ دیں گے یہاں تک کہ مسلمان نیست و نابود ہو جائیں ۔ابوسفیان نے اس تحریک کی بہت قدر کی اور کہا کہ ہمیں دنیا میں وہ سب سے پیارا ہے جو (محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی عداوت میں ہمارا ساتھ دے پھر قریش نے ان یہودیوں سے کہا کہ تم پہلی کتاب والے ہو بتاؤ تو ہم حق پر ہیں یا محمدؐ۔ یہود نے کہا تمھیں حق پر ہو اس پر قریش خوش ہوئے اسی پر آیت اَلَم تَرَ اِلَی الَّذِینَ اُوتُوا نَصِیباً مِنَ الکِتٰبِ یُومِنُونَ بِالجِبتِ وَالطَّاغُوتِ نازل ہوئی۔ پھر یہودی قبائل غطفان وقیس وغیلان وغیرہ میں گئے وہاں بھی یہی تحریک کی وہ سب ان کے موافق ہو گئے اس طرح انھوں نے جا بجا دورے کئے اور عرب کے قبیلہ کو مسلمانوں کے خلاف تیار کر لیا۔ جب سب لوگ تیار ہو گئے تو قبیلہ خزاعہ کے چند لوگوں

نے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کی ان زبردست تیاریوں کی اطلاع دی یہ اطلاع پاتے ہی حضور نے بمشورہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خندق کھدوانی شروع کردی اس خندق میں مسلمانوں کے ساتھ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود بھی کام کیا مسلمان خندق تیار کر کے فارغ ہی ہوئے تھے کہ مشرکین بارہ ہزار کا لشکر گراں لے کر ان پر ٹوٹ پڑے اور مدینہ طیبہ کا محاصرہ کرلیا۔ خندق مسلمانوں کے اور ان کے درمیان حائل تھی اس کو دیکھ کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ ایسی تدبیر ہے جس سے عرب لوگ اب تک واقف نہ تھے اب انھوں نے مسلمانوں پر تیراندازی شروع کی اور اس محاصرہ کو پندرہ روز یا چوبیس روز گزرے مسلمانوں پر خوف غالب ہوا اور وہ بہت گھبرائے اور پریشان ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور ان پر تیز ہوا بھیجی نہایت سرد اور اندھیری رات میں اس ہوا نے ان کے خیمے گرادئے طنابیں توڑدیں کھونٹے اکھاڑ دئے ہانڈیاں الٹ دیں آدمی زمین پر گرنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے فرشتے بھیج دئے جنھوں نے کفار کو لرزادیا ان کے دلوں میں دہشت ڈال دی مگر اس جنگ میں ملائکہ نے قتال نہیں کیا پھر رسول کریم ؐ نے حذیفہ بن یمان کو خبر لینے کے لئے بھیجا وقت نہایت سرد تھا یہ ہتھیار لگا کر روانہ ہوئے حضور سید عالم ؐ نے روانہ ہوتے وقت ان کے چہرے اور بدن پر دست مبارک پھیرا جس سے ان پر سردی اثر نہ کرسکی اور یہ دشمن کے لشکر میں پہنچ گئے وہاں تیز ہوا چل رہی تھی اور سنگریزے اڑاڑ کر لوگوں کے لگ رہے تھے آنکھوں میں گرد پڑ رہی تھی عجب پریشانی کا عالم تھا لشکر کفار کے سردار ابوسفیان ہوا کا یہ عالم دیکھ کر اٹھے اور انھوں نے قریش کو پکار کر کہا کہ جاسوسوں سے ہوشیار رہنا ہر شخص اپنے برابر والے کو دیکھ لے یہ اعلان ہونے کے بعد ہر ایک نے اپنے برابر والے کو ٹٹولنا شروع کیا حضرت حذیفہ نے دانائی سے اپنے داہنے شخص کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے اس نے کہا میں فلاں بن فلاں ہوں اسکے بعد ابوسفیان نے کہا اے گروہ قریش تم ٹھہرنے کے مقام پر نہیں ہو گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہوچکے بنی قریظہ اپنے عہد سے پھر گئے اور ہمیں ان کی طرف سے اندیشہ ناک خبریں پہنچی ہیں ہوا نے جو حال کیا ہے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو بس اب یہاں سے کوچ کردو میں کوچ کرتا ہوں ابوسفیان یہ کہہ کر اپنی اونٹنی پر سوار ہوگئے اور لشکر میں الرحیل الرحیل یعنی کوچ کوچ شور مچ گیا ہوا ہر چیز کو الٹے ڈالتی تھی مگر یہ ہوا اس لشکر کے باہر نہ تھی اب یہ لشکر بھاگ نکلا اور سامان کا بار کر کے لے جانا اس کو شاق ہوگیا اس لئے کثیر سامان چھوڑ گیا (جمل)۔))

((۲۷ یعنی تمھارا خندق کھودنا اور نبی کریم ؐ کی فرمانبرداری میں ثابت قدم رہنا۔))

((۲۸ یعنی وادی کی بالائی جانب مشرق سے قبیلہ اسد وغطفان کے لوگ مالک بن عوف نصری وعینیہ بن

حسن قراری کی سرکردگی میں ایک ہزار کی جمعیت لے کراوران کے ساتھ طلیحہ بن خویلد اسدی بنی اسد کی جمعیت لے کراور حیی بن اخطب یہود بنی قریظہ کی جمعیت لے کراور وادی کی زیریں جانب مغرب سے قریش اور کنانہ بسرکردگی ابوسفیان بن حرب۔))

((۲۹۔اور شدت رعب وہیبت سے حیرت میں آ گئیں۔))

((۳۰۔خوف واضطراب انتہا کو پہنچ گیا۔))

((۳۱۔منافق تو یہ گمان کرنے لگے کہ مسلمانوں کا نام ونشان باقی نہ رہے گا کفار کی اتنی بڑی جمعیت سب کوفنا کرڈالے گی اور مسلمانوں کواللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد آنے اوراپنے فتحیاب ہونیکی امید تھی۔))

((۳۲۔اوران کا صبر واخلاص محک امتحان پرلا یا گیا۔))

((۳۳۔یعنی ضعف اعتقاد ۔))

((۳۴۔یہ بات معتب بن قشیر نے کفار کے لشکر کودیکھ کر کہی تھی کہ محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ہمیں فارس وروم کی فتح کا وعدہ دیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ ہم میں سے کسی کی مجال بھی نہیں کہ اپنے ڈیرے سے باہر نکل سکے تو یہ وعدہ نرادھوکا ہے۔))

((۳۵۔یعنی منافقین کے ایک گروہ نے۔))

((۳۶۔یہ مقولہ منافقین کا ہے انھوں نے مدینہ طیبہ کو یثرب کہا مسئلہ مسلمانوں کو یثرب نہ کہنا چاہیئے حدیث شریف میں مدینہ طیبہ کو یثرب کہنے کی ممانعت آئی ہے۔حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ناگوار تھا کہ مدینہ پاک کو یثرب کہا جائے کیونکہ یثرب کے معنی اچھے نہیں ہیں۔))

((۳۷۔یعنی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لشکر میں۔))

((۳۸۔یعنی بنی حارثہ وبنی سلمہ۔))

((۳۹۔یعنی اسلام سے منحرف ہوجاتے۔))

((۴۰۔یعنی آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کودریافت فرمائیگا۔))

((۴۱۔کیونکہ جومقدر ہے وہ ضرور ہوکر رہیگا۔))

((۴۲۔یعنی اگر وقت نہیں آیا ہے تو بھی بھاگ کرتھوڑے ہی دن جتنی عمر باقی ہے اتنے ہی دنیا کو برتو گے اور یہ ایک قلیل مدت ہے۔))

((۴۳۔یعنی اس کو تمھارا قتل و ہلاک منظور ہو تو اس کو کوئی دفع نہیں کر سکتا۔))

((۴۴۔امن و عافیت عطا فرما کر۔))

((۴۵۔اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو چھوڑ دو اور ان کے ساتھ جہاد میں نہ رہو اس میں جان کا خطرہ ہے شان نزول یہ آیت منافقین کے حق میں نازل ہوئی ان کے پاس یہود نے پیام بھیجا تھا کہ تم کیوں اپنی جانیں ابوسفیان کے ہاتھوں سے ہلاک کرانا چاہتے ہو اس کے لشکری اس مرتبہ اگر تمھیں پا گئے تو تم میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑیں گے ہمیں تمھارا اندیشہ ہے تم ہمارے بھائی اور ہمسایہ ہو ہمارے پاس آ جاؤ یہ خبر پا کر عبداللہ بن ابی بن ابی سلول منافق اور اس کے ساتھی مومنین کو ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں سے ڈرا کر رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ دینے سے روکنے لگے اور اس میں انھوں نے بہت کوشش کی لیکن جس قدر انھوں نے کوشش کی مومنین کا ثبات استقلال اور بڑھتا گیا۔))

((۴۶۔ریاکاری اور دکھاوٹ کے لئے۔))

((۴۷۔اور امن و غنیمت حاصل ہو۔))

((۴۸۔اور یہ کہیں ہمیں زیادہ حصہ دو ہماری ہی وجہ سے تم غالب ہوئے ہو۔))

((۴۹۔حقیقت میں اگرچہ انھوں نے زبانوں سے ایمان کا اظہار کیا۔))

((۵۰۔ یعنی چونکہ حقیقت میں وہ مومن نہیں تھے اسلئے ان کے تمام ظاہری عمل جہاد وغیرہ سب باطل کر دئے۔))

((۵۱۔یعنی منافقین اپنی بزدلی و نامردی سے ابھی تک یہ سمجھ رہے ہیں کہ کفار قریش و غطفان و یہود وغیرہ ابھی تک میدان چھوڑ کر بھاگے نہیں ہیں اگرچہ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ بھاگ چکے۔))

((۵۲۔یعنی منافقین کی اپنی نامردی کی باعث یہی آرزو اور))

((۵۳۔مدینہ طیبہ کے آنے جانے والوں سے۔))

((۵۴۔کہ مسلمانوں کا کیا انجام ہوا کفار کے مقابلہ میں ان کی کیا حالت رہی۔))

((۵۵۔ریاکاری اور عذر رکھنے کے لئے تاکہ یہ کہنے کا موقع مل جائے کہ ہم بھی تو تمھارے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔))

((۵۶۔ان کا اچھی طرح اتباع کرو اور دین الٰہی کی مدد کرو اور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ نہ

چھوڑ واور مصائب پر صبر کرواور رسول کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنتوں پر چلو یہ بہتر ہے۔))

((۵۷۔ ہر موقع پر اس کا ذکر کرے خوشی میں بھی رنج میں بھی تنگی میں بھی فراخی میں بھی۔))

((۵۸۔ کہ تمھیں شدت وبلا پہنچے گی اور تم آزمائش میں ڈالے جاؤ گے اور پہلوں کی طرح تم پر سختیاں آئیں گی اور لشکر جمع ہو ہو کر تم پر ٹوٹیں گے اور انجام کار تم غالب ہو گے اور تمھاری مدد فرمائی جائے گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَمۡ حَسِبۡتُمۡ اَنۡ تَدۡخُلُوا الۡجَنَّۃَ وَلَمَّا یَاۡتِکُمۡ مَّثَلُ الَّذِیۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلِکُمۡ آلا یہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ پچھلی نو یا دس راتوں میں لشکر تمھاری طرف آنے والے ہیں جب انھوں نے دیکھا کہ اس میعاد پر لشکر آ گئے تو کہا یہ ہے وہ جو ہمیں اللہ اور اسکے رسول نے وعدہ دیا تھا۔))

((۵۹۔ یعنی جو اس کے وعدے ہیں سب سچے ہیں سب یقیناً واقع ہوں گے ہماری مدد بھی ہوگی ہمیں غلبہ بھی دیا جائے گا اور مکہ مکرمہ اور روم وفارس بھی فتح ہوں گے۔))

جنگ حنین کا واقعہ التوبہ کی آیات ۲۵-۲۶ اور تفسیر میں ملاحظہ ہو۔

[(مسلمانو) اللہ نے تمھاری بہتیرے مقامات پر غیبی امداد کی اور (خاص کر) جنگ حنین۲ کے دن جب تمھیں اپنی کثرت (تعداد) نے مغرور کر دیا تھا پھر وہ کثرت تھیں کچھ بھی کام نہیں آئی اور (تم ایسے گھبرائے کہ) زمین باوجود اس وسعت کے تم پر تنگ ہو گئی تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے تب اللہ نے اپنے رسولؐ پر اور مومنین پر اپنی (طرف سے) تسکین نازل فرمائی اور (رسولؐ کی خاطر سے فرشتوں کے) لشکر بھیجے جنھیں تم دیکھتے بھی نہیں تھے اور کفار پر عذاب نازل فرمایا اور کافروں کی یہی سزا ہے۔]۹:۲۵-۲۶

((۲۔ مکہ اور طائف کے درمیان ایک میدان کا نام حنین ہے فتح مکہ کے بعد حضرت رسولؐ کو یہ خبر ملی کہ ہوازن (ثقیف) کے عرب کفار مسلمانوں سے لڑنے کے واسطے حنین میں لشکر جمع کر رہے ہیں آپ نے بھی دس ہزار مہاجرین وانصار اور دو ہزار مکہ کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر ان پر چڑھائی کی۔ کفار کی طرف عورتوں بچوں اسباب جانور کے علاوہ لڑنے والے چار ہزار آدمی تھے اور ان کا سردار مالک بن عوف نضری تھا مسلمانوں کو اپنی کثرت اور کفار کی قلت پر بڑا غرہ تھا کہ یہاں تو ہماری فتح یقینی ہے مگر غرہ تھا۔ توکل کے خلاف۔ خدا کو برا معلوم ہوا آخر نتیجہ یہ ہوا کہ جب دونوں لشکروں میں مقابلہ ہوا تو کفار کے قدم اکھڑ گئے اور مسلمان لوٹ میں مشغول ہو گئے اس پر کفار کو غیرت آ گئی ایک نے دوسرے کو کہا جاتے کہاں ہو تمھاری عورتوں کو مسلمان قید کر رہے ہیں

اور پھر کبھی نہ چھوڑیں گے یہ سن کر سب ایک بارگی پلٹ پڑے مسلمان لوٹ میں مشغول تھے اچانک جوان پر حملہ ہوگیا تو گھبرا گئے اور سب کے سب بھاگ کھڑے ہوئے' صرف دس آدمی حضرت رسولؐ کے پاس رہ گئے تھے ۔ حضرت علیؑ' عباس' ابوسفیان' نوفل' فضل بن عباس' ربیعہ' عبداللہ بن زبیر' عتبہ' معتب پسران ابولہب' ایمن ۔ حضرت علیؑ حضرت رسولؐ کے آگے آگے علم لئے جہاد کررہے تھے اور فضل و عباس دائیں بائیں تھے ۔ رسولؐ اللہ بھاگنے والوں کو بہتیرا پکارتے رہ گئے مگر کسی نے ایک نہ سنی ۔ آخر حضرت عباسؓ جو ایک بہت بلند آواز آدمی تھے ایک ٹیلہ پر چڑھ گئے اور حکم رسولؐ سے آواز دینی شروع کی اے خدا کے بندوارے او بیعت رضوان کے کرنے والو اے سورۃ بقر کے اصحاب ارے کہاں جاتے ہو رسولؐ یہاں تنہا ہیں پلٹو پھر جان نہ چراؤ کچھ تو بیعت کا خیال کرو ۔ غرض یہ آواز سنتے ہی سب کے سب پلٹے ۔ رسولؐ اللہ نے ایک مٹھی خاک اٹھا کر کفار کی طرف پھینکی اور ان پر بددعا کی فرشتے بھی مدد کو آموجود ہوئے اور مسلمانوں کی فتح ہوئی اور چھ ہزار عورتیں، بچے اور مرد قیدی بنائے ۔ چوبیس ہزار اونٹ چار ہزار گائیں اور چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں، دنبے غنیمت میں ہاتھ لگے ۔))

حضورؐ کی حیات طیبہ کے درمیان مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد جو غزوات پیش آئے ان میں سے چند کے متعلق آیات و تفاسیر پیش کی گئیں ۔ اسلام و مسلمانوں کے خلاف جو گروہ جنگ میں آئے وہ مشرکین و کفار اور یہود ہیں ۔ مسلمانوں کے ساتھ منافقین کے کردار کو بھی اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا، منافق جہاد سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا ہے بلکہ اس کی نیت میں جہاد نہیں ہے لیکن مال غنیمت پر حصہ کا حقدار بننا چاہتا ہے مسلمان جب تک مفلس تھا اللہ ورسولؐ کی فرمانبرداری یا جہاد پر آمادہ تھا ۔ خصوصاً جنگ بدر میں یہ کیفیت نظر آتی ہے مسلمانوں کی تعداد یا سامان جنگ کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ مسلمان کے لئے اللہ کی مدد کافی ہے اللہ نیتوں کا جاننے والا مہربان ہے چنانچہ بدر میں فرشتوں کے ذریعہ بھی مدد پہنچائی گئی ۔ جنگ احد میں حضورؐ کی تنبیہ کے باوجود ابن جبیر کے ساتھ جن لوگوں کا تعین گھاٹی پر کیا گیا تھا ان کے ساتھیوں نے دیکھا کہ کفار و مشرکین میدان چھوڑ گئے اور مسلمان مال غنیمت پر ہیں تو ابن جبیر کے ساتھ صرف بارہ ٹھہرے باقی (اکثریت) مال غنیمت کے حصول میں مصروف ہوگئے ۔ بمع ابن جبیرؓ یہ سب (۱۳) شہید ہوئے ۔ حضورؐ کے حکم کی فرمانبرداری کرکے جام شہادت پینے والے مسلمان اور جو مال غنیمت پر گئے کیا یہ دونوں طرح کے مسلمان برابر ہوسکتے ہیں؟ انھوں (مال غنیمت پر جانے والوں) نے حکم رسولؐ کو نظرانداز کیا ۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو احد میں وقتی شکست کا سامنا کرنا پڑا

اور یہ اپنی ہی غفلت سے ہوا۔ اللہ بڑا رحیم اور بخشنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے چند آیات میں مال کے متعلق نفسیات انسانی کو پیش فرمایا ہے وہ بڑی ہمہ گیری رکھتی ہیں مثلاً العٰدیٰت کی آیت ۸ میں انسان کے بارے میں ارشاد ہے کہ وہ مال کا بڑا حریص ہے یعنی مسلمان بھی عموماً ایسا ہی ہے کہ حکم رسولؐ کو معطل کر کے مال کی طرف نگاہ رکھتا ہے اس وقتی شکست کی وجہ سے حضورؐ کے دندان مبارک بھی شہید ہوئے۔ اور میدان جنگ میں ''کنزالایمان'' کے بموجب صرف چودہ اشخاص ٹھہرے۔ دوسری تفسیر کے مطابق آخر میں حضورؐ کے ساتھ صرف حضرت علیؑ ہی تھے۔ سات سو کی تعداد میں صرف ۱۴ ہی ٹھہرے یعنی صرف دو فی صد ٹھہرے۔ یہ کیفیت اس وقت ہے کہ حضورؐ خود میدان جنگ میں ہیں۔ کہنا تو بڑا آسان کام ہے لیکن حق وصداقت پر قائم رہنا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے حضرت علیؑ کی جانفشانی سے آخر کار معرکہ احد بھی سر ہوا۔ جنگ احزاب یا خندق میں کہ جس میں چار گنی سے زیادہ فوج نے مسلمانوں کا محاصرہ کیا تھا اللہ کی مدد سے ایسی ہوا چلی کہ کفار ومشرکین کا ٹھہرنا ہی ممکن نہ رہا لیکن ان کا ایک آدمی عمرو بن عبدود جو کہ ایک ہزار کی طاقت رکھتا تھا۔ حضرت علیؑ نے اسے قتل کر دیا۔ یہ ضربت حضرت علیؑ نے ایسی لگائی کہ کفار ومشرکین کے حوصلے پست ہوگئے۔ جنگ خندق کے بعد خیبر کا واقعہ پیش آیا۔ یہ بھی آخر کار چند آزمودہ کار یہودیوں کے قتل کے بعد حضرت علیؑ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ جنگ حنین میں مسلمان بڑی اکثریت میں تھے اور اس سے مغرور ہوگئے اس سبب سے پھر جب کچھ فتح ہوئی تو لوٹ مار میں مصروف ہوگئے اور کفار نے پلٹ کے جب حملہ کیا تو مسلمان پھر فرار ہوگئے میدان میں صرف چند ٹھہرے مسلمان جب مفلس رہتے اللہ ورسولؐ کی فرمانبرداری اور بھروسہ قائم رہتا جیسے جیسے مال واسباب کی فراوانی ہوتی ہے اس فرمانبرداری اور بھروسہ میں کمی آتی ہے اور خود انحصاری پیدا ہوتی ہے مسلمان میں بھی تغیر وتبدل آتا ہے خواہ حضورؐ کی موجودگی ہی کیوں نہ ہو بعینہٖ یہی کیفیت تعداد کی ہے کہ جب کم ہوتی ہے تو اللہ ورسولؐ پر بھروسہ اور جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہوئی تو اس بھروسہ کے بجائے خود انحصاری والی نفسیات حاوی ہو جاتی ہے مال کی زیادتی مسلمان میں بھی دین کی طرف سے غفلت یا سرکشی پیدا کر دیتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ مال کو خرچ کرنے کی ہدایت دیتا ہے (۲:۲۱۹ جزوی) اللہ تعالیٰ کو انسان کی فطرت کا مکمل علم ہے صاحب ایمان کو بجائے وسائل کے اللہ ورسولؐ کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیئے اس کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ مسلمان وسائل کی فکر ہی نہ کرے بلکہ وسائل کے ہوتے ہوئے بھی مکمل اعتقاد اللہ ورسولؐ کی مدد پر رہے۔ مختلف تفاسیر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ میدان کارزار میں ہر حالت میں حضورؐ کے ساتھ حضرت علیؑ رہے الصّف کی آیات ۲ تا ۴ حضرت علیؑ کی اس مجاہدانہ کیفیت کا اظہار

فرماتی ہیں یہ آیات ایک طرح کا تقابل بھی ہیں آیت ۴ حضرت علیؑ کی شان وشجاعت کا خصوصی اظہار ہے یا یہ کہ حضرت علیؑ جیسی شخصیت اس آیت کے لئے موزوں ہے آیات ۲ تا ۴ ملاحظہ ہوں۔

[اے ایماندار وتم ایسی اباتیں کیوں کہا کرتے ہو جو کیا نہیں کرتے۔ خدا کے نزدیک یہ بڑے غضب کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔ اللہ تو ان لوگوں سے الفت رکھتا ہے جو اس کی راہ میں اس طرح پرا باندھ کے لڑتے ہیں کہ گویا وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔]۶۱:۲۔۴

((ا۔ ایک روز کچھ اصحاب باہم یہ تذکرہ کررہے تھے کہ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ فلاں عمل خدا کو سب سے زیادہ پسند ہے تو ہم اپنے جان ومال سے بھی اس کے کرنے میں دریغ نہ کرتے پس آیۃ ان اللہ یحب الذین یقاتلون نازل ہوئی مگر یہی حضرات جو بڑھ بڑھ کے بولتے تھے جنگ احد میں بھاگتے نظر آئے اور حضرت رسولؐ کو نرغہ اعدا میں چھوڑ دیا اس وقت آیۃ لِمَہ تقُولُون مَالا تفعلُونَ نازل ہوئی۔ دیکھو درمنشور جلد ۶ صفحہ ۲۱۳ سطر ۱۷۔ مطبوعہ مصر۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جنگ احد کے آخر مرحلہ میں جس میں حضرت رسولؐ کے دندان مبارک شہید ہوئے آپ کی مدد اور کفار کے ہٹانے میں حضرت علیؑ کے سوا کوئی باقی نہ رہا تھا جس کی تفصیل میں نے بحوالہ طبری پارہ ۴ صفحہ ۱۲۰ میں بیان کی ہے تو حاصل یہ ہوا کہ آیۃ ان اللہ یحب کا مصداق حضرت علیؑ کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا۔ غرض جنگ احد میں یہ آیت نازل ہوئی یہ آیت اگرچہ خاص لوگوں کے واسطے نازل ہوئی مگر حکم اس کا عام ہے ہر شخص کا فرض ہے کہ جو منھ سے کہے وہ کر دکھائے علماء کو اس کی سب سے زیادہ پابندی کی ضرورت ہے تا کہ یھدی ولا یھتدی کے مصداق نہ بنیں اسی مطلب کو خدا نے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا ہے۔ اتامرون الناس بالبرّ وتنسون انفسکمہ۔))

حضورؐ وحضرت علیؑ جیسی شخصیت کی موجودگی میں جو غزوات وغیرہ ہوئے یہ اہم ترین نتائج کے حامل ہیں اور ہمیں ان پر غور وفکر کے ساتھ عمل کرنا چاہیئے۔ قرآن حکیم نے انسانوں کی عمومی نفسیات گروہ (مشرک وکافر یہودی، عیسائی مسلم، مومن اور منافق) کے متعلق رہنمائی فرمائی ہے اللہ تعالیٰ یوم آخرت ہر فرد کا حساب کتاب لے گا باوجودیکہ انسان گروہی انداز میں کارفرما رہتا ہے ہر گروہ کی نفسیات کی مکمل وضاحت فرمائی گئی ہے ان گروہوں کا جو کردار حضورؐ کی حیات طیبہ میں تھا بعینہ آج بھی وہی ہے ان تمام گروہوں کی عمومی کیفیت بیان کی گئی ہے لیکن منافق کے کردار کا اظہار تمام آیات قرآنی سے مزید بیان کیا جائیگا لیکن فی الحال غزوات (خصوصاً جنگ احد) پر اس منافق کے کردار پر پھر غور کیا جائے۔ منافق کا طریقہ کار یہ ہے کہ میدان جنگ میں بھی مسلمان

کے ساتھ رہتا ہے لیکن اس کی نیت میں ہی جہاد کا تصور نہیں۔صرف اظہار ہے منافق دراصل مسلمان ہی نہیں ہے (۶۳:۱) لیکن فروعات دین (نماز وروزہ وغیرہ) کا اظہار کر کے مسلمانوں کے درمیان رہتا ہے عین حالت جنگ میں میدان کارزار سے فرار اختیار کرتا ہے تاکہ دوسرے مسلمان بھی اس کی طرح فرار ہوں۔حضورؐ کا رابطہ بذریعہ وحی اللہ سے تھا اللہ تعالیٰ انسانوں کے دلوں کا حال جانتا ہے اللہ نے منافق کے فرار کے اثرات (جنگ احد) کو زائل کرنے کے لئے ان مسلمان قبائل کے دلوں پر تسکین نازل فرمائی کہ جو خود فرار اختیار کرنے والے تھے منافق ان مسلمانوں پر انتہائی غلط اثرات چھوڑتا ہے کہ جو میدان جہاد میں ہوں منافق جب حضورؐ کی موجودگی میں فرار ہوا تو آج بھی میدان جہاد سے فرار اختیار کریگا۔اللہ تو آج بھی ہماری مدد فرماتا ہے لیکن اس زمانہ میں جب کہ جنگ کے لئے ماہرین چاہئیں ہر مسلمان جنگ میں بغیر تربیت شامل نہیں ہوسکتا۔کوئی مشین یا ماہر نفسیات یہ نہیں بتا سکتا کہ فلاں منافق ہے کہ نہیں یعنی فوج کے لئے بڑی تطہیر کی ضرورت ہے کہ فوج میں منافق داخل نہ ہونے پائے ورنہ عین لڑائی کے وقت فرار اختیار کریگا۔یہ اس کی خصلت ہے منافق کی تعداد بھی کم نہیں ہے کیونکہ حضورؐ کے ساتھ مسلمانوں کے درمیان (اُحد میں) تیس فیصد تھا۔آج بھی تعداد کم نہ ہوگی کیونکہ منافقت پھیلی ہوئی ہے قرآن حکیم واحد کتاب ہے کہ جس میں ہمارے لئے تمام مسائل کا حلُ ہے اس زمانہ میں مسلمان کس طرح منافق کو پہچانے ''کنزالایمان'' سے الاحذاب کی آیات ۵۷۔۵۸ حصہ اول میں ملاحظہ ہوں۔

الاحذاب کی آیت ۵۸ کی تفسیر (کنزالایمان) سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ منافق ہی حضرت علیؑ کی بدگوئی کرتا ہے اور مسلم معاشرے میں اصلاح کا نام لے کر یہی گروہ (منافقین) فساد پھیلاتا ہے۔البقرۃ آیات ۸تا۱۲ بھی ملاحظہ ہوں۔مسلم ممالک میں افواج کو منافقین سے پاک رکھنے کی ضرورت ہے تاکہ عین حالت جنگ میں میدان سے فرار ہوکر مسلمانوں کو ہراساں نہ کرے جیسا کہ بحث سے نتیجہ نکلتا ہے جو بھی حضرت علیؑ کی برائی کرے اسے کم از کم فوج سے دور رکھا جائے۔

گمراہوں کا بھی امام یا پیشوا ہے کہ جو جہنم کی طرف بلاتے ہیں۔القصص کی آیات ۴۱۔۴۲ ملاحظہ ہوں۔

[اور ہمنے انکو (گمراہوں کا) امام یا پیشوا بنایا کہ (لوگوں کو) جہنم کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن (ایسے بیکس ہونگے کہ) انکو مدد نہ دی جائیگی اور ہم نے دنیا میں بھی تو لعنت انکے پیچھے لگادی ہے اور قیامت کے دن انکے چہرے بگاڑ دئے جائینگے۔اور ہم نے بہتیری اگلی امتوں کو ہلاک کر ڈالا۔] ۲۸:۴۱۔۴۲

آئمہ کفر بھی ہیں سورۃ توبہ کی آیات ۹تا۱۲ ملاحظہ ہوں۔

[اور ان لوگوں نے اللہ کی آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت (دنیاوی فائدے) حاصل کر کے (لوگوں کو) اس کی راہ سے روک دیا بیشک یہ لوگ جو کچھ بھی کرتے تھے بہت ہی برا ہے یہ لوگ کسی مومن کے بارے میں نہ تو رشتہ ناتہ ہی کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ قول وقرار کا اور (واقعی) یہی لوگ زیادتی کرتے ہیں تو اگر (اب بھی شرک سے) توبہ کریں اور نماز پڑھنے لگیں اور زکوٰۃ دیں تو تمھارے دینی بھائی ہیں اور ہم اپنی آیتوں کو واقفکار لوگوں کے واسطے تفصیلاً بیان کرتے ہیں اور اگر یہ لوگ عہد کر چکنے کے بعد اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور تمھارے دین میں تم کو طعنہ دیں تو تم کفر کے سر برآوردہ لوگوں (آئمہ کفر) سے خوب لڑائی کرو انکی قسموں کا ہرگز کوئی اعتبار نہیں تاکہ یہ لوگ (اپنی شرارت سے) باز آئیں۔]۹:۹-۱۲

((ابن عباس سے مروی ہے کہ آئمہ کفر سے ابوسفیان حارث سہل اور عکرمہ مراد ہیں اور حذیفہ سے روایت ہے کہ یہ لوگ ابھی ظاہر نہیں ہوئے اور ان سے ایک ولی خدا لڑے گا اسی بنا پر جنگ جمل میں حضرت علیؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی داور فرمایا کہ مجھ سے رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ تم ناکثین بیعت کے توڑنے والوں، اہل جمل اور قاسطین عدول کرنیوالوں اہل صفین اور مارقین خوارج اہل نہروان سے جنگ کرو گے۔))

منافقین نظریہ نور سے متصادم ہیں یہ نور کے قائل نہیں لیکن یوم حساب یہی مومنین سے نور کی بھیک مانگیں گے۔ سورۃ الحدید آیات ۱۳ تا ۱۵ ملاحظہ ہوں۔

[اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمانداروں سے کہیں گے ایک نظر (شفقت) ہماری طرف بھی کرد کہ ہم بھی تمھارے نور سے کچھ روشنی حاصل کریں تو (ان سے) کہا جائیگا کہ تم اپنے پیچھے (دنیا میں) لوٹ جاؤ اور (وہیں) کسی اور نور کی تلاش کرو پھر ان (مومنین اور منافقین) کے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائیگی جس میں ایک دروازہ ہوگا اس کے اندر کی جانب تو رحمت ہے اور باہر کیجانب عذاب۔ تو منافقین مومنین سے پکار کر کہیں گے (کیوں بھائی) کیا ہم کبھی تمھارے ساتھ نہ تھے۔ مومنین کہیں گے تھے تو ضرور مگر تم نے تو خود اپنے آپ کو بلا میں ڈالا اور (ہمارے حق میں گردشوں کے) منتظر رہے اور (دین میں) شک کیا کئے اور تمھیں تمھاری تمناؤں نے دھوکے میں رکھا یہانتک کہ اللہ کا حکم آ پہنچا اور ایک بڑے دغاباز (شیطان نے) اللہ کے بارے میں تم کو فریب دیا تو آج نہ تم سے کوئی معاوضہ لیا جائیگا اور نہ کافروں سے تم سب کا ٹھکانا (بس) جہنم ہے وہی تمھارے واسطے سزاوار ہے اور (کیا) بری جگہ ہے۔]۵۷:۱۳-۱۵

الحدید کی آیات مبارکہ ۱۳ تا ۱۵ سے صاف ظاہر ہے کہ یوم حساب منافق ایمانداروں کی طرف مخاطب ہو کر

نور سے روشنی کا متمنی ہے اور مومن کے جواب سے یہ تصدیق ہوگئی کہ منافق دنیا میں نور سے روشنی کا انکار کر کے آیا ہے مومن دنیا میں نور پر ایمان لایا تھا اور منافق نور سے متصادم تھا۔ اسکا انجام یہ نکلا کہ جب نور کیوجہ سے راہیں بدل گئی ہیں تو ایمانداروں سے نور کی روشنی کا طالب ہوگیا۔ دنیا میں منافق بھی صاحبان ایمان کو بیوقوفوں سے تعبیر کررہا تھا اور اب یوم حساب انھیں سے نور کی بھیک مانگ رہا ہے۔

منافق کی نیت اور عمل دونوں خراب ہیں یعنی اس منافق کی نیت میں خلوص نہیں انجام میں اسی وجہ سے عمل تو بگڑنا ضروری ہے منافق کی انھیں حرکتوں کو اللہ نے سرکشی (البقرۃ آیت ۱۵) فرمایا ہے منافق بظاہر مسلمانوں میں رہتا ہے نماز و روزہ وغیرہ سب انجام دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے جن مسائل و معاملات کو بنیاد قرار دیا ہے (مثلاً نور ہی ہے) اگر کوئی مسلمان اس نظریہ سے متصادم ہوجائے تو تمام آعمال ضائع ہوجائینگے۔ یہ عجیب معاملہ ہے کہ یوم حساب منافق اسی (نور) کی بھیک مانگ رہا ہے مومن نظریہ نور پر ایمان لاکر جنت کا مستحق ہورہا ہے اور منافق اس سے دنیا میں انکار کر کے یوم حساب جہنم کی طرف جارہا ہے اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ جیسے کسی سورۃ کے نزول سے ایمان لانیوالوں کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور کافر وغیرہ اسی سے اپنے کفر میں اضافہ کرتے ہیں خلاصہ یہ نکلا کہ نور بہت اہم اور بنیادی چیز ہے اگر نیت میں نور نہ ہوتو جنت کا امکان ہی ختم ہوجاتا ہے الحدید کی آیت ۲۸ بھی ملاحظہ ہو۔

[اے ایماندارو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسولؐ (محمدؐ) پر ایمان لاؤ تو اللہ تم کو اپنی رحمت کے دو حصے اجر عطا فرمائیگا اور تم کو ایسا نور عطا فرمائیگا جس (کی روشنی) میں تم چلو گے اور تم کو بخش بھی دیگا اور اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔] ۲۸:۵۷

((اِ۔ یُؤتِکُم کِفلَین مِن رَّحمَتِہ کتاب کافی و تفسیر قمی میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ کفلین سے مراد حسنؑ و حسینؑ ہیں اور نور سے مراد امام ہے جس کی تم اقتداء کرتے ہو اور مناقب میں ہے کہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ نور سے مراد حضرت علیؑ ہیں (تفسیر صافی بحوالہ کافی و قمی و مناقب۔))

الحدید کی آیت ۱۳ میں قیامت میں منافق نور کا متلاشی ہے جبکہ دنیا میں اسی (نور) کا انکار کر کے آیا ہے آیت ۲۸ میں بھی نور کا ذکر ہے یعنی نور ذریعہ نجات ہے عام مسلمان نور کا قائل ہے اور تسلیم کرتا ہے لیکن ایک خاص طبقہ ہے کہ جو نور کا منکر ہے قرآن نے اسی کو منافق ارشاد فرمایا اس لئے اس طبقہ سے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے کیونکہ یہی فسادی ہے سورۃ نور کی آیات ۳۴ تا ۳۸ غور طلب ہیں۔

[اور (ایماندارو) ہم نے تو تمھارے پاس (اپنی) واضح وروشن آئیتیں اور جولوگ تم سے پہلے گزر چکے ہیں انکی حالتیں اور پرہیزگاروں کے لئے نصیحت (کی باتیں) نازل کیں۔ اللہ تو سارے آسمان وزمین کا نور ہے اس کے نور کی مثل ایسی ہے جیسے ایک طاق ۱ (سینہ) ہے جسمیں ایک روشن چراغ (علم شریعت) ہو اور چراغ ایک شیشے کی قندیل (دل) میں ہو اور قندیل (اپنی تڑپ میں) گویا ایک جگمگاتا ہوا روشن ستارہ (وہ چراغ) زیتون کے ایک ایسے مبارک درخت (کے تیل) سے روشن کیا جائے جو نہ مشرق کی طرف ہو اور نہ مغرب کی طرف (بلکہ بیچ وبیچ) میدان میں اسکا تیل (ایسا شفاف ہوکہ) اگرچہ آگ اسے چھوئے بھی نہیں تاہم ایسا معلوم ہوکہ آپ ہی آپ روشن ہو جائیگا (غرض ایک نور نہیں بلکہ) نورٌ علیٰ نور (نور کی نور پر چھوٹ پڑ رہی ہے) اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور اللہ لوگوں کے سمجھانے کے واسطے مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ تو ہر چیز سے خوب واقف ہے اور وہ (قندیل) ان گھروں میں روشن ہے جنکی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ انکی تعظیم کی جائے اور ان میں اس کا نام لیا جائے جس میں صبح وشام وہ لوگ اس کی تسبیح کیا کرتے ہیں ایسے لوگ جن ۲ کو اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ تو تجارت ہی غافل کرسکتی ہے اور نہ خرید (وفروخت) کا معاملہ کیونکہ وہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں خوف کے مارے دل اور آنکھیں الٹ جائینگی (اسکی عبادت اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اللہ انھیں انکے آعمال کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور اپنے فضل وکرم سے کچھ اور زیادہ بھی دے اور اللہ تو جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔] ۲۴:۳۴-۳۸

((۱۔ حسن بصری اور ابوالحسن مغازلی شافعی سے روایت ہے کہ مشکوٰۃ سے مراد جناب فاطمہؑ اور مصباح سے حسنینؑ اور شجرہ مبارکہ سے حضرت ابراہیمؑ شرقی وغربی نہ ہونے سے حضرت فاطمہؑ کا یہودی ونصرانی نہ ہونا یکاد زیتھا سے ان کا کثرت علم اور نورٌ علیٰ نور سے ایک امام کے بعد دوسرا امام اور یھدی اللہ لنورہ سے انکی اولاد ومحبت مراد ہے اور اسی کی موید وہ روایت ہے جس کو علامہ جلال الدین نے ذکر کیا ہے کہ انس بن مالک اور بریدہ سے ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ جب حضرت رسولؐ نے اسکے بعد والی آیت فی بیوت اذن اللہ کی تلاوت فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا یا حضرت اس سے کون سے گھر مراد ہیں آپ نے فرمایا انبیاء کے گھر۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر اٹھ کھڑے ہوئے اور حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کے گھر کی طرف اشارہ کرکے عرض کی یارسولؐ اللہ کیا یہ گھر بھی انہی گھروں میں ہے آپؐ نے فرمایا ہاں بلکہ ان میں یہی سب سے بہتر وافضل ہے دیکھو تفسیر درمنشور جلد ۵ صفحہ ۵۰ سطر ۳۰۔ مطبوعہ مصر اور اس روایت کو ثعلبی نے بھی ذکر کیا ہے۔))

((۲۔ اللہ کے نور کا اصل مشبہ تو حسن بصری کے قول سے معلوم ہو چکا اب ظاہری تشبیہ بھی قابل غور ہے سچ تو یوں یہ ہے کہ اللہ کے نور کی تشبیہ کسی چیز سے ہو نہیں سکتی مگر پھر بھی سمجھانے کے واسطے کوئی نور ماننا پڑیگا تو نور کی تشبیہ چراغ سے ہے اور وہ بھی طاق میں رکھا ہوا جسکی روشنی منتشر نہ ہو پھر اس پر صاف شفاف شیشہ رکھا ہوا اور تیل بھی ہو تو زیتون کا جسکی روشنی تمام دنیا کے تیلوں سے زیادہ صاف ہوتی ہے اس پر لطف یہ کہ جتنے مصارف اس کے ہیں اور کسی کے نہیں۔ کھانے میں یہ کام آئے ملنے میں یہ' جلانے میں یہ۔ اور وہ بھی جو درخت کے بیچ باغ میں ہو نہ پچھم کنارے نہ پورب بلکہ اور درختوں کے بیچ میں سایہ پروردہ ہو۔ اس کا تیل اور عمدہ ہوگا اور جلتا بھی ہے تو ایسے گھر میں جہاں کے لوگ اللہ کی عبادت کے سوا کوئی کام ہی نہیں کرتے۔))

سورۃ مبارکہ نور میں عبادت گزاروں کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں اور انکے ناموں کا اظہار نہیں ہے لیکن ان صفات کے ناموں کا اظہار کہیں نہ کہیں کسی طرح اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے تحت ہونا چاہیئے جو کہ ہو ہی جاتا ہے اور تاریخ خود نام پیش کر دیتی ہے مثال کے طور پر سورۃ المائدۃ آیت ۵۵ میں بھی نماز و زکوٰۃ ادا کرنے کا معاملہ بیان کیا گیا اور ان صفات سے مملو شخصیت تفسیر نے پیش فرمائی (یہ حضرت علیؑ ہیں)۔

اللہ تعالیٰ نے حضورؐ جیسی شخصیت کے اوصاف حمیدہ کا تعارف پورے عرب کے معاشرے میں کرایا۔ سورۃ طٰہٰ کی آیات ۱-۲ اور البلد کی ۴ کا اگر بغور مطالعہ و موازنہ کیا جائے تو طٰہٰ کی آیات ۱-۲ نے حضورؐ کی شخصیت کو تمام انسانوں پر ممتاز فرما دیا ہے انساء کی آیت ۶۹ بھی ملاحظہ ہو کہ جس میں پھر حضورؐ کو تمام انبیاء و اوصیاء سے علیحدہ بیان فرما کے افضل ترین شخصیت قرار دیا۔

[اور جس شخص نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی تو ایسے لوگ ان مقبول بندوں کے ساتھ ہونگے جنھیں اللہ نے اپنی نعمتیں دی ہیں یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔] ۴:۶۹

حضورؐ کو خلق عظیم پر فائز فرمایا۔ سورۃ القلم آیت ۴ پیش کی جاتی ہے

[اور بیشک تمھارے اخلاق بہت بڑے (اعلیٰ درجہ کے) ہیں۔] ۶۸:۴

((۴۔ آپؐ کے حالات زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے اخلاق کے اعلی نمونے سینکڑوں نہیں ہزاروں تک پہنچے ہوئے ہیں بلکہ سچ یوں ہے کہ اور معجزات سے قطع نظر کر کے اسلام کی ترقی سب سے زیادہ آپؐ کے اخلاق کی وجہ سے ہوئی اسی بنا پر سعدی کہتے ہیں بہترین ہزار معجزہ اش::ادب نیک بود و خلق عظیم۔))

حضورؐ کی رحلت کے بعد بھی سلسلہء ہدایت کو قیامت تک قائم رہنا چاہیئے کیونکہ اللہ کی سنت کبھی تبدیل

نہیں ہوتی اگر نبی یا رسولؑ نہ ہوتو اس کا جانشین ضروری ہے اللہ جانشین انبیاء بھی بناتا رہا ہے یہی سنت الٰہی ہے کہ سلسلہ ہدایت کبھی منقطع نہیں ہوتا (۷۷:۱۷) جناب آدمؑ سے جو سلسلہ ہدایت شروع ہوا تو اسے حضورؐ کے بعد بھی جاری رہنا ہے ہدایت ایک مسلسل امر ہے اس لئے اس میں تبدیلی ممکن نہیں۔ وسیلہ انبیاء واوصیاء سے ہی ہدایت جاری ہے تو پھر اس کے ختم ہونے کا سوال کیا ہے تاوقتیکہ قیامت نہ آجائے اسی لئے حضورؐ کے ساتھ کسی دوسرے جانشین یا امامؑ وقت کو حیات رسولؐ میں ہی متعارف فرمانا تھا اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ جیسے جناب موسیٰؑ کے ساتھ ہی جانشین انکے چچازاد بھائی جناب ہارونؑ کو وزیر وخلیفہ بنایا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر صفات اور اماموں کے ذکر سے اس جانشینی یا وسیلہ کو بیان فرما کے ان تین ''اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ'' کی سرپرستی کے ساتھ ان مومنین کی فضیلت کا تعارف نماز اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دینے سے کرا کے تفسیر نے حضرت علیؑ کا نام متفقہ طور پر پیش کیا (۵۵:۵) اگر علیؑ کے علاوہ کوئی دوسرا ہم پلہ وہاں ہوتا تو اس کی نماز وزکوٰۃ کا بھی تذکرہ یقیناً ہوتا اور تذکرہ نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ اس منزل پر فائز کوئی دوسرا مومن اس وقت تک نہ تھا ورنہ اس کی نماز وزکوٰۃ کا اللہ تعالیٰ ذکر فرماتا۔ یہاں ایک اور نتیجہ نکلا کہ جن مومنینؑ کا ذکر ہے یہ مخصوص ہیں اور عام مومنین اس آیت میں شامل نہیں ہوسکتے (۳۵:۳۳) آیات مبارکہ (۷۱:۱۷-۷۲) (۵:۲۸) (۲۵:۷۴-۷۶) (۱۲:۳۶) (۶۸:۲۸) امامؑ وامامت کے بارے میں زیرحوالہ ہیں اور تین اولیا (اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ) میں سے کسی ایک ولی کو نظر انداز کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی براہ راست نافرمانی ہوگی جس طرح رسولؐ ہادی ناطق ہیں بعینہ یہ مومنینؑ بھی ہادیان ناطق ہیں یہ مومنینؑ معصومین ہیں ان کی سفارش پر آیت ۳۵ (۳۵:۳۳) کے مومنین و مسلمین کی بخشش ہوگی۔ آیت ۵۵ (۵۵:۵) کے مومنینؑ آیت ۳۵ (۳۵:۳۳) کے مومنین سے بالکل منفرد اس طرح بھی ہیں کہ آیت ۳۵ کے مومنین و مسلمین ہونہیں سکتے جب تک کہ آیت ۵۵ کے مومنینؑ کی امامت وولایت پر ایمان نہ لائیں۔ ان مومنینؑ سے منافقین کو کدورت ہے 'کنز الایمان (۵۸:۳۳)' اس لئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون میں ہی اللہ ورسولؐ کے ساتھ مومنینؑ کی عزت کا تذکرہ فرمایا۔ آیت ۸ ملاحظہ ہو۔

[یہ لوگ تو کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت دار لوگ (خود) ذلیل کو ضرور باہر کردیں گے حالانکہ عزت تو خاص اللہ اور اسکے رسولؐ اور مومنین کے لئے ہے مگر منافقین نہیں جانتے۔] ۸:۶۳

انسانوں کو اللہ ورسولؐ اور مومنینؑ کی عزت کرنی چاہیئے کیونکہ سب قابل عزت ہیں (۸:۶۳) بیشک ان کی

عزت واحترام مراتب کے اعتبار سے ہے لیکن اللہ نے اس (عزت) کا کوئی تناسب متعین نہیں فرمایا اور نہ ایسا ممکن ہے کہ جس طرح سرپرستی میں کوئی تناسب ممکن نہیں یہاں بھی رسولؐ سے متصل جو مومنینؑ ہیں انکے لئے عزت خاص طور پر اسی طرح ہے کہ جیسے رسولؐ کے لئے یہ مومنینؑ یقیناً اسی طرح معصوم ہیں کہ جس طرح رسولؐ آیت ۸ میں بھی عام مومنین کا مقصود ہونا ممکن ہی نہیں۔ منافقین کا بیان صرف اسی لئے ہے کہ یہ منافقین تو وسیلہ رسولؐ کو ہی تسلیم نہیں کرتا تو مومنینؑ کے مراتب کو کیا خاطر میں لائیگا۔ یہاں اسکا اظہار اس لئے ضروری ہے کہ جو وسیلہ رسولؐ کو نہ مانے وہ مومنینؑ کے وسیلہ کو کیا مانے گا یا یہ کہ مومنینؑ (آئمہ طاہرینؑ) کو نہ ماننے والا بھی اسی طرح منافق ہے یہاں اللہ تعالیٰ اصل میں رسولؐ کے ساتھ مومنینؑ کے وسیلہ اور ولایت کو بھی تسلیم کرانا چاہتا ہے اور خصوصاً اس سبب سے کہ رسولؐ کے ساتھ مومنینؑ بھی عزت دار ہیں۔ المنٰفقون کی پہلی آیت میں ہی منافقین کے جھوٹے کردار کو بالکل واضح کیا گیا ہے یعنی منافق بھی رسولؐ کو وسیلہ نہیں مانتا (۶۳:۱)۔ البقرۃ آیات ۸ تا ۱۲ میں اسی قسم کی وضاحت پیش کی گئی ہے یہاں صرف ۱۱ اور ۱۲ کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔

[اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ ملک میں فساد نہ کرتے پھرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں خبردار ہو جاؤ بیشک یہی لوگ فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں۔] ۲:۱۱-۱۲

منافقین ہی معاشرے میں فساد پھیلاتے ہیں اور اصلاح کے نام پر یہ فسادی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے بھی خبردار فرمایا ہے اب جو گروہ (خواہ کسی بھی نام سے ہو) اصلاح کا نام لیکر معاشرے میں فساد پھیلائے کل گروہ منافق ہے المائدۃ کی آیت ۵۵ اور المنٰفقون کی آیت ۸ میں ذکر ان تین اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) کا آیا اول الذکر سورۃ میں تینوں کا تعارف سرپرست کی حیثیت سے کرایا اور موخر الذکر کی آیت ۸ میں تینوں کا تعارف عزتدار کی حیثیت میں ہے لیکن یہاں منافقین کے ذریعہ ولی کے انکار کو بتانا مقصود ہے یعنی منافقین جو کہ وسیلہ رسولؐ ہی کا منکر ہے وہ مومنینؑ کو مان ہی نہیں سکتا یا اظہار یہ کرنا ہے کہ مومنینؑ کی ولایت کا منکر بھی منافق ہے جس طرح کہ وسیلہ رسولؐ کا منکر۔ اسکے علاوہ النساء آیت ۵۹ میں پھر اللہ و رسولؐ کے ساتھ اولی الامر کا ذکر ہے یعنی آیت کی صداقت یہ ہے کہ آج بھی کوئی اولی الامر ہے اور یہ اولی الامر بھی رسولؐ سے متصل ہے اور یہ رسولؐ کے مرتبہ سے مماثلت رکھتا ہے۔

[(اے ایماندارو) اللہ کی اطاعت کرو۔ اور رسولؐ کی اور جو تم میں (رسولؐ ہی کی طرح) صاحبانِ الحکم ہوں ان کی اطاعت کرو۔ اور اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو پس اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس

امر میں اللہ اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ یہی (تمھارے حق میں) بہتر ہے اور انجام کی راہ سے بہت اچھا ہے
۔[۵۹:۴

((ا۔ مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ اولی الامر سے مراد کون لوگ ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس سے مراد حاکم وقت ہے مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد آئمہ معصومین ہیں کیونکہ اللہ نے جس طرح اپنی اور رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا ہے اسی طرح انکی اطاعت بھی تمام بندوں پر واجب کی ہے محض یہ شخص اللہ اور رسولؐ کا نائب ٹھہرا تو معصوم ہونا بھی ضروری ہوا کیونکہ اسکو عقل نہیں قبول کرتی کہ گنہگار کی اطاعت کا حکم اللہ دے تفسیر کبیر ج ۳ صفحہ ۳۵۷ طبع مصر۔ اور بارہ اماموں کے سوا کسی کی عصمت کا کوئی شخص نہ مدعی ہے نہ دعوے ہوسکتا ہے حضرت رسول کریم فرماتے ہیں ''انا وعلیؑ وفاطمہ والحسنؑ والحسینؑ وتسعۃ من ولد الحسینؑ مطہرون معصومینؑ'' میں اور علی اور فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ اور حسینؑ کی نو اولاد سب پاک وپاکیزہ اور معصوم ہیں (مودۃ القربیٰ صفحہ ۲۵۸ مودت ۱۰)۔ اسکے علاوہ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ حکم خداوند عالم کا کسی خاص زمانہ یا وقت یا خاص کسی شخص کیواسطے نہیں ہے بلکہ ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے قیامت تک کے لئے ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اطاعت بھی عام ہے امور دنیا اور دین کی تخصیص نہیں ہے بلکہ عام اطاعت اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر اولی الامر سے مراد دنیا کے بادشاہ ہوں تو مذہب اسلام کا کوئی ٹھکانا نہ رہے گا کیونکہ کہیں نصاریٰ بادشاہ ہیں کہیں بدھ مذہب والے کہیں کفار اور اگر مسلمان ہی مقصود ہوں تو پھر ان میں خدا جانے کتنے فرقے ہیں اور حدیث رسولؐ کے مطابق ایک کے سوا سب جہنمی ہیں پھر کہیں سنی بادشاہ ہیں کہیں شیعہ کہیں کچھ۔ پھر مسلمان اطاعت کریں تو کس کی؟ سب کی کریں تو یہ محال ہے تب ضروری ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے علاوہ کوئی اور شخص مراد ہو اور اس شخص کو موجود بھی رہنا ضروری ہے ورنہ خدا کا حکم لغو اور بے کار ہو جائے گا۔ اسی بنا پر حضرت رسولؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل کئے بغیر مر جائے تو وہ کافر کی موت مرتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ بادشاہ دنیا کی معرفت حاصل نہ کرنے سے کوئی شخص کافر نہیں ہوسکتا۔ اور حدیث جابر بن عبداللہ انصاریؓ میں بھی اس کی تصریح موجود ہے کہ اولی الامر سے مراد آئمہ معصومینؑ ہیں بلکہ اور بعض میں تو دوازدہ امام کے نام تک تصریحاً موجود ہیں جیسے ینابیع المودت، امام راغب اصفہانی، آیہ اولی الامر کے ذیل میں لکھتے ہیں '' آئمته من اهل البيت '' اولی الامر آئمہ اہل بیت علیہم السلام ہیں (مفردات امام راغب صفحہ ۲۴ عربی طبع کراچی۔ ینابیع المودۃ صفحہ ۱۱۰ مناقب۔))

النساء آیت ۵۹ میں خطاب ایمانداروں یا کسی دوسرے سے ہے کہ ان تین ''اللہ و رسولؐ اور صاحبان امر'' کی اطاعت کریں جس کسی سے خطاب کیا گیا حکم الٰہی کے تحت انکو تین ''اللہ و رسولؐ اور صاحبان امر'' سے علیٰحدہ ظاہر کر دیا گیا ہے جس طرح اللہ و رسولؐ کی اطاعت فرض ہے اسی طرح صاحبان امر کی بھی فرض قرار دی گئی ان تینوں کے درمیان بھی اطاعت کا تناسب مقرر نہیں کیا جا سکتا۔ صاحبان امر یہاں بھی رسولؐ سے متصل ہیں اب اگر اللہ و رسولؐ کے ساتھ صاحب امر کو کلمہ میں شامل نہ کیا جائے تو پھر مومن نہ ہوگا اور اطاعت کا پہلو نامکمل رہ جائیگا یعنی جو بھی ایسا نہ کرے وہ صاحب امر کو اس آیت ۵۹ سے معزول کر رہا ہے کیونکہ اللہ نے تینوں کی اطاعت کا حکم دیا ہے لیکن کسی فرد یا افراد کو ان مناصب سے نہ تو معزول کرنے کا اور نہ شامل کرنے کا اختیار ہے یعنی اپنی مرضی سے ان مسائل میں کچھ نہیں کر سکتا۔ ان (صاحبان امر) کی فضیلت کا تعارف اس سے بہتر کیا ہوگا کہ اللہ و رسولؐ سے متصل ہیں جس طرح کہ عموماً 'عبد' کا خطاب حضورؐ کے لئے قرآن میں منفرد فرما کے اللہ نے حضورؐ کے ہر عمل کو افضل ترین قرار دیدیا اسی طرح اب رسولؐ کے بعد افضل ترین شخصیت کا تعارف کرانا تھا نماز عبادتوں میں افضل ترین ہے اس لئے اظہار یہ مقصود تھا کہ نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی سے اس کا تعارف کیا جائے۔ نماز کے ساتھ عموماً زکوٰۃ کا ذکر ہے یعنی عابد کے لئے سخی ہونا بھی ضروری ہے یہاں رسولؐ کے بعد جانشین انکے چچازاد بھائی و امام حضرت علیؑ کی نماز و سخاوت (۵:۵۵) منفرد ہوگئی۔ جب نماز و سخاوت علیؑ کے لئے منفرد تو پھر شجاعت اظہار کرنے کے لئے اللہ کے لشکر میں آنیوالے شخص (آیت ۵۶) کا ذکر آیا پھر اس لشکر کے سرپرست علیؑ بھی ہوئے اور یہاں بھی کسی کے لئے سرپرستی کا تناسب متعین نہیں کیا جا سکتا۔ غور کیا جائے تو یہاں لشکر کی سپہ سالاری ہی سرپرستی ہے حضورؐ کی حیات میں جہاں بھی جہاد ہوا تاریخ علیؑ کے کارناموں کی شاہد ہے اور قبل چند غزوات سے متعلق آیات و تفاسیر بھی بیان کی گئی ہیں سرپرست بڑا جامع لفظ ہے جو ایک ہمہ گیری رکھتا ہے۔ اب علیؑ کی سرپرستی کو تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ جو تسلیم کرے وہ فرمانبردار کیونکہ کسی صاحب ایمان کو اختیار ہی نہیں کہ وہ کسی ایک آیت کو بھی نظر انداز کرے۔ آیت تو درکنار زیر و زبر میں رد و بدل نہیں کر سکتا ورنہ ارتداد ہوگا۔ اسی طرح جب فضیلت نماز و زکوٰۃ کا ذکر آئیگا تو مومنینؑ (ان میں اول حضرت علیؑ ہیں باقی دیگر گیارہ آئمہ طاہرین علیہم السّلام) منفرد ہیں یعنی بارہ اماموںؑ کے علاوہ کوئی تیرھواں اس میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ بارہ کے متعلق رسولؐ نے ہی فرمایا تھا یہ سب اللہ کی طرف سے طے ہوا۔ رسولؐ نے صرف پیغام پہنچایا۔ پیغام پہنچانے پر اس لئے زور دیا جا رہا ہے کہ اللہ نے زبردستی انسانوں کے نظریات تبدیل نہیں کرائے یا کوئی کلمہ نہیں پڑھوایا یعنی

انبیاء نے کوئی طاقت سے کام نہیں لیا بلکہ رسولؐ اور آپؐ کے رفقائے کار نے جب تبلیغ فرمائی تو ان سب حضرات کے خلاف پتھر وغیرہ مکہ میں ہی استعمال کیئے گئے یعنی کفار و مشرکین نے حضورؐ و دیگر حضرات کے خلاف طاقت کا مظاہرہ کیا کسی کے نظریات کو تبدیل کرنے کی خاطر حملہ آور ہونا دین اسلام کی تعلیم نہیں۔ کوئی مسلمان اسلام کا نام لیکر ایسا کرے تو ناجائز ہے کیونکہ دین اسلام اسکی اجازت نہیں دیتا۔ الکافرون کی آیت ۶ میں یہ ارشاد ہے کہ جو جس دین پر عمل کرتا ہے اسے مبارک ہو۔ تبلیغ دین (اسلام) میں حملہ کر کے کہیں دین کو تسلیم کرانا نہیں ہے (۲۹:۱۸) مدینہ ہجرت کے بعد کفار و مشرکین مکہ ہی حضورؐ پر مدینہ حملہ آور ہوتے رہے حضورؐ نے انکے (کفار ومشرکین مکہ) حملوں کا دفاع کیا جو کہ جہاد ہے۔

النساء کی آیت ۱۶۲ میں بھی مومنین کا ذکر آیا ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ کو بڑے علم والوں کا تعارف کرانا مقصود ہے لیکن ان علم والوں کی شناخت پھر انکے آعلیٰ عمل یا صفات سے کرائی گئی ہے کہ یہ صاحبان ایمان پابندی سے نماز وزکوٰۃ ادا فرماتے ہیں اس مسئلہ کو سمجھنا کتنا آسان ہے کیونکہ المائدۃ آیت ۵۵ میں حضرت علیؑ کی پابندی نماز وزکوٰۃ کی ادائیگی کا تذکرہ بالکل واضح ہو چکا ہے اس لئے کسی دوسرے کا امکان اس وقت ہوگا کہ جب پھر حضرت علیؑ ہی اس کا تعارف فرمائیں ورنہ کوئی دوسرا قابل قبول نہ ہوگا۔ آل عمران کی آیات ۷ تا ۹ میں حضورؐ نے بھی واضح ناموں کا ذکر نہیں فرمایا لیکن آپؐ نے بھی آعلیٰ صفات وکردار کے حامل افراد کی طرف اشارہ فرمایا جیسا کہ تفسیر سے ظاہر ہے یہ یقیناً مومنینؑ ہیں یہاں خصوصیت سے انکے علم کی بڑائی کا اظہار ہے یہ بھی مخصوص ہوئے عام مومنین اس میں شامل نہیں ہو سکتے اب المائدۃ والمنٰفقون اور النساء کی آیات اس ضمن میں پیش کی گئی ہیں سب آیات مخصوص مومنینؑ کا تذکرہ فرما رہی ہیں یہ مومنینؑ ہدایت یافتہ ہیں آل عمران کی آیت ۷ میں رسولؐ اور انکے ہمراہ یا بعد رحلت جو جانشین بڑے علم والے ہیں وہ سب ہدایت یافتہ ہیں ویسے اللہ جسے چاہے ہدایت دے۔ رب العالمین نے اس زیر بحث آیت میں پہلے بعض محکم اور کچھ متشابہ آیات کا تذکرہ فرمایا لیکن تصریح یہ فرمائی کہ متشابہ کی اصل تفسیر یا معنویت سے صرف اللہ اور 'راسخون فی العلم' واقف ہیں یہاں اللہ سب سے علیٰحدہ ہے یعنی اس کی ذات وحدہٗ لاشریک ہے لیکن بڑے علم کی منزل پر رسولؐ کو باقی مومنینؑ کے ساتھ شامل کر دیا۔ رسولؐ کا علیٰحدہ اظہار نہیں فرمایا۔ جن بڑے علم والوں کا تذکرہ ہے وہ علم میں رسولؐ کے زمرے میں شامل ہو گئے۔ ''راسخون فی العلم'' میں رسولؐ تنہا نہیں ہیں بلکہ کچھ اور بھی ہیں جو کہ علم میں رسولؐ کے ہم پلہ ہیں لیکن نام پوشیدہ ہیں اس کی بین مثال جناب موسیٰؑ وہارونؑ کو کتاب (توریت) عطا فرمانا ہے (۲۱:۴۸)۔ یہ نبی

وجانشین کے علم کی برابری کا اظہار ہے۔ یہ سب اللہ و رسولؐ کی مصلحت ہے لیکن رسولؐ کے ساتھ ان کا تذکرہ بھی مومنینؑ کی حیثیت سے کرایا گیا ہے توجہ کے لئے آیات کا حوالہ۔ المائدۃ کی آیت ۵۵ میں مومنینؑ کی پابندی نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی اور تینوں ''اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ'' کی سرپرستی کا اظہار اور المنٰفقون آیت ۸ میں تینوں ''اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ'' کا عزت دار ہونا اور النساء آیت ۵۹ میں رسولؐ سے متصل مگر بجائے مومنینؑ کے ان کی حیثیت کا تعارف اولی الامر سے کرایا۔ اس سے پیشتر دو مقامات پر رسولؐ سے متصل مومنینؑ ہیں تو النساء کی آیت ۵۹ میں یہی (مومنینؑ) رسولؐ کے ساتھ اولی الامر ہیں یعنی مومنینؑ اور اولیؑ الامر ایک ہیں یہ عدل الٰہی سے بعید ہے کہ وہ (اللہ) مومنینؑ یا اولیؑ الامر کا تعارف نہ کرائے۔ اس قسم کے مقامات پر کہ جہاں تشریح و تفسیر کی ضرورت ہے اللہ کے رسولؐ نے مکمل رہنمائی فرما کے اپنے عمل سے یا حدیث کی شکل میں تفصیل بیان فرمائی (۷۵:۱۹) مسائل کو تشنہ نہیں چھوڑا گیا جن مسائل یا جن اشخاص کا تعارف اللہ نے مصلحتاً چھوڑا رسولؐ نے اس کی تکمیل فرمائی یہی عدل رسالت تھا بعض اوقات وقت گزرنے کے ساتھ مسائل بدلتے رہتے ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کی حیات میں ہی مومنینؑ یا اولیؑ الامر کا بھی انتظام فرمایا تا کہ عدل الٰہی پر حرف نہ آنے پائے۔ ہر انسان ان تمام امور سے واقف ہے لیکن سب کچھ قصداً کرتا ہے کیا یہودی، عیسائی اور مسلمان یہ نہیں سمجھتے کہ فرقے بنانا بدترین گناہ ہی نہیں بلکہ ارتداد ہے لیکن پھر بھی سب نے بنائے یعنی نفس کی پیروی ہو رہی ہے یا کرتے ہیں۔ آل عمران کی آیت ۷ میں ''راسخون فی العلم'' یعنی رسولؐ سے متصل مومنینؑ ہوں کہ اولی الامرؑ یہ دونوں منزل علم میں رسولؐ کے برابر ہیں رسولؐ اور مومنینؑ یا اولی الامر کو اتنا قرب حاصل ہے کہ انسان اگر ان کو جدا کرنا چاہے تو ناممکن ہے کیونکہ اس علمی برابری کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح سرپرستی اور عزتداری کے مسائل میں بھی تینوں اولیا (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ) مشترک ہیں کس کی مجال ہے کہ اس شرکت کو کوئی انسان ختم کرا دے۔ اگر کوئی انسان ایسی جسارت کرے تو مقصد یہ ہوگا کہ وہ المائدۃ آیت ۵۵، المنٰفقون کی ۸ اور النساء کی ۵۹ کو تبدیل کرنا چاہتا ہے جو کہ ناممکن ہے التوبہ کی آیت ۱۰۵ میں قبل پیش کیا گیا کہ آخرت میں انسانوں کے نامہ اعمال کا مشاہدہ بھی اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ فرمائیں گے یوم حساب جو مومنینؑ کہ حضورؐ کے ساتھ ہیں کیا یہ عام مومن ہو سکتے ہیں؟ یہ اسلئے ممکن نہیں کہ ہر مومن کا حساب کتاب فرداً فرداً ہوگا (۱۹:۹۵) خلاصہ یہ کہ اللہ و رسولؐ و مومنینؑ یا اولی الامر بہت سے معاملات میں مشترک ہیں اب اللہ کے پہلے کلمہ کے ساتھ رسولؐ کا دوسرا کلمہ بھی پڑھنا واجب ورنہ انسان مسلمان نہ ہوگا۔ اور اسی طرح تیسرا کلمہ امیر المومنینؑ کا پڑھنا واجب ورنہ انسان مومن نہ ہوگا۔ انسان جب تک

تین کلمہ نہ پڑھے مومن نہ ہوگا انسان جب تک تین کلمہ نہ پڑھے مومن نہ ہوگا کہ جس طرح جناب موسٰیؑ کے دور میں جادوگر تین کلمہ ادا کر کے ایمان لائے یعنی رب العالمین ورب موسٰیؑ وہارونؑ پر ایمان لائے (۷:۱۲۱-۱۲۲)۔ یہ تینوں کلمہ اللہ خود پڑھوانا چاہتا ہے کیونکہ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۲ میں ارشاد ہوا کہ قرآن میں جو کچھ نازل کیا گیا مومن کے لئے شفاورحمت ہے آیت ۸۲ خود توقع فرماتی ہے کہ انسان مومن ہوجائے بغیر مومن ہوئے قرآن شفاء نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی حکمت عملی بالکل واضح فرمادی کہ جب تک انسان مومن نہ ہوگا قرآن شفاء نہ ہوگا علمی اعتبار سے رسولؐ ومومنینؑ یا اولی الامرؑ بالکل برابر ہیں صاحبان علم کا یہاں تذکرہ ہے اس لئے الرّعد کی آیت ۴۳ کا پھر حوالہ کہ جو شخص رسالت کا گواہ ہے اللہ نے اس (شخص) کو کتاب کا علم دینے کی ضمانت دی ہے۔ ''راسخون فی العلم'' نے ثابت کر دیا کہ رسولؐ اور شخص کا علم برابر ہے اب رسولؐ سے متصل جو مرتبہ ممکن ہے وہ نبوت کے ساتھ امامت ہی ہے اللہ تعالیٰ نے رسولؐ کو بھی بہ نفس نفیس ''راسخون فی العلم'' میں شامل فرمادیا۔ اس طرح قربت کی حقیقت واضح ہوگئی کہ نبوت وامامت منزل علم میں برابر ہیں اور ایک دوسرے سے جدا نہیں کئے جاسکتے اس لئے دونوں (نبوت وامامت) کو وسیلہ تسلیم کرنا مومن کے لئے واجب ہے ان دونوں کی سرپرستی اور عزت کو بھی اسی طرح تسلیم کرنا واجب ہے یعنی رسولؐ وآئمہ طاہرین علیہم السّلام جدا نہیں ہوسکتے۔ دو احادیث پیش کی جاتی ہیں۔ پہلی " اوّلُنَا محمدٌ و اوسَطُنَا محمدٌ و آخِرُنا محمدٌ و کُلُّنَا محمدٌ "۔ حضورؐ کے جانشین آئمہ ''راسخون فی العلم'' میں سب شامل ہیں اس لئے یہ حدیث مبارک آیہء مبارکہ ۷ (۳:۷) کی مکمل ترجمانی فرمارہی ہے دوسری حدیث مبارک ''قرآن واہلبیتؑ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے تاوقتیکہ حوض کوثر پر مجھ سے ملیں''۔ سورۃ الحدید آیات ۱۳ تا ۱۵ میں نور کا ذکر منافق کی اس تمنا سے آیا کہ نور کی کچھ روشنی اسے (منافق) بھی ملجائے لیکن اللہ تعالیٰ نے براہ راست نور پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے التغابن کی آیت ۸ ملاحظہ ہو۔

[تو تم اللہ اور اسکے رسولؐ پر اور اسی نور (ا) پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے خبردار ہے۔] ۶۴:۸

((ا)۔ والنور الذی انزلنا۔ تفسیر قمی میں ہے کہ نور سے مراد امیر المومنین ہیں اور کافی میں امام موسیٰ کاظمؑ سے مروی ہے کہ نور سے مراد امامت ہے اور یہی مراد خداوند عالم کے اس قول سے ہے فآمنواء باللہ ورسولہ والنور الذی انزلنا پس نور سے مراد امام ہے اور امام محمد باقرؑ سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپؑ نے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم نور سے مراد آئمہ ہیں اور امام کا نور مومنین کے دلوں میں اس سے زیادہ روشنی دیتا ہے کہ جتنی روشنی چمکتا ہوا آفتاب دن میں دیتا ہے اور آئمہ ہی مومنین کے دلوں کو روشن کرتے ہیں اور اللہ جن سے چاہتا ہے ان آئمہ کے نور کو روک دیتا ہے پس انکے قلوب تاریک ہو جاتے ہیں اور اس تاریکی سے انکو ڈھانپ لیتا ہے تفسیر قمی میں بھی کچھ اضافہ کے ساتھ اسکے ہم معنی روایت درج ہے۔ (تفسیر صافی بحوالہ کافی وقمی۔))

التغابن کی آیت ۸ میں جس نور کی طرف اشارہ ہے وہ یقیناً رسولؐ کے علاوہ شخصیت یا منصب کا اظہار ہے جب رسولؐ سے متصل شخصیت ہے تو بلند پایہ ہوگی کیونکہ جس طرح مختلف سورتوں میں رسولؐ سے متصل شخصیت کا تعارف اللہ نے کرایا ہے یہ بھی اسی طرح ہے عام انسانوں کو یہاں بھی براہ راست حکم ہے کہ اللہ و رسولؐ اور اسی نور پر ایمان لاؤ۔ جس انداز سے کہ نور پر ایمان لانے کا ارشاد ہے یہ کوئی شخصیت یا منصب ہی ممکن ہے اس لئے نور کے سلسلہ میں جو تفسیر پیش کی گئی وہ مکمل مطابقت رکھتی ہے چونکہ مسلسل ان تین (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ یا اولی الامرؑ یا عزت دارؑ) کا ذکر ہو رہا ہے اور ''رسخوان فی العلم'' کی منزل پر رسولؐ و مومنینؑ کو اکٹھا ہی ارشاد فرمادیا (۳:۷)۔ اسی طرح التغابن کی آیت ۸ میں ایمان لانے والوں کو براہ راست حکم ہے کہ نور پر بھی اسی طرح ایمان لاؤ جیسا کہ اللہ و رسولؐ پر۔ مختلف سورتوں کی زیر حوالہ آیات سے نتیجہ برآمد ہوا کہ تینوں (اللہ و رسولؐ اور مومنینؑ جو کہ اعلیٰ صفات و نور سے مملو ہیں) پر ایمان لاؤ ورنہ تکمیل ایمان نہ ہوگی نور سے متعلق النساء کی آیات ۱۷۴-۵-۱۷۵ ملاحظہ ہوں۔

[اے لوگو! اس میں تو شک ہی نہیں کہ تمھارے پروردگار کی طرف سے (دین حق کی) دلیل آچکی اور ہم تمھارے پاس ایک چمکتا ہوا نور نازل کر چکے ہیں پس جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اسی سے وابستہ رہے تو اللہ بھی انھیں عنقریب ہی اپنی رحمت اور فضل (کے بے خزاں باغ) میں پہنچا دے گا اور انھیں اپنی حضوری کا سیدھا راستہ دکھادے گا۔] ۴:۱۷۴-۱۷۵

((اِ۔ ایک صحیح حدیث میں ہے کہ برہان (دلیل) سے مراد حضرت رسولؐ ہیں اور نور مبین (چمکتا ہوا نور) سے حضرت علیؑ مراد ہیں۔))

سورۃ یٰس کی آیت ۱۲ میں ''اِمَام مُّبِین'' آیا ہے حضورؐ کی حدیث اسکے متعلق حضرت علیؑ ہیں تفصیل پیش کی جاچکی ہے یعنی نور مبین اور امام مبین علیؑ ہیں سورۃ احزاب کی آیت ۳۳ جزوی میں اہلبیتؑ کا ذکر آیا اور سورۃ الدہر آیات ۱۱ تا ۲۲ میں بھی اہلبیتؑ کا ذکر ملاحظہ ہو۔

[تو اللہ انھیں اس دن کی تکلیف سے بچالے گا اور انکو تازگی اور خوش دلی عطا فرمائیگا اور انکے صبر کے بدلے (بہشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک) عطا فرمائیگا وہاں وہ تختوں پر تکیئے لگائے (بیٹھے) ہونگے نہ وہاں (آفتاب کی) دھوپ دیکھیں گے اور نہ شدت کی سردی۔ اور گھنے درختوں کے سائے ان پر جھکے ہوئے ہونگے اور میوے گچھے انکے بہت قریب ہر طرح انکے اختیار میں۔ اور انکے سامنے چاندی کے ساغر اور شیشے کے نہایت شفاف گلاس کا دور چل رہا ہوگا اور شیشے بھی (کانچ کے نہیں) چاندی کے جو ٹھیک اندازے کے مطابق بنائے گئے ہیں۔ اور وہاں انھیں ایسی شراب پلائی جائیگی جس میں زنجبیل (کے پانی) کی آمیزش ہوگی۔ یہ بہشت میں ایک چشمہ ہے جس کا نام سلسبیل ہے اور انکے سامنے ہمیشہ ایک حالت پر رہنے والے نوجوان لڑکے چکر لگاتے ہونگے کہ جب تم انکو دیکھو تو سمجھو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تم وہاں نگاہ اٹھاؤ گے تو ہر طرح کی نعمت اور عظیم الشان سلطنت دیکھو گے انکے اوپر سبز کریب اور اطلس کی پوشاک ہوگی اور انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائینگے اور انکا پروردگار انھیں نہایت پاکیزہ شراب پلائیگا یہ یقینی تمھارے لئے ہوگا (تمھاری کارگزاریوں کے) صلہ میں اور تمھاری کوشش قابل شکر گزاری ہے۔]۷۶ :۱۱-۲۲

((ا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حسن وحسین علیہم السلام بیمار ہوئے تو حضرت رسولؐ کچھ لوگوں کے ساتھ عیادت کو تشریف لائے اور جناب امیرؑ سے فرمایا کہ بہتر ہوگا اگر تم اپنے لڑکوں کی صحت کے واسطے نذر کرتے یہ سنتے ہی جناب امیرؑ ، فاطمہ زہراؑ اور فضہ نے تین تین روزوں کی نذر کی۔ غرض جب دونوں صاحبزادے اچھے ہوئے اور نذر کے پورا کرنے کا وقت آیا تو گھر میں کچھ نہ تھا جناب امیرؑ نے شمعون یہودی سے تین صاع جو قرض لئے۔ جناب سیدہ نے ایک صاع جو پیسا اور پانچ روٹیاں پکائیں شام کو کھانا ہی چاہتے تھے کہ ایک سائل نے آواز دی: السلام علیکم یا اھل بیت محمدؐ میں ایک مسلمان مسکین ہوں مجھے کھانا دو اللہ تمھیں جنت کے خوان عطا کرے گا یہ آواز سنتے ہی سب نے اپنے اپنے آگے کی روٹیاں دے دیں اور فقط پانی پی کر سو رہے اور دوسرے دن پھر روزہ رکھا حسب دستور جناب سیدہ نے پھر پانچ روٹیاں پکائیں اور کھانے بیٹھے کہ ایک یتیم نے آواز دی اور سب نے اپنی اپنی روٹیاں اسکو دیدیں اور صرف پانی سے افطار کیا۔ تیسرے روز پھر روزہ افطار کرنے بیٹھے تھے کہ ایک قیدی نے آواز دی، اور تیسرے دن پھر سب بزرگواروں نے اپنی اپنی روٹی دے دی۔ چوتھے دن صبح کو جناب امیرؑ نے صاحبزادوں کے ہاتھ پکڑے اور حضرت رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب رسولؐ اللہ کی نظر پڑی کہ بھوک کی شدت سے کانپ رہے ہیں تو فرمایا میں تم لوگوں کو کس قدر تکلیف

کی حالت میں دیکھ رہا ہوں۔ پھر خود اٹھے اور انکے ساتھ جناب سیدہ کے مکان میں آئے تو فاطمہ زہراؑ کو محراب عبادت میں دیکھا کہ انکی پیٹھ پیٹ سے مل گئی ہے اور آنکھیں دھنس گئی ہیں یہ دیکھ کر آنحضرت کو بہت رنج ہوا یکایک حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور کہا لیجئے یا رسولؐ اللہ آپ کو مبارک ہو کہ اللہ نے یہ سورۃ آپؐ کے اہلبیت کی شان میں نازل کیا ہے اور سورۃ دہر کی تلاوت فرمائی۔ تفسیر کشاف جلد ۳ صفحہ ۲۳۹ سطر ۲۹ مطبوعہ مصر اور اس روایت کو بیضاوی وغیرہ نے بھی نقل کیا ہے۔))

((۲۔ آیت ۱۱ سے ۲۲ تک ۱۲ آیتیں ہیں اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہ نعمات جنت آئمہ اثناعشر کے واسطے ہیں اور آخر کی آیت تو ان حضرات کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کی بین دلیل ہے کیونکہ جب بندے کی اطاعت اس حد کو پہنچی کہ اللہ کی طرف سے اسکا شکریہ ادا کیا جائے تو اس سے بالاتر اور کیا مرتبہ ہوسکتا ہے اسی بناء پر تو امام شافعی عالم وجد میں فرماتے ہیں۔ **الا م الام وحتی متی : اعاتب فی حب هذا لفتی فهد زوجت فاطمہؑ غیره : وفی غیره هل اتیٰ :**

میں کہاں تک اور کب تک اس جوان (علیؑ) کی دوستی پر ملامت کیا جاؤ نگا۔ تو کیا فاطمہؑ کی سی بیوی کسی اور کو بھی ملی ہے اور کیا ''ھل اتیٰ'' کسی اور کی شان میں بھی نازل ہوا ہے اور عطار نے کیا خوب شعر کہا ہے۔

از شنائش لافتی آمد پدید
وزسہ نانش ھل اتیٰ آمد پدید

سورۃ الدہر کی آیات ۱۱ تا ۲۲ میں ان مخصوص لوگوں کا ذکر ہے کہ جو نذریں پوری کرتے ہیں اور بہشت کے چشمہ سے شراب کے ساغر بھی انھیں کے لئے مخصوص ہیں ان مخصوص حضرات کے نام کا اظہار نہیں ہے لیکن تفسیر میں ناموں کا اظہار ہوگیا خصوصاً جناب فاطمہ زہراؑ کا اظہار تشکر نذر کے حوالے سے اور اس سے قبل آیت تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) میں رب العالمین نے آپؑ کو بھی مخصوص بندوں میں شامل فرمادیا۔ نذر کے متعلق اس سے بہتر مثال وسند اور کیا ہوگی کہ نذر ماننا اور اظہار تشکر کے لئے اسکا پورا کرنا اللہ کے خاص بندوں کا اس طرح تعارف کرانا ہے یعنی نذر ماننا اور پورا کرنا آیات قرآنی کا بہترین جز ہے عام مسلمان تو نذر و نیاز مانتا بھی ہے اور پوری بھی کرتا ہے نذر کا انکار پھر منافق ہی کرسکتا ہے کیونکہ یہ تو وسیلہ رسولؐ ہی کا قائل نہیں ہے (۶۳:۱) اللہ تعالیٰ نے ان مخصوص بندوں کے صبر کی تعریف فرمائی اور بہشت کے تحائف کا ذکر فرمایا۔ ان تمام کوششوں کے صلہ میں اللہ خود انکا شکرگزار ہے اس سے ان مخصوص حضراتؑ کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے ان مخصوص

بندوں کو اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جن کلمات سے نوازا وہ اہلبیتؑ، نور، مومنین، اولی الامر، راسخون فی العلم، عزت دار وغیرہ ہیں۔ اس لئے اہلبیتؑ و آئمہ طاہرین علیہم السّلام واجب الاحترام واجب التقلید ہیں یہی شخصیتیںؑ وسیلہ کی حقدار بھی ہیں بات صرف اتنی ہے کہ مصلحتاً انکے ناموں کا اظہار براہ راست نہیں فرمایا گیا لیکن ان کے کردار کا تعارف حضورؐ کی حیات سے ہی حضرت علیؑ سے لیکر تقریباً ڈھائی سو برس تک کرایا گیا اس عرصہ میں بارہ آئمہ طاہرین علیہم السلام رہے اور ہم بارہویں امام مہدیؑ کے ظہور کے لئے آج بھی منتظر ہیں ان تمام امور کی وضاحت کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی کسی اعلیٰ ترین رسول کو بھی نظر نہیں آئی۔ سورۃ الانعام کی آیت ۱۰۳ پیشتر حصہ اول میں بیان ہو چکی ہے۔ تفسیر یہاں ملاحظہ ہو۔

((ا۔ کیونکہ دیکھنے کی سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ جسم کثیف ہو اور خدا کثیف کیسا جسم ہی نہیں رکھتا نہ مثل رنگ کے۔ غرض نہ اس کے لئے کوئی جہت ہے پھر اس کا دیکھنا کسی طرح ممکن ہی نہیں نہ اس وقت نہ آخرت میں۔ نہ ہم دیکھ سکتے ہیں نہ انبیاء نہ اولیاء۔ کیوں کہ وہ دیکھنے کے قابل ہی نہیں۔))

صرف اللہ کی ذات مظہر صفات ہے خود ظاہر نہیں لیکن ہر شے میں اسکی خلاقیت وصفات کا پرتو ہے لیکن مشرک و کافر اور منافق کا قلب اندھا ہے اس لئے اللہ و انبیاء کا منکر ہے مسلمان مظہر صفات کا قائل ہو کر ہی اللہ کو وحدہٗ لاشریک تسلیم کرتا ہے اب یہ اسی (اللہ) کی مرضی ہے کہ رسولؐ کے ساتھ کچھ مخصوص بندوں کی صفات کا تعارف کرا کے انھیں منوانا چاہتا ہے یعنی انھیں بھی اسی طرح وسیلہ بنایا ہے کہ جیسے رسولؐ وسیلہ ہیں اس لئے رہنمائی کی خاطر ایک کا تعارف (حضرت علیؑ) المائدۃ آیت ۵۵ میں حالت رکوع میں زکوٰۃ کے دینے سے تاریخی طور پر بیان فرمایا۔ باقی گیارہ کا تعارف انھیں (رسولؐ و حضرت علیؑ) کے ذریعہ ہو گیا۔ مصلحت الٰہی اور اس کا یہی امتحان ہے جیسا کہ جانشین انبیاء کے تسلسل میں حضرت ابراہیمؑ کی امامت کے بارے میں استدلال پیش کیا گیا کہ انکا عہدہ امامت مقابلتاً نبوت سے بلند تھا یعنی اس وقت سے ہی نبوت و امامت دونوں کو اصول دین میں شامل ہونا چاہیئے جو بھی ان کی امامت کو تسلیم کرنے میں چوں و چرا کرتا ہے وہ خود اپنے مومن ہونے کو خطرے میں ڈال رہا ہے جناب موسیٰؑ و عیسیٰؑ دونوں اولوالعزم و صاحب کتاب اور دونوں کے جانشین بھی بارہ بارہ ہوئے۔ اب یہ ایک کلیہ کی حیثیت ہے کہ اللہ کی سنت کبھی تبدیل نہیں ہوتی (۱۷:۷۷) اس لئے حضورؐ بھی اولوالعزم وصاحب کتاب اور آپؐ کے بھی بارہ جانشین (آئمہ طاہرینؑ) ہیں سورۃ الصفّ آیت ۱۴ میں بیان کیا گیا کہ جانشین انبیاء کو نہ ماننا کفر ہے جس کسی نے جانشین یا امام کو وسیلہ سمجھ کر تسلیم کیا مومن اور فرمانبردار ہو کر جنت کا

مستحق ہوگیا۔ اب تک وسیلے وغیرہ سے متعلق آیات پیش کی گئی ہیں ان سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مشرک وکافر اور منافق تینوں ہی قصداً وسیلے کے منکر ہیں یہ سب جہنم میں جائینگے تمام آیات مبارکہ کے حوالوں سے نبوت کے ساتھ امامت کو بھی اصول دین میں شامل کرنا واجب قرار پایا یعنی وسیلہ رسولؐ کے ساتھ وسیلہ آئمہ طاہرینؑ (امیر المومنین حضرت علیؑ) کو تسلیم کرنا بھی واجب ہے یعنی موجودہ دور میں امام مہدیؑ کے وسیلے سے محمدؐ وآل محمدؐ کے واسطے سے خصوصاً دعا کرنا واجب ہے یہ تمام وسیلے اللہ ہی کی طرف سے ہیں کافر وسیلہ رسولؐ کا ہی منکر ہوکر جہنمی ہوگا لیکن رسولؐ کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوسکتا ہے اس لئے اصول دین میں جب تک امامت کو تسلیم نہ کیا جائے انسان مومن نہ ہوگا۔ قرآن مومن کے لئے شفا ورحمت ہے (۸۲:۱۷)۔ پہلے عقیدہ درست کرکے پھر توفیق الٰہی سے پیہم نیک اعمال کئے جائیں اور ان وسیلوں (محمدؐ وآل محمدؐ) کے واسطے سے مغفرت کی دعا کی جائے تب جنت ملیگی۔

قرآن کے وارث محمدؐ وآل محمدؐ ہیں۔ سورۃ فاطر کی آیت ۳۲ ملاحظہ ہو۔

[پھر ہم نے اپنے بندوں ا میں خاص انکو قرآن کا وارث بنایا جنھیں (اہل سمجھ کر) منتخب کیا۔ کیونکہ بندوں میں سے کچھ تو (نافرمانی کرکے) اپنی جان پر ستم ڈھاتے ہیں اور کچھ ان میں سے (نیکی بدی کے) درمیان ہیں اور ان میں سے کچھ لوگ اللہ کے اختیار سے نیکیوں میں (اوروں سے) گوئے سبقت لے گئے ہیں یہی (انتخاب وسبقت) تو اللہ کا بڑا فضل ہے۔] ۳۲:۳۵

((ا۔ اس آیت کی تفسیر میں علامہ زمخشری اپنی تفسیر کشاف کی جلد ۲ صفحہ ۴۶۲ سطر ۵ مطبوعہ مصر میں لکھتے ہیں ان بندوں سے آپ کی امت کے وہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین مراد ہیں جو قیامت میں کتاب خدا کے سچے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہونگے جن کو خدا نے امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس فرمایا ہے۔ اور میں اس آیت کی تفسیر میں بحوالہ شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم ۳۳ میں بیان کرچکا ہوں کہ خدا کی حجت اور خلق خدا کے گواہ حضرت علیؑ اور ان کی اولاد ہیں تو بس حسب اصول موضوع کتاب خدا کے وارث بھی یہی حضرات آئمہ معصومینؑ قرار پائے اور عجب نہیں زمخشری کا بھی یہی مقصود ہو کیوں کہ حضرت رسولؐ کے بعد قیامت تک صحابہ تابعین وتبع تابعین میں ان حضرات کے سوا اور کون ہادی رہ سکتا ہے اسی کی تائید حافظ ابوبکر ابن مردویہ نے بھی کی ہے چنانچہ صاف لکھا ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اور یہی وجہ ہے کہ بقول علامہ ابن حجر صاحب صواعق محرقہ تمام صحابہ میں جناب امیرؑ کے سوا کسی نے سلونی قبل ان تفقدونی (میری موت

کے قبل مجھ سے جو چاہو پوچھ لو) کا دعوے نہیں کیا۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اگر آپ کتاب خدا کے وارث نہ ہوتے تو ایسا دعوے نہ کرتے اسی بناء پر تو آپ فرمایا کرتے تھے خدا کی قسم کوئی آیت نازل نہیں ہوئی مگر میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کس پر نازل ہوئی اور رات کو نازل ہوئی یا دن کو آبادی میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر انھیں حضرات کی مدح امت کی تیسری قسم ''سابق بالخیرات الایۃ'' سے فرمائی ہے۔))

انھیں ورثاء قرآن کے بارے میں سورۃ فاطر آیات ۳۳ تا ۳۵ ملاحظہ ہوں۔

[(اور اس کا صلہ بہشت کے) سدا بہار باغات ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہونگے اور انھیں وہاں سونے کے کنگن اور موتی پہنائے جائیں گے اور وہاں انکی (معمولی) پوشاک خالص ریشمی ہوگی اور یہ لوگ (خوشی کے لہجہ میں) کہیں گے اللہ کا شکر جس نے ہم سے (ہر قسم کا) رنج وغم ۲ دور کر دیا۔ بے شک ہمارا پروردگار بڑا بخشنے والا اور قدر دان ہے جس نے ہم کو اپنے فضل (وکرم) سے ہمیشگی کے گھر (بہشت) میں اتارا (مہمان کیا) جہاں ہمیں کوئی تکلیف چھوئے گی بھی تو نہیں اور نہ کوئی تکان ہی پہنچے گا۔] ۳۵:۳۳-۳۵

((۲۔ یہ انھیں حضرات کی مدح ہے جو خدا کی کتاب کے وارث اور سابق بالخیرات ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہونگے تو غلمان بہشتی کچھ فرشتوں کے ساتھ استقبال کو بڑھیں گے۔ اور خدا کی طرف سے پانچ انگوٹھیاں تحفتہً پیش کریں گے کہ ایک پر **سلام علیکمہ طبتمہ فاد خلوھا خالدین** ۔ اور دوسری پر **ادخلوھا بسلامہ اٰمنین** ۔ اور تیسری پر **سلامہ علیکمہ بما صبرتم** اور چوتھی پر **انی جذیتھم الیوم بما صبروا انھمہ الفائزون** اور پانچویں پر **اولئک الذین انعمہ اللہ علیھمہ** لکھا ہوگا۔ اور جب یہ حضرات بہشت میں داخل ہو جائیں گے اور اپنی جگہ پر پہنچیں گے تو بیساختہ کہیں گے: **الحمد اللہ الذی اذھب عنا الحذن** ۔))

اللہ و محمدؐ اور آل محمدؑ کا ذکر الفتح کی آیات ۲۸-۲۹ میں بھی ملاحظہ ہو۔

[وہ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب ۱ رکھے اور گواہی کے لئے تو بس اللہ کافی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کے رسولؐ ہیں اور جو لوگ ۲ ان کے ساتھ ہیں کافروں پر بڑے سخت اور آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو ان کو دیکھے گا کہ (خدا کے سامنے) جھکے سر بسجود ہیں اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے خواستگار ہیں (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں میں گھٹے پڑے ہوئے ہیں یہی اوصاف ان کے توریت میں بھی ہیں۔ اور یہی حالات انجیل میں بھی (مذکور) ہیں۔ وہ گویا

ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی اور پھر (اجزاء زمین کو غذا بنا کر) اسی سوئی کو مضبوط کیا تو وہ موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور اپنی تازگی سے کسانوں کو خوش کرنے لگی۔ (اور اتنی جلد ترقی اس لئے دی) تاکہ ان کے ذریعہ کافروں کا جی جلائے جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے اللہ نے ان سے بخشش اور اجر عظیم کا وعدہ کیا ہے۔] ۴۸:۲۸-۲۹

((۱۔ تفسیر قمی میں ہے کہ اس سے مراد وہ امام ہے جسے خداوند عالم تمام ادیان پر غالب قرار دے گا پس وہ تمام زمین کو عدل وانصاف سے اس طرح پر کردے گا کہ جیسے وہ ظلم وجور سے پُر ہوگئی ہوگی اور یہ آیت منجملہ ان کے ہیں جن کی تاویل تنزیل کے بعد ہے (تفسیر قمی صفحہ ۳۱۷ جلد ۲ طبع نجف اشرف۔))

((۲۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں بعض نے تو خواہ مخواہ کی یہ اُپچ کی ہے کہ اَلَّذِینَ مَعَہ سے فلاں اور اَشِدَّ اءُ سے فلاں اسی طرح ہر لفظ سے ایک خاص شخص مراد لیا ہے مگر یہ بھی نہ سوجھی کہ اس سورۃ میں قرآن کی عبارت حد اعجاز تو بڑی چیز ہے معمولی بھی نہیں رہے گی بلکہ بالکل غلط ہو جائے گی کیونکہ اَلَّذِینَ مَعَہ مبتداء ہے اَشِدَّ اءُ وغیرہ اس کی خبر ہے وہ اس صورت میں معلوم نہیں یہ لوگ مبتداء کس کو بنائیں گے غضب خدا کا ان لوگوں نے اتنا بھی غور نہ کیا اور اوندھے سیدھے جو منھ میں آیا کہہ گئے اور پھر اس کو روایت بھی بنا ڈالا اور ابن عباس وغیرہ کی طرف منسوب بھی کر دیا خدا تعصب کا برا کرے وہ انسان کو عقل سے بھی دور پھینک دیتا ہے بہر حال ان مفسروں کے اقوال تو ہرگز قابل توجہ نہیں۔ خود قرآن کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ کس کی مدح ہے یہ بالکل واضح ہے کہ یہ رسولؐ کے ان اصحاب کی مدح ہے جن میں یہ تمام صفات پائے جائیں۔ اب غور کرلو کہ یہ تمام صفتیں جسمیں پائی جاتی ہیں وہی اس کا مستحق ہے لیکن چونکہ بقول رسولؐ اس کے بعد کی آیت علیؑ ابن ابی طالب کی شان میں ہے لہذا قرینہ یہ کہتا ہے کہ یہ بھی انھیں کے یا ان کے مثل جو ان تمام صفات سے متصف ہوں انکی شان میں ہے۔))

((۱۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس آیت کے نازل ہونے پر کچھ لوگوں نے حضرت رسولؐ سے پوچھا کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی ہے آپؐ نے فرمایا قیامت کے دن نور کا ایک علم (لوحہ) تیار ہوگا اور ایک منادی آواز دے گا کہ سید المومنین اور مومنین کھڑے ہو جائیں گے تو ان کے ہاتھ میں وہ علم دیا جائے گا اور اس کے نیچے مہاجرین اور انصار میں سے وہ مومنین جو سابقین اولین ہیں سب کے سب جمع ہو جائیں گے اور ان میں ان کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔ پھر علیؑ ایک نور کے منبر پر بیٹھیں گے۔ اور ایک ایک کر کے سب لوگ ان کے

سامنے پیش کئے جائیں گے اور یہ ہر ایک کو اس کا اجر اور نور عطا کریں گے جب آخر شخص کی نوبت آئے گی تو ان لوگوں سے کہا جائیگا تم لوگوں نے اپنے اپنے مقام منزلت کو جنت میں دیکھا تمھارے پروردگار نے تو تم سے یہ کہہ دیا تھا کہ میری بارگاہ میں تمھارے لئے مغفرت اور اجر عظیم یعنی بہشت ہے پھر علیؑ اٹھیں گے اور یہ سب مومنین ان کے علم کے نیچے ہونگے پھر ان سب کو جنت میں جا پہنچائیں گے پھر اپنے منبر کی طرف پلٹیں گے اور برابر مومنین ان کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ان کے ہاتھ سے بہشت کا اپنا اپنا حصہ لیں گے اس کے بعد کچھ لوگوں کو جہنم میں ڈلوادیں گے یہی مطلب ہے خدا کے قول الذین آمنو۔ الایۃ۔ ول الذّین کفرواو کذّبوا بایاتنا اولئک اصحاب الجحیم۔ یعنی علیؑ کے حق کی ولایت کی وجہ سے لوگ جنت وجہنم کے مستحق ہونگے۔ اور ان کا حق سارے جہاں پر واجب ہے دیکھو شواہد التنزیل حاکم ابوالقاسم جسکانی۔))

الفتح کی آیات ۲۸-۲۹ میں اللہ و رسولؐ کے تذکرہ کے ساتھ کچھ مخصوص لوگ بھی ہیں کہ جن کی صفات بیان فرمائی گئی ہیں اور انھیں صفات سے ان لوگوں کا تعارف توریت وانجیل میں بھی کرایا گیا ہے یہاں انسان (خصوصاً مسلمان) کو غور وفکر کی ضرورت ہے کہ یہ لوگ کس قدر اہم ہیں کہ اللہ و رسولؐ کے ساتھ ان کا ذکر مسلسل مختلف آیات میں پیش کیا گیا ہے لیکن اس سے زیادہ غور طلب امر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے اسمائے گرامی کو براہ راست ظاہر نہیں فرمانا چاہتا۔ ہر انسان کو اللہ و رسولؐ کے ساتھ ان لوگوں کی عزت کرنی چاہیئے اللہ و رسولؐ کی طرح یہ لوگ (مومنینؑ) بھی لائق عزت ہیں (۸:۶۳)۔ جو انسان خصوصاً مسلمان ان کی فرمانبرداری اور عزت کرے گا وہ خود قابل عزت ہوجائے گا جو اللہ و رسولؐ اور ان لوگوں سے روگردانی اختیار کرے گا ذلیل وخوار ہوگا اور نتیجہ میں جو عزت کرے گا جنتی ہوگا اور روگردانی کرنے والا واصل جہنم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں بھی تعارف کے ساتھ صرف دو ہی راستوں (حق۔ جنت:: باطل۔ جہنم) کا ذکر فرمایا ہے عزت صرف اللہ کے پاس ہے اللہ سے روگردانی میں صرف ذلت ہے (۲۶:۳) اللہ ہی انسان وتمام اشیاء کا خالق ہے (۱:۱۶-۲۳) اسی کے پاس موت وحیات کا اختیار ہے اللہ ہی نے انسانوں کو زندگی بسر کرنیکے طور طریقہ کی ہدایت کے لئے انبیاء واوصیاء بھیجے تا کہ انسان انھیں کی فرمانبرداری کرے (۷:۴-۸۱) لیکن انسانوں کی اکثریت (مشرک وکافر) اللہ ورسولؐ ہی کا انکار کرتی ہے اللہ کی خلاقیت ومعبودیت کو مشرک پہچانتا ہے (۲۹:۶۱، ۶۵) کیونکہ مصیبت کے وقت اللہ سے دعا بھی کرتا ہے (۱۶:۵۳-۵۶) اور اس عجز وانکسار کے باوجود مشرک کتنا بڑا احسان فراموش ہے کہ اللہ پر ایمان نہیں لاتا۔ بعینہ رسولؐ کو آج بھی کافر پہچانتا ہے۔ فضیلت رسولؐ ورسالت سے واقف ہے (۶:۱۲۴)

مگر اتنا بڑا احسان فراموش ہے کہ ایمان نہیں لاتا اظہار بغض وحسد کرتا ہے ایسا کوئی معاملہ نہیں ہے کہ اللہ ورسول کو آج مشرک وکافر پہچانتا نہیں۔ چودہ سو برس پہلے بھی مکہ میں مشرک وکافر پہچانتا تھا کہ اللہ ورسول کون ہیں لیکن رسولؐ جیسے نرم دل بشر کو ہجرت پر مجبور کر دیا! مشرکین وکفار دنیا میں نصف سے زائد ہیں کیا یہ بات حق بجانب نہیں کہ مسلمانوں سے یہ پوچھا جائے کہ بھائی آپ کیوں آپس میں ایک دوسرے سے دست وگریباں ہیں مثلاً ایک مسلم ملک (عرب) کسی دوسرے مسلم ملک (عرب) پر حملہ آور ہو جاتا ہے نہ ان ممالک میں کہیں زبان اور نہ ہی فرقہ کا مسئلہ ہوتا ہے پھر بھی ایک دوسرے کا دشمن ہو جاتا ہے یہ صرف حکمران وقت کے اپنے نفس کی پیروی کا نتیجہ ہے زبان ونسل اور فرقہ کا دخل نہیں۔ اسکے علاوہ بعض ممالک میں فرقہ وارانہ کشیدگی رہتی ہے حالانکہ جواز کسی حملہ آور کے پاس نہیں کیونکہ دین میں کہیں زبردستی نہیں (۲:۲۵۶ جزوی) اللہ نے رسولوںؑ کو بھی زبردستی کلمہ پڑھوانے کا حکم دیا ہی نہیں بلکہ جتنی بھی آیات تبلیغ سے متعلق ہیں ان میں شائستگی کا اظہار ہے اور انسان کی مرضی پر ہے کہ دین فطرت (اسلام) کو تسلیم کرے یا نہ کرے (۱۸:۲۹) کم از کم مسلم ممالک میں تو فساد ہونا ہی نہیں چاہیئے۔ یہود ونصاریٰ بھی حضورؐ پر ایمان نہیں لاتے۔ اس طرح تقریباً اسّی فیصد دنیا کی آبادی حضورؐ پر ایمان نہیں لاتی حالانکہ نصاریٰ نجران نے مباہلہ پر حضورؐ کی جس برتری کو اس وقت تسلیم کیا وہ آج بھی برقرار ہے آیات مباہلہ وتطہیر میں جیسی وضاحت کی گئی نصاریٰ نے حضورؐ کی بات تو مان لی لیکن ایمان نہیں لائے۔ آج بھی انسان اللہ ورسولؐ پر ایمان لانے پر آمادہ نہیں اس لئے رسولؐ سے متصل مومنینؑ پر ایمان لانا بھی مشکل ہے۔ آل محمدؐ کی شان میں مزید الحج کی آیت ۴۱ بھی ملاحظہ ہو۔

[یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں روئے زمین پر قابو دے دیں تو یہ لوگ پابندی سے نمازیں ادا کرینگے اور زکوٰۃ دینگے اور اچھے اچھے کام کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے (لوگوں کو) روکیں گے اور (یوں تو) سب کاموں کا انجام اللہ ہی کے اختیار میں ہے] ۲۲:۴۱

((۲۔ مناقب میں امام موسیٰؑ کاظم اور جناب امام حسین علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ آیت مخصوص ہم اہلبیتؑ سے ہے تفسیر قمی میں امام محمد باقرؑ سے منقول ہے کہ یہ پوری آیت آل محمدؐ کی شان میں ہے اور مہدیؑ آخر الزمان اور ان کے اصحاب کو خدا زمین کے مشرق ومغرب کا مالک کر دے گا۔))

اللہ تعالیٰ جن اعلیٰ امتحانات سے انسانوں (بشمول انبیاء واوصیاء) کی آزمائش چاہتا ہے وہ البقرۃ آیات ۱۵۵-۱۵۷ میں ملاحظہ ہوں۔

[اور ہم ۲تمھیں کچھ خوف اور بھوک سے اور مالوں اور جانوں اور پھلوں کی کمی سے ضرور آزمائیں گے اور (اے رسولؐ) ایسے صبر ۳کرنیوالوں کو کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑی تو وہ (بیساختہ) بول اٹھے ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانیوالے ہیں خوشخبری دیدو کہ انھیں لوگوں پر ان کے پروردگار کی طرف سے عنایتیں ہیں اور رحمت اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔] ۲:۱۵۵-۱۵۷

((۲۔ عجب نہیں کہ اس آیت سے جناب امام حسین علیہ السَّلام کی طرف اشارہ ہو کیونکہ جو باتیں اس میں مندرج ہیں ان کا سچا مصداق امام حسین کے سوا دوسرا نظر نہیں آتا۔ واللہ اعلم۔))

البقرۃ آیات ۱۵۵ تا ۱۵۷ کے ضمن میں امام حسین علیہ السَّلام کے ذکر کے ساتھ واقعہ کربلا کا تصور قدرتی امر ہے ''کنزالایمان'' سے سورۃ ابراہیم آیت ۵ اور تفسیر حصہ اول میں پیش کی گئی۔

واقعہ کربلا کا ذکر الصّٰفّٰت آیت ۱۰۷ ملاحظہ ہو۔

[اور ہم نے اسمٰعیل کا فدیہ ایک ۱ذبح عظیم (قربانی) قرار دیا۔] ۳۷:۱۰۷

((۱۔ اگرچہ مفسرین نے ذبح عظیم سے بہشتی موٹا تازہ دنبہ مراد لیا ہے مگر یہ بالکل عقل کے خلاف ہے کیونکہ اگرچہ وہ دنبہ بہشت کا ہو اور کیسا ہی موٹا تازہ ہو مگر انبیاء کی بہ نسبت اس کا عظیم ہونا بالکل محال ہے میرے ذہن میں تو ذبح عظیم سے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے سوا دوسری چیز مراد نہیں معلوم ہوتی اسی وجہ سے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے حسین منی وانا من الحسین۔))

امام حسینؑ نے دین اسلام کی خاطر جو قربانیاں کربلا میں پیش فرمائیں اس کا ذکر جاری ہے مسلمانوں کے لئے خصوصاً قیامت تک یہ واقعہ جذبہ جہاد اور دین کے لئے قربانی کا سبق دیتا رہے گا ذکر شہداء کربلا ایک امر و عمل پیہم ہے کہ جس سے خود روح شہادت برقرار رہتی ہے ورنہ تصورات مردہ ہو جائیں یہ بقا کے لئے مسلم کو شہادت کے لئے آمادہ رکھتی ہے لیکن یہ دہرانا اہم ہے کہ انسان اپنی عقل کی فرمانبرداری کو نظرانداز کر جاتا ہے اور نفس کی پیروی عموماً کرتا ہے چنانچہ کوفہ کے مومنین و مسلمین نے امام حسینؑ کو مدد دینے کے لئے خطوط ہزاروں کی تعداد میں لکھے لیکن ان تحریروں کے باوجود کربلا میں امام حسینؑ کی مدد کے لئے نہ مومن (شیعہ) آئے نہ مسلمان (سنی) پہنچے حالانکہ فاصلہ تیس میل سے زیادہ نہ ہوگا۔ یہ دونوں ابن زیاد (حاکم کوفہ) کی دہشتگردی سے اس قدر خائف تھے کہ کربلا جانے سے پس و پیش میں رہ گئے لیکن مومنین و مسلمین کو جذبہ جہاد کے تحت ہر قیمت پر جانا چاہیئے تھا تاکہ ایفائے وعدہ ہو دوسرے یہ کہ جو ہتھیار ابن زیاد (منافق) کے پاس تھے وہی مومنین و مسلمین کے

پاس بھی تھے اس لئے مقابلہ کرنا چاہیئے تھا ایسا نہ کر کے دونوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور گمراہی بھی اختیار کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مومنین خصوصاً واقعہ کربلا کے بعد بہت پچھتائے (صحیفہ کربلا صفحہ ۵۰۶)۔

امام عالی مقام (حسینؑ) حضورؐ کی گود میں آیات تطہیر (۳۳:۳۳ جزوی) ومباہلہ (۳:۶۱) کی تفسیر بن کر تشریف لائے۔ نصاریٰ نجران نے ان کی معصوم شکل وصورت سے ہی فضیلت کا انداز لگایا اور مباہلہ سے فرار اختیار کیا۔ نصاریٰ غلطی پر تھے شکست تسلیم کی جزیہ دینا قبول کیا۔ حضورؐ حق پر تھے آپؐ حق والوں ہی کا تعارف کرانے ساتھ لائے تھے تاکہ مباہلہ ہو اور اس بین الاقوامی معاملہ کی یادرہے اور دنیا ان شخصیتوںؑ کو پہچانے کہ جب بھی اہلبیتؑ حضورؐ حضرت علیؑ، جناب فاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ (پنجتن پاک علیہم السلام) کا کوئی فرد کسی مسئلہ میں درپیش ہو تو یہ حق پر ہونگے یا حق ان کے ساتھ ہوگا ان کا مدمقابل ہمیشہ غلطی یا باطل پر ہوگا چنانچہ کربلا حق وباطل کی جنگ ہے کربلا میں صرف دو گروہ (یالشکر) تھے ایک حق (دین اسلام) کی نمائندگی فرمارہا تھا اور دوسرا باطل پر تھا۔ ''کنز الایمان'' سے تفاسیر المائدۃ آیت ۵۵ آیات تطہیر ومباہلہ' سورۃ ابراھیمہ آیت ۵ اور الاحزاب آیت ۵۸ کہ جس میں فرمایا گیا کہ حضرت علیؑ کی بدگوئی منافق کرتا ہے اور خصوصاً یہ تفسیر کی گئی کہ کربلا کا تذکرہ کیا جائے (۱۴:۵) ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمانوں کی بڑی اکثریت آل محمدؐ کے فضائل کو جانتی ہے اور خصوصاً کربلا کے حوالے سے امام حسینؑ اور دیگر شہداء کا تذکرہ بھی چاہتی ہے آل محمدؐ کے یہ اعلیٰ کارنامے ہیں کہ جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی مودّۃ کو واجب قرار دیا۔ الشوریٰ کی آیت ۲۳ (جزوی) ''کنز الایمان'' اور ''مطبوعہ سعودی عرب'' (تفسیر جناب شبیر احمد عثمانی صاحب) دونوں سے پیش کی گئی ہے۔

منکرین وسیلہ مشرکین، کفار اور منافقین ہیں۔ مشرکین وکفار کا اظہار قبل کیا گیا اس لئے خصوصاً منافق کی نفسیات پڑھیئے بجائے اس کے کہ منکرین وسیلہ کے کردار کے بارے میں کچھ اپنی طرف سے کہا جائے انکے (منافقین) کردار کے ہر پہلو کو قرآن حکیم سے براہ راست پیش کیا جاتا ہے جب وسیلہ کا انکار ہورہا ہو تو اسکا مقصد ہے کہ وسیلہ کے حقدار بھی کچھ ہیں ان حقداروں (انبیاء واوصیاء) کا ذکر دوسرے ابواب کے علاوہ یہاں بھی آیات کی روشنی میں اور کچھ مختصر تجزیہ بھی پیش کیا جاتا ہے منافق خصوصاً حضرت علیؑ کی مخالفت کرتا ہے اور حضورؐ کا بھی منکر ہے۔ ایمان نہ لانے والے جو کہ ایمان لانے کے دعویدار تھے اللہ نے ان دعویداروں کو جھوٹا قرار دیا ہے ان منکرین وسیلہ (منافقین) کے کردار کو المنٰفقون کی پہلی آیت میں پیش کیا گیا ہے۔

المنٰفقون کی پہلی آیت نے منافقین کے مکالمہ سے ہی بات کو واضح کر دیا کہ اللہ کے رسولؐ کے پاس منافق

نہیں آیا بلکہ منافقین (صیغہ جمع) آئے اور یہ (منافقین) رسول کو باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہ (منافقین) رسولؐ کے وسیلہ کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی سچائی ثابت کرنیکے لئے تنہا نہیں بلکہ گروہ کی شکل میں آئے تا کہ زیادہ تعداد سے بات سچ سمجھی جائے اور درمیان میں انھیں نے اللہ کا بھی ذکر کیا لیکن اللہ نے انکی نیتوں کا اظہار فرما دیا کہ یہ جھوٹے ہیں انکا کردار خصوصاً البقرۃ کی آیات ۸ تا ۲۰ میں ملاحظہ ہو پھر دیگر آیات مختلف سورتوں سے پیش کی جائینگی۔

[اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو (زبان سے تو) کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور قیامت کے دن پر ایمان لائے حالانکہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے۔ اللہ کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ آپ۲ اپنے ہی کو دھوکا دیتے ہیں اور کچھ شعور نہیں رکھتے ان کے دلوں میں مرض تھا ہی اب اللہ نے ان کے مرض کو اور بڑھا دیا۳ اور چونکہ وہ لوگ جھوٹ۴ بولا کرتے تھے اس لئے ان پر تکلیف دہ عذاب ہے اور جب کہا جاتا ہے ان سے کہ ملک میں فساد نہ کرتے پھرو (تو) کہتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہیں خبردار ہو جاؤ بیشک یہی لوگ فسادی ہیں لیکن سمجھتے نہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لائے ہیں تم بھی ایمان لاؤ۔ تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح اور بیوقوف ایمان لائے، خبردار۵ ہو جاؤ یہی لوگ بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے اور جب ان لوگوں سے ملتے ہیں جو ایمان لا چکے تو کہتے ہیں کہ ہم تو ایمان لا چکے اور جب اپنے شیطانوں کے ساتھ تخلیہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمھارے ساتھ ہیں ہم تو (مسلمانوں کو) بناتے (احمق بناتے) ہیں (وہ کیا بنائیں گے) اللہ انکو بناتا ہے اور انکو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں غلطاں و پیچاں رہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی پھر نہ انکی تجارت۶ ہی نے کچھ نفع دیا اور نہ ان لوگوں نے ہدایت پائی۔ ان لوگوں کی مثل تو اس شخص کی سی مثل ہے جس نے (رات کے وقت مجمع میں) بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی پھر جب آگ (کے شعلے) نے اسکے گرد و پیش خوب اجالا کر دیا تو اللہ نے ان کی روشنی لے لی اور ان کو گھٹا ٹوپ اندھیرے میں چھوڑ دیا کہ اب انھیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ یہ لوگ بہرے گونگے' اندھے ہیں کہ پھر اپنی گمراہی سے باز نہیں آ سکتے۔ یا جیسے آسمانی بارش (ان کی مثل۱ ایسی ہے) جس میں تاریکیاں، گرج، بجلی اور موت کے خوف سے کڑک کے مارے اپنے کانوں میں انگلیاں دیئے لیتے ہیں حالانکہ اللہ کافروں کو اس طرح گھیرے ہوئے ہے (کہ اسک نہیں سکتے)۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھوں کو چوندھیا دے۔ جب ان کے آگے بجلی چمکی تو اس روشنی میں چل کھڑے ہوئے اور جب ان پر اندھیرا چھا گیا (تو ٹھٹک

کر) کھڑے ہو گئے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یوں بھی ان سے دیکھنے سننے کی قوتیں چھین لیتا۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔]۲:۸-۲۰

((۲۔ مطلب یہ ہے کہ وہ جھوٹ کو کامیابی کا ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ سخت غلطی ہے))

((۳۔ یعنی انھیں انکے حال پر چھوڑ دیا۔ اس وجہ سے ان کا مرض کفر اور بڑھ گیا۔))

((۴۔ یعنی ان کا دعوئ اسلام بھی جھوٹ تھا۔))

((۵۔ ابتدائے اسلام میں تین قسم کے لوگ تھے کچھ تو نرے کھرے مسلمان جن کی تعریف اللہ نے تیسری آیت سے چھٹی آیت تک کی ہے اور کچھ پکے کٹے کافر جن کی مذمت ساتویں سے آٹھویں آیت تک کی ہے تیسرا گروہ منافقین کا تھا جن کا شیوہ یہ تھا کہ مسلمانوں کافروں دونوں سے میل جول رکھتے تھے۔ اور جس سے جہاں ملے اس کی سی کہہ دی اور چونکہ تینوں فریقوں میں باہم قرابت وغیرہ بھی تھی تو اگر کوئی شخص منافقین سے کہتا کہ ایک کے ہو رہو کیوں کہ تمھاری ان دوزخی باتوں سے فساد پھیلتا ہے تو بہتر ہے کہ جس طرح اور لوگ مسلمان ہو گئے ہیں تم بھی پکے مسلمان ہو جاؤ تو منافقین جواب دیتے کہ ہماری طرف فساد کی نسبت کرنا نری تہمت ہے ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ دونوں فریق اپنی اپنی جگہ دبے رہیں اور لڑنے نہ پائیں اور تم تو احمق ہو کہ تم کو مصالح دنیوی پر نظر نہیں ہے کیا ہم بھی تمھاری طرح احمق بن جائیں اور لوگوں کو خواہ مخواہ اپنا دشمن بنا لیں۔ اس کے جواب میں اللہ نے مسلمانوں کو سمجھایا کہ یہ منافقین کی غلطی ہے انہی کی وجہ سے تو اور فساد پھیلتا جاتا ہے اور اس طرح اصلاح بین الفریقین ممکن نہیں اور وہ تم کو احمق بناتے ہیں کیونکہ مصالح دنیوی کو ترجیح دینا اور عقل سلیم کو کام میں نہ لانا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔))

((۶۔ یہاں لین دین اور تجارت کا ذکر بطور استعارہ ہے مقصود یہ ہے کہ منافقوں کو ہدایت اختیار کرنی تھی اور انھوں نے اختیار کی گمراہی اور آخر کار ان کو اپنی غلط فہمی کا وبال بھگتنا پڑا اور یہی تجارت کا خسارہ ہے۔))

((۱۔ خداوند عالم نے منافقوں کی دو مثل بیان کیں پہلی مثل کی توضیح یہ ہے کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نور اسلام عالم میں پھیلایا اور اطراف وجوانب کے لوگ اسلام کے پھریرے کے سایہ میں آگئے اور منافقین باوجود خاص مکہ میں رہنے کے اندھے کے اندھے رہے اور دوسری مثل کی توضیح یہ ہے کہ بارش سے کنایہ ہے اسلام کی طرف کیونکہ جس طرح بارش رحمت خدا ہے اسی طرح اسلام بھی ایک رحمت پروردگار ہے اور چونکہ ابتدائے اسلام میں مسلمانوں کو کچھ کفار سے کچھ منافقین سے اذیتیں پہنچی تھیں تو ان زحمتوں کو تاریکی

گرج اور بجلی سے تشبیہ دی۔

اب منافقین کی یہ حالت تھی کہ جب کسی لڑائی میں مسلمانوں کو فتح ہوئی یا کوئی فائدہ پہنچا تو تھوڑی دیر کے لئے منافقین کے دل میں اسلام بھلا معلوم ہوا اسی کو اللہ نے فرمایا ہے کہ جب بجلی چمکی تو چل کھڑے ہوئے یعنی انکے جی میں آیا کہ مسلمان ہو جانا چاہیئے۔اور اگر کہیں مسلمانوں کو نقصان پہنچا یا لڑائی میں ہار گئے تو منافقین پھر بدگمان ہو گئے اسی کو اللہ نے فرمایا کہ جب ان پر اندھیرا چھا گیا تو ٹھٹھک کر کھڑے ہو گئے اور پھر اللہ سچے ایمانداروں کی تسکین کے واسطے فرماتا ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ان سے دیکھنے سننے کی قوتیں سلب کر لیتا مقصود یہ ہے کہ ابتدائے اسلام کے واسطے انکا نفاق میں رہنا بھی غنیمت ہے کہ کھلم کھلا دشمنی تو نہ کرینگے۔))

النساء کی آیات ۶۱ تا ۶۳، ۱۳۷ تا ۱۴۳ اور تفسیر ملاحظہ ہو۔

[اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو (کتاب) نازل کی ہے اسکی طرف اور رسولؐ کی طرف رجوع کرو تو تم منافقین کو دیکھتے ہو کہ تم سے کس طرح منہ پھیر لیتے ہیں پھر جب ان پر انکے کرتوت کی وجہ سے کوئی مصیبت پڑتی ہے تو کیونکر تمھارے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہمارا مطلب تو نیکی اور میل ملاپ کے سوا کچھ نہ تھا یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ ہی انکے دل کی حالت خوب جانتا ہے پس تم ان سے درگزر کرو اور انکو نصیحت کرو اور ان سے انکے دل میں اثر کرنیوالی برمحل بات کہو۔] ۴:۶۱-۶۳

[بیشک جو لوگ ایمان لائے اسکے بعد پھر کافر ہو گئے پھر ایمان لائے پھر اسکے بعد کافر ہو گئے اور پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے تو اللہ نہ انکی مغفرت کریگا اور نہ انھیں راہ راست کی ہدایت ہی کریگا۔(اے رسولؐ) منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہے جو لوگ مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا سرپرست بناتے ہیں کیا ان کے پاس عزت (و آبرو) کی تلاش کرتے ہیں عزت تو بس ساری اللہ ہی کے لئے خاص ہے۔(مسلمانو) حالانکہ اللہ تم پر اپنی کتاب (قرآن) میں یہ حکم نازل کر چکا ہے کہ جب تم سن لو کہ اللہ کی آیتوں سے انکار کیا جاتا ہے اور اس سے مسخرا پن کیا جاتا ہے تو تم ان (کفار) کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں غور کرنے لگیں ورنہ تم بھی اس وقت ان کے برابر ہو جاؤ گے اس میں تو شک ہی نہیں کہ اللہ تمام منافقوں اور کافروں کو (ایک نہ ایک دن) جہنم میں جمع ہی کریگا وہ منافقین جو تمھارے (مآل کار کے) منتظر ہیں (کہ دیکھئے فتح ہوتی ہے یا شکست) تو اگر اللہ کی طرف سے تمھیں فتح ہوئی تو کہنے لگے کہ کیا ہم تمھارے ساتھ نہ تھے اور اگر (فتح کا) حصہ کافروں کو ملا تو (کافروں کے طرفدار بن کر) کہتے ہیں کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے

(مگر قصداً تمکو چھوڑ دیا) اور تم کو مومنین (کے ہاتھوں) سے ہم نے بچایا نہیں تھا (منافقو) قیامت کے دن تو اللہ تمھارے درمیان فیصلہ کریگا اور اللہ ہرگز کافروں کو مومنوں پر غلبہ نہیں دے گا۲ بیشک منافقین (اپنے خیال میں) اللہ کو فریب دیتے ہیں درانحالیکہ وہ انکے فریب کو (باطل کرنیوالا) ہے اور یہ لوگ جب نماز پڑھنے کھڑے ہوتے ہیں (تو بے دلی سے) الکسائے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں اور فقط لوگوں کو دکھاتے ہیں اور دل سے تو اللہ کو کچھ یونہی سا یاد کرتے ہیں اس (کفر وایمان) کے بیچ ادھڑ میں جھول رہے ہیں نہ ان (مسلمانوں) کی طرف نہ (ان کافروں) کی طرف اور (اے رسولؐ) جسے اللہ گمراہی میں چھوڑ دے اسکی (ہدایت کی) تم ہرگز کوئی سبیل نہیں کر سکتے۔] ۴:۱۳۷-۱۴۳

((۱۔ مسلمانوں اور کافروں میں تو لڑائی ہوتی اور منافقوں کے دونوں ہاتھ لڈو کیوں کہ جب مسلمانوں کو فتح ہوتی تو اس دعوے سے مال غنیمت میں حصہ بٹانے کو تیار ہوتے کہ ہم لڑائی میں تمھارے ساتھ تھے اور کافروں کی فتح ہوتی تو ان سے بھی باٹنا لینے کو موجود۔ اور وہ بھی اس فقرہ کے ساتھ کہ ہم لوگ نہ ہوتے تو تم مارے ہی جاتے ہم ہی لوگوں نے تو فلاں موقع پر تم کو بچالیا۔))

((۲۔ کفار کے مومنین پر غالب نہ ہونے کا تو یہ مطلب ہے کہ اعتقادات وآعمال کی حقیقت پر سچے دلائل میں غالب نہ ہونگے یا یہ مطلب ہے کہ دنیا میں ان کا ایسا غلبہ مومنین پر کبھی نہ ہوگا کہ اسلام بالکل معدوم ہوجائے۔))

التوبہ کی آیات ۶۱ تا ۷۰، ۷۳ تا ۸۰، ۸۹ تا ۹۴، ۹۷ تا ۹۹ اور ۱۰۲-۱۰۳ و تفسیر ملاحظہ ہو۔

[اور ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو رسولؐ کو ستاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بس کان ہی (کان) ہیں (اے رسولؐ) تم کہدو (کہ کان تو ہیں مگر) تمھاری بھلائی سننے کے کان ہیں کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنین (کی باتوں) کا یقین رکھتے ہیں اور تم میں سے جو لوگ ایمان لاچکے ہیں انکے لئے رحمت اور جو لوگ رسولؐ خدا کو ستاتے ہیں انکے لئے دردناک عذاب ہے (مسلمانوں) یہ لوگ تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تمھیں راضی کرلیں۔ حالانکہ اگر یہ لوگ سچے ایماندار ہیں تو اللہ اور اسکا رسولؐ کہیں زیادہ حقدار ہیں کہ اسکو راضی رکھیں۔ کیا یہ لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ جس شخص نے اللہ اور اسکے رسولؐ کی مخالفت کی تو اس میں شک ہی نہیں کہ اسکے لئے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا بھنتا) رہے گا یہی تو بڑی رسوائی ہے منافقین اس بات سے ڈرتے ہیں کہ (کہیں ایسا نہ) ہو ان مسلمانوں پر (رسولؐ کی معرفت) کوئی سورۃ نازل ہوجائے جو ان کو جو کچھ ان

(منافقین) کے دل میں ہے بتا دے (اے رسولؐ) تم کہدو کہ اچھا تم مسخراپن کئے جاؤ جس سے تم ڈرتے ہو اللہ اسے ضرور ظاہر کر دیگا۔ اور اگر تم انسے پوچھو (کہ یہ کیا حرکت تھی) تو ضرور یوں ہی کہیں گے کہ ہم تو یونہی بات چیت (دل لگی بازی) کر رہے تھے تم کہو کہ بائیں کیا تم اللہ سے اور اسکی آیتوں سے اور اسکے رسولؐ سے ہنسی کر رہے تھے اب باتیں نہ بناؤ حق تو یہ ہے کہ تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو بیٹھے اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کریں تاہم کچھ لوگوں کو سزا ضرور دینگے اس وجہ سے کہ یہ لوگ قصوروار ضرور ہیں منافق مرد اور منافق عورتیں ایک دوسرے کے باہم جنس ہیں کہ (لوگوں کو) برے کام کا تو حکم کرتے ہیں اور نیک کاموں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ (راہ خدا میں خرچ کرنے سے) بند رکھتے ہیں (سچ تو یوں ہے کہ) یہ لوگ اللہ کو بھول بیٹھے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا بیشک منافقین بدچلن ہیں منافق مردوں اور منافق عورتوں اور کافروں سے اللہ نے جہنم کی آگ کا وعدہ تو کر لیا ہے کہ یہ لوگ ہمیشہ اس میں رہینگے اور یہی انکے لئے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور انہی کے لئے دائمی عذاب ہے (منافقو تمھاری) تو انکی مثل ہے جو تم سے پہلے تھے وہ لوگ تم سے قوت میں زیادہ تھے اور مال اور اولاد میں بھی کہیں بڑھ کر تھے تو وہ اپنے حصہ سے بھی بہرہ یاب ہو چکے تو جس طرح تم سے پہلے لوگ اپنے حصہ سے فائدہ اٹھا چکے ہیں اسی طرح تم نے اپنے حصہ سے فائدہ اٹھالیا اور جس طرح وہ باطل میں گھسے رہے اسی طرح تم بھی گھسے رہے یہ وہ لوگ ہیں جنکا سب کیا دھرا دنیا و آخرت (دونوں) میں اکارت ہوا۔ اور یہی لوگ گھاٹے میں ہیں کیا ان منافقوں کو ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی ہے جو ان لوگوں سے پہلے ہو گزرے ہیں نوحؑ کی قوم اور عادؑ اور ثمودؑ اور ابراہیمؑ کی قوم اور مدین والے اور الٹی ہوئی بستیوں کے رہنے والے کہ انکے پاس انکے رسولؐ واضح و (روشن) معجزے لیکر آئے تو (وہ مبتلائے عذاب ہوئے اور) اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کرتے تھے۔]۹:۶۱-۷۰

[اے رسول کفار کے ساتھ (تلوار سے) اور منافقوں کے ساتھ (زبان سے) جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور انکا ٹھکانا تو جہنم ہی ہے اور وہ بری جگہ ہے یہ منافقین اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ (کوئی بری بات) نہیں کہی۔ حالانکہ ان لوگوں نے کفر کا کلمہ تو ضرور کہا اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے اور جس بات پر قابو نہ پا سکے اسے ٹھان بیٹھے اور ان لوگوں نے (مسلمانوں سے) صرف اس وجہ سے عداوت کی کہ اپنے فضل و کرم سے اللہ نے اور اسکے رسولؐ نے دولتمند بنا دیا ہے تو انکے لئے اس میں خیر ہے کہ یہ لوگ اب بھی توبہ کر لیں۔ اور اگر یہ نہ مانیں گے تو اللہ ان پر دنیا و آخرت میں دردناک عذاب نازل فرمائیگا۔ اور تمام دنیا میں انکا نہ کوئی حامی ہوگا اور نہ مددگار

۔اوران منافقین میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ سے قول وقرار کر چکے تھے کہ اگر ہمیں اپنے فضل وکرم سے (کچھ مال) دیگا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے اور نیکوکار بندے ہو جائیں گے تو جب اللہ نے اپنے فضل وکرم سے انھیں عطا فرمایا تو لگے اس میں بخل کرنے اور کترا کے منہ پھیرنے ۔ پھر اسکے خمیازہ میں اپنی ملاقات کے دن (قیامت) تک انکے دلوں میں (گویا خود) نفاق ڈال دیا اس وجہ سے کہ ان لوگوں نے جو اللہ سے وعدہ کیا تھا اسکے خلاف کیا اور اس وجہ سے کہ جھوٹ بولا کرتے تھے کیا وہ لوگ اتنا بھی نہ جانتے تھے کہ اللہ انکے بھید اور سرگوشی (سب کچھ) جانتا ہے اور یہ کہ اللہ غیب کی باتوں سے خوب آگاہ ہے۔]۹:۷۳-۷۸

[(اے رسولؐ) خواہ تم ان (منافقین) کے لئے مغفرت کی دعا مانگو یا انکے لئے مغفرت کی دعا نہ مانگو۔ (انکے لئے برابر ہے) تم انکے لئے ستر بار (محاورتاً) بھی مغفرت کی دعا مانگو گے تو بھی اللہ انکو ہرگز نہ بخشے گا یہ (سزا) اس سبب سے ہے کہ ان لوگوں نے اللہ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور اللہ بدکار لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں پہنچایا کرتا۔ (جنگ تبوک) میں رسولؐ خدا کے پیچھے رہ جانے والے اپنی جگہ بیٹھ رہنے اور جہاد میں نہ جانے سے خوش ہوئے اور اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنا انکو مکروہ معلوم ہوا اور کہنے لگے کہ گرمی میں نہ نکلو۔ (اے رسولؐ) تم کہدو کہ جہنم کی آگ (جس میں تم جلو گے) اس سے کہیں زیادہ گرم ہے اگر وہ کچھ سمجھیں۔ جو کچھ وہ کیا کرتے تھے اسکے بدلے انھیں چاہیئے کہ وہ بہت ہنسیں اور بہت روئیں۔تو (اے رسولؐ) اگر اللہ تم کو ان منافقین کے کسی گروہ کی طرف (جہاد سے صحیح وسالم) واپس لائے پھر تم سے (جہاد کے واسطے) نکلنے کی اجازت مانگیں تو تم صاف کہدو کہ تم میرے ساتھ (جہاد کے واسطے) ہرگز نہ کبھی نکلنے پاؤ گے اور نہ ہرگز دشمن سے میرے ساتھ لڑنے پاؤ گے جب تم نے پہلی مرتبہ (گھر میں) بیٹھ رہنا پسند کیا تو (اب بھی) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ (گھر میں) بیٹھے رہو۔اور (اے رسولؐ) ان منافقین میں سے جو مر جائے گا نہ کبھی کسی پر نماز جنازہ پڑھنا اور نہ اسکی قبر پر جا کر کھڑے ہونا۔ان لوگوں نے یقیناً اللہ اور اسکے رسولؐ کے ساتھ کفر کیا اور بدکاری ہی کی حالت میں مر گئے اور انکے مال اور انکی اولاد (کی کثرت) تمھیں تعجب میں نہ ڈالے کیونکہ اللہ تو بس یہ چاہتا ہے دنیا میں بھی انکے مال واولاد کی بدولت انکو عذاب میں مبتلا کرے اور انکی جان نکلنے لگے تو اس وقت بھی یہ کافر (کے کافر ہی) رہیں اور جب کوئی سورۃ اس بارے میں نازل ہوا کہ اللہ کو مانو اور اسکے رسولؐ کے ساتھ جا کر جہاد کرو تو جو ان میں سے دولت والے ہیں وہ تم میں اجازت مانگتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں یہیں چھوڑ دیجئے کہ ہم بھی (گھر) بیٹھنے والوں کے ساتھ (بیٹھے) رہیں۔ یہ اس بات سے خوش ہیں کہ پیچھے

رہ جانیوالوں (عورتوں بچوں بیماروں) کے ساتھ بیٹھے رہیں اور گویا انکے دل پر مہر کر دی گئی ہے تو یہ کچھ نہیں سمجھتے ۔مگر رسولؐ اور جولوگ انکے ساتھ ایمان لائے ہیں ان لوگوں نے اپنے اپنے مال اور اپنی اپنی جانوں سے جہاد کیا ۔یہی وہ لوگ ہیں جنکے لئے (ہر طرح) کی بھلائیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونیوالے ہیں اللہ نے انکے واسطے (بہشت کے) وہ (ہرے بھرے) باغ تیار کر رکھے ہیں (جنکے درختوں کے) نیچے نہریں جاری ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہینگے ۔یہی تو بڑی کامیابی ہے۔]۹:۸۰-۸۹

[جب تم انکے پاس (جہاد سے لوٹ کر) واپس آؤ گے تو یہ (منافقین) تم سے (طرح طرح کی) معذرت کرینگے (اے رسولؐ) تم کہدو کہ باتیں نہ بناؤ ہم ہرگز تمھاری بات باور نہ فرمائینگے کیونکہ ہمیں تو اللہ نے تمھارے حالات سے آگاہ کر دیا ہے عنقریب اللہ اور اسکا رسول تمھاری کارستانی کو ملاحظہ کرینگے پھر تم ظاہر و باطن کے جاننے والے (اللہ) کی حضوری میں لوٹا دئے جاؤ گے تو جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے (ذرا ذرا) بتادیگا۔ جب تم انکے پاس جہاد سے واپس آؤ گے تو تمھارے سامنے اللہ کی قسمیں کھائینگے تاکہ تم ان سے درگزر کرو تو تم انکی طرف سے منہ پھیر لو۔ بیشک یہ لوگ ناپاک ہیں اور انکا ٹھکانا جہنم ہے یہ سزا ہے اسکی جو یہ (دنیا میں) کیا کرتے تھے تمھارے سامنے یہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ تو اگر تم ان سے راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ بدکاروں سے ہرگز کبھی راضی نہیں ہوگا۔ یہ عرب کے گنوار دیہاتی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں اور اسی قابل ہیں کہ جو کتاب اللہ نے اپنے رسولؐ پر نازل فرمائی ہے اسکے احکام نہ مانیں اور اللہ تو بڑا دانا حکیم ہے اور کچھ گنوار دیہاتی ایسے بھی ہیں کہ جو کچھ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اسے تاوان سمجھتے ہیں اور تمھارے حق میں (زمانہ کی) گردشوں کے منتظر ہیں انہی پر (زمانہ کی) بری گردش پڑے اور اللہ تو سب کچھ سنتا جانتا ہے اور کچھ دیہاتی تو ایسے بھی ہیں جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی (بارگاہ میں) نزدیکی اور رسول کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں آگاہ رہو واقعی یہ خیرات ضرور انکے تقرب کا باعث ہے اللہ انھیں بہت جلد اپنی رحمت میں داخل کریگا۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔]۹:۹۴-۹۹

[اور کچھ لوگ اور ہیں جنھوں نے اپنے گناہوں کا تو اقرار کیا مگر ان لوگوں نے بھلے کام کو اور کچھ برے کام کو ملا جلا (کر گول مال کر) دیا قریب ہے کہ اللہ انکی توبہ قبول کر لے۔ (کیونکہ) اللہ تو یقینی بڑا بخشنے والا مہربان ہے (اے رسولؐ) تم انکے مال کی زکوٰۃ لو اور اسکی بدولت انکو (گناہوں سے) پاک صاف کر دو اور انکے واسطے دعا خیر کرو کیونکہ تمھاری دعا ان لوگوں کے حق میں اطمینان (کا باعث) ہے اور اللہ تو (سب کچھ) سنتا اور جانتا

ہے۔]۹:۱۰۲-۱۰۳

((اِ۔ جنگ تبوک میں مومنین میں سے بھی کچھ لوگ نہ گئے تھے جب آپ واپس آئے اور بیٹھ رہنے والوں کی مذمت میں آیتیں نازل ہوئیں تو ثعلبہ،اوس،ابولبابہ،یہ تینوں بہت پچھتائے اور مسجد رسولؐ کے ستونوں سے اپنے کو باندھ دیا۔اور قسم کھائی کہ جب تک خود رسولؐ اللہ نہ کھولیں گے یوں ہی بندھے رہینگے ۔ جب آپؐ نماز کو تشریف لے گئے تو حالت معلوم ہوئی۔آپؐ نے فرمایا جب تک اللہ کا حکم اس بارے میں نہ آئیگا میں بھی نہ کھولوں گا غرض یہ آیت نازل ہوئی تو آپؐ نے کھولا تو وہ لوگ دوڑتے ہوئے اپنے گھر گئے۔اور اپنی جمع پونجی اٹھالائے، کہ یا حضرتؐ اسی نے ہم لوگوں کو روک رکھا تھا۔اب آپؐ اسکو خیرات کردیجئے۔آپؐ نے فرمایا۔بغیر حکم خدا کچھ نہیں کرسکتا تو اسکے بعد والی آیت نازل ہوئی۔))

سورۃ توبہ کی آیات ۸۰تا۸۹،۹۴تا۹۹اور۱۰۲تا۱۰۳میں منافقین کے بارے میں جو کیفیت بیان کی گئی اور یہ کہ انسان کی نفسیاتی کیفیت مال سے کس قدر متاثر ہوتی ہے یہ سب غور طلب معاملات ہیں مال کی زیادتی انسان کو جہاد سے روکتی ہے(۹:۸۶)اس مال سے وہ مفلسی بہتر ہے کہ جس سے قوت جہاد یا حق برقرار رہے۔ ایسے مال سے انسان (خصوصاً مسلمان) کو دور ہی رہنا چاہیئے کہ جو اللہ اور رسولؐ کی فرمانبرداری میں خلل پیدا کردے۔التوبہ آیت ۱۰۲ کی تفسیر میں یہ بات اور واضح ہوگئی کہ اگر بعض اوقات مومن کو بھی مال مل جائے تو وہ جہاد سے فرار اختیار کرسکتا ہے مال کی زیادتی گمراہی یا سرکشی کی طرف مائل کرسکتی ہے اسی طرح اولاد کی زیادتی بھی کبھی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے آیات ۹۷تا۹۹ میں دو طرح کے عرب دیہاتیوں کا تذکرہ ہے یہ عین عدل الٰہی ہے کہ جب ایک ہی مقام کے برے لوگوں کا ذکر آیا تو پروردگار عالم نے اسی مقام (عرب دیہاتی) کے اچھے لوگوں کا بھی ذکر فرمایا یہ اس لئے کہ اللہ کو مقام سے سروکار نہیں بلکہ غرض کردار سے ہے برا انسان ہے تو جہنم میں جائیگا اچھا ہے تو اللہ تعالیٰ جنت عطا فرمائیگا ۔

مسجد قبا کے مدمقابل منافقین نے مسجد ضرار بنائی وہ حضورؐ کی حیات میں ہی بنائی گئی اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو تمام صورت حال سے مکمل طور پر آگاہ فرمادیا اور ضرار کو ڈھادینے کا حکم صادر فرمایا۔اسکے ساتھ ہی یہ معاملہ صیغہ راز میں نہیں رہا کہ کون منافقین ہیں لیکن اللہ نے پھر بھی اپنے کلام میں ناموں کا اظہار نہیں فرمایا۔ایک فلسفیانہ انداز میں منافقین کی عمومی کیفیت بیان کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں ہوا ہے لیکن ناموں کے متعلق سوائے چند کے اللہ نے اس قسم کے واقعات راز میں رکھے ہیں۔قیامت کے بعد ہر بشر کا نامہ آعمال یوم حساب

پیش ہوگا۔اس وقت تمام معاملات کا عدل کے ساتھ اللہ فیصلہ فرمائیگا۔نتیجہ یہ نکلا کہ منافق کتنی خطرناک حرکتیں کرنے کا ماہر ہے بظاہر تو نیکی کرتا ہے (مسجد ضرار کا بنانا اور رسولؐ سے ہی اسکی فرمائش کرنا کہ نماز کی ابتدا فرمائیں ۔بظاہر بڑی نیکی تھی ۔) لیکن منافقین کی نیت میں عوام الناس کی توجہ رسولؐ کی طرف سے ہٹانا تھی یعنی منافق کا مقصد عوام کو گمراہ کرنا ہے لیکن اللہ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں اللہ نے رسولؐ پر حقائق کو واضح فرمادیا۔ یہ واقعات اسی لئے بیان کئے گئے تاکہ عوام اسکی روشنی میں عمل کریں اور گم کردہ راہ نہ ہوں ۔ ہر صاحب عقل وشعور ان واقعات کی گہرائی تک پہنچ سکتا ہے کہ جب منافقین نے رسولؐ تک کو گمراہ کرنیکی کوشش کی تو پھر وہ منافق ہر مسلمان کو گمراہ کرنیکی کوشش کریگا۔اس کے علاوہ بھی منافقین کا اسطرح کا کردار النساء کی آیات ۶۴ ۔۶۵ اور ۱۰۵ تا ۱۰۹ سے پیش کیا جاتا ہے۔

[اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے حکم سے لوگ اسکی اطاعت کریں ۔اور (اے رسولؐ) جب ان لوگوں نے (نافرمانی کرکے) اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا اگر تمھارے پاس چلے آتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسولؐ تم بھی انکی مغفرت چاہتے تو بیشک وہ لوگ اللہ کو بڑا توبہ قبول کرنیوالا مہربان پاتے (پس اے رسولؐ) تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ سچے مومن نہ ہونگے تاوقتیکہ اپنے باہمی جھگڑوں میں تم کو اپنا حاکم (نہ) بنائیں پھر جو کچھ تم فیصلہ کرو اس سے کسی طرح تنگدل بھی نہ ہوں بلکہ خوش خوش اسکو مان بھی لیں ۔ ۴:۶۴-۶۵]

((۱)۔ایک روایت میں ہے کہ چند منافقین نے ایک مرتبہ نفاق پر اتفاق کیا۔اللہ نے اپنے رسولؐ کو انکے حال سے خبر دی اور آپؐ نے سب لوگوں کو جمع کرکے فرمادیا کہ تم میں سے بارہ آدمیوں نے نفاق پر اتفاق کیا ہے اگر وہ اپنی جگہ سے اٹھیں اور اپنی مغفرت چاہیں تو انکے واسطے سفارش کروں ہر چند آپؐ نے اصرار سے فرمایا لیکن اپنی جگہ سے ایک نے حرکت نہ کی اسکے بعد آپؐ نے سب کا پتہ بتادیا اور وہ لوگ ذلیل ورسوا ہوئے اسکے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔))

النساء کی آیات ۶۴ تا ۶۵ میں اللہ تعالیٰ خود چاہتا ہے کہ ظالم لوگ رسولؐ کو وسیلہ بنا کر درخواست کریں تاکہ رسولؐ بھی منافقین کے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں تو اللہ بڑا بخشنے والا ہے ۔ بیشک معافی کا اختیار اللہ ہی کو ہے لیکن اللہ ہی نے یہ فیصلہ اٹل فرمادیا کہ جب تک رسولؐ کو وسیلہ نہ بنایا جائیگا دعا قبول نہ ہوگی ۔منکرین وسیلہ کے لئے اس سے واضح اور کیا آیت ہوگی ۔یعنی بغیر وسیلہ کوئی مسئلہ حل نہ ہوگا۔ بالفاظ دیگر جب تک مسلمان ”

یارسولؐ اللہ'' کہہ کر درخواست نہ کریگا دعا قبول ہی نہ ہوگی۔ آج بھی رسولؐ کو وسیلہ بنانا ہے کیونکہ مقاصد دینی ودنیوی کے لئے دعا کرنی ہے جیسا کہ اللہ کا حکم تھا جناب رسول کریم نے خود لوگوں کو جمع کر کے یہ بتادیا کہ منافقین اگر مغفرت چاہتے ہیں تو حضور بھی اسکے لئے آمادہ ہیں کہ انکی معافی کی درخواست فرمائیں لیکن منافق اتنا بدبخت ہے کہ باوجودیکہ اللہ ورسولؐ خود انکی معافی کے لئے تیار ہیں لیکن منافقین معافی مانگنا بھی نہیں چاہتے یعنی منافق کو نہ خوف خدا ہے اور نہ وسیلہ رسولؐ پسند ہے رسولؐ کی حیات میں ہی منافق کو یہ وسیلہ تسلیم نہ تھا تو پھر آپؐ کے انتقال کے بعد یہ وسیلہ رسولؐ کو کیسے مان لے۔ یہ معاملہ تو بالکل واضح ہے اس اعتبار سے کم از کم کافر ومشرک ہی منافق سے بہتر ہے کہ وہ (کافر ومشرک) جناب موسیٰؑ کو وسیلہ سمجھ کر ان سے دعا کی درخواست کرتا تھا (سورۃ الآعرٰف کی آیات ۱۳۰ تا ۱۳۵) تاکہ عذاب ٹلے اور عذاب ٹل بھی جایا کرتا تھا اس وجہ سے منافقین حقیقتاً کفار ومشرکین سے بدتر ہیں کہ وہ (منافقین) رسولؐ کی رحلت سے قبل ہی مغفرت کے لئے وسیلہ بنانے کو تیار نہ ہوئے۔ منافق بظاہر مسلمان ہونے کے (البقرۃ آیات ۸ تا ۲۰) نہ تو رسولؐ کو خاطر میں لاتا ہے نہ اللہ کو اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی فیصلہ کیا کہ جہنم کے سب سے نیچے کے طبقے میں اسکا مقام ہوگا۔ اللہ کا فیصلہ ان منافقین کے فعل سے مطابقت رکھتا ہے (۴:۱۴۵)

النساء کی آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹ ملاحظہ ہوں۔

[اے رسولؐ ہم نے تم پر برحق کتاب اس لئے نازل کی ہے کہ جس طرح اللہ نے تمھاری ہدایت کی ہے اسی طرح لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنیوالوں کے طرف دار نہ بنو اور (اپنی امت کے لئے) اللہ سے مغفرت کی دعا مانگو۔ بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور (اے رسولؐ) تم ان (بدمعاشوں) کی طرف ہو کر نہ لڑو جو اپنے ہی (لوگوں) سے دغابازی کرتے ہیں بیشک اللہ ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جو دغاباز گنہگار ہو۔ لوگوں سے تو (اپنی شرارت) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپاتے حالانکہ وہ تو اس وقت بھی انکے ساتھ ساتھ ہے جب وہ لوگ راتوں کو ان باتوں کے مشورے کرتے ہیں جن سے اللہ راضی نہیں اور اللہ تو انکی سب کرتوتوں کو (علم کے احاطہ) میں گھیرے ہوئے ہے (مسلمانو) خبردار ہو جاؤ بھلا دنیا کی (ذراسی) زندگی میں تو تم انکی طرف ہو کر لڑنے کھڑے ہو گئے پھر قیامت کے دن انکا طرف دار بن کر اللہ سے کون لڑے گا یا کون انکا وکیل ہوگا۔] ۴:۱۰۵-۱۰۹

((ا۔ انصار بنو بیرق میں سے تین بھائی بشیر، مبشر، بشر، منافق تھے ان تینوں نے قتادہ کے چچا کے مکان میں

نقب لگائی۔ اورانکے کھانے کی چیزیں۔ زرہ اور تلوار چرا کر لے گئے اور ایک یہودی کے گھر چھپا کر رکھ آئے قضا کار ایک دیندار لبید بن سہل بھی انکا رازدار تھا قتادہ نے ان سب کی حضرت رسولؐ کے پاس شکایت کی۔ بشیر وغیرہ نے سارا الزام لبید کے سر تھوپا اور اصلی چور اسی کو بنایا جب لبید کو یہ خبر معلوم ہوئی تو وہ ننگی تلوار لئے ہوئے غصہ میں گھر سے نکلا اور کہنے لگا کہ اے بنو بیرق چوری کرو تو تم لوگ اور نام لگاؤ میرا۔ حالانکہ تم لوگ پکے منافق ہو کہ خود رسولؐ اللہ کی ہجو کیا کرتے ہو اور قریش کی طرف منسوب کرتے ہو۔ اگر میں نے چوری کی ہے تو ثابت کرو ورنہ اسی تلوار سے سر اڑا دونگا۔ جب لبید نے یہ کھری کھری سنائی تو یہ لوگ اس سے دب گئے اور صلح کر لی۔ اور الزام سے بری کر دیا اسکے بعد ان لوگوں نے ایک اور چال چلی یہ لوگ اسید بن عروہ کے پاس پہنچے جو انکا ہم قبیلہ اور بڑا لسان اور کلہ دراز تھا اس کو حضرت رسولؐ کے پاس اپنا وکیل بنا کر بھیجا۔ اس نے آپؐ سے عرض کی کہ قتادہ نے ایک بڑا ہنگامہ کر رکھا ہے کہ ایسے عالی خاندان لوگوں پر چوری کا جھوٹا الزام لگاتا ہے یہ سن کر آپ کو سخت رنج ہوا اور قتادہ کو بلا کر بروایت عامہ کچھ زبانی تنبیہہ فرمائی۔ قتادہ کو اپنے جھوٹے بننے کا اور حضرت کے غصہ کا کمال افسوس ہوا۔ اس کے چچا نے اسکو سمجھایا اور تسلی دی کہ اللہ ہمارا مددگار ہے اس وقت یہ آیتیں نازل ہوئیں اور ان لوگوں کی چوری کا بھانڈا پھوٹا اور قتادہ کی تشفی ہوئی۔))

انساء کی آیات ۶۴ تا ۶۵ اور ۱۰۵ تا ۱۰۹ میں منافقین کا نام کہیں نہیں ہے صرف واقعات کا اشارہ ہے یعنی سب مصلحت الٰہی ہے اور شان ربوبیت کے خلاف ہے کہ عموماً انسانوں کے نام آیات میں آئیں۔ صرف گمراہوں کے انداز فکر کو ظاہر کرنا مقصود ہے تاکہ مومن اس گمراہی سے کنارہ کش ہو کر صراط مستقیم اختیار کرے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولؐ پر تمام ناموں وغیرہ کا اظہار فرما دیا۔ اور تفسیر آیات ۱۰۵ تا ۱۰۹ میں ناموں کی تفصیل بھی آ گئی خصوصاً اس واقعہ میں تمام منافق کی کارکردگی بتائی گئی ہے انتہا یہ کہ منافق کا اگر کہیں بس چلتا تو نبیوںؑ سے بھی فیصلہ غلط کرا دیتا۔ نعوذ باللہ۔ اللہ نے اس پیچیدہ مسئلہ کو رسولؐ پر واضح فرما دیا (۴:۱۱۳)۔

((اِ۔ اس سے اشارہ اسید بن عروہ کی طرف ہے کہ وہ بنی بیرق کی طرف سے وکیل بن کر قتادہ کے خلاف آپؐ کے پاس بحث کرنے کو آیا تھا اور آخر اس نے حضرتؐ سے قتادہ پر کچھ خفگی کرا ہی دی۔))

تفاسیر اگر رسولؐ اور راسخون فی العلم (۳:۷) سے لی جاتیں تو ہرگز فرقے نہ بنتے (۷۵:۱۹) بلکہ اسکا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ بظاہر ایمان لانے کے بعد جن لوگوں نے تفسیر کا کام رسولوںؑ سے انحراف کر کے انجام دیا انھیں نے فرقے بنا دئے خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ اور مسلمین۔ سب نے فرقے بنائے۔ کسی مقام پر صحیح تفسیر کو نظر

انداز کر کے مختلف معنی اور شخصیتوں کی کمی بیشی مسلمان بھی کرتے رہے ہیں اور فرقے بناتے رہے ہیں حالانکہ مسلمانوں کو تمام حقائق کا علم تھا اور آج بھی ہے چند مقامات پر یہ بات واضح کی گئی کہ اگر نیت ٹھیک ہو تو بعض مقامات پر تفسیر میں مختلف فرقوں میں بھی اتفاق رائے ہے اسی طرح دوسرے مقامات پر بھی یہ اتفاق رائے ممکن تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ اتفاق کیوں نہ ہوا؟ مسلمانوں نے بھی نفس کی پیروی کر کے تفسیر میں ہی اختلاف کیا اور فرقے بنا ڈالے۔ یہ صرف نیت کا معاملہ ہے جب یہودیوں اور عیسائیوں نے فرقے بنا لئے تو مسلمین کیوں پیچھے رہ جاتے انھیں نے ایک زائد بنا کر تہتر فرقے کر دئے۔ یہودیوں نے پہلے توریت تبدیل کی اور اکہتر فرقے بنا ڈالے۔ یہ تو یہودیوں کے مزاج کی عکاسی ہو رہی ہے دس، بیس، تیس، فرقوں پر ٹھیر جاتے لیکن ایسا نہ ہوا۔ عیسائیوں نے انجیل کو تبدیل کر دیا اور بہتر فرقے بنا دئے۔ انسان کے مزاج پر غور کیا جائے تو عجیب ہے یہ جو کچھ بھی انھیں نے کیا اسکا خلاصہ یہ نکلا کہ حق کو ناحق سے اس قدر بدلہ کہ حق نہ پہچانا جائے حق کو کسی طرح بدلنا عدل سے ہٹنا اور ارتداد ہے انسان کے لئے قرار بڑا مشکل یہ ہر وقت کچھ نہ کچھ تبدیل کرنے کے چکر میں رہتا ہے رب کے کلام کو بدلنے کی عادت پڑ گئی۔ ایک مرتبہ رب ذوالجلال کو جلال آیا پھر جو کتاب (قرآن) سید المرسلینؐ پر نازل فرمائی وہ اس تیور کے ساتھ کہ جن وانس مل کر بھی اسکا جیسا ایک سورۃ تو بنا لائیں (۳۸:۱۰)۔ قرآن کا یہی معجزہ ہے کہ چودہ سو برس گزرنے کے باوجود بھی دعویٰ قائم ہے اور قیامت تک قائم رہیگا، خالق کا کمال یہی ہے کہ جب ارادہ کرلے کہ بشر اسکا جیسا کلام بھی نہ بنا سکے تو کیا مجال ہے کہ ایسا ممکن ہو۔ جب کوئی انسان کلام الٰہی کی طرح کلام نہیں بنا سکتا تو اسی طرح انسان خواہ کوئی بھی ہو کوئی نبیؑ یا رسولؐ اور جانشین امامؑ بنانا کیسے ممکن ہے اسی طرح انتخاب کرنا بھی ممکن نہیں۔ یہودی اور عیسائی نے جو غلطی فرقے وغیرہ بنانے میں کی کم از کم مسلمانوں کو اس غلطی سے پرہیز کرنا چاہیئے تھا نتیجہ یہی نکل رہا ہے کہ انسان کا مزاج بدلتا رہا ہے حالانکہ اس کو اچھائی پر قائم رہنا چاہیئے تھا یعنی جب ایمان لائے تو اس پر قائم رہے لیکن اس نے کتابوں کو بدلا اور فرقے بنا لئے۔ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود انسان تغیّر وتبدل کا شکار ہے یعنی دین پر قائم نہیں رہتا گفتگو منافق سے متعلق تھی کہ اسکی نفسیاتی کیفیت کتنی خطرناک حرکتوں کی مہارت رکھتی ہے کہ اگر ہدایت بروقت نہ ہو تو اس قسم کے صاحبان علم یعنی حضور جیسی آعلیٰ وعملی شخصیت بھی وقتی طور پر متاثر ہو سکتی تھی (۱۱۳:۴)۔ منافقین نے کوشش کی کہ انبیاء بھی گمراہ ہو جائیں لیکن اللہ ہر حال میں انبیاء واوصیاء علیہم السّلام کو علم وعمل سے متعارف فرماتا رہا ہے اس لئے کسی لغزش کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ منافق خود گمراہ ہے اور دوسرے مسلمانوں یا

صاحبان ایمان کو گمراہ کرنا چاہتا ہے تا کہ پورے معاشرے کو گمراہی میں مبتلا کردے گمراہی فساد کی جڑ ہے یہ ایسے لوگ ہیں کہ نبی کو بھی گمراہ کرنے کے چکر میں رہے۔ الانعام کی آیات ۱۱۶-۱۱۷ اور النساء کی آیت ۱۱۳ ملاحظہ ہوں۔

[اور اے رسولؐ دنیا میں تو بہتیرے لوگ ایسے ہیں کہ اگر تم انکے کہنے پر چلو تو تم کو اللہ کی راہ سے بہکا دیں یہ لوگ تو صرف اپنے خیالات کی پیروی کرتے ہیں اور یہ لوگ تو بس اٹکل پچو باتیں کیا کرتے ہیں جو لوگ اسکی راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں انکو اللہ ہی خوب جانتا ہے اور وہ تو ہدایت یافتہ لوگوں سے بھی خوب واقف ہے۔ ۶:۱۱۶-۱۱۷]

سورۃ محمدؐ کی آیات ۱۶ تا ۱۸ بھی غور طلب ہیں۔

[اور (اے رسولؐ) ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو تمھاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک کہ سب سن سنا کر جب تمھارے پاس سے نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم (قرآن) دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کیوں بھئی ابھی اس شخص نے کیا کہا تھا یہ وہی لوگ ہیں جنکے دلوں پر اللہ نے (کفر کی) علامت مقرر کر دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشوں پر چل رہے ہیں اور جو لوگ ہدایت یافتہ ہیں انکو اللہ (قرآن کے ذریعہ سے) مزید ہدایت کرتا ہے اور انکو پرہیز گاری عطا فرماتا ہے تو کیا یہ لوگ بس قیامت ہی کے منتظر ہیں کہ ان پر اکبارگی آ جائے تو اسکی نشانیاں آ ہی چکی ہیں تو جس وقت قیامت ان (کے سر) پر آ پہنچے گی پھر انھیں نصیحت کہاں مفید ہو سکتی ہے۔ ۴۷:۱۶-۱۸]

((ا۔ قیامت کے قریب ہونیکی ایک بڑی علامت تو خود حضرت رسولؐ ہی ہیں اسکے علاوہ اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جو ایک طولانی حدیث میں ابن عباس سے منقول ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ جب یہ لوگ نماز کو ضائع کرینگے نفسانی خواہشوں کی پیروی کرینگے مالداروں کی تعظیم کرینگے۔ دین کو دنیا سے بیچ دینگے جب مومن بدی کو دیکھے گا اور اسکے دور کرنے کی قوت نہ ہوگی تو اسکا دل اس طرح پگھلے گا جیسے پانی میں نمک، ظالم حکام اور بدکار روزیر پیدا ہونگے اچھی بات بری ہو جائیگی اور بری اچھی۔ خائن امین مقرر ہوگا اور امین خائن سمجھا جائیگا۔ جھوٹے تو سچے بن جائینگے اور سچے لوگ جھوٹے سمجھے جائیں گے عورتیں حکومت کرینگی۔ لونڈیوں سے مشورہ کیا جائیگا۔ لڑکے منبروں پر بیٹھیں گے۔ جھوٹ ظرافت شغل محفل ہوگا۔ زکوٰۃ تاوان سمجھا جائیگا والدین پر ظلم ہوگا عورتیں زیادہ ہونگی دم دار ستارہ ظاہر ہوگا۔ دوست بیزار ہونگے زنا کا بازار گرم ہوگا عورتیں تجارت میں شوہروں کے باہم

شریک ہونگی بارش کم ہوگی تنگدست ذلیل ہوگا عورتیں مردوں کی طرح گھوڑوں پر سوار ہونگی گانے والیاں کثرت سے ہونگی صفیں بہت سی ہونگی مگر دل میں بغض ہوگا سود کی ترقی ہوگی دولتمند سیر وتماشا کی غرض سے متوسط تجارت کے لئے اور فقراء دکھانے کے لئے حج کرینگے پردہ داری دور ہوجائیگی جھگڑا بہت ہوگا۔ از یں قبیل اور بہت سی باتیں ہیں جو کل کی کل اس وقت پائی جاتی ہیں۔))

سورۃ محمد کی آیات ۱۹ تا ۳۰ ملاحظہ ہوں۔

[تو سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (ہم سے) اپنے اور ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگتے رہو اور اللہ تمھارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے سے واقف ہے اور مومنین کہتے ہیں کہ (جہاد کے بارے میں) کوئی سورۃ کیوں نہیں نازل ہوتا لیکن جب کوئی صاف صریح معنوں کا سورۃ نازل ہو اور اس میں جہاد کا بیان ہو تو جن لوگوں کے دل میں (نفاق کا) مرض ہے تم ان کو دیکھو گے کہ تمھاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بیہوشی ہو (کہ اسکی آنکھیں پتھرا جائیں) توان پر وائے ہو۔ (انکے لئے اچھا کام تو) فرمانبرداری اور پسندیدہ بات ہے پھر جب لڑائی ٹھن جائے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہیں تو انکے حق میں بہت بہتر ہے (منافقو) کیا تم سے کچھ دور ہے کہ اگر تم حاکم بنو تو روئے زمین میں فساد پھیلانے اور اپنے رشتہ ناتوں کو توڑنے لگو۔ یہ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور (گویا خود اسے) انکے کانوں کو بہرا اور انکی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ یا (انکے) دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں بیشک جو لوگ راہ ہدایت صاف صاف معلوم ہونے کے بعد بھی الٹے پاؤں (کفر کی طرف) پھر گئے شیطان نے انھیں (بتے دیکر) ڈھیل دے رکھی ہے اور ان (کی تمناؤں) کی رسیاں دراز کردی ہیں یہ اس لئے کہ جو لوگ اللہ کی نازل کی ہوئی (کتاب) سے بیزار ہیں یہ ان سے کہتے ہیں کہ بعض کاموں میں ہم تمھاری ہی بات مانیں گے اور اللہ انکے پوشیدہ مشوروں سے واقف ہے تو جب فرشتے انکی جانیں نکالیں گے اس وقت انکا کیا حال ہوگا کہ انکے چہروں پر اور انکی پشت پر مارتے جائیں گے یہ اس سبب سے کہ جس چیز سے اللہ ناخوش ہے اسکی تو یہ لوگ پیروی کرتے ہیں اور جس میں اللہ کی خوشی ہے اس سے بیزار ہیں تو اللہ نے بھی انکی کارستانیوں کو اکارت کر دیا۔ کیا وہ لوگ جنکے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ دل کے کینوں کو کبھی ظاہر نہ کریگا اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمھیں ان لوگوں کو دکھا دیتے تو تم انکی پیشانی سے ہی انکو پہچان لیتے اور تم انھیں انکے انداز گفتگو ہی سے ضرور پہچان لو گے اور اللہ تمھارے اعمال سے واقف ہے۔] ۴۷:۱۹-۳۰

((۱۔اسی بناء پر بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں ایک حدیث رسولؐ سے منقول ہے کہ قیامت میں میں اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو دیکھوں گا کہ جہنم کی طرف کھینچے جاتے ہیں میں اس وقت فرشتوں سے کہونگا ہائیں یہ تو میرے اصحاب ہیں اسکے جواب میں اللہ کا حکم ہوگا تم نہیں جانتے ہو کہ ان لوگوں نے تمھارے بعد کیا کیا اور جب تم نے وفات پائی تو اسی وقت مرتد ہو گئے۔))

((۲۔ابن مردویہ اور ابن عساکر نے ابوسعید خدری سے اس آیت کے بارے میں روایت کی ہے کہ تم علیؑ کے بغض سے ان لوگوں کو پہچان لوگے اور پھر ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ رسالت مآبؐ کے زمانہ میں منافقین کو صرف علیؑ کی دشمنی سے پہچانتے تھے تفسیر در منشور جلد ۶ صفحہ ۶۶ سطر ۳۶ مطبوعہ مصر۔))

اللہ و رسولؐ کی فرمانبرداری کی جائے ورنہ اعمال اکارت ہو جائیں گے سورۃ محمد کی آیات ۳۱-۳۵ ملاحظہ ہوں۔

[اور ہم تم لوگوں کو ضرور آزمائیں گے تاکہ تم میں جو لوگ جہاد کرنیوالے اور (تکلیف) جھیلنے والے ہیں انکو دیکھ لیں اور تمھارے حالات جانچ لیں۔ بیشک جن لوگوں پر (دین کی) سیدھی راہ صاف ظاہر ہوگئی اسکے بعد انکار کر بیٹھے ا اور (لوگوں کو) اللہ کی راہ سے روکا اور پیغمبر کی مخالفت کی تو وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اور وہ انکا سب کیا کرایا اکارت کریگا۔اے ایماندارو اللہ کا حکم مانو اور رسولؐ کی فرمانبرداری کرو اور اپنے آعمال کو ضائع نہ کرو بیشک جو لوگ کافر ہو گئے اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکا پھر کافر ہی مر گئے تو اللہ انکو ہرگز نہیں بخشے گا تو تم ہمت نہ ہارو اور (دشمنوں کو) صلح کی دعوت نہ دو۔تم غالب ہو ہی اور اللہ تو تمھارے ساتھ ہے اور ہرگز تمھارے آعمال (کے ثواب) کو کم نہ کریگا۔] ۴۷:۳۱-۳۵

اللہ تعالیٰ کارسازی فرماتا ہے اس پر بھروسہ کر کے کافر و منافق کی بات نہ مانی جائے۔(۳۳:۱تا۳)

الاحزاب کی آیات ۱تا۳ کا مفہوم آیت ۴۸ میں بھی ملاحظہ ہوں۔

[اور (اے رسولؐ) تم کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرنا اور انکی ایذارسانی کا خیال چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسا رکھو اور کارسازی میں اللہ کافی ہے۔] ۳۳:۴۸

مشرکین و منافقین پر اللہ کا اظہار غضب و لعنت اور جہنم۔الفتح کی آیت ۶ ملاحظہ ہو۔

[اور منافق مرد اور منافق عورتیں اور مشرک مرد اور مشرک عورتوں پر جو اللہ کے حق میں برے برے خیال رکھتے ہیں عذاب نازل کرے ان پر (مصیبت کی) بڑی گردش ہے اور اللہ ان پر غضبناک ہے اور اس نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے جہنم کو تیار کر رکھا ہے اور وہ کیا بری جگہ ہے۔] ۴۸:۶

الفتح کی آیات ۱۱ تا ۱۶ غور طلب ہیں۔

[جو گنوار دیہاتی (حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے اب وہ تم سے کہیں گے کہ ہم کو ہمارے مال لڑکے بالوں نے روک رکھا تھا تو آپ ہمارے واسطے (اللہ سے) مغفرت کی دعا مانگئے۔ یہ لوگ اپنی زبان سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو انکے دل میں نہیں۔ (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ اگر اللہ تم لوگوں کو نقصان پہنچانا چاہے یا تمھیں فائدہ پہنچانے کا ارادہ کرے تو اللہ کے مقابلہ میں تمھارے لئے کس کا بس چل سکتا ہے (یہ فقط تمھارے حیلے ہیں) بات یہ ہے کہ تم سمجھے بیٹھے تھے کہ رسول اور مومنین ہرگز کبھی اپنے لڑکے بالوں میں پلٹ کر آنے ہی کے نہیں (اور سب مار ڈالے جائیں گے) اور یہی بات تمھارے دلوں میں کھپ گئی تھی اور (اسی وجہ سے) تم طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے تھے اور (آخرکار) تم لوگ آپ برباد ہوئے۔ اور جو شخص اللہ اور اسکے رسولؐ پر ایمان نہ لائے تو ہم نے (ایسے) کافروں کے لئے جہنم کی آگ تیار کر رکھی ہے اور سارے آسمان و زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے سزا دے اور اللہ تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ (مسلمانو) اب جو تم (خیبر کی) غنیمتوں کو لینے کو جانے لگو گے تو جو لوگ (حدیبیہ سے) پیچھے رہ گئے تھے تم سے کہیں گے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں تم (صاف) کہہ دو کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چلنے پاؤ گے اللہ نے پہلے ہی سے ایسا فرما دیا ہے تو یہ لوگ کہیں گے کہ تم لوگ تو ہم سے حسد رکھتے ہو (اللہ ایسا کیا کہیگا) بات یہ ہے کہ یہ لوگ بہت ہی کم سمجھتے ہیں جو گنوار پیچھے رہ گئے ہیں ان سے کہہ دو کہ عنقریب ہی تم ایک سخت جنگجو قوم کے ساتھ لڑنے کے لئے بلائے جاؤ گے کہ تم (یا تو) ان سے لڑتے ہی رہو گے یا وہ مسلمان ہی ہو جائینگے پس اگر تم (اللہ کا) حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر تم نے جس طرح پہلی دفعہ سرتابی کی تھی اب بھی سرتابی کرو گے تو وہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔] ۴۸:۱۱-۱۶

((اگرچہ اس میں اختلاف ہے کہ ان سے کون لوگ مراد ہیں مگر سچ یوں ہے کہ ان سے جنگ حنین، موتہ اور تبوک والے لوگ مراد ہیں اور حضرت رسولؐ کے بعد کی لڑائیوں کا اس سے مراد لینا بالکل بے معنی ہے۔))

اس باب کی تحریر سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ حضورؐ کے اس دور میں بھی انسان اپنی عقل کی مطابقت میں (تین اولیا) اللہ تعالیٰ و محمدؐ اور آل محمدؐ کی فرمانبرداری بجا لائے تا کہ اس کی دنیوی زندگی اور آخرت دونوں سنور جائیں۔

باب: ۱۰

جہنم اور جہنمی

جہنمیوں کے کیا کرتوت تھے کہ انکو جہنم میں لے آئے آیات کے حوالے وغیرہ ملاحظہ ہوں اسکے علاوہ جہنم میں کیا تکالیف ہونگی جو انسان کو برداشت کرنی پڑینگی۔ سورۃ الانعام کی آیات ۷۰ تا ۷۲ ملاحظہ ہوں۔

[اور جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا رکھا ہے اور دنیا کی زندگی نے انکو دھوکے میں ڈال رکھا ہے ایسے لوگوں کو چھوڑ و اور (موقعہ موقعہ سے) قرآن کے ذریعہ سے انکو نصیحت کرتے رہو (ایسا نہ ہو) کہ کوئی شخص اپنے کرتوت کی بدولت مبتلائے بلا ہو جائے (کیونکہ اس وقت تو) اللہ کے سوا اسکا نہ کوئی سرپرست ہوگا نہ سفارشی۔ اور اگر وہ (اپنے گناہ کے عوض) سارے جہان کا بدلہ بھی دے تو بھی ان میں سے ایک نہ لیا جائیگا جو لوگ اپنی کرنی کی بدولت مبتلائے بلا ہوئے ہیں انکو پینے کے لئے کھولتا ہوا گرم پانی ملیگا اور ان پر دردناک عذاب ہوگا کیونکہ وہ کفر کیا کرتے تھے (اے رسولؐ) ان سے پوچھو تو کہ کیا ہم لوگ اللہ کو چھوڑ کر ان (معبودوں) سے مناجات کریں جو نہ ہمیں نفع پہنچا سکتے نہ ہمارا کچھ بگاڑ ہی سکتے ہیں اور جب اللہ ہماری ہدایت کر چکا اسکے بعد الٹے پاؤں کفر کی طرف اس شخص کی طرح پھر جائیں جسے شیطانوں نے جنگل میں بھٹکا دیا ہو اور وہ حیران ہو (کہ کہاں جائے کیا کرے) اور اسکے رفیق ہوں کہ اسے راہ راست کی طرف پکارتے رہ جائیں کہ (ادھر) ہمارے پاس آؤ (اور وہ ایک نہ سنے) (اے رسولؐ) تم کہہ دو کہ ہدایت تو بس اللہ کی ہے اور ہمیں تو حکم ہی دیا گیا ہے کہ سارے جہان کے پروردگار اللہ کے فرمانبردار بندے رہیں اور یہ کہ پابندی سے نماز پڑھا کرو اور اسی سے ڈرتے رہو۔] ۶: ۷۰-۷۲

الانعام کی آیات مبارکہ ۷۰ تا ۷۲ میں جہنم کے ذکر کے ساتھ آخرت میں ارشاد ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی سرپرست وسفارشی ہوگا کیونکہ انسان (کافر) ان سرپرستوں کو دنیا میں نظر انداز کر کے آیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنائے گئے تھے (۵: ۵۵)۔ جنھوں نے ان سرپرستوں کو دنیا میں چھوڑ دیا اسلئے اللہ تعالیٰ بھی آخرت

میں ایسے لوگوں کو معاف نہیں کریگا حالانکہ اللہ تعالیٰ آخرت میں بھی سرپرست وسفارشی ہوگا پھر جنگل میں ایک شخص کی مثال دیگئی یعنی دنیا میں شیاطین گمراہ کرنیوالے ہیں لیکن یہاں (دنیا میں) کچھ رفیق بھی ہیں یہ (رفیق) رسولؐ کی طرح مسلسل ہدایت ورہنمائی فرماتے ہیں یہ رفیق گمراہ شخص کو صراط مستقیم کی طرف دعوت دے رہے ہیں لیکن یہ شخص ان رفقاء کی طرف سے منہ موڑے ہوئے ہے اس لئے گمراہی اس شخص کا مقدر ہے۔

[(بہشت کے) باغوں میں گنہگاروں سے باہم پوچھ رہے ہونگے کہ آخر تمھیں دوزخ میں کونسی چیز لائی۔ وہ لوگ کہیں گے کہ ہم نہ تو نماز پڑھا کرتے تھے اور نہ محتاجوں کو کھانا کھلاتے تھے اور اہل باطل کے ساتھ ہم بھی برے کام میں گھس پڑتے تھے اور روز جزا کو جھٹلایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہمیں موت آ گئی تو انھیں سفارش کرنے والوں کی سفارش کچھ کام نہ آئیگی پس انھیں کیا ہوگیا ہے کہ نصیحت سے منہ موڑے ہوئے ہیں گویا وہ وحشی گدھے ہیں کہ شیر سے بھاگتے ہیں اصل یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص اسکا متمنی ہے کہ اسے کھلی ہوئی کتاب آئے۔ یہ تو ہرگز نہ ہوگا بلکہ یہ تو آخرت ہی سے نہیں ڈرتے۔] ۷۴:۴۰-۵۳

[پس اگر تم یہ نہیں کرسکتے اور ہرگز نہیں کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہونگے جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔] ۲:۲۴

[انکے لئے جہنم (کی آگ) کا بچھونا ہوگا اور انکے اوپر سے (آگ ہی کا) اوڑھنا بھی اور ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔] ۷:۴۱

[اور جن لوگوں نے برے کام کئے ہیں تو گناہ کی سزا اسکے برابر ہے اور ان پر رسوائی چھائی ہوئی ہوگی اللہ (کے عذاب سے) انکا کوئی بچانے والا نہ ہوگا (انکے منہ ایسے کالے ہونگے کہ) گویا انکے چہرے شب دیجور کے ٹکڑے سے ڈھک دئے گئے۔ یہی لوگ جہنمی ہیں کہ یہ اس میں ہمیشہ رہینگے۔] ۱۰:۲۷

[اور اسکے پیچھے ہی پیچھے جہنم ہے اور (اس میں) پیپ لہو بھرا ہوا پانی پینے کو دیا جائیگا اسے گھونٹ گھونٹ کرکے پینا پڑیگا اور اسے حلق سے بآسانی نہ اتار سکے گا اور (وہ مصیبت ہے کہ) اسے ہر طرف سے موت ہی موت آتی دکھائی دیتی ہے حالانکہ وہ مارے نہ مرسکے گا اور پھر اسکے ہی پیچھے عذاب سخت ہوگا۔] ۱۴:۱۶-۱۷

[اور تم اس دن گنہگاروں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونگے انکے (بدن کے) کپڑے قطران کے ہونگے اور انکے چہروں کو آگ (ہر طرف سے) ڈھانکے ہوگی تاکہ اللہ ہر شخص کو اسکے کئے کا بدلہ دے (اچھا تو اچھا برا تو برا) بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔] ۱۴:۴۹-۵۱

((۱)۔ تفسیر قمی میں امام جعفر صادقؑ سے مروی ہے کہ جناب رسولؐ خدا نے فرمایا کہ اہل جہنم کے لباس میں سے ایک لباس زمین و آسمان کے مابین لٹکا دیا جائے تو کل اہل زمین اسکی بدبو اور حرارت سے مرجائیں۔))

[اور (اے رسولؐ) تم کہدو کہ سچی بات (کلمہ توحید) تمھارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوچکی ہے پس جو چاہے مانے اور جو چاہے نہ مانے (مگر) ہم نے ظالموں کے لئے وہ آگ (دھکا کے) تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انھیں گھیرلیں گی اور اگر وہ لوگ دہائی دینگے تو انکی فریاد رسی (کھولتے ہوئے) پانی سے کی جائیگی جو مثل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا اور وہ منہ کو بھون ڈالے گا ۔ کیا برا پانی ہے اور (جہنم) بھی کیا بری جگہ ہے۔]۲۹:۱۸

[تو وہ (اے رسولؐ) تمھارے پروردگار کی (اپنی) قسم ہم انکو اور شیطانوں کو اکٹھا کرینگے پھر ان سب کو جہنم کے گرداگرد گھٹنوں کے بل حاضر کرینگے۔]۱۹:۶۸

[(اس دن کہا جائیگا کہ اے کفار!) تم اور جس چیز کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے تھے یقیناً جہنم کا ایندھن ہوگے اور تم سب کو اس میں اترنا پڑیگا اگر یہ (سچے) معبود ہوتے تو انھیں دوزخ میں نہ جانا پڑتا اور (اب تو) سب کے سب اسی میں ہمیشہ رہیں گے ان لوگوں کی دوزخ میں چیخ چنگھاڑ ہوگی اور یہ سب لوگ (اپنے شور وغل میں) کسی کی بات بھی نہ سنیں گے۔]۲۱:۹۸-۱۰۰

[یہ دونوں (مومن و کافر) دو فریق آپس میں اپنے پروردگار کے بارے میں لڑتے ہیں غرض جو لوگ کافر ہو بیٹھے انکے لئے تو آگ کے کپڑے قطع کئے جائینگے (وہ انھیں پہنائے جائینگے) انکے سروں پر کھولتا ہوا پانی انڈیلا جائیگا جس کی گرمی سے جو کچھ انکے پیٹ میں ہے اور کھالیں سب گل جائینگی اور انکے (مارنے کے) لئے لوہے کے گرز ہونگے ۔ کہ جب صدمے کے مارے چاہینگے کہ دوزخ سے نکل بھاگیں ۔ تو (گرز مار کے) پھر اسی کے اندر دھکیل دئے جائینگے اور (ان سے کہا جائیگا) کہ جلانے والے عذاب کے مزے چکھو۔]۲۲:۱۹-۲۲

[پھر جن (کے نیکیوں) کے پلے بھاری ہونگے تو یہی لوگ کامیاب ہونگے اور جن (کے نیکیوں) کے پلے ہلکے ہونگے یہی لوگ جنھوں نے اپنا آپ نقصان کیا کہ ہمیشہ جہنم میں رہینگے جہنم کی آگ انکے منہ جھلس دے گی۔ اور وہ لوگ منہ بنائے ہوئے ہونگے (اس وقت ہم پوچھینگے) کیا تمھارے سامنے میری آیتیں نہ پڑھی گئی تھیں (ضرور پڑھی گئی تھیں) تو تم انھیں جھٹلایا کرتے تھے وہ جواب دیں گے اے ہمارے پروردگار ہم کو ہماری کم بختی نے آدبایا اور ہم گمراہ لوگ تھے پروردگارا ہم کو (اب کی دفعہ) کسی طرح اس جہنم سے نکال دے پھر اگر دوبارہ ہم ایسا کریں تو البتہ ہم قصوروار ہیں اللہ فرمائیگا دور ہو اسی میں (تم کو رہنا ہوگا) اور مجھ سے بات نہ کرو

۲۳:۱۰۲-۱۰۸]۔

[بلکہ ان لوگوں نے قیامت ہی کو جھوٹ سمجھا ہے اور جس شخص نے قیامت کو جھوٹ سمجھا اس کے لئے جہنم کو (دہکا کے) تیار کر رکھا ہے کہ جب جہنم ان لوگوں کو دور سے دیکھے گی تو (جوش کھائیگی اور) یہ لوگ اسکے جوش وخروش کی آواز سنیں گے۔ اور جب یہ لوگ زنجیروں سے جکڑ کر اسکی کسی تنگ جگہ میں جھونک دئے جائینگے تو اس وقت موت کو پکاریں گے (اس وقت ان سے کہا جائیگا) آج ایک ہی موت کو نہ پکارو بلکہ بہتیری موتوں کو پکارو (مگر اس سے کچھ ہونے والا نہیں)۔ (اے رسولؐ) تم پوچھو تو کہ یہ جہنم بہتر ہے یا ہمیشہ رہنے کا باغ (بہشت) جس کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے کہ وہ انکا صلہ ہوگا اور آخری ٹھکانا۔]۲۵:۱۱-۱۵

[اور جس دن قیامت برپا ہوگی تو گنہگار لوگ قسمیں کھائینگے کہ وہ (دنیا میں) گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھیرے یوں ہی لوگ (دنیا میں بھی) افترا پردازیاں کرتے رہے۔ اور جن لوگوں کو (اللہ کی بارگاہ سے) علم اور ایمان دیا گیا ہے جواب دیں گے کہ (ہائیں) تم تو اللہ کی کتاب کے مطابق روز قیامت تک (برابر) ٹھہرے رہے اور پھر یہ تو قیامت ہی کا دن ہے مگر تم لوگ تو اس کا یقین نہ رکھتے تھے تو اسدن سرکش لوگوں کو نہ انکی عذرو معذرت کچھ کام آئیگی اور نہ انکی شنوائی ہوگی۔]۳۰:۵۵-۵۷

[اور جو لوگ کافر ہی ہو بیٹھے ان کے لئے جہنم کی آگ ہے نہ انکی قضا ہی آئیگی کہ وہ مرجائیں (اور تکلیف سے نجات ملے) اور نہ ان سے انکے عذاب ہی میں تخفیف کی جائیگی ہم ہر ناشکرے کو یونہی سزا دیا کرتے ہیں اور یہ لوگ دوزخ میں چلایا کرینگے کہ پروردگارا اب ہم کو نکال دے تو جو کچھ ہم کرتے تھے اسے چھوڑ کر نیک کام کرینگے (تو اللہ جواب دیگا کہ) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمریں نہ دی تھیں کہ جن میں جس کو جو کچھ سوچنا سمجھنا (منظور) ہو سوچ سمجھ لے (اور) اسکے علاوہ تمھارے پاس ڈرانیوالا (پیغمبر) بھی پہنچ گیا تھا تو (اپنے کئے کا مزا) چکھو کیونکہ سرکش لوگوں کا کوئی مددگار نہیں۔]۳۵:۳۶-۳۷

[بھلا مہمانی کے واسطے یہ (سامان) بہتر ہے یا تھوہڑ کا درخت (جو جہنمیوں کے واسطے ہوگا) جسے ہم نے یقیناً ظالموں کی آزمائش کے لئے بنایا ہے یہ وہ درخت جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے اسکے پھل ایسے ہونگے جیسے شیطانوں کے سر پھر یہ (جہنمی) اسی میں سے کھائینگے اور اسی سے پیٹ بھرینگے۔ پھر اسکے اوپر سے انکو خوب کھولتا ہوا پانی ملا ملا کر (پینے کو) دیا جائیگا۔ پھر (کھا پی کر) انکو جہنم ہی کی طرف یقیناً لوٹ جانا ہوگا۔]۳۷:۶۲-۶۷

[اور سرکشوں کا تو یقینی برا ٹھکانا ہے جہنم جس میں انکو جانا پڑیگا تو وہ کیا برا ٹھکانا ہے یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ

اور اسی طرح انواع واقسام کی دوسری چیزیں ہیں تو یہ لوگ انھیں پڑے چکھا کریں۔ (کچھ لوگوں کے بارے میں انکے سرداروں) سے کہا جائیگا یہ (تمھاری چیلوں کی) فوج بھی تمھارے ساتھ ہی ٹھونسی جائیگی انکا بھلا نہ ہو یہ سب بھی دوزخ کے جانے والے ہیں (تو چیلے) کہینگے (ہم کیوں) بلکہ تم (جہنمی ہو) تمھارا ہی بھلا نہ ہو تم ہی لوگوں نے تو اس بلا سے ہمارا سامنا کرادیا تو جہنم بھی کیا بری جگہ ہے۔ (پھر وہ) عرض کرینگے پروردگارا جس شخص نے ہمارا اس (بلا) سے سامنا کرادیا تو تو اس پر ہم سے بڑھ کر جہنم کا دوگنا عذاب کر اور (پھر) خود بھی کہیں گے ہمیں کیا ہوگیا کہ ہم جن لوگوں کو (دنیا میں) شریر شمار کرتے تھے ہم ان کو (یہاں دوزخ میں) نہیں دیکھتے (مومنین)۔ کیا ہم ان سے (ناحق) مسخراپن کرتے تھے یا انکی طرف سے (ہماری) آنکھیں پلٹ گئی ہیں۔]۳۸:۵۵-۶۳

[اور جو لوگ کافر تھے انکے غول کے غول جہنم کی طرف ہنکائے جائینگے یہاں تک کہ جب جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اسکے دروازے کھول دئے جائینگے اور اسکے داروغہ ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم ہی لوگوں میں سے پیغمبر تمھارے پاس نہیں آئے تھے جو تم کو تمھارے پروردگار کی آیتیں پڑھ کر سناتے اور تم کو اس روز (بد) کے پیش آنے سے ڈراتے وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہاں (آئے تو تھے) مگر (ہم نے نہ مانا اور) عذاب کا حکم کافروں کے بارے میں پورا ہو کر رہا (تب ان سے) کہا جائیگا کہ جہنم کے دروازوں میں دھنسو اور ہمیشہ اسی میں رہو غرض تکبر کرنیوالوں کا (بھی) کیا برا ٹھکانہ ہے]۳۹:۷۱-۷۲

[جب (بھاری بھاری) طوق اور زنجیریں انکی گردنوں میں ہونگی (اور پہلے) کھولتے ہوئے پانی میں گھسیٹے جائینگے پھر (جہنم) کی آگ میں جھونک دئے جائینگے۔]۴۰:۷۱-۷۲

[(آخرت میں) تھوہر کا درخت ضرور گنہگار کا کھانا ہوگا جیسے پگھلا ہوا تانبا وہ پیٹوں میں اس طرح ابال کھائیگا جیسے کھولتا ہوا پانی ابال کھاتا ہے (فرشتوں کو حکم ہوگا) اس کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ کے بیچوں بیچ میں لیجاؤ پھر اسکے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو اب مزا چکھ بیشک تو تو بڑی عزت والا سردار ہے یہ وہی (دوزخ) تو ہے جس میں تم لوگ شک کیا کرتے تھے۔]۴۴:۴۳-۵۰

[اور جس کا نامہ عمل اسکے بائیں ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ کہے گا اے کاش مجھے میرا نامہ عمل نہ دیا جاتا اور مجھے نہ معلوم ہوتا کہ میرا حساب کیا ہے اے کاش موت نے (ہمیشہ کے لئے میرا) کام تمام کردیا ہوتا۔ میرا مال میرے کچھ بھی کام نہ آیا (ہائے) میری سلطنت خاک میں مل گئی (پھر حکم ہوگا) اسے گرفتار کر کے طوق پہنا دو پھر اسے جہنم میں جھونک دو۔ پھر ایک زنجیر میں جس کی ناپ ستر گز کی ہے اسے خوب جکڑ دو۔ (کیوں کہ) یہ نہ تو بزرگ

اللہ ہی پر ایمان لاتا تھا اور نہ محتاج کے کھلانے پر (لوگوں کو) آمادہ کرتا تھا تو آج نہ اسکا یہاں کوئی غمخوار ہے اور نہ پیپ کے سوا (اسکے لئے) کچھ کھانا ہے جس کو گنہگاروں کے سوا کوئی نہیں کھائیگا۔]۶۹: ۲۵-۳۷

باب: ۱۱

بہشت اور ایمانداروں کا ذکر

اب ایمانداروں کا بیان یعنی وہ لوگ جو اللہ کے احکامات کے مطابق عبادت بجالاتے رہے اور وسیلہ انبیا ومرسلین واوصیا اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کو تسلیم کرتے رہے۔ یہ صاحبان ایمان بھی ہر دور میں رہے اور آئندہ بھی رہیں گے خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہوں کچھ حوالے انکے متعلق بھی اور یہ کہ انکی نیکیاں جو توفیق الٰہی کی وجہ سے ہوئیں اللہ اسکے صلہ میں انھیں آخرت میں نجات بخشے گا اور انعام واکرام سے نوازیگا۔ بہشت انکا مقام عیش وعشرت میں ہوگا۔ آیات مختلف سورتوں سے پیش کی جاتی ہیں۔

[اور جو لوگ ایماندار ہیں اور انھوں نے اچھے کام کئے ہیں وہی لوگ جنتی ہیں کہ ہمیشہ جنت میں رہینگے اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے بنی اسرائیل سے (جو لوگ تمھارے بزرگ تھے) عہد وپیان لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ ۱ اور قرابتداروں اور یتیموں اور محتاجوں ۲ کے ساتھ اچھے سلوک کرنا اور لوگوں کے ساتھ اچھی طرح (نرمی) سے باتیں کرنا اور برابر نماز پڑھنا اور زکوۃ دینا۔ پھر تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا (سب کے سب) پھر گئے اور تم لوگ ہو ہی اقرار سے منہ پھیرنے والے۔]۲: ۸۲-۸۳

((۱) ایک روایت میں ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ تم انھیں اسکی بھی تکلیف نہ دو کہ وہ تم سے کچھ مانگیں اور انکی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو اور انکے آگے ہو کر مت چلو اور انکی طرف تند نگاہ سے نہ دیکھو اگر وہ تمکو ماریں تو اسکے جواب میں کہو۔ ''خداوندا انھیں بخش دے'' اور اگر وہ تم کو تنگ کریں تو اف تک نہ کہو۔))

((۲) ایک روایت میں ہے کہ مسکین تین چیزیں ہیں۔

(۱) وہ مسجد جو محلّہ میں ہو اور اس میں کوئی نماز نہ پڑھے۔

(۲) قرآن جو گھر میں رکھا ہو اور تلاوت نہ کریں۔

(۳) عالم جو کسی قوم میں ہو اور اس سے لوگ مسائل دین نہ حاصل کریں۔

[اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے ہم تو کسی شخص کو اسکی طاقت سے زیادہ تکلیف دیتے ہی نہیں یہی لوگ جنتی ہیں کہ وہ ہمیشہ جنت میں ہی رہا کریں گے اور ان لوگوں کے دل میں جو کچھ (بغض وکینہ) ہوگا وہ سب ہم نکال (باہر) کر دینگے انکے (محلوں کے) نیچے نہریں جاری ہونگی اور کہتے ہونگے شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہمیں اس (منزلِ مقصود) تک پہنچا دیا اور اگر اللہ ہمیں یہاں نہ پہنچاتا تو ہم کسی طرح یہاں نہ پہنچ سکتے بیشک ہمارے پروردگار کے پیغمبر دین حق لیکر آئے تھے اور ان لوگوں سے ہانک پکار کر کہد یا جائیگا کہ یہ وہ بہشت ہے جن کے تم اپنی کارگزاریوں کی جزا میں وارث و مالک بنائے گئے ہو۔]۷:۴۲-۴۳

[جن لوگوں نے ایمان قبول کیا ہے اور (اللہ کے لئے) ہجرت اختیار کی اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہ لوگ اللہ کے نزدیک درجہ میں کہیں بڑھ کر ہیں۔ اور یہی لوگ (اعلیٰ درجہ پر) فائز ہونیوالے ہیں انکا پروردگار ان کو اپنی مہربانی اور خوشنودی اور ایسے (ہرے بھرے) باغوں کی خوشخبری دیتا ہے جس میں انکے لئے دائمی عیش ہوگا اور یہ لوگ ان باغوں میں ہمیشہ ابدالآباد تک رہینگے۔ بیشک اللہ کے پاس تو بڑا اجر (وثواب) ہے۔]۹:۲۰-۲۲

[کسی (کی) گردن کا (غلامی یا قرض سے) چھڑانا یا بھوک کے دن رشتہ دار یتیم یا خاکسار محتاج کو کھانا کھلانا پھر تو ان لوگوں میں (شامل) ہو جاتا جو ایمان لائے اور صبر کی نصیحت اور ترس کھانے کی وصیت کرتے رہے یہی لوگ خوش نصیب ہیں۔]۹۰:۱۳-۱۸

[اور جو بڑا پرہیزگار ہے وہ اس سے بچالیا جائیگا جو اپنا مال (اللہ کی راہ) میں دیتا ہے تاکہ پاک ہو جائے اور (لطف یہ ہے کہ) کسی کا اس پر کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ اسے دیا جاتا ہو بلکہ (وہ تو) صرف اپنے عالیشان پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے اور وہ عنقریب ہی خوش ہو جائیگا۔]۹۲:۱۷-۲۱

[جو کافر بن بیٹھا اس پر اسکے کفر کا وبال ہے اور جنہوں نے اچھے کام کئے وہ اپنے ہی لئے آسائش کا سامان کر رہے ہیں۔]۳۰:۴۴

[(یہ سورۃ) حکمت سے بھری ہوئی کتاب کی آیتیں ہیں جو (از سرتاپا) نیکوکار لوگوں کیلئے ہدایت ورحمت ہے جو پابندی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کا بھی یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے پروردگار کی ہدایت پر عامل ہیں اور یہی لوگ (قیامت میں) اپنی دلی مرادیں پائینگے۔]۳۱:۲-۵

[اے ایمان والو اگر تم نے اہل کتاب کے کسی فرقہ کا بھی کہنا مانا تو (یاد رکھو) کہ وہ تم کو ایمان لانے کے بعد پھر دوبارہ کافر بنا چھوڑینگے اور بھلا تم کیونکر کافر بن جاؤ گے حالانکہ تمھارے سامنے اللہ کی آیتیں (برابر) پڑھی جاتی ہیں اور اسکے رسولؐ (محمدؐ) بھی تم میں (موجود) ہیں اور جو شخص اللہ سے وابستہ ہو وہ ضرور سیدھی راہ پر لگا دیا گیا اے ایمان والو اللہ سے ڈرو جتنا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم اسلام کے سوا کسی دین پر ہرگز نہ مرنا۔] ۳:۱۰۰-۱۰۲

[(اے رسولؐ) میرے وہ بندے جو ایمان لا چکے ان سے کہدو کہ پابندی سے نماز پڑھا کریں اور جو کچھ ہم نے انھیں روزی دی ہے اس میں سے (اللہ کی راہ میں) چھپا کر یا دکھلا کر خرچ کیا کریں۔ اس دن (قیامت) کے آنے سے پہلے جس میں نہ تو (خرید) فروخت (ہی کام آئیگی) نہ دوستی نہ محبت۔] ۱۴:۳۱

[اے ایماندارو! بہ کثرت اللہ کی یاد کیا کرو اور صبح وشام اسکی تسبیح کرتے رہو وہ وہی ہے جو خود تم پر درود (رحمت) بھیجتا ہے اور اسکے فرشتے (بھی) تاکہ تم کو (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لیجائے اور اللہ تو ایمانداروں پر بڑا مہربان ہے جس دن اسکی بارگاہ میں حاضر ہونگے (اسدن) انکی مدارات (اسکی طرف سے ہر قسم کی) سلامتی ہوگی اور اللہ نے تو انکے واسطے بہت اچھا بدلہ (بہشت) تیار کر رکھا ہے۔] ۳۳:۴۲-۴۴

[اور (یاد رکھو) تمھارے مال اور تمھاری اولاد میں یہ صلاحیت نہیں کہ تم کو ہماری بارگاہ میں مقرب بنادیں مگر جس نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے ان لوگوں کے لئے تو انکی کارگزاریوں کی دوہری جزا ہے اور وہ لوگ (بہشت کے) جھروکوں میں اطمینان سے رہینگے۔] ۳۴:۳۷

[تو جس کو اس کا نامہ عمل داہنے ہاتھ میں دیا جائیگا تو وہ (لوگوں سے) کہے گا لیجئے میرا نامہ عمل پڑھئے تو۔ میں جانتا تھا کہ مجھے میرا حساب (کتاب) ضرور ملے گا پھر وہ دلپسند عیش میں ہوگا بڑے عالیشان باغ میں جن کے پھل بہت جھکے ہوئے قریب ہوں گے جو کارگزاریاں تم گزشتہ ایام میں کرکے آگے بھیج چکے ہو اسکے صلہ میں مزے سے کھاؤ پیو۔] ۶۹:۱۹-۲۴

((۱۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ اس سے مراد علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔))

[اور ایماندار مرد۱ اور ایماندار عورتیں ان میں سے بعض کے بعض رفیق ہیں لوگوں کو اچھے کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور نماز پابندی سے پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اسکے رسولؐ کی فرمانبرداری کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن پر اللہ عنقریب رحم کریگا۔ بیشک اللہ غالب حکمت والا ہے اللہ نے

ایماندار مردوں اور ایماندار عورتوں سے (بہشت کے) ان باغوں کا وعدہ کرلیا ہے جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہینگے۔ (بہشت) عدن کے باغوں میں عمدہ عمدہ مکانات کا (بھی وعدہ فرمایا ہے) اور اللہ کی خوشنودی ان سب سے بالاتر ہے یہی تو بڑی (اعلیٰ درجہ کی) کامیابی ہے۔]۹:۷۱-۷۲

((اِ۔ ترمذی اور نسائی میں روایت ہے کہ حضرت رسولؐ نے جناب امیر سے فرمایا کہ اے علیؑ تم کو دوست نہیں رکھتا مگر مومن اور دشمن نہیں رکھتا مگر منافق اور بعض اصحاب کا قول ہے کہ حضرت رسولؐ کے زمانہ میں مومن و منافق کو حضرت علیؑ کی محبت سے پہچانتے تھے۔))

[اور کچھ دیہاتی تو ایسے بھی ہیں جو اللہ و آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی (بارگاہ میں) نزدیکی اور رسولؐ کی دعاؤں کا ذریعہ سمجھتے ہیں آگاہ رہو واقعی یہ (خیرات) ضرور انکے تقرب کا باعث ہے اللہ انھیں بہت جلد اپنی رحمت میں داخل کریگا بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے اور مہاجرین اِ وانصار میں سے (ایمان کی طرف) سبقت کرنیوالے اور وہ لوگ جنھوں نے نیک نیتی سے (قبول ایمان میں) انکا ساتھ دیا اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے خوش اور انکے واسطے اللہ نے وہ (ہرے بھرے) باغ جنکے نیچے نہریں جاری ہیں تیار کر رکھے ہیں وہ ہمیشہ ابدالاباد تک ان میں رہینگے یہی تو بڑی کامیابی ہے۔]۹:۹۹-۱۰۰

((اِ۔ جب حضرت رسول کو کفار مکہ نے بہت ستایا تو آپؐ اپنا اصلی وطن مکہ چھوڑ مدینہ میں جا بسے اسی کا نام ہجرت ہے اور اسی سے ہجری سنہ کی ابتدا ہوتی ہے اور جو پردیسی مسلمان گھر بار چھوڑ رسول کے ساتھ جا بسے مہاجر کہلائے اور ان پردیسیوں کی مدینہ کے جن تازہ مسلمانوں نے خبر لی وہ انصار کہلائے ان آیات میں دونوں قسم کے لوگوں کی مدح ہے مگر سب کی نہیں ان میں جو لوگ پہلے ایمان لائے اور یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت علیؑ سے پہلے کوئی شخص آپ پر ایمان نہ لایا۔ چنانچہ خود حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے دوشنبہ کو اپنی نبوت کا اعلان کیا اور سہ شنبہ کو میں نے تصدیق کی اسکے علاوہ معاویہ کے جواب میں ایک یہ شعر تحریر فرمایا تھا۔

سبقتکمه الی الاسلامه طرا:: غلاماً ماَ بلغت او ان حَلمِی

''یعنی میں نے اہل اسلام سے اس وقت سبقت کی جب سن بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا'' اس پر اہل اسلام کا اتفاق ہے کوئی اسکا مخالف نہیں۔ درمنشور شرح الفیہ فصول مہمہ۔ ثعلبی۔ صواعق محرقہ وغیرہ وغیرہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ ان صفات کے مستحق اصلی طور پر حضرت علیؑ ہی ہیں۔))

[(یہ لوگ) توبہ کرنیوالے عبادت گزار (اللہ کی) حمد و ثنا کرنیوالے (اسکی راہ میں) سفر کرنیوالے رکوع

کرنیوالے سجدہ کرنیوالے نیک کام کا حکم کرنیوالے اور برے کام سے روکنے والے اور اللہ کی (مقرر کی ہوئی) حدوں کی نگاہ رکھنے والے ہیں اور (اے رسولؐ ان) مومنین کو (بہشت کی) خوشخبری دیدو۔]۹:۱۱۲

[بیشک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے انھیں انکا پروردگار انکے ایمان کے سبب سے منزلِ مقصود تک پہنچادیگا کہ آرام وآسائش کے باغوں میں رہینگے اور انکے نیچے نہریں جاری ہونگی۔ان باغوں میں ان لوگوں کا بس یہ قول ہوگا اے اللہ تو پاک وپاکیزہ ہے اور ان میں انکی باہمی خیر صلاحی سلام سے ہوگی اور انکا آخری قول یہ ہوگا کہ سب التعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے۔]۹:۱۰-۱۰

((اِ۔اسکا یہ مطلب نہیں کہ سب کے آخر میں وہ الحمد للہ رب العالمین کہیں گے اور اسکے بعد پھر کچھ نہ بولیں گے بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ جب انکے سامنے کوئی نعمت آئیگی تو تعجب سے سبحان اللہ کہیں گے اور جب اس نعمت کو پالیں گے تو الحمد للہ رب العٰلمین کہیں گے۔))

[(اے رسولؐ) بھلا وہ شخص اِجو یہ جانتا ہے کہ جو کچھ تمھارے پروردگار کیطرف سے تم پر نازل ہوا ہے بالکل ٹھیک ہے کبھی اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جو مطلق اندھا ہے (ہرگز نہیں اس سے تو) بس سمجھدار ہی لوگ نصیحت حاصل کرتے ہیں (یہ) وہ لوگ ہیں کہ اللہ سے جو عہد کیا اسے پورا کرتے ہیں اور اپنے پیمان کو نہیں توڑتے (یہ) وہ لوگ ہیں کہ جن (تعلقات) کے قائم رکھنے کا اللہ نے حکم دیا انھیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور (قیامت کے دن) بری طرح حساب لئے جانے سے خوف کھاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے جو مصیبت ان پر پڑی اسے جھیل گئے اور پابندی سے نماز ادا کی اور جو کچھ ہم نے انھیں روزی دی تھی اس میں سے چھپا کر اور دکھلا کر (اللہ کی راہ میں) خرچ کیا اور یہ لوگ برائی کو بھی بھلائی سے دفع کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جنکے لئے آخرت کی خوبی مخصوص ہے (یعنی) ہمیشہ رہنے کے باغ جن میں وہ آپ جائینگے اور انکے باپ داداؤں اور انکی بیویوں اور انکی اولاد میں سے جو لوگ نیکوکار ہیں (وہ سب بھی) اور فرشتے (بہشت کے باہر) ہر دروازے سے انکے پاس آئینگے (اور) سلام علیکم (کے بعد کہیں گے) کہ (دنیا میں) تم نے صبر کیا (یہ اسی کا صلہ ہے دیکھو) تو آخرت کا گھر کیسا اچھا ہے۔]۱۹:۱۳-۲۴

((اِ۔علامہ ابن مردویہ نے جو اہل سنت کے ایک بہت بڑے عالم ہیں ابن عباس سے روایت کی ہے کہ اس شخص سے مراد علیؑ ابن ابی طالب ہیں۔واللہ اعلم۔))

نوٹ :۔ سورۃ الرعد کی آیات مبارکہ میں جہاں پابندی نماز کا ذکر ہے اسکی تصدیق سورۃ المآئدۃ کی آیت ۵۵ سے بھی ہو رہی ہے اور اس میں باتفاق مفسرین نے حضرت علیؑ کا نام دیا ہے۔ یہ تاریخ متفقہ ہے اس لئے پابندی نماز میں انھیں کا اسم گرامی سرِ فہرست (حضورؐ کے بعد) ہے۔

[جنھوں نے ایمان قبول کیا اور انکے دلوں کو اللہ کی یاد سے تسلی ہوا کرتی ہے یاد رکھو کہ اللہ ہی کی یاد سے دلوں کو تسلی ہوا کرتی ہے جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے کام کئے انکے واسطے (بہشت میں) طوبیٰ اور خوشحالی اور اچھا انجام ہے۔] ۱۳:۲۸-۲۹

((ا۔ ابن حاتم نے ابن سیرین سے روایت کی ہے کہ طوبیٰ بہشت میں ایک درخت ہے جسکی جڑ علیؑ ابن ابی طالب کے گھر میں ہے اور جنت میں کوئی گھر ایسا نہیں جس میں اسکی شاخوں میں سے ایک شاخ نہ ہو اور پھر ابن ابی حاتم نے ایک دوسری حدیث میں فرقد مسیحی سے روایت کی ہے کہ اللہ نے انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کے پاس وحی بھیجی کہ اے عیسیٰؑ میرے کام میں سعی کرو اور لغو نہ سمجھو اور میری بات سنو اور میرا کہا مانو اے بتول باکرہ کے بیٹے میں نے تم کو بغیر باپ کے پیدا کیا اور تم کو اور تمھاری ماں کو سارے جہاں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنائی تو تم میری عبادت کرو اور مجھ ہی پر بھروسہ رکھو اور کتاب کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی خدایا میں کونسی کتاب مضبوطی سے پکڑوں حکم ہوا انجیل کو مضبوطی سے لئے رہو اور سریانیہ والوں کے سامنے اسکو بیان کرو اور انکو خبر دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں میں حیّ، قیوم، بدیع، دائم ہوں کبھی فنا نہ ہونگا تو اللہ اور اسکے رسولؐ نبی امّی پر جو آخر زمانہ میں ہوگا ایمان لاؤ اور اسکی تصدیق کرو اور اس نبی کی متابعت کرو جو اونٹ پر سوار بدن پر بال کے کپڑے ہاتھ میں عصا اور سر پر تاج رکھے ہوگا اسکی آنکھیں بڑی بڑی ہونگی اور دونوں بھنویں ملی ہونگی صاحب کسا ہوگا اسکی نسل اس مبارک عورت سے جاری ہوگی جس کا نام خدیجہؓ ہوگا اس عورت کے واسطے اللہ نے بہشت میں ایک موتی محل بنوایا ہے جس میں سونے کا کام کیا ہوا ہے اس میں نہ کوئی تکلیف ہوگی نہ رنج۔ اسکی ایک بیٹی ہوگی جس کا نام فاطمہ ہوگا اور اسکے دو بیٹے ہونگے حسنؑ اور حسینؑ جو شہید ہونگے۔ جو شخص اس نبی کے زمانہ میں موجود ہو اور اسکی باتیں سنے اسکے لئے طوبیٰ ہے حضرت عیسیٰؑ نے عرض کی طوبیٰ کیا ہے حکم ہوا کہ یہ بہشت کا ایک درخت ہے جس کو میں نے اپنی قدرت سے بویا ہے اور میرے فرشتوں نے اسے قائم رکھا ہے اسکی جڑ رضوان سے ہے اور اسکا پانی تسنیم سے۔ تفسیر در منشور ملا جلال الدین سیوطی جلد ۴ صفحہ ۵۹ سطر ۲۵ اور ۲۹ تا ۳۷ مطبوعہ مصر۔))

[جس باغ (بہشت) کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے (اسکی صفت یہ ہے) کہ اسکے نیچے نہریں جاری ہونگی اسکے میوے سدا بہار اور ایسے ہی اسکی چھاؤں بھی۔ یہ انجام ہے ان لوگوں کا جو (دنیا میں) پرہیزگار تھے اور کافروں کا انجام (جہنم کی) آگ ہے۔] ۱۳:۳۵

[بیشک جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے عنقریب اللہ انکی محبت[۱] لوگوں پر فرض کر دیگا۔ بیشک ہم نے[۲] اس فرض محبت کو تمھاری زبان کے ذریعہ سے سہل کر دیا ہے تا کہ تم اسکے ذریعے پرہیزگاروں کو (جنت کی) خوشخبری دو اور (عرب کی) جھگڑالو قوم کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ۔] ۱۹:۹۶-۹۷

(([۱]۔ ابن مردویہ اور ویلمی نے براء سے روایت کی ہے کہ رسالت مآب نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اے علیؑ کہو خداوندا اپنی بارگاہ میں میرے لئے عہد و پیمان اور محبت قرار دے اور مومنین کے دل میں میری محبت قائم کر اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور ابن عباس اور خود حضرت علیؑ سے بھی یہ روایت منقول ہے تفسیر در منشور جلد ۴ صفحہ ۲۸۷ سطر ۱۱ مطبوعہ مصر۔ اور مواہب لدنیہ صواعق محرقہ صفحہ ۱۰۲ وغیرہ۔))

(([۲]۔ بعض لوگوں نے یسرناہ میں (وہ) کا مرجع قرآن مجید کو قرار دیا ہے لیکن میں نے اسکا مرجع سَیَجعَل کو قرار دے کر ترجمہ کیا ہے اور میرے اس ترجمہ کا مستمسک امام جعفر صادق علیہ السلام کی وہ حدیث ہے جو البرھان صفحہ ۶۶۹ میں مرقوم ہے۔))

[اے میرے ایماندار بندو میری زمین تو یقیناً کشادہ ہے اور تم میری ہی عبادت کرو۔ ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے پھر تم سب آخر ہماری ہی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے انکو ہم بہشت کے جھروکوں میں جگہ دینگے جنکے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ رہینگے اچھے چلن والوں کی بھی کیا خوب کھری مزدوری ہے جنہوں نے (دنیا میں مصیبتوں پر) صبر کیا اور اپنے پروردگار پر بھروسا رکھتے ہیں۔] ۲۹:۵۶-۵۹

[بہشت کے رہنے والے آج (روز قیامت) ایک نہ ایک مشغلہ میں جی بہلا رہے ہیں وہ اپنی بیویوں کے ساتھ چھاؤں میں تکئے لگائے تختوں پر چین سے بیٹھے ہوئے ہیں بہشت میں انکے لئے میوے ہیں اور جو وہ چاہیں انکے لئے ہے۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کا پیغام آئیگا۔] ۳۶:۵۵-۵۸

[مگر اللہ کے برگزیدہ بندے انکے واسطے (بہشت میں) ایک مقرر روزی ہوگی ہر قسم کے میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے نعمت کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے ہونگے ان میں صاف سفید براق شراب کے جام کا دور

چل رہا ہوگا جو پینے والوں کو بڑا مزا دیگی نہ اس شراب میں (خمار کی وجہ سے) درد سر ہوگا اور نہ وہ اس (کے پینے) سے متوالے ہونگے۔ اور ان کے پہلو میں نیچی نگاہ کرنیوالی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہونگی گویا وہ انڈے ہیں جو چھپائے ہوئے رکھے ہوں۔]۳۷:۴۰-۵۰

[اور جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے وہ گروہ گروہ بہشت کی طرف (اعزاز واکرام) سے بلائے جائیں گے یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچیں گے اور بہشت کے دروازے کھول دئے جائیں گے اور اس کے نگہبان ان سے کہیں گے سلام علیکم تم اچھے رہے تم بہشت میں ہمیشہ کے لئے داخل ہو جاؤ اور یہ لوگ کہیں گے اللہ کا شکر جس نے اپنا وعدہ ہمکو سچا کر دکھایا اور ہمیں (بہشت کی) سرزمین کا مالک بنایا کہ ہم بہشت میں جہاں چاہیں رہیں تو نیک چلن والوں کی بھی کیا خوب (کھری) مزدوری ہے۔]۳۹:۷۳-۷۴

[اور جن لوگوں نے (سچے دل سے) کہا کہ ہمارا پروردگار تو اللہ ہے پھر وہ اسی پر قائم رہے ان پر (موت کے وقت رحمت کے) فرشتے نازل ہونگے کہ کچھ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس کی خوشیاں مناؤ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست تھے اور آخرت میں بھی (رفیق) ہیں اور جس چیز کو تمھارا جی چاہے بہشت میں تمھارے لئے موجود ہے اور جو چیز طلب کروگے وہاں تمھارے لئے (حاضر) ہوگی (یہ) بخشنے والے مہربان (اللہ) کی طرف (تمھاری) مہمانی ہے۔]۴۱:۳۰-۳۲

بہشت کے ضمن میں آیات کا تذکرہ جاری ہے اور جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے وارث کتاب (قرآن) بنایا انھیں کو وارث جنت بھی بنایا اسلئے اہلبیت یا قربیٰ کی آیات کا اسی مقام پر پیش کرنا ضروری ہے ورثائے جنت کو اگر فراموش کر دیا جائے تو پھر احمقوں کی جنت کا تصور باقی رہ جاتا ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے کلام (قرآن) میں ہر انسان کو غور وفکر کی دعوت دیتا ہے اور نہ غور کرنیوالوں پر اظہار ناراضگی ہے۔

سورۃ محمدؐ کی آیت ۲۴ اور النساء کی ۸۲ پیش کی جاتی ہیں۔

[تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا (ان کے) دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔]۴۷:۲۴

آیت ۲۴ میں تالے کا اظہار فرما کے اللہ نے جس ناراضگی اور انسان سے بیزاری کی طرف توجہ دلائی ہے وہ کس قدر معنی خیز ہے مگر انسان کہاں خاطر میں لاتا ہے انسان نفس کا پیروکار ہے غور وفکر سے متعلق شکوہ النساء کی آیت ۸۲ ملاحظہ ہو۔

[تو کیا یہ لوگ قرآن میں بھی غور نہیں کرتے اور (یہ خیال نہیں کرتے کہ) اگر اللہ کے سوا کسی اور کی طرف

سے (آیا) ہوتا تو ضرور اس میں بڑا اختلاف پاتے۔] ۸۲:۴

ان آیات مبارکہ میں شکوہ اور دعوت فکر اسی لئے ہے تا کہ انسان کسی نکتہ کو سہواً بھی نظر انداز نہ کرے انسان جو کچھ کرتا ہے قصداً کرتا ہے اور اظہار ایسا کہ جیسے بھول گیا ہو یہی اسکی منافقت ہے اس لئے ہم کیوں ایسا کام کریں کہ آنکھ کے اندھے وکان کے بہرے اور زبان کے گونگے کہلائیں۔ اور وہ بھی قیامت میں کیونکہ ان آیات کو تمام عمر سنتے رہے پڑھتے رہے اور زبان سے ادا کرتے رہے تو پھر عقل کے اندھے کیوں بنیں حق بات کیوں نہ کہیں۔ سورۃ الشوریٰ کی آیات ۲۲ اور ۲۳ ملاحظہ ہوں۔

[(قیامت کے دن) دیکھو گے کہ ظالم لوگ اپنے آعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہونگے اور وہ ان پر پڑ کر رہیگا اور جنہوں نے ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کئے وہ بہشت کے باغوں میں ہونگے اور جو کچھ چاہیں گے انکے لئے انکی پروردگار کی بارگاہ میں (موجود) ہے یہی تو (اللہ کا) بڑا فضل ہے یہی وہ انعام ہے جسکی اللہ اپنے ان بندوں کو خوشخبری دیتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کرتے رہے (اے رسولؐ) تم کہدو کہ میں اس (تبلیغ رسالت) کا اپنے قرابت داروں (اہلبیت) کی محبت(۱) کے سوا تم سے کوئی صلہ نہیں مانگتا اور جو شخص نیکی حاصل کرلے(۲) گا ہم اسکے لئے اسکی خوبی میں اضافہ کردینگے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا قدر دان ہے۔] ۴۲:۲۲-۲۳

((۱)۔ انصار اپنے ایک بڑے جلسہ میں اپنا فخر و مباہات بیان کررہے تھے کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا جب انکی باتیں ناز کی حد سے گزریں تو حضرت عباسؓ یا ابن عباس سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ تم لوگوں کو فضیلت سہی مگر ہم لوگوں پر ترجیح نہیں ہوسکتی اس مناظرہ کی خبر حضرت رسولؐ کو پہنچی تو آپ خود انکے مجمع میں تشریف لائے اور فرمایا اے گروہ انصار کیا تم ذلیل نہ تھے تو اللہ نے ہماری بدولت تمھیں معزز کیا سب نے عرض کی بیشک پھر فرمایا کہ تم لوگ گمراہ نہ تھے تو اللہ نے میری وجہ سے تمھاری ہدایت کی۔ عرض کی یقیناً پھر فرمایا کیا تم لوگ یہ نہیں کہتے ہو کہ تمھاری قوم نے تم کو نکال باہر کیا تو ہمنے پناہ دی تمھاری قوم نے تم کو ذلیل کیا تو ہم نے مدد کی غرض اس قسم کی باتیں فرماتے جاتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے زانوں کے بل بیٹھے اور عاجزی سے عرض کرنے لگے ہمارے مال اور جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ سب اللہ و رسولؐ کا ہے یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ یہ آیت نازل ہوئی اسکے بعد آپؐ نے فرمایا جو شخص آل محمدؐ کی دوستی پر مر جائے وہ شہید مرتا ہے سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ مغفور ہے سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرے وہ کامل الایمان مرا سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا اسکو ملک الموت اور منکر نکیر بہشت کی خوشخبری دیتے ہیں سنو جو آل محمدؐ کی دوستی پر مرا وہ بہشت میں اس طرح رکھا جائیگا

جیسے دلہن شوہر کے گھر۔ سنو جو آل محمد کی دوستی پر مرا اسکی قبر میں جنت کے دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں سنو جو آل محمد کی دوستی پر مرا اسکی قبر کو اللہ رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بناتا ہے سنو جو آل محمد کی دوستی پر مرا وہ سنت و جماعت کے طریقہ پر مرا۔ سنو جو آل محمد کی دوستی پر نہ مرا ہو قیامت میں اس کی پیشانی پر لکھا ہوگا کہ یہ اللہ کی رحمت سے مایوس ہے یاد رکھو کہ جو آل محمد کی دشمنی پر مرا وہ کافر ہے سن رکھو جو آل محمد کی دشمنی پر مرا وہ بہشت کی بو بھی نہ سونگھے گا۔ پھر اسی وقت کسی نے پوچھا حضرت جنکی محبت کو اللہ نے ہم پر واجب کیا وہ کون ہیں فرمایا علیؑ فاطمہؑ اور انکے بیٹے حسن و حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ پھر فرمایا جو شخص میرے اہل بیت پر ظلم کرے اور مجھے میری عترت کے بارے میں اذیت دے اس پر بہشت حرام ہے و ہکذا دیکھو تفسیر کشاف علامہ زمخشری جلد۳ صفحہ ۶۷ مطبوعہ مصر۔ صحیح بخاری شریف و مسند احمد بن حنبل، در منشور سیوطی وغیرہ۔))

((۲۔ تفسیر ثعلبی میں ابن عباس سے روایت ہے کہ نیکی سے آل محمد کی دوستی مراد ہے اور علامہ زمخشری نے سدی سے بھی یہ روایت کی ہے تفسیر کشاف جلد۳ صفحہ ۶۸ مطبوعہ مصر۔))

[جس جنت کا پرہیز گاروں سے وعدہ کیا جاتا ہے اسکی صفت یہ ہے کہ اس میں پانی کی نہریں ہیں جن میں ذرا بو نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا مزا تک نہیں بدلا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لئے لذت ہیں اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں اور وہاں انکے لئے ہر قسم کے میوے ہیں اور انکے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے (بھلا یہ لوگ) انکے برابر ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہینگے۔ اور انکو کھولتا ہوا پانی پلایا جائیگا تو وہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا۔] ۴۷:۱۵

[دوست اس دن (یوم حساب) باہم ایک دوسرے کے دشمن ہونگے مگر پرہیز گار۱ (کہ وہ دوست ہی رہینگے اور اللہ ان سے کہیگا) اے میرے بندو! آج نہ تو تم کو کوئی خوف ہے اور نہ تم غمگین ہوگے۔ (یہ) وہ لوگ ہونگے جو ہماری آیتوں پر ایمان لائے اور (ہمارے) فرمانبردار تھے تو تم اپنی بیویوں سمیت اعزاز و اکرام سے جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ان پر سونے کی رکابیوں اور پیالوں کا دور چلے گا اور وہاں جس چیز کو جی چاہے اور جس سے آنکھیں لذت اٹھائیں (سب موجود ہیں) اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ جنت جس کے تم وارث۲ (حصہ دار) کردئے گئے ہو تمھاری کارگزاریوں کا صلہ ہے وہاں تمھارے واسطے بہت سے میوے ہیں جن کو تم کھاؤ گے۔] ۴۳:۶۷-۷۳

((۱۔ کیونکہ انکی دوستی تو ایمان کیوجہ سے تھی وہ زائل ہونے والی چیز نہیں اور کفار کی دوستی تو دنیا کے اسباب

سے تھی پھراب کہاں اور کیوں کر باقی رہے))

((۲۔ وارث کے معنی تو مالک کے ہیں مگر اللہ نے وارث شائد اس وجہ سے کہا ہو کہ ہمارے پہلے باپ جناب آدمؑ کا اصلی گھر تو بہشت ہی تھا تو اب انکی اولاد جب بہشت میں گئی تو گویا اپنے باپ کے گھر میں داخل ہوئی اور اپنے بزرگ کے ترکے پر قابض۔ اسی کو حافظ شیرازی نے کیا خوب ادا کیا ہے۔))

''من ملک بودم وفردوس بریں جائم بود

آدمؑ آورد دریں دیر خرابات مرا''

[وہ وہی (اللہ) تو ہے جس نے مومنین کے دلوں میں تسلی نازل فرمائی تا کہ اپنے ایمان کے ساتھ اور ایمان کو بڑھائیں اور سارے آسمانوں اور زمین کے لشکر تو اللہ ہی کے ہیں اور اللہ بڑا واقفکار حکیم ہے تا کہ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کو (بہشت کے) باغوں میں جا پہنچائے جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اور یہ وہاں ہمیشہ رہینگے اور انکے گناہوں کو ان سے دور کردے اور یہ اللہ کے نزدیک بڑی کامیابی ہے۔] ۴۸:۴-۵

[بیشک پرہیزگار لوگ (بہشت کے) باغوں اور چشموں میں عیش کرتے ہونگے جو انکا پروردگار انکو عطا کرتا ہے یہ (خوش خوش) لے رہے ہیں یہ لوگ اس سے پہلے (دنیا میں) نیکوکار تھے (عبادت کی وجہ سے) رات کو بہت کم ہی سوتے تھے اور پچھلے پہر کو اپنی مغفرت کی دعائیں کرتے تھے اور انکے مال میں مانگنے اور نہ مانگنے والے محروم (دونوں کا) حصہ تھا اور یقین کرنے والوں کیلئے زمین میں (قدرت خدا کی) بہت سی نشانیاں ہیں اور خود تم میں بھی ہیں تو تم کیا دیکھتے نہیں۔ اور تمھاری روزی اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان۱ میں ہے تو آسمان اور زمین کے مالک کی قسم یہ (قرآن) بالکل ٹھیک ہے جس طرح تم باتیں کرتے ہو۔] ۵۱:۱۵-۲۳

((۱۔ روزی کے آسمان میں ہونے کا یہ مطلب ہے کہ آسمان ہی سے پانی برستا ہے آفتاب' مہتاب اور ستاروں کا اثر جو نباتات پر پڑتا ہے وہ بھی آسمان ہی میں ہیں اور جس کا وعدہ لیا جاتا ہے یعنی بہشت' دوزخ' ثواب اور عذاب وغیرہ۔))

[بیشک پرہیزگار لوگ باغوں اور نعمتوں میں ہونگے جو (جو نعمتیں) انکے پروردگار نے انھیں دی ہیں انکے مزے لے رہے ہیں اور انکا پروردگار انھیں دوزخ کے عذاب سے بچائے گا جو جو کارگزاریاں تم کر چکے ہو انکے صلہ میں (آرام سے) تختوں پر جو برابر بچھے ہوئے ہیں تکیہ لگا کر خوب مزے سے کھاؤ پیو اور ہم بڑی آنکھوں

والی حور سے انکا بیاہ رچائیں گے اور جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور انکی اولاد نے بھی ایمان میں انکا ساتھ دیا تو ہم انکی اولاد کو بھی انکے درجے تک پہنچائیں گے اور ہم انکی کارگزاریوں میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے ہر شخص اپنے آعمال کے بدلے میں گروی ہے اور جس قسم کے میوے اور گوشت کو انکا جی چاہے گا ہم انھیں اور بڑھا کر عطا کریں گے وہاں ایک دوسرے سے شراب کا جام لے لیا کریں گے جس میں نہ کوئی بیہودگی ہے اور نہ گناہ۔ (اور خدمت کے لئے) نوجوان لڑکے انکے آس پاس چکر لگایا کریں گے وہ (حسن و جمال میں گویا) احتیاط سے رکھے ہوئے موتی ہیں اور ایک دوسرے کی طرف رخ کر کے (لطف کی) باتیں کرینگے (ان میں سے کچھ) کہیں گے کہ ہم اس سے پہلے اپنے گھر میں (اللہ سے بہت) ڈرا کرتے تھے تو اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو (جہنم کی) لون کے عذاب سے بچالیا۔ اس کے قبل ہم اس سے دعائیں کیا کرتے تھے بیشک وہ احسان کرنیوالا مہربان ہے۔]۵۲:۱۷-۲۸

[جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم انکو اللہ اور اسکے رسولؐ کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگرچہ وہ انکے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ) ہوں یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں میں اللہ نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنے نور سے اسکی تائید کی ہے اور انکو (بہشت کے) ان باغوں میں داخل کریگا جنکے نیچے نہریں جاری ہیں اور وہ ہمیشہ اس میں رہینگے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے خوش یہی اللہ کا گروہ ہے سن رکھو کہ اللہ ہی کے گروہ کے لوگ دلی مرادیں پائینگے۔]۵۸:۲۲

[جہنمی اور جنتی کسی طرح برابر نہیں ہو سکتے جنتی ہی لوگ تو کامیابی حاصل کرنیوالے ہیں اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر بھی نازل کرتے تو تم اسکو دیکھتے کہ اللہ کے ڈر سے جھکا اور پھٹا جاتا ہے اور یہ مثالیں ہم لوگوں (کے سمجھانے) کے لئے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔]۵۹:۲۰-۲۱

[(یہ بھی) سن رکھو کہ نیکوں کے نامہ عمل علیّین میں ہونگے۔ اور تم کو کیا معلوم کہ علیّین کیا ہے وہ ایک لکھا ہوا دفتر ہے (جس میں نیکوں کے آعمال درج ہیں) اسکے پاس مقرب (فرشتے) حاضر ہیں۔ بیشک نیک لوگ نعمتوں میں ہونگے تختوں پر بیٹھے نظارے کرینگے تم انکے چہروں ہی سے راحت کی تازگی معلوم کرلو گے۔ ان کو سر بمہر خالص شراب پلائی جائیگی جسکی مہر مشک کی ہوگی اور اسکی طرف البتہ شائقین کو رغبت کرنی چاہئے۔ اور اس (شراب) میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہوگی وہ ایک چشمہ ہے جس میں سے مقربین پئیں گے۔]۸۳:۱۸-۲۸